سیرت پاک پر مستند ترین کتاب
الشفاء (مکمل)
بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تصنیف:
امام المحدثین قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ
ترجمہ:
مولانا علامہ سید احمد علی شاہ بٹالوی رحمہ اللہ تعالیٰ
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

الشفاء

بتعريف حقوق المصطفیٰ ﷺ

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

نام کتاب : شفاء (مکمل)

تصنیف : قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی (المتوفی ۵۴۴ھ)

ترجمہ : مولانا حافظ سید احمد علی شاہ چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ

تقدیم : حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ

تصحیح : اشرف قدسی، حافظ شاہد اقبال

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

ہدیہ : -/210 روپے

الطبع الاوّل : جمادی الثانی 1422ھ / اگست 2001ء

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای میل نمبر faridbooks@hotmail.com

فہرست

الشفاء فی حقوق المصطفیٰ ﷺ

صفحہ	مضامین	فصل

حالات حضرت قاضی عیاض مالکی رحمتہ اللہ علیہ

مصنف کتاب "الشفاء"

از قلم: (حکیم محمد موسیٰ امرت سری)

علامہ حافظ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی المالکی رحمتہ اللہ علیہ ۴۷۶ھ مطابق ۱۰۸۳ء میں بمقام "سبتہ" پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام "عیاض" رکھا۔

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بزرگ "اندلس" کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا مرحوم وہاں سے نقل مکانی کر کے "فاس" آ گئے۔ اور وہاں سے "سبتہ" چلے گئے۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کا بچپن اور جوانی کا ابتدائی حصہ یہیں گزرا۔ اور یہاں کے اکابر علماء و مشائخ سے تحصیل علوم کی بیس (۲۰) برس کی عمر میں قاضی حافظ ابو علی الغسانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو حدیث کی روایت کرنے کی اجازت دے دی تھی ابو علی الغسانی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ "اندلس" چلے گئے۔

اساتذہ

اندلس پہنچ کر حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جن علمائے کرام سے اکتساب کیا۔ "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کے یہ نام لکھے ہیں:۔

محمد بن حمدین' ابی علی بن سکرہ' ابوالحسین سراج' ابو محمد بن عتاب' ہشام بن احمد اور ابو بحر بن العاص۔ ان سے آپؒ نے علم حدیث حاصل کیا۔

ابو عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ تمیمی اور قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المسیلی سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ دوسری کتابوں میں ابن رشد کو بھی آپ کا استاد لکھا ہے۔

رسالہ "نگار" لکھنؤ کے علماء نمبر میں لکھا ہے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ اور

پھر قرطبہ میں انہوں نے سینکڑوں اساتذہ سے علوم و فنون حاصل کیے۔
وطن واپس آئے تو قاضی بنا دیئے گئے۔ ۵۳۱ھ مطابق ۱۱۳۲ء میں قرطبہ کا عہدۂ قضا ان کے سپرد کیا گیا۔ یہ "الموحدین" کے بڑے طرف دار تھے۔ اس لئے جب ان کی حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو مراکش چلے گئے۔ا (نگار علوم اسلامی و علماء نمبر جنوری۔ فروری ۱۹۵۵ء)۔ آپ مذہباً" مالکی تھے۔ اور اس مذہب کے اساطین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

علماء کی شہادتیں

حضرت قاضی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ابن بشکوال کہتے ہیں کہ وہ بہت بڑے عالم اور ذکاوت و فہم کے اعتبار سے بہت بڑے انسان تھے۔ انہوں نے کافی عرصہ " بستہ" میں قضا کا کام کیا۔ اور اپنے حسن سیرت سے لوگوں کے دلوں کو گرویدہ کر لیا۔ وہاں سے "غرناطہ" چلے گئے۔ وہاں بھی انہیں قضا کا کام سپرد کیا گیا۔ لیکن غرناطہ میں ان کا قیام زیادہ عرصہ نہ رہا۔ وہاں سے وہ ہمارے پاس قرطبہ آگئے۔ جہاں ہم نے ان سے بہت کچھ حاصل کیا۔
مشہور فقیہ محمد بن حمادہ السبتی کہتے ہیں کہ قاضی صاحب علیہ الرحمتہ نے اٹھائیس برس کی عمر میں مناظرے شروع کر دیئے تھے۔ پینتیس سال کی عمر میں انہیں قضاء کا کام سپرد کیا گیا۔ جو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ وہ حق کے معاملے میں کسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ بستہ میں ان سے بڑا صاحب تصنیف کوئی نہیں ہوا۔
قاضی شمس الدین بن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کے امام حدیث تھے۔ اور نحو' لغت' کلام عرب' ایام عرب اور انساب عرب کے علم میں خوب ماہر تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔
کشف الظنون میں لکھا ہے۔ کہ قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بہت اچھے شاعر بھی تھے اور کتاب میں بطور نمونہ دو شعر بھی درج کئے ہیں۔

انظر الی الزرع وقاماته تحکی وقد ماست امام الریاح
کتیبد خضراء مهزومته شقائق النعمان فیها جراح

ترجمہ :۔ زرا اس کھیت کے پودوں کو تو دیکھو جو ہوا کے تیز جھونکوں سے زمین پر بچھے جا رہے ہیں گویا ایک شکست کھائی ہوئی فوج ہے جو تمام تر سبز لباس پہنے ہوئے ہے اور اس فوج کے درمیان گل لالہ بالکل ایسے معلوم ہو رہے ہیں جیسے زخمی سپاہیوں کے جسم سے خون نکل رہا ہو۔

تلامذہ

حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے بہت سے لوگوں نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ ان میں سے مشہور لوگ یہ ہیں۔ عبداللہ بن احمد العصیری۔ ابو جعفر بن التصیر الغرناطی ابوالقاسم خلف بن بشکوال' ابو محمد عیسیٰ بن الحجری اور محمد بن الحسن الجابری (رحمہم اللہ)

تصانیف

بعض تذکروں میں آپ کی تالیفات کی تعداد بیس لکھی ہے۔ تذکرہ الحفاظ میں صرف نو کے نام لکھے ہیں۔ مگر اس وقت جو موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب الشفائی حقوق المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کشف الظنون میں اس کا نام الشفائی تعریف حقوق مصطفیٰؐ لکھا ہے۔ اور یہی الشفا کے متن میں درج ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں "کتاب الشفائی شرف المصطفیٰ" مرقوم ہے۔

(۲) مشارق الانوار (احادیث کے اصطلاحات کا لغت)

(۳) ترتیب المدارک و تقریب المسالک (مالکی فقہا کا تذکرہ)

(۴) الالماع فی معرفت اصول الروایتہ

(۵) اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم

(٦) التنبیهات المستنبطه علی الکتب المدونه

(٧) کتاب الاعلام بحدود قواعد الاسلام

الشفاء کا مقام

حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کی تمام تصنیفات کا مرتبہ اگرچہ بہت بلند ہے مگر جو شہرت اور مقبولیت الشفاء کو نصیب ہوئی وہ کسی اور تصنیف کے حصے میں نہیں آئی اور حق یہ ہے کہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ اور ان کی دیگر گرانقدر مؤلفات کے اسماء کے بقا کا سبب بھی ''الشفا'' ہی ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے والہانہ انداز میں ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے کہ جو ان ہی کا حصہ تھا۔ اور اسی کے بدولت وہ آقائے نامدار حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں میں شمار ہونے لگے۔ گویا یہ مبارک کتاب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قبولیت کا شرف پا چکی ہے۔ ہر دور کے علماء و صلحاء نے اس مقدس کتاب کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے۔

کشف الظنون میں لکھا ہے :۔

وهو کتاب عظیم النفع و کثیر الفائدة لم یولف مثله فی الاسلام۔

ترجمہ :۔ یہ کتاب عظیم النفع اور کثیر الفائدہ ہے۔ آج تک اسلام میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور کسی بزرگ ہستی کے یہ دو شعر بھی نقل کئے ہیں :۔

من من الشفاء الذی الفته عوض　　　عوضت جنات عدن بامیا

اے قاضی! تم نے شفا لکھ کر اس کے بدلے میں جنت کے باغات حاصل کر لئے۔

فهوالشفاء لمن فی قلبه مرض　　　جمعت فیه احادیثا مصححة

اور وہ (کتاب الشفاء) شفا ہے اس شخص کے لئے جس کے دل میں مرض ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے ''بستان المحدثین'' میں لکھا ہے۔ ''قاضی عیاضؒ کے برادر زادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اس خواب کو دیکھنے سے ان پر ایک دہشت سی طاری ہوئی اور توہم لاحق ہوا تو ان کے چچا (حضرت قاضی عیاضؒ) جو ان کی اس حالت کو تاڑ گئے تھے "کہنے لگے اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفاء کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ — "گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت ملا ہے — غرض اس باب میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان سب میں یہ کتاب عجیب اور بہت مقبول واقع ہوئی ہے" (بستان المحدثین مترجم صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ کراچی نور محمد تاجر کتب)

عارف باللہ حضرت عبداللہ بن احمد ازدیؒ نے اس بابرکت کتاب کے متعلق فرمایا ہے۔

کتاب الشفاء شفاء القلوب　　قد ائتلقت شمس برهانه

کتاب الشفاء دلوں کے لئے شفا کا حکم رکھتی ہے۔ اور اس کے دلائل آفتاب کی طرح روشن ہیں۔

فاکرم به ثم اکرم به　　واعظم مدی الدهر من شانه

پس اس کی تکریم و تعظیم کرتا رہ اور تازیست اس کی شان بڑھاتا رہ۔

اذا طالع الماء مضمونه　　رسی فی الهدی اصل ایما

جب کوئی شخص اس کے مضمون کو پڑھتا ہے تو اس کے ایمان کی جڑ بڑی پختہ ہو جاتی ہے۔

وجاء بروض التقی زاشقا　　اراتحی ازهار فتابه

انہوں نے تقویٰ کا ایسا باغ لگایا ہے۔ جس کی شاخوں کے پھول خوشبو پھیلانے والے ہیں۔

ونال علوما ترقیه فی　　ثریا السما و کیمانه

اور انہوں نے ایسے علوم کی تحصیل کی ہے۔ جن کا مقام بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

فلله در ابی الفضل اذ　　حری فی الوری نیل احسانه

اللہ تعالیٰ ابوالفضل پر رحمت فرمائے۔ جنہوں نے یہ کتاب لکھ کر مخلوق پر احسان کیا ہے۔

یقرر قدرہ (نبی) الھدی وخیرالانام بلسانہ

وہ اپنے بیان سے نبی ہادی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے برگزیدہ انسان کی عظمت و شان کو بدلائل ثابت کرنے والے ہیں۔

فجازاہ ربی جبرا الجشاء وجاد علیہ بغفرانہ

پس میرا رب ان کو بہتر جزا دے اور ان کی بخشش فرما کر ان پر احسان فرمائے۔

ومنہ الصلوۃ علی المجتبیٰ واصحابہ ثم اعوانہ

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور حضورؐ کے اصحاب و اعوانؓ پر رحمت کاملہ کا نزول ہوتا رہے۔

مدی الدھر ینقضی دائما ولا ینتھی طول ازمانہ

جو ہمیشہ ہوتا رہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے۔

مختصر یہ کہ اس تحفہ عظیم "الشفاء شریف" کے مطالعہ سے قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ اس بابرکت کتاب کا ایک ایک حرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

الشفاء کی شروح بھی لکھی گئیں۔ ان میں سے علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ کی "نسیم الریاض" تین جلدوں میں بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد لکھی گئی۔ جو مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

وفات

ابن بشکوال کہتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۴ ہجری کے وسط میں فوت ہوئے۔ ان کے صاحبزادے محمدؒ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب ۹ر جمادی الثانی کی رات کو (جو جمعہ کی رات تھی) انتقال فرما کر مراکش میں مدفون ہوئے (تذکرۃ الحفاظ جلد چہارم صفحہ ۹۸)۔ آپ نے صرف ۶۷ برس عمر پائی۔ (نور اللہ مرقدۃ الشریف)

❖

جمعہ ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء

محمد موسیٰ عفی عنہ

حضرت مولانا حافظ سید احمد علی شاہ چشتی (مرحوم و مغفور)

مترجم کتاب "الشفاء" کے مختصر حالات

(از قلم حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

حضرت مولانا مولوی حافظ سید احمد علی شاہ حنفی چشتی نظامی مرحوم و مغفور بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) سے لاہور آگئے تھے۔ اور پھر یہیں باقی تمام زندگی درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور ترجمہ و تالیف میں گزار دی۔ آپ نہایت بلند پایہ عالم دین، متقی اور مستغنی المزاج بزرگ تھے۔

آپ عرصہ تک اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۱۷ء میں بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہوئے۔ اور آخیر زندگی تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔ مسجد حنفیہ محلہ کشمیری سادھواں میں "مدرسہ غوثیہ" تھا۔ آپ اس میں بعد نماز عصر صحیح مسلم شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ اور ہر قمری مہینے کی بارہ تاریخ کو اسی مسجد میں میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر آپ کا وعظ ہوا کرتا تھا۔ حضرت پیر عبدالغفار شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) بانی مدرسہ غوثیہ' مولانا سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ ہر سال میلادالنبیؐ کے موقع پر آپ کی دستار بندی کرتے تھے۔ حضرت پیر صاحبؒ موصوف کے بھتیجے پیر عبداللہ شاہ صاحب مولوی فاضل منشی فاضل مولانا مرحوم و مغفور کے شاگرد ہیں۔

تصنیفات

مولانا احمد علی صاحبؒ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مگر اس وقت ہمیں صرف تین کا علم ہو سکا۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ مطابق عقائد حنفیہ۔

(۲) اردو ترجمہ حق نما یعنی راہ ہدے۔ مصنفہ شہزادہ داراشکوہ علیہ الرحمتہ۔

(۳) سرور الخاطر الفا طرفی نداء یاشیخ عبدالقادر۔ یہ کتاب حضرت پیر عبدالغفار

شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایما پر لکھی تھی۔ اور پیر صاحب نے ہی شائع کرائی تھی۔
(۴) کتاب "خروس جیلاں" کا جواب۔ مرزا احمد علی شیعہ مولوی نے حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کو غیر سید ثابت کرنے کے لئے اس بیہودہ نام سے ایک کتاب شائع کی تھی۔ اراکین دائرۃ الاصلاح لاہور نے مولانا احمد علی شاہ مرحوم کو اس کا رد لکھنے کے لئے کہا۔ تو آپ نے ایک مبسوط کتاب لکھی۔ جو بوجوہ شائع نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ بعد اس کا مسودہ حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی مدظلہ' تعالیٰ (افسوس کہ ۷ رجب ۱۳۸۱ھ کو حضرت نامی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ نے حضرت پیر سید خورشید حسن صاحب "رواں شریف" والوں کو دلا دیا۔ اور انہوں نے اس کو قسط وار اپنے رسالہ میں نارووال سے شائع کیا+ (تاریخ جلیلہ طبع دوم صفحہ ۸۹)

تراجم

حضرت مولانا مرحوم نے حسب ذیل عربی کتابوں کو اردو زبان کا جامہ پہنایا:۔
(۱) الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تصنیف قاضی عیاضؒ
(۲) بہجتہ الاسرار و معدن الانوار' تصنیف شیخ نورالدین ابی الحسن بن یوسف شافعی رحمتہ اللہ علیہ۔ اس کتاب کا ترجمہ زھرۃ الابرار تذکرۂ حضرت غوث الاعظمؒ کے نام سے موسوم ہے۔
(۳) مشکوۃ انوار۔ مصنفہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ۔
(۴) نفحات الانس۔ تالیف حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ۔
(۵) تحفتہ القلوب و بہیۃ الارواح (فارسی) مصنفہ حضرت خواجہ شیخ عثمان نقشبندی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ۔

پیش نظر کتاب "الشفاء" بہ تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اردو کمپوزنگ میں پہلی بار پروگریسو بکس کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے۔

وفات

حضرت مولانا احمد علی حنفی چشتی نظامی ۱۹۲۶ء میں واصل بحق ہوئے نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی سید دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری (متوفی ۱۳۵۴ھ) نے پڑھائی۔ اور لاہور ہی میں مدفون ہوئے۔

(برد اللہ مضجعہ)

محمد موسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

فقیہ قاضی امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُنْفَرِدِ بِاسْمِہِ الْاَسْمٰی ○ اَلْمُخْتَصِّ بِالْمُلْکِ الْاَعَزِّ الْاَحْمٰی ○ اَلَّذِیْ لَیْسَ
دُوْنَہٗ مُنْتَھٰی وَلَا وَرَاءَہٗ مَرْمٰی ○ اَلظَّاھِرِ یَقِیْنًا لَا تَخَیُّلًا وَّلَا وَھْمًا ○ اَلْبَاطِنِ تَقَدُّسًا
لَا عَدَمًا ○ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا ○ وَاَسْبَغَ عَلٰی اَوْلِیَائِہٖ نِعَمًا عُمًّا ○ وَبَعَثَ
فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ اَنْفُسِھِمْ عَرَبًا وَّعَجَمًا ○ وَاَزْکَاھُمْ مَحْتِدًا وَّمَنْمًی ○ وَاَرْ
جَحَھُمْ عَقْلًا وَّحِلْمًا ○ وَاَوْفَرَھُمْ عِلْمًا وَّفَھْمًا وَاَقْوَاھُمْ یَقِیْنًا وَّعَزْمًا ○ وَاَشَدَّھُمْ
بِھِمْ رَاْفَۃً وَّرُحْمًا زَکَّاہُ رُوْحًا وَّجِسْمًا ○ وَحَاشَاہُ عَیْبًا وَّوَصْمًا ○ وَاٰتَاہُ حِکْمَۃً
وَّحُکْمًا ○ وَفَتَحَ بِہٖ اَعْیُنًا عُمْیًا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا ○ وَاٰذَانًا صُمًّا ○ فَاٰمَنَ بِہٖ وَعَزَّرَہٗ وَ
نَصَرَہٗ مَنْ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْ مَغْنَمِ السَّعَادَۃِ قِسْمًا ○ وَکَذَّبَ بِہٖ وَصَدَفَ عَنْ اٰیَاتِہٖ مَنْ کَتَبَ
اللّٰہُ عَلَیْہِ الشَّقَاءَ حَتْمًا ○ وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی ○ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً تَنْمُوْ وَتُنْمٰی ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ تَسْلِیْمًا ○

سب تعریف اللہ کے لئے جو اپنے بلند نام میں یکتا ہے۔ اپنی محفوظ عزت کے
ساتھ مخصوص ہے۔ جس کے نزدیک انتہا نہیں۔ اور اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں

وہ ظاہر ہے یقیناً" نہ تخیل اور وہم کے طور پر باطن ہے پاکیزگی سے نہ نیستی سے اس نے ہر شے کا رحمت و علم سے احاطہ کیا ہے۔ اپنے اولیاء پر عام نعمتیں پوری کی ہیں۔ ان میں ایک رسول بھیجا جو انہیں میں سے ہے ان میں زیادہ نفیس ہے۔ عربی ہوں یا عجمی اصل و شرافت و نسب میں ان سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ عقل اور علم میں ان سے زیادہ غالب ہے۔ علم فہم میں ان سے وافر ہے۔ یقین پختہ ارادہ میں ان سے زیادہ قوی مہربانی اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے۔ روح و جسم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کیا۔ اس کو عیب و عار سے صاف کیا۔ اس کو حکمت اور حکم دیا۔ اس کے باعث اندھی آنکھوں اور غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا۔ پس وہ شخص آپ پر ایمان لایا اور آپ کی عزت و مدد کی۔ کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سعادت کی غنیمت میں حصہ رکھا ہے۔ اور اس شخص نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے معجزات سے اس نے اعراض کیا۔ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے بدبختی لازم کر دی۔ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر صلوۃ و سلام ہو۔ ایسی رحمت جو بڑھے اور بڑھائی جائے۔ اور اس کی آل اور اس کے صحابہ پر پورا سلام ہو۔

امابعد اللہ تعالیٰ میرے دل اور تیرے دل کو انوار یقین سے روشن کرے' مجھ پر اور تم پر وہ مہربانی کرے۔ جو اپنے متقین اولیاء پر کی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک مہربانیوں سے مشرف کیا۔ اپنی محبت سے ان کو مخلوق میں وحشی بنا دیا۔ اپنی معرفت۔ ملکوت کے عجائب اور اپنی قدرت کے آثار کے مشاہدہ سے ان کو ایسا خاص کر دیا۔ کہ ان کے دلوں کو سرور سے بھر دیا۔ ان کی عقلوں کو اپنی عظمت میں حیرت سے دیوانہ کر دیا۔ پس انہوں نے اسی کا ایک غم مقرر کر لیا ہے۔ اور دونو جہان میں اس کے سوا اور کسی کو اپنا نظارہ نہیں بنایا۔ وہ اسی کے جمال و جلال کے مشاہدہ میں خوش ہیں۔ اسی کی قدرت کے آثار عظمت کے عجائب کے درمیان چکر لگاتے ہیں۔ اسی کی طرف ہو جانے اور اسی پر توکل کرنے پر عزت یافتہ ہیں۔ اس کے اس سچے قول کے فریفتہ ہیں۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ کہہ دے اللہ پھر ان کو چھوڑ دے کہ اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔

تم نے کئی دفعہ مجھ سے اس امر کی بابت کہا کہ ایک مجموعہ تیار کرو جو جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و مرتبہ اور آپ کی عزت و توقیر کے وجوب کو شامل ہو۔ اور اس شخص کے لئے کیا حکم ہے۔ جو کہ اس بڑے قدر کے وجوب کو پورا نہ کرے یا آپ کے منصب جلیل میں ناخن کے تراشہ کے برابر قصور کرے۔ اور یہ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب جمع کروں کہ جس میں ہمارے بزرگوں اور اماموں کے اقوال ہوں۔ ان کو صورتوں اور مثالوں سے واضح کروں۔

سو جان لے خدائے تعالیٰ تمہیں عزت دے۔ کہ تم نے مجھ پر اس امر میں مشکل بوجھ ڈالا ہے اور جس بات کے لئے مجھے بلایا ہے۔ تکلیف مالا یطاق دی ہے۔ جس امر کی تکلیف دی ہے اس میں ایک سخت اونچی گھاٹی پر مجھے چڑھایا ہے۔ کہ جس سے میرا دل خوف زدہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس میں کلام کرنا ان باتوں کو چاہتا ہے کہ تقریر اصول ہو۔ تحریر فصول ہو۔ علم حقائق کے وہ دقائق و غوامض بیان کئے جائیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہیں۔ اور آپ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ یا آپ پر وہ باتیں ناجائز یا جائز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ نبی' رسول' رسالتہ' نبوت' محبت' خلت اور اس بڑے درجہ کے خصائص کیا ہیں۔ یہاں پر وہ وسیع جنگل ہیں۔ کہ جن میں قسطا (پرندہ جو باوجود تیز رو ہونے کے) حیران ہے۔ اس میں قدم عاجز ہو جاتے ہیں۔ یہاں وہ لق و دق جنگل ہیں کہ جن میں عقلیں گمراہ ہوتی ہیں۔ اگر یہ عقلیں نشان علم اور مضبوط نظر کے ساتھ ہدایت یافتہ نہ ہوں۔ یہاں وہ پھسلنے کے مقام ہیں۔ کہ اگر خدا کی توفیق و تائید پر اعتماد نہ ہو۔ تو قدم پھسل جائیں۔ لیکن اس لئے کہ میں خدا سے اپنے اور تمہارے لئے اس سوال و جواب میں بخشش و ثواب پاؤں۔ بوجہ اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ قدر و عظیم خلق کی تعریف ہو گی۔ اور آپ کے ان خصائص کا بیان ہو گا۔ کہ مخلوق میں پہلے اس سے جمع نہیں ہوئے۔ آپ کے اس حق کا۔ جس میں خدا کی اطاعت ہے۔ جو تمام حقوق سے بلند تر ہے۔ تاکہ اہل کتاب یقین کریں۔ اور ایماندار اپنے ایمان کو بڑھائیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا۔ کہ یہ بات لوگوں پر ضرور ظاہر کر دیں۔ اور نہ

چھپائیں۔ اور اس لئے کہ ہم سے یہ حدیث ابو الولید ہشام بن احمد فقیہ رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کی۔ میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر نمری نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عبدالمومن نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر محمد بن بکر نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے سلیمان بن اشعث نے کہا حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حماد نے کہا خبر دی ہم کو علی بن الحکم نے عطاء سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَکَتَمَہٗ اَلْجَمَہُ اللّٰہُ بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی علم سے پوچھا گیا۔ پھر وہ اس کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کو (اس کے منہ میں) آگ کی لگام دے گا۔

تب میں نے ایسے نقاط کی طرف جلدی کی کہ جو مطلب کے چہرہ سے کھل جائیں۔ بحالیکہ میں حق مفروض کو ادا کرنے والا تھا۔ میں نے ان کو جلدی لیا۔ کیونکہ مرد اپنے بدن اور دل کے تفکرات کے درپے رہتا ہے۔ جو اس پر محنت کے طوق ڈال دیئے گئے ہیں۔ جس میں وہ لگا رہتا ہے۔ پھر وہ فرض و نفل سے غالباً" رہ جاتا ہے۔ حسن تقویم کے بعد اسفل درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا سب شغل اور اہتمام اس میں کر دیتا ہے کہ قیامت میں اس کی تعریف کی جائے۔ اس کے مرتبہ کی برائی نہ کی جائے۔ پھر وہاں پر سوائے جنت کی تروتازگی اور دوزخ کے اور کچھ نہ ہو گا۔ اور اس پر خاص اپنے نفس کی فکر واجب ہوتی ہے اپنی جان کو چھڑاتا ہے۔ نیک عمل کرتا ہے جس سے اپنا درجہ بڑھائے۔ اور علم نافع پڑھتا ہے جو اس کو فائدہ دے یا اس سے فائدہ حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی شکستگی کو باندھے۔ ہمارے بڑے گناہوں کو بخش دے۔ ہماری تمام کوشش کو ہمارے معاد کے لئے کر دے۔ ہمارے کثرت اسباب کو اس میں کر دے جو ہم کو نجات دے۔ اور اس کی طرف خاص قریب کر دے۔ اس کے احسان اور رحمت سے کامیاب کر دے۔ اور جب میں نے اس کی تحریر کی نیت کی۔ اور اس کے

ابواب کو ترتیب دی۔ اس کے اصول درست کئے۔ ان کی تفصیل کی۔ اس کے حصر اور تحصیل کا قصد کیا۔ تو میں نے اس کا نام الشفا بہ تعریف حقوق المصطفیٰ رکھا۔ اس میں میں نے چار اقسام میں کلام بند کیا۔

قسم اول

اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فعل میں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی ہے۔ اس میں چار ابواب میں کلام ہوا ہے۔

باب ۱: اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تعریف کی ہے۔ آپؐ کی قدر کی بڑائی کا جو اس کے نزدیک ہے اظہار کیا ہے۔ اس میں دس فصل ہیں۔

باب ۲: اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مناقب خلقت اور خلق کے لحاظ سے پورے کئے ہیں۔ اور تمام فضائل دینی و دنیاوی کو آپ میں پورا کر دیا ہے۔ اس میں سترہ فصل ہیں۔

باب ۳: اس میں وہ صحیح و مشہور حدیثیں ہیں۔ جن میں آپ کی قدر و منزلت اپنے پروردگار کے نزدیک پائی گئی ہے۔ اور دونوں جہان میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص درجہ عنایت کیا ہے۔ اس میں بارہ فصل ہیں۔

باب ۴: جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر نشانات و معجزات ظاہر کئے ہیں۔ اور جو کچھ آپؐ کو خاص طور پر بزرگیاں عنایت کی ہیں۔ اس میں تیرہ فصل ہیں۔

قسم دوم

جس میں لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق واجبہ کا ذکر ہے۔ اس میں چار ابواب پر کلام ہوا ہے۔

باب ۱: اس میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض ہے۔ آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت کی اتباع ضروری ہے۔

باب ۲: جس میں آپ کی محبت اور خیر خواہی کے لزوم کا بیان ہے۔ اس میں چھ فصل ہیں۔

باب ۳: اس میں کہ آپ کے حکم کی تعظیم کی جائے۔ آپ کی عزت آپ کے ساتھ نیکی کرنی ضروری ہے۔ اس میں سات فصل ہیں۔

باب ۴: اس میں کہ آپ پر درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ اس کی فرضیت اور فضیلت اس میں دس فصل ہیں۔

قسم سوم

اس میں کہ جو امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں محال ہیں اور جو جائز ہیں۔ اور جو منع ہیں اور جن کا انسانی امور میں سے آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے۔ اور یہ قسم خدا تم کو عزت دے کتاب کا راز ہے۔ اور ان ابواب کے پھلوں کا مغز ہے۔ اور اس کے پہلے (ہر دو قسم) ان قواعد و تمہیدات و دلائل کی طرح ہیں۔ جو کہ ہم اس میں نکات بینات لائیں گے۔ اور یہی قسم مابعد پر حاکم ہے۔ اور اس تالیف کی غرض کے وعدہ کو یہی پورا کرنے والا ہے۔ اس کے وعدہ کی غایت اور اس کے عندہ سے بر آنے کے وقت دشمن ملعون کا سینہ تنگ ہو گا۔ مومن کا دل یقین سے روشن ہو گا۔ اس کے انوار اس کے سینہ کی پسلیوں کو بھر دیں گے۔ اور عقلمند، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر واجب کرے گا۔ اس میں دو باب ہیں۔

باب ۱: امور دینیہ کی تخصیص میں۔ جس میں عصمت کا بیان ہو گا۔ اور اس کی سولہ فصل ہیں۔

باب ۲: حضورؐ کے دنیاوی حالات میں اور انسانی حالت کی وجہ سے جو امور آپؐ پر واقع ہوتے ہیں۔ اس میں نو فصل ہیں۔

قسم چہارم

ان لوگوں کے بارہ میں مختلف کلام جو کہ آپ کی (نعوذ باللہ) شان کو گھٹاتے ہیں۔

یا (استغفر اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس میں دو باب ہیں۔

باب ۱: وہ امور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں برے اور گالی اور نقص ہیں۔ اشارۃ یا صراحتہ" (نعوذ باللہ) اس میں دس فصل ہیں۔

باب ۲: آپ کے دشمن۔ موذی۔ گھٹانے والے کے بارہ اور اس کی سزا اس سے توبہ لینے کے ذکر اس پر جنازہ پڑھنے اس کی وراثت کے بارہ میں ہے۔ اس میں دس فصل ہیں۔

اور ہم نے اس کو باب سوم کے ساتھ ختم کیا ہے۔ جس کو ہم نے اس مسئلہ کا تکملہ بنایا ہے۔ اور ان دو ابواب سے جو اس کے پہلے ہیں ملایا ہے۔ اس شخص کے بارہ میں حکم لگانے میں جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اس کے ملائکہ اس کی کتابوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل و اصحابؓ کو (نعوذ باللہ) برا کہتا ہے۔ اس میں مختصراً" پانچ فصلوں میں کلام ہوا ہے۔ انہیں کے تمام کرنے سے کتاب پوری ہو گی۔ اور اقسام اور ابواب پورے ہوں گے۔ ایمان کی پیشانی پر روشن قطعہ اور ترجموں کے تاج پر قیمتی موتی چمکے گا۔ (یہ مجموعہ) ہر قسم کے شک کو دور کر دے گا۔ اور ہر تخمینی و وہمی امر کو ظاہر کرے گا۔ مومنین کے سینوں (کی بیماری) کو شفا دے گا۔ حق کو ظاہر کرے گا۔ اور جاہلوں سے اعراض کرے گا میں اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مدد چاہتا ہوں۔

قسم اول

اس میں کہ اللہ جل جلالہ' قول و فعل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر کرتا ہے۔

فقیہ قاضی امام ابوالفضل نے کہا۔ خدا اس کو توفیق دے اور مضبوط کرے۔ کہ اس شخص پر جس کو خدائے تعالیٰ نے کچھ علم دیا ہے یا کچھ تھوڑی سی سمجھ دی ہے یہ امر مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کی ہے۔ اور آپ

کو ایسے فضائل و مناقب و محاسن کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جن کو کوئی باگ ضبط نہیں کر سکتی۔ اور آپ کے بڑے قدر کو اس قدر بڑھایا ہے۔ کہ جس کے بیان سے زبانیں اور قلمیں تھکتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے کتاب میں تصریح کی ہے۔ اور اس کے بڑے مرتبہ پر اس میں خبر دی ہے۔ اور اس میں آپ کے اخلاق و آداب کی تعریف کی ہے۔ بندوں کو اس کے التزام اور وجوب کی ترغیب دی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ' ہی ہے جس نے آپ پر انعام و مہربانی کی ہے۔ پھر آپ کو اسی نے پاک و صاف کیا۔ پھر اس کے ساتھ تعریف اور مدح کی۔ پھر اس پر پوری جزا دی۔ اب اسی کے لئے بزرگی ہے شروع و انجام میں اور خدا کی تعریف ہے اول و آخر میں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ آپ کو اپنی مخلوقات کے لئے کمال و جلال کے تمام اقسام سے پورے طور پر ظاہر کیا۔ محاسن جمیلہ اخلاق حمیدہ مناصب کریمہ فضائل عدیدہ سے مخصوص کیا۔ معجزات غالبہ براہین واضح کرامات روشنہ سے تائید کی۔ جن کو حاضرین نے مشاہدہ کیا۔ اور جس نے آپ کو پایا۔ ان کو دیکھا۔ اس کا علم ان لوگوں کے لئے جو بعد آئے یقینی علم ہے۔ یہاں تک کہ اس کی حقیقت کا علم ہم تک پہنچ گیا۔ ہم پر ان کے انوار گرے۔ خدا ان پر بیشمار درود و رحمت نازل کرے۔

حدیث بیان کی مجھ سے قاضی شہید ابو علی حسین بن محمد حافظ نے کہ میں نے ان کے سامنے پڑھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی مجھ سے ابو الحسین مبارک بن عبدالجبار اور ابو الفضل احمد بن خیرون نے ان دونوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی بغدادی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ بن سورہ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اسحق بن منصور نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے کہا خبر دی ہم کو معمر نے قتادہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا

ترجمہ :۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لایا گیا۔ جس رات کہ آپؐ کو معراج ہوئی ہے۔ اس کو لگام دی ہوئی تھی۔ اس پر زین کسی ہوئی تھی۔ براق نے سوار کرنے میں پس و پیش کیا۔ اور رکا۔ تب اس کو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایسا کرتا ہے (تم کو یاد رہے کہ) تجھ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم عند اللہ کوئی بھی سوار نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ پھر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔

باب اول

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تعریف کی ہے اور آپؐ کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہے)۔

جان لے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں کہ جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر جمیل کو ظاہر کرتی ہیں۔ آپ کی خوبیوں کو شمار کرتی ہیں۔ آپ کے حکم کی تعظیم کرتی ہیں۔ آپ کے قدر کو بلند کرتی ہیں۔ ہم نے ان آیات پر اکتفا کیا۔ جن کے معانی ظاہر ہیں۔ اور ان کا مقصود کھلا ہوا ہے۔ ان کو ہم نے دس فصلوں میں جمع کیا ہے۔

فصل

اس میں ان آیات کا ذکر ہے کہ جس میں حضور کی مدح و ثنا اور خوبیوں کا شمار ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(پ ۱۱ ع ۵)

ترجمہ :۔ بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

سمرقندی (ابو اللیث) کہتے ہیں کہ بعض (قاریوں) نے یوں پڑھا ہے انفسکم یعنی

فاکی زبر کے ساتھ (یعنی ان میں سے نفیس تر) اور جمہور کی قرات فا کے ضمہ کے ساتھ ہے۔

کہا فقیہ قاضی ابو الفضل نے خدا اس کو توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین یا عرب یا اہل مکہ یا تمام لوگوں کو مفسرین کے اختلاف کے ساتھ اس خطاب سے جتلایا۔ کہ بیشک ان میں اس نے ایک رسول کو کہ انہیں میں سے ہے بھیجا ہے جس کو وہ پہچانتے ہیں۔ اس کے مرتبہ اس کے صدق و امانت کو جانتے ہیں۔ پس اس کو جھوٹ اور ترک خیر خواہی کی تہمت نہ لگا دیں۔ اور عرب میں کوئی قبیلہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ قرابت و رشتہ داری نہ ہو۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے نزدیک خدا کے اس قول کے کہ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى مگر قرابت والوں کی دوستی چاہتا ہوں۔ یہی معنے ہیں۔

اور بفتح فا کی قرات کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ ان میں سے اشرف بلند تر افضل ہیں۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے۔ پھر اس کے بعد آپؐ کی اوصاف حمیدہ کے ساتھ تعریف کی۔ اور آپؐ کی بہت سی خوبیوں کی تعریف کی۔ کہ آپؐ لوگوں کی ہدایت و دوستی اور اسلام کی حرص کرتے ہیں۔ اور جو امور ان کو دنیا و آخرت میں تکلیف پہنچائیں وہ آپ کو گراں معلوم ہوتے ہیں۔ مومنین پر آپ بڑے ہی مہربان ہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے ناموں میں سے دو نام عنایت کئے ہیں۔ رؤف و رحیم اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

ترجمہ: ۔ بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اور ایک اور آیت میں ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

ترجمہ :۔ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اور علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مِنْ اَنْفُسِكُمْ کے بارہ میں روایت کیا کہ حضور نے فرمایا کہ۔

قَالَ نَسَبًا وَ صِهْرًا وَ حَسَبًا لَيْسَ فِيْ آبَائِيْ مِنْ لَدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ

ترجمہ :۔ تمہاری نسب اور سسرال اور حسب میں سے بھیجا۔ میرے آباؤ اجداد میں آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک زنا نہیں ہوا۔ بلکہ سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے۔

ابن الکلبی کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پانسو ماؤں کو لکھا۔ لیکن میں نے ان میں کوئی زنا نہیں پایا۔ اور نہ کوئی وہ امر جس پر جاہلیت کے لوگ تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ یعنی ہم سجدہ کرنے والوں میں تیرے پلٹنے کو دیکھتے ہیں۔ مروی ہے کہ فرمایا نبی سے نبی تک۔ حتیٰ کہ میں نے تجھ کو نبی پیدا کیا۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا اپنی بندگی سے عاجز ہونا جان لیا۔ پھر ان کو یہ جتلایا۔ کہ وہ یہ جان لیں۔ کہ وہ اس کی صاف خدمت نہیں کر سکتے۔ تب اپنے اور ان کے درمیان ان کی جنس کی صورت کی ایک مخلوق پیدا کی۔ کہ جن کی صفت مہربانی اور رحمت ہے۔ اور اس کو مخلوق کی طرف سچا سفیر بنا کر بھیجا۔ اس کی فرمانبرداری اپنی فرمانبرداری قرار دی۔ اس کی موافقت کو اپنی موافقت بنایا۔ اور فرمایا۔ کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جو رسول کی اطاعت کرے اس نے بے شک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور یہ فرمایا کہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ہم نے آپ کو سب جہانوں کی رحمت ہی کر کے بھیجا ہے۔

ابوبکر محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت کے ساتھ زینت دی۔ سو آپ کا وجود رحمت ہوا۔ آپ کے تمام خصائل و صفات مخلوق پر رحمت ہیں۔ پس جس نے آپ کی رحمت سے کچھ حصہ پا لیا۔ تو وہ دونوں جہان میں ہر مکروہ چیز سے نجات پانے والا ہے۔ اور ان دونوں میں ہر محبوب کی طرف پہنچنے والا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی طرف رحمت ہی کر کے بھیجا ہے۔ پس حضور کی زندگی اور حضور کی موت رحمت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَوْتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ

ترجمہ :۔ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ رَحْمَۃً بِاُمَّۃٍ قَبَضَ نَبِیَّھَا قَبْلَھَا فَجَعَلَہٗ لَھَا فَرَطًا وَّسَلَفًا۔

ترجمہ :۔ جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر مہربانی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے نبی کو ان سے پہلے قبض کر لیتا ہے۔ اس کو ان کے لئے فرط و سلف یعنی آگے جانے والا بناتا ہے۔

سمرقندی کہتے ہیں عالمین کے لئے رحمت یعنی جن و انسان کے لئے اور بعض نے کہا ہے۔ کہ آپ تمام مخلوق کے لئے۔ مومن کے لئے ہدایت کے ساتھ اور منافق کے لئے قتل سے امان کے ساتھ۔ اور کافر کے لئے عذاب کی تاخیر کے ساتھ رحمت ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنین و کافرین کے لئے رحمت ہیں۔ کیونکہ وہ ان عذابوں سے بچائے گئے ہیں۔ جو کہ پہلی امتوں پر آتے رہے ہیں۔ جو کہ اپنے پیغمبروں کو جھٹلاتی تھیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ تم کو بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے۔ کہا ہاں۔ میں اپنے انجام سے ڈرا کرتا تھا۔ لیکن اب میں بے خوف ہو گیا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری تعریف کی ہے اپنے اس قول سے کہ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ قوت والے صاحب عرش کے پاس جو کہ باعزت

متبوع ہے وہاں پر امین ہے۔

حضرت جعفر بن محمد صادقؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔ لَّكَ یعنی آپ کے سبب اصحاب یمین کو سلامتی ہے۔ بیشک ان کی سلامتی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانی اور کرم کے باعث ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (پ ۱۸ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

کعب احبار اور ابن جبر کہتے ہیں کہ دوسرے نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا مثل نورہ اس کے نور کی مثال یعنی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ معنی اس کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین والوں کا ہادی بنایا ہے۔ فرمایا کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال جبکہ آپ پشتوں میں امانت تھے۔ طاقچہ کی مثال ہے۔ جس کا حال یہ ہے۔ اور چراغ سے مراد آپ کا دل ہے۔ شیشہ سے مراد آپؐ کا سینہ ہے۔ یعنی گویا کہ وہ ایک ستارہ روشن ہے۔ کیونکہ اس میں ایمان اور حکمت ہے۔ وہ مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے اور درخت مبارک کی مثال دی گئی۔ اور اس کے

قول کا کہ اس کا زیتون عنقریب روشن ہو جائے یہ معنی ہے یعنی عنقریب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ان کے کلام سے پہلے ظاہر ہو گی۔ جیسا کہ یہ زیتون اور اس آیت میں اس کے سوا اور معنی بھی بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس مقام کے سوا آپ کا نام نور اور چراغ روشن رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن آئی ہے۔

اور فرمایا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ (پ ۲۲ ع ۳) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وِزْرَكَ الَّذِيٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (پ ۳۰ ع ۱۹) کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

آپ کے سینہ کو کھول دیا اور وسیع کر دیا۔ سینہ سے مراد یہاں دل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ کے سینہ مبارک کو نور اسلام سے کھول دیا۔

سہل کہتے ہیں۔ کہ نور رسالت کے ساتھ کھول دیا۔

حسنؒ فرماتے ہیں کہ اس کو حکمتوں اور علم سے بھر دیا۔

بعض کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کیا آپ کے دل کو ہم نے پاک نہیں کیا تاکہ وسواس کو قبول نہ کرے۔ اور کیا ہم نے تمہارے بوجھ کو جس نے تمہاری پیٹھ کو توڑ دیا تھا اتار نہیں دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جو آپ کے گناہ نبوت سے پہلے ہو چکے ہیں۔
بعض کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کا بوجھ مراد ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ رسالت کے بوجھ نے جو آپ کی پیٹھ کو بھاری کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو پہنچا دیا۔ اس کو ماوردی اور سلمی نے بیان کیا ہے۔
بعض کہتے ہیں۔ کہ ہم نے آپ کو معصوم بنایا۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو البتہ گناہ آپ کی پیٹھ کو بھاری کر دیتے۔ اس کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔
یحییٰ بن آدم کہتے ہیں۔ کہ نبوت کے ساتھ۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ جب میرا ذکر کیا جائے تو تمہارا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے۔ اس قول میں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بعض کہتے ہیں۔ کہ اذان و اقامت میں۔
فقیہ قاضی ابو الفضل کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ تقریر بڑی نعمتوں میں سے ہے اور خدا کے نزدیک آپ کی بڑی قدر و منزلت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کے دل کو ایمان و ہدایت سے کھول دیا۔ علم و حکمت کی حفاظت کے لئے اس کو فراخ کیا۔ امور جاہلیت کے بوجھ کو آپ سے دور کر دیا۔ اور جہالت کی عادات کو اور جس پر کہ وہ تھیں آپ کا دشمن بنا دیا۔ بوجہ اس کے کہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب ہو۔ آپ کے اوپر سے رسالت و نبوت کے بوجھوں کو اتار دیا۔ کیونکہ آپ نے وہ سب امور جو لوگوں کی طرف اتارے گئے تھے' پہنچا دیئے۔ آپ کو اعلیٰ مرتبہ تک پہنچایا۔ آپ کا بڑا مرتبہ کیا۔ آپ کے ذکر کو بلند کیا۔ آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا۔
قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا۔ اب کوئی خطیب اور شہادت کہنے والا اور نمازی ہو۔ وہ یہی کہتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے۔

إِنَّ رَبِّيْ وَرَبَّكَ يَقُوْلُ تَدْرِيْ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ۔

ترجمہ :۔ میرا اور تیرا رب کہتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے کہا کہ جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو تمہارا بھی ذکر میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ رسولہ' سہو ہے کیونکہ اس کے متکلم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ۱۲ مترجم)

ابن عطا کہتے ہیں کہ میں نے ایمان کو جب پورا کیا ہے کہ تیرا ذکر میرے ساتھ ہو۔ اور یہ بھی اس لئے کہا ہے۔ کہ تجھ کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

جعفر بن محمد صادقؓ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص تمہاری رسالت کرے گا۔ وہ میری ربوبیت کا ذکر کرے گا۔

اور بعض نے اس میں مقام شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا ذکر کرنا یہ بھی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور ان دونوں کو واو عطف کے ساتھ جو کہ مشترک ہوتی ہے جمع کیا ہے۔ اور یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوا اور کسی کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی شیخ ابو علی حسین بن محمد جیانی الحافظ نے اور انہوں نے مجھے اس کی اجازت دی۔ اور میں نے اس کو ایک ثقہ راوی (ابو علی بن سکرہ صدفی یا کوئی اس کا شیخ) کے سامنے اسے (شیخ ابو علی حسین) سے روایتاً" پڑھا اور انہیں حافظ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر نمری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن درسہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد سنجری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الوحید طیاسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے منصور سے وہ عبداللہ بن یسار سے وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ۔

قَالَ یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلٰکِنْ مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ۔

ترجمہ :۔ آپؐ نے فرمایا تم میں کوئی یہ ہرگز نہ کہے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ لیکن کہو جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلاں چاہے۔

خطابی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ ادب سکھایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو دوسروں کے ارادہ پر مقدم کیا کرو۔ اور ثم کے ساتھ اختیار کیا۔ جو کہ ترتیب اور تراخی کے لئے آیا ہے بخلاف واؤ کے کہ وہ اشتراک کے لئے آتی ہے۔

اور اسی طرح کی دوسری حدیث ہے وہ یہ کہ ایک خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا۔ اور یہ کہا کہ جس نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی تو ہدایت یافتہ ہوا۔ اور جس نے ان کی نافرمانی کی (تو وہ گمراہ ہوا) تب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بِئْسَ خَطِیْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ قُمْ تو قوم کا برا خطیب ہو کھڑا ہو جا۔ فرمایا کہ چلا جا۔

ابو سلیمانؒ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس کا حرف کنایہ سے دونوں اسموں کا جمع کرنا مکروہ سمجھا کیونکہ اس میں مساوات ہے۔ اور دوسروں کا یہ خیال ہے کہ آپ نے اس کا لفظ یعصہما پر موقوف کرنا مکروہ سمجھا ہے۔ اور ابو سلیمان کی بات زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس نے کہا تھا۔ کہ جو دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہے۔ اور اس لفظ پر وقوف کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

مفسرین اور اہل معانی کا اللہ تعالیٰ کے اسی قول میں کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود پڑھتے ہیں' اختلاف ہے۔ کہ آیا یصلون اللہ تعالیٰ اور فرشتوں دونوں کی طرف راجع ہے یا نہیں بعض نے تو اس کو جائز رکھا ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے۔ شراکت کی وجہ سے اور ضمیر یصلون کو ملائکہ سے خاص کیا ہے۔ اور آیت کو اس طرح مانا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ درود

بھیجتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ آپ کی فضیلت میں سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی فرمانبرداری کو اپنی فرمانبرداری فرمایا ہے اور فرمایا کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہہ دے (یا رسول اللہ) اگر تم خدائے تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست بنائے گا۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو کفار کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے ہیں کہ ہم ان کو (رب) مہربان بنائیں۔ جیسے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو (رب) بنایا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کہہ اے (اے رسول) کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول کی اطاعت کرو۔ اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے نزدیک ان کے ذلیل کرنے کے لئے کہا۔

مفسرینؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جو کہ قرآن میں ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہم کو صراط مستقیم پر چلا ان لوگوں کا راستہ کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اختلاف کیا ہے۔

ابو العالیہ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیتؓ و اصحابؓ کے پسندیدہ لوگ مراد ہیں۔

ان دونوں حضرات سے ابوالحسن ماوردی نے بیان کیا ہے۔ اور مکی نے بھی ان دونوں سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونو اصحاب ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابو اللیث سمرقندیؒ نے ابو العالیہ سے اس آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں اسی کی طرح بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر یہ بات حسن کو پہنچی۔ تو انہوں نے کہا کہ

واللہ اس نے سچ کہا۔ اور خیر خواہی کی۔

ماوردی نے اس آیت کی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن زید سے یہی بیان کیا ہے۔

ابو عبدالرحمٰن سلمی نے بعض علماء سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں جو فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ہے یعنی اس نے بیشک مضبوط کڑے سے تمسک کیا ہے۔ یہ بیان کیا ہے۔ کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اسلام ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ توحید کی شہادت ہے۔

سہل نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شمار کرنے لگو تو نہ کر سکو گے۔ یہ کہا ہے کہ اس کی نعمت جو کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ اور جو سچ لایا اور اس کی تصدیق کی تو وہ لوگ متقی ہیں۔ اکثر مفسرینؒ اس پر متفق ہیں کہ جو سچ کو لاتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جس نے تصدیق کی وہ بھی وہی ہیں۔ بعض نے یوں پڑھا ہے۔ صدق تخفیف کے ساتھ۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ حق کی تصدیق کرنے والے مومن ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ بعض کے اس کے سوا اور اقوال ہیں۔

مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہے یعنی دیکھو خدا کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ یہ مروی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب سے (دل اطمینان پاتے ہیں)۔

فصل ۲

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ اور اس کے متعلق دوسری تعریف و بزرگی ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے لئے طرح طرح کے مراتب مخصوصہ و جملہ اوصاف مدحیہ جمع کئے ہیں۔ اور آپ کو آپ کی امت پر اپنا گواہ بنایا ہے۔ بوجہ اس کے کہ ان کو رسالت پہنچائے۔ اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ آپ کو اہل طاعت کی خوشخبری سنانے والے۔ اہل معصیت کو ڈرانے والے اور چراغ روشن بنایا۔ کہ حق کے لئے آپ سے ہدایت لی جائے۔

حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو محمد بن عتاب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم حاتم بن محمدؒ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن قابسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن سنان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے فلیح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ہلال نے عطاء بن یسار سے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا۔ تو میں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوصاف سے خبر دیجئے۔ اس نے کہا ہاں واللہ وہ تو رات میں بعض ان اوصاف سے موصوف ہیں۔ جو کہ قرآن میں ہے کہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا اے نبی ہم نے تم کو رسول ' گواہ ' خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے امتیوں کے محافظ بھیجا۔ تو میرا بندہ ہے میرا رسول ہے۔

میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ تم بدخلق اور سخت دل ہو۔ نہ بازاروں میں چلانے والے۔ برائی کے بدلے برائی نہ کرنے والے لیکن معاف کرنے والے۔ بخشنے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز قبض نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کے سبب دین غیر مستقیم کو درست کرے گا۔ بایں طور کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں گے۔ اور اس کے سبب (وہ یا اللہ) اندھے اور بہرے کانوں والوں' غافل دلوں کو کھول دے گا۔ علیٰ ہذا۔

عبداللہ بن سلام وکعب احبار سے منقول ہے۔ اور اس کے بعض طریقوں میں ابن اسحٰق سے یہ آیا ہے کہ وہ بازاروں میں نہ چلائیں گے۔ اور بے حیائی کو اپنا لباس نہ بنائیں گے نہ بری باتیں کہیں گے۔ میں اس کو ہر ایک خوبی کے لئے درست کر لوں گا۔ اس کو ہر ایک خلق کریم دوں گا۔ تسکین کو اس کا لباس نیکی کو اس کا شعار بناؤں گا۔ تقویٰ اس کے سینے میں رکھوں گا۔ حکمت اس کی معقول۔ صدق و وفا اس کی طبیعت۔ عفو و احسان اس کا خلق' عدل اس کی خصلت۔ حق اس کی شریعت۔ ہدایت اس کا امام۔ اسلام اس کا دین بناؤں گا۔ احمد اس کا نام ہو گا۔ اس سے لوگوں کو ہدایت کروں گا۔ بعد گمراہی اور جہالت اس کے سبب علم سکھاؤں گا۔ اور اس کے سبب (لوگوں کا) مرتبہ بعد گمنامی بلند کروں گا۔ بعد نامعلوم ہونے کے اس کو مشہور کروں گا۔ اور بعد کمی کے اس کو کثیر بناؤں گا۔ بعد تنگی کے اس کے سبب غنی کر دوں گا۔ بعد فرقت کے اس کے سبب جمع کروں گا۔ مختلف دلوں اور مختلف خواہشوں' متفرق امتوں میں اس کے سبب ملاپ کروں گا۔ اس کی امت بہتر امت بناؤں گا۔ جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ خبر دی ہے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صفت سے جو توراۃ میں ہے۔ میرا بندہ احمد مختار ہو گا۔ جس کا مولد مکہ ہو گا۔ اس کی ہجرت کی جگہ مدینہ ہو گا یا طیبہ۔ اس کی امت ہر حال میں خدائے تعالیٰ کی تعریف کرنے والی ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

لَعَنِيتَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَ هُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّ رُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ :۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کا جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا۔ اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں۔ اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

اور بے شک بتایا اللہ تعالیٰ نے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔

ترجمہ :۔ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ۔ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔ اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (آل عمران ع ۸)

سمرقندی کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنا احسان جتلایا ہے کہ ہم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین پر رحیم و رؤف' ہر ایک سے نرمی کرنے والا بنایا۔ اور اگر وہ بد خلق اور باتوں میں سخت ہوتا۔ تو البتہ یہ لوگ اس کے پاس سے نکل جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو جوانمرد۔ سخی۔ نرم دل۔ خندہ پیشانی۔ بڑے نیکوکار۔ مہربان بنایا ایسا ہی ضحاک نے کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

ترجمہ :۔ اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (پ ۲ ع ۱)

ابو الحسن قابسی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کو اس آیت کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ اور دوسری آیت میں سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ یعنی تمہارا پہلے سے مسلمان نام رکھا ہے۔ اور اس میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا

ترجمہ :۔ تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وسطاً" یعنی عادل پسندیدہ۔ اور اس آیت کے یہ معنے ہیں اور جیسا کہ ہم نے تم کو ہدایت کی ہے ایسا ہی ہم نے تم کو خاص کیا ہے۔ اور فضیلت دی ہے۔ بایں طور کہ ہم نے تم کو امت پسندیدہ عادل بنایا ہے تاکہ انبیا علیہم السلام کے لئے ان کی امت پر تم گواہ بنو۔ اور رسول تمہارے صدق کی گواہی دے۔

کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے سوال کرے گا۔ کیا تم نے پہنچایا۔ تو وہ کہیں گے کہ ہاں۔ پھر ان کی امت کہے گی۔ کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا۔ ڈرانے والا نہیں آیا۔ تب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت انبیا کی گواہی دے گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پاک کریں گے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے مخالفین پر حجت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حجت ہیں۔ بیان کیا اس کو سمرقندی نے اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور مومنین کو خوشخبری دے کہ ان کے لئے ان کے رب کے نزدیک سچا قدم ہے۔ (یونس ع ۱)

قتادہ حسن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ صدق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کہ ان کے لئے سفارش کریں گے۔ جن سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ان کی مصیبت ہے ان کے نبیؐ کے سبب سے (یعنی آپؐ کا انتقال ان کی مصیبت ہے اور آپ امت کے

لئے فرط اور قدم صدق ہیں)۔
ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ وہ ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہے وہ سچے ان کے سفارشی ہیں ان کے رب کے نزدیک۔
سہل بن عبداللہ تستری کہتے ہیں کہ وہ پہلے رحمت ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رکھا ہے۔
محمد بن علی ترمذی کہتے ہیں کہ وہ صادقین اور صدیقین کے امام شفیع اور متبوع اور ایسے سائل جن کی بات مانی گئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ سلمی نے اس نے ترمذی سے بیان کیا ہے۔

فصل ۳

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مہربانی اور بڑے احسان سے خطاب کیا ہے)
ان میں خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ یعنی خدا نے تم کو معاف کیا۔ کیوں آپ نے ان کو اجازت دی۔ (توبہ۔ ع ۸)
ابو مکی کہتے ہیں۔ یہ شروع کلام اس کے قائم مقام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو درست کر دیا ہے۔ اور عزت دی ہے۔
عون بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آپؐ کو پہلے اس سے کہ گناہ کی خبر دیں۔ معافی کی خبر دی ہے۔
سمرقندی بعض علماء سے نقل کرتے ہیں۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اے صحیح دل تم کو خدا نے عافیت دی ہے کیوں تم نے ان کو اجازت دی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے یہ قول لم اذنت لھم کہا جاتا۔ کہ کیوں تم نے ان کو اجازت دی ہے آپ پر یہ خوف تھا کہ اسی کلام کی ہیبت سے آپ کا دل پھٹ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی کی آپؐ کو خبر دی۔ یہاں تک کہ آپ کا دل تسکین پا گیا۔ پھر ان کو کہا کہ کیوں آپؐ نے ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دی۔ یہاں تک کہ آپؐ کو معلوم ہو جاتا کہ عذر کرنے میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ اور اس

میں آپ کے بڑے مرتبہ کا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پتہ لگتا ہے۔ جو کہ عقل مند پر مخفی نہیں۔ اور منجملہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی عزت کی ہو۔ اور آپ سے نیکی کی ہو۔ یہ ہے کہ اس کی غایت کہ معرفت سے پہلے دل کی رگ کٹ جاتی ہے۔

نفطو یہ کہتے ہیں کہ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت سے عتاب کیا گیا ہے۔ حالانکہ آپؐ اس سے بری ہیں۔ بلکہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا۔ اور جب ان کو اذن دے دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتلایا۔ کہ اگر آپ ان کو اذن نہ دیتے تو البتہ نفاق کی وجہ سے گھر میں بیٹھ رہتے۔ اور یہ کہ ان کو اذن دینے میں کوئی حرج نہیں۔

فقیہ قاضی' خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے کہ اس مسلمان پر جو کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کا خلق شریعت کی لگام کا تابع ہے۔ واجب ہے کہ قرآن کے آداب سے اپنے قول و فعل و لین دین اور محاورات میں ادب سیکھے۔ کیونکہ بے شک وہ معارف حقیقیہ کا عنصر ہے۔ اور آداب دینیہ و دنیویہ کا باغ ہے۔ اور اس عجیب مہربانی میں غور کرے۔ جو کہ رب الارباب کی طرف سے سوال میں ہے جو سب ربوں کا رب اور پالنے والا ہے اور سب سے مستغنی ہے۔ اور نکالے اس میں جو فوائد ہیں۔ اور دیکھے کہ کیسے عتاب سے پہلے عزت سے ابتدا کی ہے۔ اور گناہ کے ذکر سے پہلے اگر بالفرض یہاں گناہ ہے۔ معافی سے محبت کی باتیں کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۔ اگر ہم تم کو ثابت نہ رکھتے تو ضرور آپ ان کی طرف تھوڑا سا میلان کر لیتے۔ (بنی اسرائیل ع ۹)

بعض متکلمین کہتے ہیں کہ اور انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے لغزشوں پر عتاب کیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقوع سے پہلے عتاب کیا ہے تاکہ اس سے (مخالفت پر) رکاوٹ ہو جائے۔ اور محبت کی شرائط کی محافظت ہو۔ اور یہ بڑی مہربانی ہے۔ پھر دیکھ کر کہ عتاب اور اس خوف کے ذکر سے کہ آپ اس کی طرف میلان کریں کیسے پہلے ثبات و سلامتی کا ذکر کیا ہے۔ پس عتاب کے درمیان آپ کی

برات ہے۔ اور ڈرانے کے لپیٹ میں آپ کا مامون ہونا بزرگی ہے۔

ایسا ہی خدا تعالیٰ کا یہ قول قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (الانعام ع ۴) ہم جانتے ہیں (اے محمدؐ) تجھے ان کی باتوں سے غم ہوتا ہے۔ سو وہ تجھے نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کہ ہم تم کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جو تم لائے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لا یکذبونک نازل فرمائی کہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کہ آپ کی قوم نے جھٹلایا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپؐ کو کس چیز کا غم ہے فرمایا کذبنی قومی مجھ کو میری قوم نے جھٹلایا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ ضرور جانتے ہیں کہ آپؐ سچے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اب اس آیت سے ایک لطیف ماخذ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی تسلی دینا ہے۔ اور بات میں یہ مہربانی ہے کہ آپ کو یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ آپؐ ان کے نزدیک سچے ہیں۔ وہ آپ کو جھٹلاتے نہیں۔ آپ کے سچ کے اقراری ہیں۔ قول و اعتقاد میں وہ بیشک آپ کو نبوت سے پہلے امین کہا کرتے تھے۔ پس اس تقریر سے آپ کے دل کے مرض کو جو کہ کذب کے داغ سے ہو گیا تھا۔ دور کر دیا۔ پھر ان کو برا کہا۔ ان کا نام منکر ظالم رکھا اور فرمایا۔ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ لیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب سے دور کر دیا۔ ان کو دشمنی اور آیات کے جھٹلانے کی وجہ سے حقیقتاً ظلم کا طوق پہنا دیا۔ کیونکہ انکار اسی طرح ہوتا ہے کہ کسی شے کو معلوم کیا۔ پھر اس کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا۔ انہوں نے اس کا انکار کیا۔ اور انہوں نے بوجہ ظلم و تعلی کے اس کا یقین کر لیا۔ پھر آپ کو تسلی دی۔ آپ کی وحشت اس طرح دور کی۔ کہ پہلے لوگوں کا حال بیان کیا۔ آپ کو فتح کا وعدہ دیا اور

یہ فرمایا۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ۔

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آہی چکی ہیں۔ (پ ۷ ع ۱۰)

جس نے لا یکذبون تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ تم کو جھوٹا نہیں پاتے۔

فرا اور کسائی کہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ تم جھوٹے ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے جھوٹ پر دلیل نہیں لاتے۔ اور نہ اس کو ثابت کرتے ہیں۔ اور جس نے تشدید کے ساتھ پڑھا۔ تو اس کا یہ معنی ہے۔ کہ تم جھوٹ کی نسبت نہیں کرتے۔ بعض کہتے ہیں کہ تمہارے جھوٹ کا ان کو اعتقاد نہیں۔

اور منجملہ اس کے کہ آپ کے خصائص اور نیکی کا ذکر کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نام لے کر مخاطب کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے: اے آدم! اے نوح! اے ابراہیم! اے موسیٰ! اے داؤد! اے عیسیٰ! اے زکریا! اے یحییٰ علیہم السلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوا اس کے مخاطب نہیں کیا۔ اے رسول! اے نبی! اے مزمل! اے مدثر!۔

فصل ۴

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بڑے مرتبہ کی قسم کھائی ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ یعنی تمہاری عمر کی قسم۔ بے شک وہ کفار (یعنی قوم لوط) اپنے نشہ غفلت میں چور اور حیران تھے۔

اہل تفسیر اس پر متفق ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی مدت کی قسم ہے۔ عمر دراصل عین کے ضمہ سے ہے۔ لیکن اس کو

فتح آپ کی کثرت استعمال سے دی گئی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی بقا کی قسم ہے۔ اے محمدؐ! بعض کہتے ہیں کہ آپ کی عیش کی قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی زندگی کی قسم ہے۔ اور یہ نہایت تعظیم اور نہایت مہربانی و عزت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنے نزدیک مکرم نہیں پیدا کیا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں سنا کہ سوا آپؐ کے کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔

ابو الجوزاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ کیونکہ وہ اس کے نزدیک تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ

مفسرین نے یس کے معنے میں چند اقوال کہے ہیں۔ ابو محمدؐ کلی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ لِیْ عِنْدَ رَبِّیْ عَشْرَ اَسْمَاءَ ذَکَرَ مِنْهَا طٰهٰ وَ یٰسٓ میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ ان میں سے طہٰ یس کا ذکر کیا۔

ابو عبدالرحمٰن ''ی نے جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا سید اے سردار کہہ کر مخاطب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے یس اے انسان اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ قسم ہے اور یس خدا کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔

زجاج کہتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یا محمد ہے۔ بعض نے کہا کہ اے بعض نے کہا ہے اے انسان۔

ابن الحنیفہ سے مروی ہے۔ یس اے محمدؐ کعب سے مروی ہے لیٰسٓ قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا ہونے سے پہلے دو ہزار سال آپ کی قسم کھائی ہے۔ یا محمد بے شک تم رسولوں میں سے ہو۔

پھر فرمایا۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور قسم ہے

قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے اوپر راہ سیدھی کے۔

اب اگر یہ فرض کیا جائے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ناموں سے ایک نام ہے۔ اور اس میں یہ صحیح ہو۔ کہ قسم ہے تو اس میں گزشتہ تعظیم ہو گی۔ اور دوسری قسم کا اس پر عطف کرنا (پہلی) قسم کو تاکید کر دے گا۔ اور اگر یہ معنی ندا ہے۔ تو بلاشبہ اس کے بعد دوسری قسم آپ کی رسالت کی تحقیق۔ آپ کی ہدایت کی شہادت کے لئے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام و کتاب کی قسم کھائی ہے۔ کہ اِنک لمن المرسلین وہ بیشک رسولوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ اس کے بندوں کیطرف وہ وحی پہنچاتا ہے۔ اور اپنے ایمان سے علی صراط مستقیم سیدھے راستے پر ہے۔ یعنی ایسا طریق کہ جس میں نہ کجی ہے نہ حق سے عدول ہے۔

نقاش (ابی بکر محمد بن حسن موسیٰ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں کسی پیغمبر کی رسالت کی قسم سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نہیں کھائی۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ اس شخص کی تاویل کے موافق کہ جس نے کہا ہے کہ یا سید (اے سردار) اس میں بڑی ہی تعظیم ہے۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلدِ اٰدَمَ وَ لَا فَخْرَ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر سے نہیں کہتا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ

بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جب آپ اس شہر میں نہ ہوں۔ آپ کے نکلنے کے بعد میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا ہوں۔ اس کو مکی نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ لا زائدہ ہے۔ کہ میں اس کی اس حال میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ اس میں موجود ہیں۔ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ اور جو کچھ آپ نے اس میں کیا ہے وہ آپؐ کو حلال ہے۔

دونوں تفسیروں کے موافق۔ بلد سے مراد ان کے نزدیک مکہ ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ ہم تیرے لئے اس شہر کی قسم کھاتے ہیں۔ جس کو تم نے زندگی میں اپنے مکان بنانے سے اور بعد موت کے اپنی برکت سے مشرف کیا ہے۔ یعنی

مدینہ شریف۔ اور اول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ اور اس کے مابعد کو اللہ تعالیٰ کا قول وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ صحیح کرتا ہے۔

اسی طرح ابن عطا کا قول ہے۔ خدائے تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وہاں رہنے سے آپ ہی کی وجہ سے اس کو جائے امن بنایا ہے۔ کیونکہ آپ کا ہونا امن ہے۔ جہاں کہیں آپ ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ یعنی والد اور بیٹے کی قسم ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا اشارہ آدم علیہ السلام کا ہے۔ اور یہ عام ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ اب یہ آیت انشاء اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کی طرف دو جگہ شامل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حروف قسم کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ اور ان سے اور ان کے غیر سے اس میں اس کے سوا بھی آیا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری کہتے ہیں۔ کہ الف سے اللہ تعالیٰ اور لام سے جبرئیل اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور اس قول کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ اور سہل کی طرف منسوب نہیں کیا۔

اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قرآن کے ساتھ اتارا۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اور وجہ اول پر قسم کا احتمال ہے کہ یہ کتاب حق ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ پھر اس میں یہ فضیلت ہے کہ آپ کے نام کو نام کے ساتھ ملایا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔

ابن عطاء اللہ تعالیٰ کے اس قول قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی قسم کھائی ہے۔ کیونکہ وہ خطاب اور مشاہدہ کا متحمل ہوا۔ اور یہ امر اس پر مشکل ہوا۔ اس لئے کہ حال بلند تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ق قرآن کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے بعض کہتے ہیں ق ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو تمام زمین کو محیط ہے۔ بعض اس کے سوا اور کچھ کہتے ہیں۔

جعفر بن محمد وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى کی تفسیر میں نجم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیتے ہیں۔ اور کہا ہے کہ نجم ستارہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے۔ ھوی انوار النبی سے کھل گیا۔ اور کہا کہ غیر اللہ سے منقطع ہوا۔

اور ابن عطاء کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وَالفجر و لیال عشر ' فجر سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ کیونکہ آپ ہی سے ایمان (کا چشمہ) پھوٹ کر نکلتا ہے۔

فصل ۵

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت اور نصیبہ کی قسم کھاتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک آپ کی عزت و مرتبہ ثابت ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور منگتا کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اس سورت کے نازل ہونے کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذر کی وجہ سے جو آپ کو ہوا تھا رات کے قیام کو ترک کیا تھا۔ تب ایک عورت نے آپ کے بارہ میں (کلام نامناسب) کیا۔ بعض کہتے ہیں۔ بلکہ مشرکین نے وحی کے بند ہونے پر اعتراض کیا تھا۔ تب یہ سورت نازل ہوئی تھی۔

فقیہ قاضی' خدائے تعالیٰ اس کو توفیق دے' کہتا ہے کہ یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عزت و شان و تعظیم کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔ چھ وجہ سے شامل ہے۔

اول یہ کہ قسم کھا کر آپ کے حال کی خبر دی ہے۔ اور فرمایا۔ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى یعنی رب ضحیٰ کی قسم ہے۔ اور یہ نیکی کے بڑے درجات میں سے ہیں۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مرتبہ و نصیبہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى یعنی تیرے رب نے تجھ کو نہ چھوڑا ہے نہ دشمنی کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بعد اس کے آپکو پسند کیا ہے چھوڑا نہیں۔

سوم یہ کہ فرمایا وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى یعنی البتہ آخر امر آپ کے لئے امر سے بہتر ہے۔ ابن اسحق کہتے ہیں۔ تمہارا مال کار تمہارے انجام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حال سے کہ تم کو دنیا میں عزت دی ہے۔ بہت بڑا ہے۔

چہارم فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى یعنی البتہ عنقریب آپ کو آپ کا رب دے گا کہ آپ' خوش ہو جائیں گے۔

سہل کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے آپ کے لئے ذخیرہ شفاعت و مقام محمود جمع کر رکھا ہے۔ وہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے۔ جو کہ دنیا میں میں نے تم کو دیا ہے۔ اور یہ آیت بہت سی بزرگیوں اور طرح طرح کی سعادت اور مختلف انعام کی دونو جہانوں میں جامع اور زیادہ ہے۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ آپ کو دنیا کی کشادگی اور آخرت کے ثواب سے خوش کر دے گا بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حوض و شفاعت دے گا۔

بعض آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ قرآن شریف میں کوئی آیت اس آیت سے بڑھ کر زیادہ امید کے قابل نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے راضی نہ ہوں گے۔ کہ آپ کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں داخل ہو۔

پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں آپ پر شمار کیں۔ اور اپنی طرف سے باقی سورت میں اپنی نعمتوں کو شمار کیا۔ یعنی خدا کی طرف سے آپ کو ہدایت یا لوگوں کو آپ کی وجہ سے ہدایت دی۔

مختلف تفاسیر سے آپ کے پاس مال نہ تھا۔ آپ کو مال دے کر غنی کر دیا۔ آپ کے دل میں قناعت اور غنا ڈال دی۔ اور آپ کو یتیم پایا۔ تو آپ پر آپ کے چچا کو مہربان کر دیا اور اس کی طرف آپ کو ٹھکانا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ آپؐ کو اللہ کی طرف ٹھکانہ دیا۔ (یعنی کسی کا محتاج نہ کیا)۔

بعض کہتے ہیں کہ آپؐ کو ایسا بے نظیر پایا کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ پس آپؐ کو اپنی طرف ٹھکانا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ معنی ہے کیا تم کو نہیں پایا۔ کہ تمہارے سبب سے گمراہ کو ہدایت دی اور فقیر کو غنی کر دیا۔ اور یتیم کو ٹھکانا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور معلوم شدہ تفسیر کے موافق آپ کو لڑکپن اور مفلسی اور یتیمی کی حالت میں اور پہلے اس سے کہ آپ اپنے آپ کو پہچانیں مہمل نہیں چھوڑا۔ نہ آپ کو رخصت کیا۔ اور نہ آپ سے عداوت کی۔ تو بعد آپ کی خصوصیت و عنایت کے کیسے چھوڑے گا۔

ششم یہ کہ آپ کو حکم دیا۔ کہ اپنی نعمت کو اظہار کرو۔ اور جو کچھ آپ کو شرف بخشا ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔ آپؐ کے ذکر کو اس آیت سے مشہور کیا۔ اور فرمایا کہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کیا کرو۔ کیونکہ نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ اس کو بیان کیا جائے۔ اور یہ آپ کے لئے خاص ہے اور امت کے لئے عام۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ (پ ۲۷ ع ۵)

ترجمہ :۔ اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس اس کے پاس جنت الماوی ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان آیات کے متعلق مفسرین کے والنجم کی تفسیر میں مختلف اقوال میں جو کہ مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ نجم اپنے ظاہری معنی پر ہے (یعنی ستارہ) اور ایک یہ کہ اس کے معنی قرآن کے ہیں۔

جعفر بن محمدؓ سے منقول ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور یہ کہا ہے کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ کہا گیا ہے کہ یہاں بھی نجم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کو سلمی نے بیان کیا ہے۔

یہ آیات آپ کی بزرگی و شرافت میں اس نہایت کو پہنچی ہیں کہ جس کے پہلے کوئی عدد نہیں ٹھہرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور

خواہشوں سے بچنے اور قرآن کو پڑھنے۔ سچ بولنے کی قسم کھائی۔ اور یہ کہ وہ وحی ہے۔ جو کہ آپ کی طرف کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پہنچائی ہے۔ وہ بڑا قوی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی فضیلت کی معراج کے قصہ اور آپ کے سدرۃ المنتھی تک پہنچنے سے اور آپ کی دیکھنے کی تصدیق کی۔ جو اس میں دیکھا تھا۔ خبر دی اور یہ کہ اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا ہے۔ اور سورۂ اسراء کے شروع میں بھی اس امر پر متنبہ کیا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم جبروت کا مکاشفہ اور عجائب ملکوت کا مشاہدہ ایسا تھا کہ جس کو عبارات احاطہ نہ کر سکتی تھی۔ اور اس کے ادنیٰ کے سماع کی عقول عامہ طاقت نہ رکھتی تھیں۔ اس لئے اس کو اشارہ اور کنایہ سے جو کہ تعظیم پر دلالت کرے بیان کیا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى پس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو کچھ کہ کی۔

اس قسم کے کلام کو پرکھنے والے۔ بلاغت والے وحی و اشارہ نام رکھا کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ ایجاز کے اعلیٰ درجہ کے باب میں سے ہے۔

اور فرمایا کہ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى بے شک آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی آیات کو دیکھا ہے۔

ما اوحی کی تفسیر کی تفصیل میں سمجھیں تھک گئی ہیں۔ ان آیات کبریٰ کی تعیین میں عقلیں حیران ہیں۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے۔ یہ آیات اس پر مشتمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات شریف کو پاک کیا ہے۔ اور اس معراج میں آفات سے محفوظ کیا ہے۔ آپ کے دل اور زبان اور اعضا کو پاک کر دیا ہے۔ دل کو تو اپنے اس قول سے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى یعنی دل نے اس بات کو جھوٹ نہیں کہا۔ جس کو آنکھ نے دیکھا۔ اور زبان کو اس قول سے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اور نہیں بولتا خواہش سے اور آنکھ کو اس قول سے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى یعنی آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی ہے نہ اس نے زیادتی کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ○ اَلْجَوَارِ الْكُنَّسِ ○ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ○ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ○ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ○ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ○ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ○ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ○ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ○

(۳۰ع ۶)

ترجمہ :۔ تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں سیدھے چلیں تھم رہیں اور رات کی جب پیٹھ دے اور صبح کی جب دم لے بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے اور تمہارے صاحب مجنوں نہیں اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں اور قرآن' مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

یعنی میں قسم کھاتا ہوں کہ بے شک وہ ضرور رسول کریم ہے اپنے بھیجنے والے کے نزدیک۔ اس بات کے پہچاننے پر کہ اس پر وحی کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ قوت والا ہے۔ مکین یعنی رب کی طرف سے بڑے مرتبے والا اس کے نزدیک بڑے درجہ والا ہے۔ آسمان پر وہ مطاع ہے یعنی متبوع ہے۔ اس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔ وحی پر امانت دار ہے۔

علی بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم یہاں پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور اس کے بعد اس بنا پر تمام اوصاف آپ کے لئے ہیں۔ اور دوسروں نے کہا ہے اس سے جبرئیلؑ مراد ہیں۔ اب اوصاف اس کی طرف رجوع کریں گے۔ اور بے شک اس کو دیکھا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے رب کو دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل کو اس کی صورت میں دیکھا ہے۔ اور وہ غیب پر متہم نہیں ہے۔

اور جس نے ضاد سے ضنین پڑھا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ لوگوں کی دعوت اور حکمت و علم کے وعظ کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔ اور یہ صفت بالاتفاق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○
(پ ۲۹ ع ۳)

ترجمہ :۔ قلم اور ان کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بڑی قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان باتوں سے پاک کرنا ہے جو کافر لوگ آپ کی نسبت کہا کرتے اور آپ کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ آپ کو مانوس بنایا۔ آپ کی امید کو فراخ بنایا۔ اپنے اس قول سے کہ آپ کو اپنے اس خطاب سے مخاطب کیا۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ یعنی آپ اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور یہ خطاب میں نہایت درجہ کی مہربانی ہے۔ اور بولنے میں اعلیٰ درجہ کا آداب ہے۔ پھر آپ کو وہ دائمی نعمتیں جتلائیں جو خدا کے نزدیک ہیں۔ اور وہ ثواب بتلایا جس کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اور اس کے ساتھ آپ پر احسان نہیں جتلاتا۔ اور فرمایا بے شک تیرے لئے البتہ اجر ہے جو کہ غیر منقطع ہے۔ پھر آپ کی ان باتوں سے تعریف کی جو آپ کو دی ہیں۔ اور بتلائی ہیں۔ اور عظمت کے پورا کرنے کے لئے دو حروف تاکید سے اس کو موکد کیا۔ اور فرمایا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی بے شک آپ البتہ بڑے خلق پر ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ قرآن ہے' بعض کہتے ہیں کہ اسلام ہے' بعض کہتے ہیں کہ وہ آپ کی بزرگ طبیعت ہے' بعض کہتے ہیں کہ تمہاری ہمت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی طرف نہیں ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن قبول کی تعریف کی ہے کہ آپ کو اپنی نعمتیں پہنچائیں۔ اور اس کے سبب دوسروں پر آپ کو فضیلت دی۔ کیونکہ اس نے آپ کو اس خلق پر فطرتی پیدا کیا ہے۔ پس وہ لطیف کریم محسن جواد حمید پاک ہے۔ کہ جس نے آپ کو نیکی آسان کر دی۔ اور اس کی ہدایت دی۔ پھر اس کے فاعل کی تعریف کی۔ اور اس پر اس کو جزا دی۔ وہ پاک ہے۔ اس کی بخشش کیا ہی عام ہے۔ اس کی مہربانیاں کیا ہی وسیع ہیں۔

پھر اس کے بعد کفار کی باتوں سے تسلی دی۔ کہ اس کے باعث ان پر عذاب کا وعدہ دیا۔ اور اس قول سے ان کو ڈرایا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ○ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ○ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (پ ۲۹ ع ۳)

ترجمہ :۔ تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

پھر آپ کی تعریف کے بعد آپ کے دشمن کی مذمت کو معطوف کیا۔ اس کے برے خلق کو بیان کیا۔ اس کے معائب شمار کئے۔ اس میں آپ کی فضیلت کو ادا کیا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدد کی۔ اور دس سے اوپر برائیاں ذکر کیں۔ اور یہ فرمایا :۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ○ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ○ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ○ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ○ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○ (پ ۲۹ ع ۳)

ترجمہ :۔ تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا' ذلیل' بہت طعنے دینے والا' حد سے بڑھنے والا گنہگار' درشت خو' اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

پھر اس کو وعید صادق کے ساتھ ختم کیا۔ اس کی بدبختی اور انجام ہلاکت پر پورا کیا۔ اور یہ فرمایا۔ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ یعنی عنقریب اس کے نام کو ہم داغدار کر دیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدد کرنا۔ آپ کے خود اپنی آپ مدد کرنے کی نسبت بڑھ کر پوری مدد ہے۔ اور آپ کے دشمن پر اللہ تعالیٰ کا رد

کرنا بہ نسبت آپ کے رو کے نہایت ہی بڑھ کر اور نہایت ہی ثابت ہے۔

فصل ۲

اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مورد شفقت و اکرام بنایا ہے :۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ طٰهٰ مَآ اَنزَلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی (پ ۱۶ ع ۱۰) (اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو)۔

بعض کہتے ہیں کہ طٰہٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے' بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے مرد' بعض کہتے ہیں۔ اے انسان۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات میں سے کنایہ ہے۔ یعنی زمین پر اپنے دونوں قدموں سے اعتماد کر اور ایک قدم پر کھڑے ہونے سے اپنے نفس پر اعتماد نہ کر۔ اور یہی خدائے تعالیٰ کا قول ہے۔ مَآ اَنزَلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی یعنی ہم نے تم پر اس لئے قرآن نازل نہیں کیا کہ مشقت اٹھاؤ۔

یہ آیت اس بارہ میں نازل ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیداری اور قیام شب میں بہت تکلیف اٹھاتے تھے۔

خبر دی ہم کو قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن وغیرہ نے قاضی ابوالولید باجی سے بطور اجازت کے اور میں نے اس کے اصل سے نقل کیا ہے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد حموی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن خزیم شاشی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد بن حمید نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ہاشم بن قاسم نے ابو جعفر سے وہ ربیع بن انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب نماز پڑھتے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہوتے اور دوسرے پاؤں مبارک کو اٹھاتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ نازل فرمائی۔ یعنی اے محمد تم زمین پر پاؤں رکھو۔ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ رنج اٹھائیں۔ اور یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب باتوں میں آپ کی عزت اور آپ سے حسن

معاملہ ہے۔

اگر ہم طہٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام فرض کریں۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے یا قسم بنایا جائے تو یہ فعل ماقبل سے ملحق ہو گا۔ اور شفقت و عنایت کی قسم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (پ ۱۵ ع ۱۳) یعنی شاید کہ آپ ان کے پیچھے اپنے آپ کو اگر اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ تو ہلاک کر دیں گے۔ افسوس کھاتے ہوئے۔ یعنی غضب اور غصہ اور گھبراہٹ کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔

اسی طرح خدا کا یہ قول بھی ہے :۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۱۹ ع ۵)

ترجمہ :۔ کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے :۔

إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝

ترجمہ :۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے رہ جائیں۔

اور اسی باب سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے :۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ (پ ۱۴ ع ۶)

ترجمہ :۔ تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○
(پ ۷ ع ۷)

ترجمہ :۔ اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا تو وہ جو ان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی انہی کو لے بیٹھی۔

مکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔ اس ذکر سے اور آپ پر ان باتوں کو آسان کر دیا جو آپ کو مشرکین سے پہنچی تھیں۔ آپ کو جتلا دیا کہ جو شخص اس پر زیادتی کرے گا اس پر وہی عذاب اترے گا جو پہلے اس سے اوروں پر اتر چکا ہے۔ اور اسی تسلی کی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ اسی طرح نہیں آیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے کوئی پیغمبر مگر کہا انہوں نے جادوگر ہے یا دیوانہ۔ (پ ۲۷ ع ۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گذشتہ زمانہ کے لوگوں کی خبر دے کر تسلی دی کہ وہ اپنے انبیاء کو یہ باتیں کہا کرتے تھے۔ اور ان کو اس طرح کفار سے آزمایا تھا۔ سو آپ کو بھی کفار مکہ سے اسی طرح آزمانے میں تسلی دی۔ اور یہ کہ اس آزمائش میں آپ اول نہیں۔ پھر آپ کو خوش کر دیا۔ اور اس کا عذر ظاہر کر دیا۔ اور یہ فرمایا۔ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ یعنی آپ ان سے اعراض کریں۔ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ یعنی آپ پر اداء رسالت اور اپنی تبلیغ میں جو آپ کو سپرد کی گئی ہے کوئی ملامت نہیں۔

اور ایسا ہی خدا کا یہ قول ہے۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا یعنی آپ ان کی ایذا پر صبر کریں۔ کیونکہ آپ کو تو ہم دیکھتے ہیں۔ اور حفاظت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قسم کی بہت سی آیات سے تسلی دی ہے۔

فصل ۷

(اس امر میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں آپ کے بڑے قدر اور شریف

مرتبہ کی خبر دی ہے ۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (پ ۳ ع ۱۷)

ترجمہ :۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہیں۔

حضرت ابوالحسن قابسیؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی بزرگی سے خاص کیا ہے کہ اور کسی کو وہ بزرگی نہیں دی۔ اس نے اس کو ظاہر کر دیا جو اس آیت میں ذکر کیا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ عہد لیا۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے ذکر و وصف نہ کیا ہو۔ اور اس سے عہد کیا۔ کہ اگر تم اس کو پاؤ تو اس پر ضرور ایمان لانا۔

بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ کہا کہ وہ اپنی قوم کو ضرور بتلائے اور ان سے عہد لے کہ وہ اپنے مابعد والوں سے بیان کریں اور ثُمَّ جَآءَكُمْ یعنی پھر تمہارے پاس آئے۔ یہ خطاب ان اہل کتاب کو ہے۔ جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسم کے ہم زمانہ ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر ان کے بعد تک کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت عہد نہ لیا ہو۔ کہ اگر وہ آئے اور وہ زندہ ہو۔ تو اس پر ضرور ایمان لائے۔ اور اس کو ضرور مدد دے۔ اور وہ یہی عہد اپنی قوم سے لے۔

ایسا ہی سدی و قتادہ سے ان آیتوں میں کہ آپ کی فضیلت کو اور کئی طرح سے شامل ہیں۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔ اور تم سے اور نوح علیہ السلام سے الایۃ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کی طرف کی جیسے کہ نوحؑ کی طرف کی شہیدا" تک۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایسے کلام میں کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر وہ روئے تھے (حضور کے انتقال کے بعد) اور کہا کہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی یہاں تک فضیلت ہے کہ آپ کو آخر الانبیاء بنایا اور سب سے پہلے ذکر کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ اور تم سے نوح سے الایۃ' یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کی فضیلت خدائے تعالیٰ کے نزدیک یہاں تک ہے کہ اہل نار اس بات کو دوست رکھیں گے۔ کہ وہ آپ کی اطاعت کرتے۔ بحالیکہ وہ دوزخ کے طبقات میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ وہ کہیں گے' اے کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ میں خلقت میں سارے انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت میں ان سے آخر ہوں۔

اس لئے آپ کا ذکر اس آیت میں نوحؑ وغیرہ سے پہلے ہوا ہے۔

سمرقندی کہتے ہیں کہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فضیلت ہے۔ کیونکہ آپ کا ذکر ان سے پہلے خاص کیا ہے۔ حالانکہ وہ بعثت میں ان سے آخر ہیں۔

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و پیمان لیا۔ جب کہ ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح نکالا۔ اور فرمایا۔ کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ رسول ہیں کہ ایک کو دوسرے پر ہم نے فضیلت دی ہے۔

اہل تفسیر کہتے ہیں۔ کہ بعض کے درجات بڑھانے سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہیں۔ کیونکہ احمرواسود یعنی عرب و عجم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ آپؐ کے لئے غنیمتوں کا مال حلال کر دیا گیا۔ آپؐ کے ہاتھوں پر معجزات کو ظاہر کیا۔ اور جس پیغمبر کو کوئی کرامت و فضیلت دی گئی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ویسی ہی دی گئی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کی فضیلت میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اور انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر پکارا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کتاب میں نبوت و رسالت سے پکارا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ یَاَیُّهَا النَّبِیُّ یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔

سمرقندی نے کلبی سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ یعنی اس کے گروہ متبعین میں سے البتہ ابراہیم ہیں۔ کہا ہے کہ ہا کا مرجع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ یعنی بالضرور ابراہیم علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ہیں۔ یعنی اس کے دین و طریقہ پر ہیں۔ اور فراء نے اس کو پسند کیا اور اس سے مکی نے یہ حکایت کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد نوح علیہ السلام ہیں۔

فصل ۸

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو یہ جتلاتا ہے۔ کہ ہم آپ پر درود بھیجتے ہیں' اور آپ کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کے سبب عذاب کو رفع کرتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے حال میں عذاب نہ دے گا۔ کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ یعنی جب تک کہ آپ مکہ میں ہیں۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے نکلے اور اس میں جو مومن باقی رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسے حال میں عذاب نہ دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ اور یہ اس کے اس قول کی طرح ہے۔

لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔

ترجمہ :۔ یعنی اگر وہ متفرق ہو جاتے اور نکل جاتے تو البتہ ہم عذاب دیتے دردناک۔

اور اس قول کی طرح ہے :۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ (پ ۲۶ ع ۱۱)

ترجمہ :۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے ان جانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے۔

اور جب مومنین نے ہجرت کی تو یہ آیت اتری۔ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ کہ ان کو کیا ہوا کہ خدائے تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا۔

اور یہ نہایت ہی وہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور مکہ والوں سے آپ کے سبب اور پھر آپؐ کے بعد آپ کے اصحابؓ کے سبب جو ان میں رہے عذاب کو دفع کرتی ہے۔ اور جب ان سے مکہ خالی ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے غالب ہونے کی وجہ سے ان کو عذاب دیا۔ اور ان میں ان کی تلواروں کو حکم بنایا۔ ان کو ان کی زمینوں۔ گھروں۔ مالوں کا وارث بنایا۔ اور آیت میں ایک اور تاویل بھی ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ نے میں نے ان پر پڑھی۔ کہا کہ جو حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل بن خیروں اور ابوالحسن صیرفی نے۔ ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی بن زوج الحرۃ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجبی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن وکیع نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن تمیر نے اسمٰعیل بن ابراہیم مہاجر سے وہ عباد بن یوسف سے وہ ابی بردہ بن ابی موسیٰ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ اَمَانَيْنِ لِاُمَّتِيْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ فَاِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الْاِسْتِغْفَارَ۔

ترجمہ :۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امانیں اتاری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جب تک تم ان میں ہو عذاب نہ دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے' عذاب نہ دے گا۔ اور جب میں چلا جاؤں گا۔ تو تم میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی ہم نے آپ کو تمام جہان کے لئے رحمت ہی بھیجا ہے۔

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَمَانٌ لِاَصْحَابِيْ۔

ترجمہ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں۔

کہا گیا ہے کہ بدعت سے امان ہوں۔ اور بعض نے کہا کہ اختلاف و فتنوں سے' بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب زندہ رہے بڑی امان تھے' اور جب تک آپ کی سنت باقی ہے تو یہ امان باقی ہے۔ اور جب سنت مردہ ہو گی تو بلا و فتنوں کے منتظر رہنا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ :۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت یوں ظاہر کی کہ میں اس پر درود بھیجتا ہوں۔ پھر اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے پھر بندوں (ایمان والوں) کو حکم دیا۔ کہ تم بھی ان پر درود و سلام پڑھا کرو۔

ابوبکر بن فورک نے حکایت کی ہے کہ بعض علماء نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کے اس قول میں کہ جعلت قرة عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی کی گئی ہیں) یہی تاویل کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ قیامت تک ملائکہ سے اور ہماری طرف سے۔

صلوۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ برکت دیتے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔ اور ملائکہ برکت کا دینا خدا سے چاہتے ہیں) اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پر درود پڑھنا سکھایا۔ تو لفظ صلوۃ اور لفظ برکت میں فرق بتا دیا تھا۔ اور ہم درود کا حکم عنقریب بیان کریں گے۔

بعض متکلمین نے کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ کاف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا کی طرف سے کفایت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں' اور ھا سے مراد اس کی ہدایت جو آپ کے لئے ہے۔ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ یعنی آپ کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور یا سے مراد آپ کی تائید ہے۔ فرمایا وَاَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ یعنی مدد دی تجھ کو اپنی فتح مندی سے' عین سے مراد عصمت کہ آپ کو بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کہ اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچا لے گا۔ اور ص سے آپ پر درود مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ ۲۸ ع ۱۹)

ترجمہ :۔ اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے۔

بعض کہتے ہیں کہ مومنین سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ فرشتے۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر' بعض کہتے ہیں کہ علی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بعض کہتے ہیں کہ مطلق مومن مراد ہیں جیسا کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

فصل ۹

(سورہ فتح کی ان بزرگیوں کے بیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شامل ہیں۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (پ ۲۶ ع ۹)

ترجمہ :۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی ملک ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر گمان رکھتے ہیں انہیں پر ہے بری گردش اور اللہ

نے ان پر غضب فرمایا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار فرمایا اور وہ کیا ہی برا انجام ہے اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اور اللہ عزت و حکمت والا ہے بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہ آیات ان فضائل و کرامات و شرافت مرتبہ و نعمت پر مشتمل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے لئے ثابت ہیں۔ ان کے وصف کی انتہا نہیں ہو سکتی۔ اللہ نے آپ کو اپنی فضا میں جو آپ کے لئے مقرر کی۔ صاف طور پر یہ خبر دی ہے کہ میں تم کو تمہارے دشمن پر غالب کروں گا۔ اور تمہارا بول بالا کروں گا۔ تمہاری شریعت کو بلند کروں گا۔ اور یہ کہ آپ بخشے ہوئے ہیں۔ آپ سے آپ کے پہلے اور پچھلے امور سے مواخذہ نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ ارادہ ہے کہ گذشتہ اور ناگذشتہ امور آپ کے بخشے گئے ہیں۔

مکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کو مغفرت کا سبب بنایا ہے۔ اور ہر ایک چیز اس خدا کی طرف سے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ احسان بعد احسان کے اور بزرگی بعد بزرگی کے' پھر کہا کہ اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔

بعض کہتے ہیں کہ جو تمہارے ساتھ تکبر کرے اس کو عاجز کر دوں گا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ مکہ اور طائف کے فتح کرنے سے'

بعض کہتے ہیں کہ تمہارا ذکر دنیا میں بلند کرے گا اور تم کو مدد دے گا۔ اور بخش دے گا۔

پھر آپ کو جتلایا۔ آپ پر میں نے اپنی نعمت پوری کی ہے۔ ان امور سے یعنی آپ کے دشمنوں' متکبروں کو عاجز بنایا۔ اور بڑے بڑے شہروں کو فتح کر دیا۔ اور جو شہر سب سے زیادہ آپ کو محبوب تھا یعنی مکہ اور آپ کا ذکر بلند کیا۔ آپ کو مستقیم راستہ

کی ہدایت کی۔ جو جنت و سعادت تک پہنچانے والا ہے۔ آپ کو بڑی فتح دی۔ آپ کی امت مومنین کو تسکین و تسلی دے کر جو ان کے دلوں میں رکھی ہے احسان جتلایا۔ ان کو وہ بشارت دی جو ان کے لئے اس کے بعد ان کے رب کی طرف سے ہے بڑی کامیابی دی۔ ان کو معافی دی۔ ان کے گناہوں کو ڈھانکا۔ آپ کے دشمن کو دنیا و آخرت میں ہلاک کیا۔ ان کو لعنت کی۔ اپنی رحمت سے ان کو دور کیا۔ ان کا حال بدل دیا۔

پھر فرمایا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور خوشخبری سنانے والا' اور ڈرانے والا بھیجا ہے' آپ کے محاسن و خصائص گنے' یعنی آپ کا امت پر اپنے لئے گواہ ہونا کہ آپؐ نے ان کو رسالت کا پیغام پہنچا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ ان کی توحید کے گواہ ہوں گے۔ اپنی امت کو ثواب کی خوشخبری سنانے والے ہیں'

بعض کہتے ہیں مغفرت کے ساتھ آپ اپنے دشمن کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گمراہیوں سے ڈرانے والے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور پھر اس پر وہ شخص ایمان لائے کہ جس کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بہتری سبقت کر چکی ہے'

وتعزروہ یعنی آپ کی تعظیم کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی مدد کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

وَتُوَقِّرُوْهُ۔ یعنی آپ کی توقیر و عزت کرو۔ بعض نے ویعززوہ پڑھا ہے۔ یعنی آپ کی عزت کرو۔ اور اکثر و زیادہ ظاہر ہے کہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔

پھر فرمایا تسبحوہ یعنی اس کی تسبیح کرو۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختلف نعمتیں روشن فتح کی جمع کر دیں۔ اور یہ قبولیت و مغفرت کی علامت میں سے ہے۔ یہ محبت کے نشانات اور پوری نعمت ہے۔ یہ خصوصیت و ہدایت کے نشان ہیں۔ یہ ولایت

و مغفرت کے نشانات ہیں۔ مغفرت تو یہ ہے کہ آپ کو تمام عیبوں سے بری کرنا۔ اور تمام نعمت یہ ہے کامل درجہ و ہدایت تک پہنچا دینا۔ اور یہ دعوت مشاہدہ کی طرف ہے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ تمام نعمت یہ ہے کہ آپ کو اپنا محبوب بنایا۔ آپ کی زندگی کی قسم کھائی۔ آپ کے سبب دوسری شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اور اعلیٰ مرتبہ تک آپ کو اٹھایا۔ معراج میں آپ کی حفاظت کی۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی۔ اور نہ اس نے زیادتی کی۔ آپ کو سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا۔ آپ کی امت پر غنیمتوں کو حلال کر دیا۔ آپ کو شفیع اور مشفع بنا دیا۔ آدم کی اولاد کا سردار بنایا۔ اپنے ذکر کے ساتھ آپؐ کے ذکر آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ قریب کیا۔ آپ کو توحید کا ایک رکن بنایا۔

پھر فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اس سے بیعت الرضوان مراد ہے۔ یعنی ان کا آپ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے یعنی بیعت کے وقت۔

بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قوت بعض کہتے ہیں ثواب بعض کہتے ہیں کہ احسان مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا عقد یعنی مضبوطی۔ یہ استعارات و تحسین کلام ہے اور یہ ان کی بیعت کی آپ کے ساتھ مضبوطی اور تاکید ہے۔ اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرے اس کی شان کی عزت مراد ہے۔

اور اسی میں سے یہ خدا کا قول ہے کہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ آپ نے ان کو قتل نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے۔ اور آپ نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے۔

اگرچہ اول باب مجاز میں سے ہے۔ اور یہ باب حقیقت میں ہے۔ کیونکہ قاتل اور پھینکنے والا حقیقت میں تو اللہ ہی ہے۔ اور وہ آپ کے فعل اور پھینکنے اور فعل کی قدرت و ارادہ کا وہی خالق ہے۔ اور اس لئے کہ انسان کی قدرت میں جہاں وہ تیر پہنچے

پہنچاتا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ان کفار میں سے کوئی ایسا باقی نہ رہا۔ کہ جس کی آنکھیں۔ (مٹی سے) نہ بھر گئی ہوں۔ ایسا ہی فرشتوں کا ان کو قتل کرنا حقیقتاً" ہے۔ اور اس آخری آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ مجاز عربی لغوی ہے۔ اور مقابلہ لفظ اور اس کی مناسبت کا ہے۔ یعنی تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ نہ تم نے ان پر پھینکا ہے۔ جبکہ تم نے ان کو کنکر اور مٹی پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا۔ یعنی یہ کہ پھینکنے کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہی قاتل اور پھینکنے والا ہے۔ درحقیقت اور آپ برائے نام ہیں۔

فصل ۱۰

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنی کتاب عزیز میں آپ کی بزرگی و مرتبہ کو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے ظاہر فرمایا۔ اور جن باتوں کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے آپ کو خاص کیا ہے۔ علاوہ اس کے جو ہم نے پہلے ان باتوں کو بیان کیا ہے۔)

ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج کا ذکر سورۂ اسراء میں یعنی سورۂ سبحان الذی اور سورۂ نجم میں فرمایا ہے۔ اور اس میں آپ کا بڑا مرتبہ اور قرب و مشاہدہ عجائبات ہے۔ اس میں سے آپ کا لوگوں کی شرارت سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَاِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْيَقْتُلُوْكَ اَوْيُخْرِجُوْكَ ط وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُاللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُالْمَاكِرِيْنَ۔ (پ ۹ ۱۸) اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ تو بے شک خدائے تعالیٰ نے اس کو مدد دی ہے۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں ان کی تکلیف سے آپ کو بچا لیا۔ بعد اس کے کہ آپ کی ہلاکت کا انہوں نے قصد کر لیا تھا۔ اور آپ کے معاملہ میں خلوص دل

سے خفیہ جلسے کرتے تھے۔ آپ کے نکلنے کے وقت ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور غار میں آپ کی طلب میں ان کو حیران بنا دیا۔ اور جو کچھ اس میں اور نشانات ظاہر ہوئے۔ آپ پر تسلی کا نازل ہونا۔ سراقہ بن مالک کا قصہ جس طرح پر کہ اہل حدیث و تاریخ نے غار کے قصہ اور ہجرت کی حدیث میں لکھا ہے۔

اور اس میں سے اللہ تعالٰی کا یہ قول ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔(پ ۳۰ ع ۳۳)

ترجمہ :۔ اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اللہ تعالٰی نے جو کچھ آپ کو دیا اس کو جتلایا۔ کوثر آپ کا حوض ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ جنت میں ایک نہر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے خیر کثیر مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شفاعت ہے' بعض کہتے ہیں معجزات کثیرہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں نبوت ہے بعض کہتے ہیں کہ مغفرت ہے۔

پھر آپ کے دشمن کو آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اور اس پر اس کی بات کو رد کر دیا۔ اور فرمایا۔ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ یعنی آپ کا دشمن ابتر ہے۔ ابتر حقیر ذلیل کو کہتے ہیں یا مفرد تنہا کو کہتے ہیں۔ یا وہ شخص کہ جس میں بہتری نہ ہو۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ :۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (پ ۱۴ ع ۶)

ترجمہ :۔ اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

بعض کہتے ہیں سبع مثانی پہلی لمبی سورتیں ہیں۔ اور قرآن عظیم ام القرآن ہے' بعض کہتے ہیں سبع مثانی ام القرآن ہے اور قرآن عظیم باقی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سبع مثانی وہ ہے کہ قرآن میں جو امر و نہی بشارت و ڈرانا مثالیں' نعمتوں کا شمار کرنا ہے۔ اور ہم نے آپ کو قرآن عظیم کی خبر دی۔

بعض کہتے ہیں کہ ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں اس کو پڑھا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالٰی نے اس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مستثنیٰ کر لیا ہے۔ آپ کے لئے اس کو ذخیرہ بنایا ہے۔ اور انبیاء کو نہیں دیا۔ اور قرآن کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قصے دوبارہ آتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں یعنی آپ کو سات کرامات کے ساتھ ہم نے عزت دی۔ یعنی ہدایت' نبوت' رحمت' شفاعت' ولایت' تعظیم' سکینہ'

اور فرمایا کہ :۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۱۲)

ترجمہ :۔ اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

اور فرمایا۔ کہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۔(پ ۲۲ ع ۹)

ترجمہ :۔ اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (پ ۹ ع ۱۰)

ترجمہ :۔ اے لوگو میں تم سب کی طرف اسی اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ پس یہ آپؐ کے خصائص ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے

فرمایا ہے :-

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (پ ۱۳ ع ۱۳)

ترجمہ :- اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔

سو ان کو اپنی قوم کے لئے خاص کیا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ اِلَى الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ میں سرخ اور سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہ نبی مومنین کی اپنی جانوں سے زیادہ ان کی محبت کا مستحق ہے۔ اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اہل التفسیر کہتے ہیں۔ یعنی جو کچھ ان کے بارہ میں حکم جاری کریں۔ جیسا کہ سردار کا حکم اپنے غلام پر ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ماننا اپنے نفس کی رائے سے بہتر ہے۔ اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ یعنی وہ حرمت میں ماؤں کی طرح ہیں' ان کا نکاح آپ کے بعد ان سے حرام ہے۔ یہ آپ کی عزت اور خصوصیت ہے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ آپ کی جنت میں بیویاں ہوں گی۔ اور یہ بھی قرات ہے۔ وھواب لھم یعنی آپ ان کے باپ ہیں۔ اور اب تک یہ لفظ نہیں پڑھا تھا۔ کیونکہ قرآن کے نسخوں کے برخلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ ۵ ع ۱۴)

ترجمہ :- اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ نبوت کے ساتھ آپ کی فضیلت ہے'

بعض کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ فضیلت آپ کی ازل میں ہو چکی ہے'

واسطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ اس دیدار کی طرف اشارہ ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام نہ اٹھا سکے۔

باب دوم

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے محاسن کو خلق اور خلق کے لحاظ سے کامل کر دیا ہے۔ اور تمام فضائل دینی و دنیاوی کو آپ میں ترتیب وار جمع کر دیا ہے)

اے وہ شخص جو کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دوست ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ آپؐ کے بڑے قدر کی تفصیل سے بحث کرے۔ جان لے۔ کہ انسان میں جمال و کمال کے ضروری عادات دو قسم پر ہیں۔ ایک تو دنیاوی ہیں جس کو جبلت اور دنیا کی زندگی کی ضرورت چاہتی ہے۔ اور ایک دینی کسب ہے جس سے اس کے فاعل کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف مقرب ہوتا ہے۔ پھر اس کے بھی دو فن ہیں۔ اس میں سے ایک تو وہ ہے کہ دو وصفوں میں سے ایک کے لئے خالص ہو جائے اور اس میں سے بعض وہ ہے۔ کہ ملتے اور داخل ہوتے ہیں۔ لیکن محض ضروری وہ ہیں کہ وہ مرد کو اس میں اختیار و کسب نہیں جیسے کہ اس کی پیدائش میں کمال خلقت و جمال صورت قوت عقل صحت فہم فصاحت زبان قوت حواس واعضاء اعتدال حرکات شرف نسب عزت قومی بزرگی زمین یعنی وطن شریف ہو۔ اسی کے ساتھ وہ باتیں ملی ہوئی ہیں۔ کہ جن کی طرف زندگی کی ضرورت بلاتی ہے۔ مثلاً" خوراک' نیند' لباس' مکان' نکاح' مال و جاہ اور کبھی یہ آخری عادات جبکہ ان سے تقویٰ اور بدن کی مدد طریق آخرت پر مقصود ہو۔ اور وہ ضرورت حدود و قواعد شرعیہ پر ہوں۔ لیکن آخری اعمال یہ ہیں تمام اخلاق عالیہ۔ آداب شرعیہ دینیہ' علم' حلم' صبر' شکر' عدل' زہد' تواضع' عفو' عفت' سخاوت' شجاعت' حیاء' مروت' خاموشی' سکون' وقار' رحمت' حسن ادب و معاشرت وغیرہ جس کا مجموعہ حسن خلق ہے۔ اور کبھی یہ وہ اخلاق ہیں کہ جو بعض لوگوں کی اصل طبیعت و پیدائش میں ہوتے ہیں۔ اور بعضوں میں نہیں ہوتے۔ تو اس کو حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میں اس کی اصل پیدائش کا شعبہ ہو جیسا کہ اس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ اخلاق جب کہ ان سے اللہ کی رضامندی اور دار آخرت کا ارادہ نہ ہو تو دنیوی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب محاسن و فضائل عقل [illegible] ان کے حسن و تفصیل

کے سبب میں اختلاف ہو گا۔

فصل ۱

قاضی کہتے ہیں کہ جب کمال و جلال کے عادات وہ ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ہم اپنے میں سے ہر زمانہ میں ایک یا دو کو دیکھتے ہیں کہ اگر اتفاق ہو گیا۔ تو ان اخلاق سے مشرف ہو جاتا ہے یا نسب کی وجہ سے یا جمال سے یا قوت یا علم یا حلم یا شجاعت یا سخاوت سے حتیٰ کہ اس کی قدر بڑی ہو جاتی ہے۔ اس کے نام کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ دلوں میں اس کا یہ وصف قرار پا جاتا ہے اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ اس کی عظمت بیٹھ جاتی ہے اور یہ بات گذشتہ پرانے زمانوں سے چلی آتی ہے۔ پھر تمہارا اس شخص کی بزرگی قدر کا کیا خیال ہے کہ جس میں یہ تمام خصلتیں جمع ہیں۔ جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور گفتگو میں نہیں آسکتیں۔ اور جو کسب و حیلہ سے نہیں پائی جاتیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ وہ خاص کسی کو دے دے یعنی فضیلت' نبوت' رسالت' خلت' محبت' برگزیدگی' سیر (ملکوت) دیدار قرب' نزدیکی' وحی' شفاعت' وسیلہ' فضیلت' درجہ بلند' مقام محمود' براق 'معراج' تمام دنیا کی طرف بعثت انبیاء کو نماز پڑھانا' انبیاء اور امت پر گواہی دینا' اولاد آدمؑ کی سرداری' صاحب عرش کے نزدیک حمد بشارت ڈرانے کا مرتبہ متبوع کا وہاں پر جھنڈا ملنا۔ امانت' ہدایت' رحمت' عالمین' رضاء سوال' کوثر' بات کا سننا' نعمت کا پورا ہونا' گذشتہ ومابعد امور سے معافی۔ شرح سینہ بوجھ کا دور کرنا' ذکر کا بلند کرنا' فتح کی عزت دینا' سکینہ کا اتارنا' ملائکہ سے تائید کرنا۔ کتاب و حکمت سبع مثانی قرآن عظیم کا دینا' امت کو پاک کرنا' اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا' اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا درود پڑھنا' لوگوں میں حکم کرنا' جو خدا آپ کو دکھاتا ہے۔ ان سے تکلیف و عبادات مشکلہ کا دور کرنا۔ آپ کے نام کی قسم کھانا۔ آپ کی دعاؤں کا قبول کرنا۔ پتھروں و حیوانوں کا آپ سے باتیں کرنا' آپ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ کر نکلنا' تھوڑی چیز کا بہت ہو جانا' چاند کا دو ٹکڑے ہونا' آفتاب کا لوٹنا' اشیاء کا بدلنا' رعب سے مدد دینا۔ غیب پر اطلاع دینا' بادل کا سایہ کرنا' کنکریوں کا تسبیح کرنا' دردوں بیماریوں کا اچھا کر دینا۔

لوگوں کے شر سے بچانا' وہاں تک کہ ان کو کوئی عقل نہ گھیر سکتی ہے۔ اور اس کے علم پر سوائے اس کے دینے والے اور اس کو فضیلت دینے والے خدا کے اور کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کے سوا جو کچھ اس نے آپ کے لئے دار آخرت میں بڑے بڑے مرتبے اور پاک درجے نیکیاں اور زیادتی دی ہیں۔ جن سے ورے عقلیں ٹھہر جاتی ہیں۔ اور ہم ان کے ادراک سے پہلے حیران رہتا ہے۔

فصل ۲

خدا تجھے عزت دے۔ اگر تو یہ کہے کہ اس بیان سے مجملا" اتنا تو معلوم کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا لوگوں سے قدر' اعلیٰ ہے مرتبہ آپ کا سب سے بڑا ہے۔ محاسن و خوبیوں میں سب سے کامل تر ہیں۔ اور تم کمال خصال کی تفصیل کے بیان میں اچھے مذہب کی طرف گئے ہو۔ تو مجھ کو اس امر نے شوق دلایا۔ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان اوصاف تفصیلات پر مطلع ہو جاؤں۔

تو جان لے' اللہ تعالیٰ میرا اور تیرا دل منور کرے۔ اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت مجھ میں اور تجھ میں زیادہ کرے۔ کہ جب تم نے ان کمال خصلتوں کو دیکھ لیا جو کہ کمانے سے نہیں ملتیں۔ اور وہ پیدائشی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یقینا" تو نے پایا ہو گا کہ آپ ان تمام خصائل کے جامع ہیں۔ اور مختلف اقسام کی نیکیوں کے احاطہ کرنے والے ہیں۔ اور اس میں تمام ناقلین اخبار و احادیث کا اتفاق ہے۔ اختلاف نہیں۔ بلکہ ان میں درجہ یقین تک پہنچ چکے ہیں۔ آپ کی صورت و خوبصورتی مناسبت اعضا میں تو بہت سی صحیح احادیث مشہورہ آچکی ہیں۔ منجملہ ان کے ان صحابہ کرام یعنی علی۔ انس بن مالک' ابو ہریرہ' براء بن عازب' ام المومنین عائشہ ابن ابی ہالہ' ابو جحیفہ' جابر بن سمرہ۔ ام معبد۔ ابن عباس' معرض بن معیقب' ابوالطفیل عدا' خالد خریم بن فاتک حکیم بن حزام وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم گورے رنگ والے' سیاہ چشم' فراخ چشم' سرخ ڈورے والے' لمبی پلکوں والے' روشن چہرہ والے' باریک ابرو والے' بلند بینی' کشادہ

دندان' گول چہرہ والے (لیکن لمبائی لئے ہوئے) فراخ پیشانی والے تھے' بھری ہوئی ریش والے جو کہ سینہ کو بھر لیتی تھی۔ (یعنی اس کے مقابل تک رہتی کیونکہ یہ بھی آیا ہے کہ آپ قبضہ سے نیچے کٹایا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ متوسط درجہ کی تھی) آپ کا شکم سینہ برابر تھا۔ کشادہ سینہ والے' بڑے کندھوں والے' بھری ہوئی ہڈیوں والے' موٹے بازوؤں اور پاؤں اور پنڈلیوں والے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ میں بڑی طاقت تھی۔ (اور بخاری میں ہے کہ آپ کو تمیں مردوں کی طاقت دی گئی) آپ کی ہتھیلیاں فراخ اور قدم چوڑے تھے۔ آپ کی اطراف یعنی ہاتھ پاؤں لمبے تھے' آپ کا بدن مبارک جو برہنہ ہوتا تھا۔ بہت چمکتا تھا۔ آپ کے سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک دھاگا سا تھا۔ آپ میانہ قد تھے نہ تو بہت بڑے لمبے اور نہ بہت چھوٹے اور باوجود اس کے جو سب سے لمبا شخص اگر آپ کے پاس کھڑا ہوتا تو آپ اس سے لمبے ہوتے تھے۔ (یہ آپ کا معجزہ تھا) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ کے بال مبارک نہ تو بالکل سیدھے نہ بلدار تھے۔ جب آپ ہنستے تو بجلی کی طرح دانتوں میں سے چمک ظاہر ہوتی تھی اور بادل کے اولوں کی طرح تھے (صفائی و چمک میں) جب آپ کلام کرتے تو یوں دیکھا جاتا۔ کہ ایک نور ہے۔ جو آپ کے دانتوں سے نکلتا ہے۔ گردن آپ کی بہت خوبصورت تھی۔ نہ تو آپ کا چہرہ بہت بھرا ہوا تھا۔ نہ لاغر تھا۔ بلکہ آپ کا بدن مبارک (جسم سے) ملا ہوا تھا۔ ہلا گوشت تھا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی بالوں والے کو جس کے بال کندھوں تک لٹکتے ہوں۔ سرخ لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر خوبصورت نہیں دیکھا۔ گویا آفتاب آپ کے چہرہ سے چمکتا تھا۔ اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر اس کی چمک پڑتی تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ آفتاب و چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا چہرہ گول تھا۔ ام معبد نے جو آپ کی تعریف کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ دور سے بہت خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ اور قریب سے شیریں حسین معلوم ہوتے تھے۔

اور ابن ابی ہالہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپؐ کے وصف میں آخری الفاظ یہ ہیں۔ کہ جو شخص آپ کو اتفاقاً" دیکھتا تو دوڑ جاتا تھا۔ اور جو آپ سے مل جاتا۔ تو آپ سے محبت کرتا۔ آپ کی تعریف کرنے والا کہتا تھا۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہ آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔ آپ کی تعریف میں احادیث بہت سی مشہور ہیں۔ ہم ان سب کو نہیں لکھتے۔ بلکہ ہم آپ کی تعریف نکات پر کفایت کرتے ہیں۔ اور مجملاً" ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے۔ کہ جس میں اس مطلب کے لئے کفایت ہے۔ اور ان فصول کو ہم نے ایک ایسی جامع حدیث پر ختم کر دیا ہے۔ کہ جس پر تو انشاء اللہ تعالیٰ واقف ہو جائے گا۔

فصل ۳

لیکن آپ کے جسم کی طہارت آپ کی ہوا اور پسینہ کی خوشبو آپ کا میلوں جسم کے علیحدہ رہنے کا بیان یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میں ایسے خصائل سے خاص کیا تھا کہ وہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے تھے۔ پھر حق سبحانہ' نے ان کو شرع کی طہارت فطرت کے دس خصائل سے کامل کر دیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُنِيَ الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی سفیان بن العاص اور دوسروں نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالعباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جعفر بن سلیمان نے ثابت سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے

بڑھ کر کسی عنبر کو نہ مشک کو ہرگز نہیں دیکھا۔

جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے رخسارے کو اپنے ہاتھ مبارک سے چھوا۔ تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ہاتھ مبارک میں ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی۔ گویا کہ آپؐ نے عطار کے ڈبہ میں سے ہاتھ نکالا ہے۔

اور جابرؓ کے سوا اور کی روایت میں ہے کہ خواہ آپ نے خوشبو لگائی ہوتی یا نہ ہوتی۔ جس سے آپ مصافحہ کرتے تو وہ سارے دن تک اس کی خوشبو پاتا۔

آپ کسی بچہ کے سر پر ہاتھ مبارک رکھتے تو وہ اور بچوں میں خوشبو کے باعث پہچانا جاتا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر سو گئے۔ اور آپ کو پسینہ آگیا۔ تب انسؓ کی والدہ ایک شیشی لائی۔ اور اس میں آپ کے پسینہ مبارک جمع کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس کی بابت پوچھا۔ تو کہا ہم اس کو اپنی خوشبو میں رکھیں گے۔ اور یہ نہایت عمدہ خوشبو ہے۔

بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کوچہ میں سے ہو کر گزرتے تھے۔ پھر کوئی شخص اس کوچہ سے گزرتا۔ تو وہ خوشبو کی وجہ سے پہچان جاتا۔ کہ آپ ادھر سے گزرے ہیں۔

اسحٰق بن راہو یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آپ کی خوشبو بلا (عارضی) خوشبو کے ہوتی تھی۔ یعنی ذاتی خوشبو تھی۔

مزنی اور حربی حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے (سواری پر) بٹھلا لیا۔ تب میں نے آپ کی مہر نبوت کو اپنے منہ میں بطور لقمہ کے لے لیا۔ تو کستوری کی خوشبو کی لپٹ مجھے آتی تھی۔

بعض محدثین جو کہ اخبار و شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقل ہیں، کہتے ہیں کہ جب حضور بڑے استنجے کا ارادہ کرتے تھے۔ تو زمین پھٹ جاتی تھی۔ اور آپ کا بول و براز نگل جاتی تھی۔ اور اس جگہ سے عمدہ خوشبو ظاہر ہوتی تھی۔

محمد بن سعد کاتب واقدی نے اس میں ایک حدیث عائشہؓ سے روایت کی ہے۔
کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتی تھیں کہ آپ پاخانہ جاتے ہیں۔ تو ہم وہاں پر کوئی اثر پاخانہ کا نہیں دیکھتے۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ اے عائشہ تجھے معلوم نہیں کہ زمین ان فضلات کو نگل جاتی ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام سے نکلتے ہیں۔ سو ان سے کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث گو مشہور نہیں۔ لیکن ایک گروہ اہل علم کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول و براز پاک تھا۔ اور یہی بعض اصحاب شافعیہ کا قول ہے۔ اس کی امام ابو نصر بن صباغ نے اپنی کتاب شامل میں حکایت کی ہے۔ اور ان دونوں قولوں کو علماء سے اس بارہ میں ابوبکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب بدیع میں فروع مالکیہ اور اس مسائل کی تخریج میں کہ ان کے مذہب پر تفریعات شافعیہ واقع نہیں ہوئیں۔ بیان کیا ہے اس کا شاہد یہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں کوئی ایسی شے نہیں تھی۔ جو کہ مکروہ ہو اور عمدہ نہ ہو۔ اور اس میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ پھر میں دیکھنے لگا کہ کوئی شے جیسے میت سے نکلتی ہے نکلی ہوگی۔ لیکن میں نے کوئی شے نکلتے ہوئے نہ دیکھی۔ تو میں نے کہا (یا رسول اللہ) آپ زندگی اور موت میں پاک اور صاف ہیں۔ اور یہ کہا کہ آپ کے بدن مبارک سے ایسی خوشبو نکلی جو کبھی ہم نے ایسی خوشبو نہ پائی تھی۔

ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ نے کہا تھا۔ جبکہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کو بوسہ دیا تھا۔ اور اس میں سے یہ ہے کہ مالک بن سنانؓ نے کہ جنگ احد کے دن آپ کا خون (آپ کے زخم میں سے) پی لیا تھا۔ (اس کو چوسا تھا) اور آپ نے اس کو جائز قرار دیا تھا۔ اس کو یہ فرمایا تھا۔ کہ اس کو آگ ہرگز نہیں پہنچے گی۔

ایسا ہی عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کی سینگی کے خون کو پی لیا۔ تب آپ نے ان کو فرمایا تھا۔ کہ تجھ کو لوگوں سے ویل اور ان کو تجھ سے ویل اور اس پر انکار نہ فرمایا۔

اور اسی قسم کا آپ نے ایک عورت کے بارہ میں جس نے آپ کا بول پی لیا تھا۔ فرمایا تھا۔ کہ تجھ کو پیٹ کی بیماری کبھی نہ ہوگی۔ اور ان میں سے کسی کو یہ حکم نہ دیا

کہ تم اپنا منہ دھو ڈالو۔ اور نہ دوبارہ ایسا کرنے کا منع فرمایا۔ اس عورت کی حدیث جس نے کہ آپ کا بول پیا تھا۔ صحیح ہے۔ دار قطنی نے مسلم و بخاری کی طرح صحت میں التزام کیا ہے۔ اس عورت کا نام برکتہ ہے۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بنت ام ایمن ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھی۔ وہ کہتی ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک پیالہ لکڑی کا ہوتا تھا۔ جو آپ کی چارپائی کے نیچے رہتا تھا۔ جس میں آپ رات کو بول کیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے (ایک دفعہ) جو اس کو دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ تو برکتہ سے اس کی بابت دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں رات کو اٹھی اور پیاسی تھی۔ سو میں نے لاعلمی میں پی لیا۔ اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ختنہ شدہ' ناف کٹی ہوئی پیدا ہوئے تھے۔ آپؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا تھا۔ کہ جس میں کسی قسم کی ناپاکی نہ تھی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کبھی آپ کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی۔ کہ میرے سوا اور کوئی غسل نہ دے۔ کیونکہ جو شخص میرے ستر کو دیکھے گا۔ اندھا ہو جائے گا۔

عکرمہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سو گئے۔ حتی کہ آپ کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محفوظ تھے۔ یعنی آپ کا وضو آپ کے نزدیک محفوظ تھا۔ غفلت نہ ہوتی تھی۔

فصل ۴

آپ کی کامل عقل اور اس کی ذکاوت۔ قوت حواس۔ فصاحت زبان' اعتدال

حرکات حسن شمائل کا بیان یہ ہے۔

بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند تھے۔ ان سے زیادہ ذکی تھے۔ جو شخص آپ کی تدبیر میں غور کرے گا یعنی آپ کے باطنی و ظاہری خلق آپ کی سیاست عامہ و خاصہ اس کے ساتھ آپ کے عجیب خصائل عجیب حالات علاوہ اس کے آپ کے علم کی زیادتی کہ جس کو شرع نے ثابت کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ کہیں سے پڑھا ہو نہ پہلے کوئی مشق کی ہو۔ نہ کتب کا مطالعہ کیا ہو۔ تو اس کو آپ کے غلبہ عقل اور تیز فہمی میں کوئی شک نہ ہو گا۔

اور وہب بن منبہ نے یہ کہا ہے کہ میں نے اکثر کتابوں میں (جو کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں) پڑھا ہے۔ اور ان سب میں یہ پایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند اور رائے میں افضل ہوں گے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں نے ان کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کی ہے اس کے خاتمہ تک تمام لوگوں کو جو عقل دی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ دنیا کی تمام ریتوں کے مقابلہ میں ریت کا ایک دانہ ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے۔ تو اپنے پیچھے ایسا ہی دیکھتے جیسا کہ آگے دیکھتے تھے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کی گئی ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ یعنی سجدہ کرنے والوں میں تمہاری نگاہ کو دیکھتا ہے۔

اور موطا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ بلاشبہ میں اپنے پیچھے سے تم کو دیکھتا ہوں۔

اور ایسا ہی انسؓ سے صحیحین میں مروی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ کہا کہ یہ زیادتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حجت اور صحت نبوت میں زیادہ کیا ہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ لَاَنْظُرُ مِنْ وَّرَائِیْ كَمَا اَنْظُرُ اِلٰى مَنْ بَيْنَ يَدَيَّ میں اپنے پیچھے ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔

بقی بن مخلد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔

اور بہت سی صحیح روایات ہیں کہ آپ نے ملائکہ اور شیاطین کو دیکھا ہے۔ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے دکھائی دیا۔ حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ کی پڑھائی۔ اور بیت المقدس بھی دکھائی دیا۔ جب کہ آپ نے قریش کا حال بتلایا۔ اور کعبہ بھی دکھا دیا گیا۔ جبکہ آپ نے اپنی مسجد (نبوی) بنائی۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ ثریا (کھیتوں) میں گیارہ تارے دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور یہ سب آنکھ کے دیکھنے پر محمول ہے۔ اور یہی احمد بن حنبل وغیرہ کا قول ہے۔ اور بعض ادھر گئے ہیں کہ اس سے مراد علم ہے۔ لیکن ظاہر عبارات اس کے مخالف ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کا محال نہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے خواص و خصائل میں سے ہے (بلکہ آپ کے اتباع میں اولیائے کرام کے ایسے واقعات ہیں۔ کہ وہ دور سے ہر ایک شے دیکھ لیتے ہیں۔ كَمَا يَخْفٰى عَلَى الْمُتَتَبِّعِ حَالَاتِهِمْ

جیسا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد عبداللہ بن احمد عدل نے اپنی کتاب سے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن مقری فرغانی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ام القاسم دختر ابی بکر نے اپنے باپ سے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شریف ابو الحسن علی بن محمد حسنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمد بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد بن سلیمان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمد بن مرزوق نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ہمام نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن نے قتادہ سے وہ یحیٰی بن ثابت سے وہ ابو ہریرہؓ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ لَمَّا تَجَلَّى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُبْصِرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ مَسِيْرَةَ عَشَرَةِ فَرَاسِخَ۔

ترجمہ۔ فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر تجلی کی۔ تو وہ چیونٹی کو صاف پتھر اندھیری رات میں سات فرسنگ تک دیکھ لیتے تھے۔

اور اس پر کچھ بعید نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے بعد

ان باتوں اور فائدہ کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہوں۔ جو اس باب میں ہم نے ذکر کی ہیں۔ اس وجہ سے کہ اپنے رب کے بڑے نشانات کو دیکھا۔

اور حدیثوں میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکانہ (پہلوان) کو جو کہ اپنے زمانہ میں بڑا قوی پہلوان تھا پچھاڑا تھا۔ آپؐ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ (پھر وہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورکانہ کو زمانہ جاہلیت میں پچھاڑا تھا (لیکن اصل یہ ہے کہ وہ رکانہ ہی تھا۔ ابو رکانہ صحیح نہیں۔ کمافی الشرح) وہ بطور طاقت ور تھا۔ تین دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پچھاڑا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تیز چلنے والے کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے نیچے لپٹی جاتی تھی۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے دوڑے جاتے تھے۔ لیکن آپ اپنی نرم رفتار سے چلتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت میں یہ بھی ہے کہ ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ اور جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے متوجہ ہوتے۔ اور جب آپ چلتے تو اچھی رفتار سے چلتے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے کی طرف ڈھلتے ہیں۔

فصل ۵

آپ کی فصاحت زبان و بلاغت کلام کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صفت میں اعلیٰ مقام پر تھے۔ اور ایسے موقع پر تھے۔ کہ جو مشہور تھا۔ آپ کی طبیعت سلیس تھی۔ لطیف البیانی میں بڑھے ہوئے تھے۔ مختصر کلامی میں پورے تھے۔ آپ کے الفاظ صاف تھے۔ کلام قوی ہوتا تھا۔ معانی صحیح ہوتے تھے۔ تکلف نہ ہوتا تھا۔ آپ کو جوامع الکلم دیے گئے تھے۔ حکمت کے عجائبات سے خاص کئے گئے تھے۔ عرب کی زبان کا آپ کو پورا علم تھا۔ ہر ایک قبیلہ سے آپ ان کی زبان میں کلام کرتے تھے۔ ان کی بولیوں میں آپ ان سے بلاغت میں معاوضہ کرتے تھے۔ یہاں تک

کہ اکثر مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے آپ کے کلام کی شرح پوچھا کرتے تھے۔ جو شخص کہ آپ کی حدیث و حالات میں غور کرے تو وہ اس کو جان لے گا۔ اور ثابت کرے گا۔

آپ کا کلام جو قریش و انصار سے ہوتا تھا۔ وہ ایسا نہیں تھا۔ جیسا کہ اہل حجاز و نجد سے ہوتا تھا۔ جس طرح کہ آپ نے ذی اشعار ہمدانی سے طہفہ نہدی قطن بن حارثہ علیمی' شعبہ بن قیس وائل بن حجر کندی وغیرہم سے کلام کیا۔ جو کہ حضر موت کے سردار اور یمن کے بادشاہ تھے۔ آپ کے خط کو دیکھو جو کہ آپ نے ہمدان کی طرف لکھا تھا یہ تھا کہ تمہارے لئے ٹیلے پست زمین اور سخت زمین ہے۔ تم اس کی لاوارث زمین مین جانور چراؤ۔ ہم کو ان کے جانوروں اور کھجوروں میں سے وہ مال ہے کہ جو عہد امانت سے سپرد کریں اور زکوۃ میں سے ان کے لئے بورے اونٹ اور اونٹنی کے بچے بوڑھی گائے جو کہ چرنے کے لئے نہ بھیجی جائے۔ اور مینڈھا جو کہ سرخ رنگ ہو (چھوڑ دیا جائے گا) اور ان پر زکوۃ میں وہ گائے اور بکری ہے جو کہ چھٹے سال میں شروع ہو اور وہ گھوڑا جو کہ پانچویں سال میں پہنچ جائے۔

اور آپ کے اس فرمانے کو جو نہد کو فرمایا تھا۔ دیکھو' کہ خداوند ان کے خالص دودھ اور لسی اور تھلے دودھ میں برکت دے۔ ان کے بادشاہ کو بہت سامان دے۔ اور ان کے تھوڑے پانی کو بہت کر دے۔ اور ان کے مال و اولاد مین برکت دے۔ جو نماز پڑھتا رہے گا۔ وہ مسلمان ہو گا۔ جو زکوۃ دیتا رہے گا۔ وہ نیکو کار ہو گا۔ اور جو شخص اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ وہ مخلص ہو گا۔ اے اولاد نہد حالت شرک کی امانتیں اور وظائف شاہی تمہارے پاس ہی رہینگی اور نہ روکو زکوۃ میں۔ زندگی میں حق سے تجاوز نہ کرو' نماز میں سستی نہ کرو آپ نے ان کے لئے وظیفہ نصاف میں فرائض کو لکھا کہ تمہارے لئے بوڑھا اونٹ یا گائے ہے۔ اور جو ابھی بچہ ہوں اور وہ گھوڑا باگ اور سواری والا جو کہ اڑی کا ہے۔ تمہارے جانوروں کو چراگاہ سے نہ روکا جائے گا۔ تمہارے بڑے درخت قطع نہ کئے جائیں گے۔ دودھ والے جانور کو روکا نہ جائے گا۔ جب تک تم دل میں نفاق نہ

رکھو گے اور نقض عہد کا اظہار نہ کرو گے۔ جو اقرار کرے اس پر عہد کا وفا اور اس کا ذمہ ہے۔ جو انکار کرے گا تو اس پر زیادتی ہے۔ یعنی جزیہ ہو گا۔

اور آپ کا وہ خط جو کہ اوائل بن حجر کو سرداران ملوک یمن کی طرف لکھ کر دیا تھا۔ اس میں یہ تھا۔ کہ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری دی جائے۔ جو کہ دبلی نہ ہو نہ موٹی ہو۔ متوسط درجہ کی دیا کرو اور خزانہ ملے تو اس سے پانچواں حصہ دو۔ جو شخص کنوارا زنا کرے تو اس کو سو درہ مارو۔ اور ایک سال اس کو وطن سے نکال دو۔ اور جو شادی شدہ زنا کرے۔ تو اس کو پتھروں سے مار ڈالو۔ دین میں سستی اور بے پرواہی نہیں۔ اور نہ خدا کے فرائض میں کوئی پردہ داری ہے۔ ہر نشہ دار چیز حرام ہے۔ اور اوائل بن حجر سرداروں کے امیر تھے۔ (اور آپ کے فرمان کی وجہ سے فخر کرتے تھے)

اس خط کی عبارت اس خط سے کہاں ملتی ہے۔ جو کہ صدقہ کے بارہ میں حضرت انسؓ کے لئے لکھی تھی۔ مگر چونکہ ان لوگوں کی باتیں اس حد تک تھیں اور ان کی بلاغت اس طرز کی تھی۔ اور ان کے استعمال میں اکثر یہی الفاظ آیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال کیا۔ تاکہ لوگوں پر وہ باتیں ظاہر کریں۔ جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔ اور تاکہ لوگوں کو وہ باتیں سنائیں جن کو وہ جانتے ہیں۔

اور جیسے آپ کا کلام عطیہ سعدی کی حدیث میں کیونکہ اوپر کا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے کا ہاتھ دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ لینے والا ہے۔ عطیہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ہمارے لغت میں کلام کیا۔ اور جیسے کہ حدیث عامری میں جبکہ اس نے آپ سے پوچھا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ اپنے سے سوال کر یعنی جو چاہتا ہے پوچھ اور یہ لغت بنی عامر کی ہے۔ اور آپ کا معمولی کلام آپ کی فصاحت معلومہ آپ کے کلمات جامعہ' آپ کی حکمتیں منقولہ تو وہ ہیں۔ کہ جن میں لوگوں نے دیوان لکھے ہیں۔ ان کے الفاظ و معانی میں کتابیں جمع کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسے الفاظ ہیں کہ جن کی فصاحت کا مقابلہ اور ان کی بلاغت کا معاوضہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔ اور ان کے ذمہ کو ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی

سعی کرتا ہے (یعنی اس کا ذمہ بھی قابل اعتبار ہے۔ اگر کسی کو ادنیٰ آدمی پناہ دے تو سب پر اس کی وفا لازم ہے) اور مسلمانوں کا ہاتھ اور ان کی قوت اپنے مخالفین پر ہے۔ (یعنی باہمی متفق ہو کر مخالفوں سے مقابلہ کریں) اور آپ کا یہ فرمانا ہے کہ لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔ مرد اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ ایسے شخص کی صحبت میں کوئی بہتری نہیں۔ جو کہ تیرے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو کہ تو اس کے لئے پسند کرے۔

لوگ معدنیات ہیں۔ جو شخص اپنی قدر پہچانے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ جس سے مشہور کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ وہ جب تک کلام نہ کرے مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو کہ اچھی بات کہے۔ تو اس نے غنیمت حاصل کی یا چپ رہا تو بچ گیا۔ آپ کا یہ فرمانا ہے کہ اسلام لا بچ جائے گا۔ اسلام لا تجھ کو دوہرا اجر دے گا۔

تم میں سے میرے نزدیک وہ شخص زیادہ پیارا اور قیامت کے دن میرے پاس زیادہ قریب ہو گا۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ متواضع اور فروتن وہ لوگ ہیں جو کہ لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کا یہ قول کہ شاید کہ وہ لایعنی کلام کرتا رہا ہو۔ اور بے فائدہ بخل کرتا رہا ہو۔ اور دور رہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا نہیں ہوتا۔ آپ کا قیل و قال کثرت سوال و مال ضائع کرنے سے منع کرنا اور لینے اور ماؤں کی نافرمانی۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرنا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جہاں کہیں ہو ڈرتا رہو۔ برائی کے پیچھے نیکی کر وہ اس کو مٹا دے گی لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آ۔ کاموں میں سے بہتر ان کی اوسط ہے۔ دوست سے تھوڑی دوستی رکھ۔ کیونکہ شاید وہ کسی دن تیرا دشمن بن جائے۔ کہ ظلم قیامت کے دن ظلمتیں ہوں گی۔ بعض دعا میں آپ کا یہ فرمانا کہ خداوندا میں تجھ سے رحمت مانگتا ہوں کہ جس سے تو میرے دل کو ہدایت کرے اور میرے کام کو جمع کر دے۔ میری پراگندگی کو جمع کر دے۔ میرے دل کو درست کر دے۔ میرے ظاہر کو اس سے بلند کر دے۔ میرے عمل کو پاکیزہ کر دے۔ میری درستی کو بتلا دے۔ اور میری الفت کو لوٹا دے۔ یعنی جمع کر دے۔ مجھ کو ہر بلائی سے بچائیو۔

خداوندا۔ میں تجھ سے قضا کے وقت کامیابی اور شہیدوں کا مرتبہ سعیدوں کی زندگی دشمنوں پر فتح مانگتا ہوں۔ یہاں تک کہ جن کو ایک جماعت محدثین نے دوسری جماعت سے روایت کیا ہے۔ یعنی آپ کے مقالات آپ کی مجالس آپ کے خطبے آپ کی دعائیں آپ کے جوابات آپ کے عہد و پیمان ایسے ہیں کہ کسی کو ان میں اختلاف نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اقوال اس مرتبہ کے فصیح و بلیغ ہیں۔ کہ اور کلام کو اس پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ اور ایسی سبقت کو گھیرا ہے کہ جس کی قدر اور شان معلوم نہیں ہو سکتی۔

آپ کے وہ کلمات جمع کئے گئے ہیں کہ جن سے بڑھا نہیں جاتا۔ اور کوئی اس پر قادر نہیں کہ اپنے قالب میں ان کو ڈھال کر ویسا ہی بیان کرے۔ جیسے آپ کا یہ فرمانا کہ تنور گرم ہوا یعنی لڑائی بھڑکی۔ وہ اپنی موت مرا یعنی بلا ضرب و قتل وغیرہ۔

مومن ایک سو راخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا۔ نیک بخت وہ ہے کہ دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔ ایسے ہی دوسرے کلمات ہیں جو کہ اس کے مضمون کے دیکھنے والے کو تعجب میں ڈالتے ہیں۔ اور وہ ادنیٰ الفاظ کے فکر میں پڑ جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اعلیٰ درجہ کے الفاظ۔ بلاشبہ آپ کے صحابہؓ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ہم نے کسی کو حضور سے بڑھ کر فصیح نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے کون روکتا ہے۔ بحالیکہ قرآن میری زبان میں اترا ہے۔ صاف عربی زبان میں۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ میں عرب میں زیادہ فصیح ہوں۔ مگر یہ ہے کہ میں قریش میں سے ہوں۔ اور بنی سعد میں میری پرورش ہوئی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جنگلی فصاحت و شیریں کلامی و مضبوطی اور قریوں کی خالص بولی (عربی) جمع کر دی گئی۔ آپ کے کلام میں رونق تائید الٰہی سے بھی ہوئی۔ جس کی مدد وہ وحی ہے۔ کہ جس کے علم تک بشر کا علم احاطہ نہیں کر سکتا۔ ام معبد نے آپ کی کلام و فصاحت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ آپ شیریں کلام تھے۔ نہ کم کلام کرنے والے نہ زیادہ بولنے والے تھے۔ آپ کا کلام ایک موتی کے دانہ تھے۔ جو کہ پروئے جاتے تھے۔ آپ ... خوش آواز تھے۔ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم۔

فصل ۶

آپ کے نسب کا شریف ہونا آپ کے شہر اور مقام پیدائش کا بزرگ ہونا تو ایک ایسا امر ہے کہ جس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس میں کوئی امر مشکل و مخفی ہے۔ کیونکہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم کے منتخب اور قریش کی نسل میں خالص ہیں عرب میں اشرف اور ان میں قوم کے لحاظ سے عزیز تر ہیں۔ اپنے والدین کی طرف سے آپ شہر مکہ کے ہیں۔ جو کہ شہروں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے نزدیک زیادہ مکرم ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی قاضی القضات حسین بن محمد صوفی رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسمٰعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر عبد بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسمٰعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے عمرو سے وہ ابو سعید مقبری سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ۔

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ

ترجمہ:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک میں بنی آدم کے بہت قرنوں سے بھیجا گیا ہوں۔ قرن بعد قرن کے یہاں تک میں اسی قرن میں سے ہوا کہ جس میں کہ ہوا۔

وَعَنْ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهِمْ مِنْ خَيْرِ قَرْنِهِمْ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ قَبِيْلَةٍ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا

ترجمہ:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کے بہتروں سے پیدا کیا ان کے بہتر افراد میں سے پھر قبائل کو پسند کیا۔ تو مجھ کو ان کے بہتر قبیلوں میں سے بنایا۔ پھر گھروں کو پسند کیا۔ تو مجھ کو ان کے بہتر گھروں میں بنایا۔ سو میں ان میں بہتر لوگوں میں سے اور بہتر گھروں میں سے ہوں۔

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرَاہِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ہَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَہٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ:۔ واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو بلند کیا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو قریش سے بنی ہاشم کو بنی ہاشم سے مجھ کو پسند کیا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں جس کو طبری نے روایت کیا یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

اِنَّ اللّٰہَ اِخْتَارَ خَلْقَہٗ فَاخْتَارَ مِنْہُمْ بَنِیْ اٰدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ بَنِیْ اٰدَمَ فَاخْتَارَ مِنْہُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَ الْعَرَبَ فَاخْتَارَ مِنْہُمْ قُرَیْشًا ثُمَّ اخْتَارَ قُرَیْشًا فَاخْتَارَ مِنْہُمْ بَنِیْ ہَاشِمٍ ثُمَّ اخْتَارَ بَنِیْ ہَاشِمٍ فَاخْتَارَنِیْ مِنْہُمْ فَلَمْ اَزَلْ خِیَارًا مِّنْ خِیَارٍ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّہُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَہُمْ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پسند کیا۔ ان میں بنی آدم کو پسند کیا۔ پھر بنی آدم کو پسند کیا تو ان میں سے عرب کو پسند کیا پھر عرب میں سے قریش کو پھر قریش سے بنی ہاشم کو پھر ان میں سے مجھ کو پسند کیا۔ سو میں ہمیشہ اچھوں کی نسل سے ہوتا رہا۔ دیکھو جو شخص عرب کو دوست رکھے گا تو میری دوستی کی وجہ سے ان کو دوست رکھے گا اور جو عرب سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے دشمنی رکھے گا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تھا۔ فرشتے آپ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پیٹھ میں ڈالا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَھْبَطَنِیَ اللّٰہُ اِلَی الْاَرْضِ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ وَقَذَفَ بِیْ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاھِیْمَ ثُمَّ لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ بَیْنَ اَبَوَیَّ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ

ترجمہ:۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پھر مجھ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں اتارا۔ پھر نوح علیہ السلام کی پیٹھ میں اور پھر مجھ کو ابراہیم کی پیٹھ میں (آگ میں) ڈال دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسی طرح بزرگ پشت دریشتوں اور پاک رحموں میں بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے والدین سے مجھ کو ظاہر کیا۔ جو کبھی حرام کے مرتکب نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی صحت پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وہ شعر مشہور ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں انہوں نے کہا تھا (جو آگے آئے گا)

فصل ۷

زندگی کی ضرورت جس امر کی متقاضی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ سو وہ تین قسم پر ہیں۔ ایک قسم تو کمی کی فضیلت میں ہے اور ایک قسم اس کی کثرت کی فضیلت میں ہے۔ اور ایک وہ قسم ہے جس کے مختلف حالات ہیں۔ قلت کی مدح اور کمال بالاتفاق یعنی عادتاً و شرعاً بہرحال ہے۔ مثلاً غذا اور نیند کو دیکھو کہ عرب و حکماء اس کی کمی کی ہمیشہ تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کی کثرت کی برائی۔ اس لئے کہ بہت کھانا اور پینا شہوت و حرص کی دلیل ہے۔ اور شہوت کا غلبہ دنیا اور آخرت میں ضرر کا باعث ہے۔ جسم کی بیماریوں اور ثقل نفس و امتلاء دماغ کو پیدا کرتا ہے۔ جس

کی قلت قناعت نفس کے قابو پر دلالت کرتی ہے۔ شہوت کا توڑنا۔ صحت صفائی۔ طبیعت۔ تیزی ذہن کا سبب ہے۔ جس طرح بہت سونا سستی اور کم ہمتی و ضعف کا سبب ہے۔ تیزی ذہن کا نہ ہونا۔ سستی و عاجزی کی عادت بے فائدہ کاموں میں عمر کے ضائع کر دینے دل کی سختی و غفلت و موت کا باعث ہے۔ اس پر شاہد یہ ہے کہ یہ بالضرور معلوم ہے اور مشاہدہ پایا جاتا ہے اور بتواتر گزشتہ امتوں گزشتہ حکماء اشعار عرب کے کلام اور ان کے اخبار و صحیح احادیث و آثار سلف و خلف سے منقول ہے۔ جس پر گواہی کی ضرورت نہیں ہم نے اس کو اختصار کے لئے اور اس لئے کہ یہ مشہور بات ہے ترک کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان دونوں قسموں یعنی غذا اور نیند میں سے بہت ہی کم حصہ لیا ہے۔ اور آپ کی یہ وہ عادت ہے کہ جس پر انکار نہیں کیا جاتا۔ یہ وہی عادت ہے کہ جس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا ہے اور ترغیب دلائی ہے۔ خصوصاً" اس لئے کہ ان دونوں کا باہمی ربط ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی صوفی حافظ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل اصفہانی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو نعیم حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سلیمان بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن سہل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن صالح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے معاویہ بن صالح نے کہ مجھ سے یحیٰی بن جابر نے مقدام بن معد یکرب سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ حَسْبُ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ۔

ترجمہ۔ ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر برا برتن نہیں بھرا ہے۔ آدم کے فرزند کو چند لقمے کافی ہیں کہ جو کہ اس کی پیٹھ کو قائم رکھیں۔

اور اگر ضروری زیادہ کھانا ہے تو ثلث کھانے کے لئے ثلث پینے کے لئے اور ثلث سانس کے لئے رکھے۔ اور اس لئے کہ نیند کا زیادہ آنا کھانے کی وجہ سے ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تھوڑے کھانے سے رات کی بیداری کا مالک بنایا جاتا ہے۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ زیادہ مت کھایا کرو پھر پانی زیادہ پیو گے اور زیادہ سوؤ گے پھر بہت نقصان پاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بے شک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت پیارا وہ کھانا ہوتا تھا کہ جو مل کر کھایا جاوے۔ یعنی جس پر زیادہ ہاتھ پڑیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک کبھی سیر ہو کر نہیں بھرا۔ آپ اپنے گھر میں ہوتے تو کبھی ان سے کھانا نہ مانگتے اور نہ اس بات کی خواہش ظاہر کرتے۔ اگر وہ لوگ آپ کو کھانا دیتے تو کھا لیتے اور جو کچھ دیتے وہ قبول فرماتے۔ جو پینے کو دیتے پی لیتے۔

اس پر بریرہؓ کی حدیث سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور یہ آپ کا فرمانا کہ میں ہنڈیا میں گوشت نہیں دیکھتا کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء تھا کہ گھر والوں کو آپ کے بارہ میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ (صدقہ) آپ کو حلال نہیں۔ تب آپ نے اس سنت کو بیان کر دیا۔ جب ان کو دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے نہیں پیش کرتے باوجود یہ کہ آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ آپ پر اپنے آپ کو ترجیح نہیں دیا کرتے تب آپ نے ان کے گمان کو سچا کیا۔ اور جس بات سے وہ جاہل تھے وہ ان سے بیان کر دی۔ اور یہ فرمایا کہ بریرہؓ کے لئے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

لقمان کی حکمت میں ہے کہ اے فرزند عزیز جب تو معدہ کو بھرے گا تو تیری فکر سو جائے گی۔ حکمت گونگی ہو جائے گی۔ عبادت سے اعضاء بیٹھ جائیں گے۔

سحنون فرماتے ہیں کہ جو شخص اتنا کھائے کہ اس کا پیٹ بھر جائے تو اس کے لئے علم مناسب نہیں۔ یعنی علم کے قابل نہیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اما انا فلا اکل متکئا ۔ لیکن میں تو تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

تکیہ لگانا یہ ہے کہ کھانے کے لئے سہارا لینا۔ بیٹھنے میں کمال اتکاء یہ ہے کہ چوکڑی مار کر بیٹھے اور اس شکل پر بیٹھنے والا بہت کھانا کھاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کا کھانا اس طرح ہوتا تھا۔ کہ پاؤں کے بل بیٹھتے۔ اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا رکھتے اور فرماتے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسا کہ غلام کھاتا ہے۔ اور بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔ اور محققین کے نزدیک حدیث تکیہ والی کے معنے یہ نہیں کہ ایک طرف میلان ہو۔ اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نیند تھی۔ کہ حضور تھوڑا سویا کرتے تھے۔ اس میں صحیح حدیثیں آئی ہیں۔ اور باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ میری آنکھیں تو سوتی ہیں۔ لیکن میرا دل نہیں سوتا' آپ کی نیند دائیں پہلو کی طرف ہوتی تھی۔ اس سے کم سونے میں مدد لیتے تھے۔ کیونکہ بائیں طرف دل اور اس کے متعلق اعضاء باطنہ کے آرام کے لئے سونا زیادہ خوش گوار ہے کیوں کہ بائیں طرف ان کا میلان ہوتا ہے۔ پھر یہ امر نیند کے استغراق و طول کے لئے مقتضی ہے۔ اور جب سونے والا دائیں طرف ہوتا ہے تو اس کا دل معلق اور بے قرار رہتا ہے۔ سو جلدی افاقہ ہوتا ہے۔ اور استغراق اس کو پورا نہیں گھیرتا۔

فصل ۸

دوسری قسم جس کی کثرت کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور اس کی زیادتی پر فخر ہو سکتا ہے وہ نکاح اور بلند مرتبہ ہے۔ نکاح تو شرعاً" و عادتاً" بالاتفاق ممدوح ہے کہ یہ کمال و صحت مردانگی کی دلیل ہے۔ عادت میں ہمیشہ اس کی کثرت پر فخر کرنا مشہور ہے۔ اسے تعریف کرنا پرانی سیرت ہے۔ لیکن شرع میں تو یہ سنت منقولہ ہے۔ اور بیشک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے اس امت میں افضل وہ ہے کہ جس کی عورتیں زیادہ ہیں۔ اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہیں (کیونکہ آپ کی بیویاں زائد تھیں)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیشک فرمایا ہے کہ تَنَاكَحُوْا تَنَاسَلُوْا فَاِنِّيْ مُبَاهٍ بِكُمُ الْاُمَمَ تم نکاح کیا کرو اور نسل بڑھاؤ۔ کیونکہ میں تم سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔

آپ نے متبتل یعنی نکاح چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔ باوجودیکہ اس میں شہوت کا توڑنا اور آنکھوں کا پست کرنا ہے۔ اور ان دونوں چیزوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول سے متنبہ کیا ہے کہ جو شخص قدرت (مہر و نفقہ کی) رکھتا ہے وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو پست کر دیتا ہے۔ اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ علما نے نکاح کو زہد میں نقصان نہیں خیال کیا۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بیشک عورتیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھیں۔ تو پھر اس میں زہد کیسا ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح ابن عیینہ نے کہا ہے اور بلاشبہ زاہدین صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر عورتیں اور لونڈیاں رکھتے تھے۔ نکاح زیادہ کرتے تھے۔ اس بارہ میں حضرت علی۔ حسن۔ ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے کثرت نکاح کرنا بیان کیا گیا ہے۔

اکثر علما نے اس کو مکروہ سمجھا ہے۔ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے پاس رنڈوا ہو کر جائے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ نکاح اور اس کی کثرت کیونکر ممدوح ہو۔ حالانکہ یہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہیں۔ جن کی خدائے تعالیٰ تعریف کرتا ہے۔ کہ وہ حصور تھے یعنی عورتوں سے رکے ہوئے تھے اب خدائے تعالیٰ نے باوجودیکہ وہ ایسی فضیلت سے عاجز تھے کیوں ان کی تعریف کی اور یہ عیسیٰ بن مریم علیہ اسلام ہیں جو کہ عورتوں سے الگ رہے ہیں اور اگر وہ امر ہوتا جو تم کہتے ہو تو ضرور وہ نکاح کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یحییٰ علیہ السلام کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ حصور تھے۔ یعنی عورتوں سے رکے ہوئے تھے۔ اب خدائے تعالیٰ نے باوجودیکہ وہ ایسی فضیلت سے عاجز تھے کیوں ان کی تعریف کی۔ اور یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں جو کہ عورتوں سے الگ رہے ہیں۔ اور اگر وہ امر ہوتا جو تم کہتے ہو تو ضرور وہ نکاح کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یحییٰ علیہ السلام کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ حصور تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ نامرد تھے یا ان کا ستر نہ تھا بلکہ اس پر بڑے بڑے مفسرین اور علما نے انکار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ نقص و عیب ہے۔ انبیا علیہ السلام کے لئے مناسب نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ گناہوں سے معصوم تھے۔ یعنی گناہ نہ کرتے تھے۔ گویا

ل ان سے رکے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کو شہوتوں سے مانع تھے۔
بعض کہتے ہیں کہ ان کو عورتوں کی خواہش نہ تھی۔

اب تم کو ان سب معانی سے معلوم ہو گیا۔ کہ نکاح پر قدرت نہ ہونا نقصان کی بات ہے۔ اور بزرگی یہ ہے کہ قدرت تو موجود ہو لیکن اس کو توڑے یا مجاہدہ کے ساتھ جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا یا خدا کی طرف سے کفایت ہو۔ جیسے کہ یحییٰ علیہ السلام کا حال تھا۔ یہ فضیلت زائدہ ہے۔ کیونکہ شہوت اکثر اوقات شغل میں ڈالتی ہے۔ اور دنیا کی طرف اتار دیتی ہے۔ پھر یہ اس شخص کے حق میں کہ اس پر قدرت دیا گیا ہو۔ اور اس کا مالک بنایا گیا ہو۔ اس میں ضروری امر پر قیام کرے۔ اور وہ رب سے اس کو نہ روکے۔ بڑا درجہ ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی درجہ تھا۔ کہ آپ کو بیویوں کی کثرت اپنے رب کی عبادت سے نہ روکتی تھی۔ بلکہ اس نے آپ کی زیادتی میں اور زیادتی کی۔ کیونکہ آپ نے ان کو پاکدامن عفیفہ بنا دیا۔ آپ ان کے حقوق کو ثابت رکھتے تھے۔ ان کے لئے کسب کرتے تھے۔ ان کو ہدایت کرتے تھے بلکہ آپ نے تصریح کی۔ کہ ان کی کثرت ان کے دنیاوی حظ میں سے نہیں اگرچہ اور لوگوں کے لئے یہ دنیا کے حظ میں سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین (چیزیں) پسند ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ نے جو عورتوں' خوشبو کا ذکر کیا۔ وہ تو اوروں کی دنیا کی چیزیں ہیں۔ لیکن آپ کا استعمال کرنا دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے ہے۔ بوجہ ان فوائد کے جن کا ہم نے نکاح میں ذکر کیا ہے۔ اور فرشتوں کی ملاقات کی وجہ سے خوشبو میں رہتے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ خوشبو جماع پر برانگیختہ کرتی ہے اور مدد دیتی ہے۔ اس کے اسباب کو حرکت دیتی ہے۔ اور ان دونوں علاقوں سے آپ کو محبت غیر (یعنی عورتوں اور ملائکہ کی وجہ) سے تھی۔ لیکن محبت خاص ذات باری سے اپنے مولا کے جبروت کے مشاہدہ اور اس کی مناجات میں تھی۔ اس لئے دونوں محبتوں میں فرق کر دیا۔ دونوں حالتوں کو جدا بتلا دیا۔ اور فرمایا کہ

نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر دی جاتی ہیں۔

سو اب آپ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ ان کے فتنہ سے کفایت میں برابر ہو گئے۔ اور عورتوں کے ساتھ قیام کرنے سے ان دونوں پر فضیلت میں بڑھ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان میں سے تھے۔ جو اس میں قوت دیئے گئے تھے۔ اور بہت ہی دیئے گئے تھے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آزاد عورتیں بہ نسبت امت کے زیادہ مباح کر دی گئی تھیں۔

ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں رات یا دن میں گیارہ بی بیوں کے پاس جاتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ نکالا اس کو نسائی نے اسی طرح ابو رافع سے مروی ہے۔ طاؤس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جماع میں تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ ایسا ہی صفوان بن سلیم سے روایت ہے آپ کی لونڈی آزاد شدہ سلمی کہتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک رات اپنی نو بیبیوں کے پاس گئے اور دوسری کے پاس آنے سے پہلے آپ غسل کر لیتے تھے۔ اور فرمایا یہ بہت اچھا اور عمدہ ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج رات کو سو عورتوں کے پاس جاؤں گا۔ یا ننانویں کے پاس۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ان کی پیٹھ میں سو مرد کی طاقت تھی۔ اور ان کی تین سو بیبیاں اور تین سو لونڈیاں تھیں۔ نقاش وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ان کی سات سو بیبیاں اور تین سو لونڈیاں تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی باوجود زہد اور اپنے ہاتھ کی کمائی کرنے کے ننانویں عورتیں تھیں۔ اور اوریا کی بیوی سے سو پوری ہوئی تھیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے اس قول سے میرا بھائی ہے اس کی ۹۹ دنبیاں ہیں خبر دی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ فُضِّلْتُ عَلَى النَّاسِ بِأَرْبَعٍ بِالسَّخَاءِ وَالشَّجَاعَةِ وَكَثْرَةِ الْجِمَاعِ وَقُوَّةِ الْبَطْشِ

مجھ کو لوگوں پر چار باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت۔ شجاعت۔ کثرت جماع۔ قوت گرفت۔

لیکن جاہ و مرتبہ سو عقلا کے نزدیک علوتا عمدہ اور تعریف کے قابل ہے۔ اور اس کے جاہ کے موافق لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی صفت میں یہ فرمایا ہے کہ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃِ وہ دنیا اور آخرت میں وجیہہ تھے' لیکن اس کی آفتیں بہت ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے آخرت کے فائدہ کے لئے مضر ہے۔ اسی لئے جس نے اس کی برائی کی ہے۔ اس کو برا کہا ہے۔ اور اس کے ضد کی مدح ہے۔ اور شرع میں گمنامی کی تعریف اور زمین میں بلندی اور جاہ کی مذمت آئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے یہ مرتبہ دیا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت و ہیبت و حشمت' زمانہ جاہلیت میں یعنی نبوت سے پہلے اور بعد نبوت دی تھی۔ حالانکہ کفار مکہ آپ کو جھٹلاتے تھے۔ آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کے درپے تھے مگر خفیہ طور پر یہاں تک کہ جب سامنے آجاتے تھے۔ تو آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ آپ کی حاجت پوری کرتے تھے۔ اس بارہ میں آپ کی خبریں مشہور ہیں۔ اور ان میں سے بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ اور بلاشبہ جس شخص نے آپ کو پہلے دیکھا نہ ہوتا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر ڈر جایا کرتا تھا جیسا کہ قیلہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب اس نے آپ کو دیکھا تو وہ ڈر کے مارے کانپ اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ اے مسکین عورت تو تسلی رکھ۔

ابی مسعود کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا تو کانپنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ گھبرا مت نرمی اختیار کر۔ کیونکہ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔

اور آپ کا بڑا مرتبہ نبوت و شرافت رسالت و صفوت و کرامت میں جو دنیا میں ہے نہایت اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت میں اولاد

آدم میں سردار ہیں۔ اسی فصل کے مطلب میں ہم نے اس تمام قسم کو لکھا ہے۔

فصل ۹

لیکن قسم ثالث کہ جس کے ساتھ مدح کی جاتی ہے۔ اس کے سبب سے فخر کیا جاتا ہے۔ اس سے فضیلت دی جاتی ہے۔ اس کے مختلف حالات ہیں۔ جیسے کثرت مال کیونکہ مالدار فی الجملہ عام لوگوں میں بڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کا یہ اعتقاد اس کی نسبت ہوتا ہے کہ یہ مال کی وجہ سے اپنی حاجت براری کرے گا۔ اس کے سبب اس کی اغراض پوری ہوں گی۔ ورنہ فی نفسہ کوئی فضیلت نہیں۔ اور جب مال اس صورت کا ہو۔ اور مالدار اس کو اپنی ضروریات اور ان لوگوں کی ضروریات میں جو اس کے پاس اس سے امید رکھ کر آتے ہیں۔ ان کے موقعوں پر خرچ کرے۔ بحالیکہ بلندیوں اور نیک ذکر دلوں میں لوگوں کی عزت کا خریدار ہو۔ تو دنیاداروں کے نزدیک اس شخص کی فضیلت ہے اور جب وہ اس کو نیکی کی اقسام اور اس کے راستوں میں خرچ کرے۔ اس سے اللہ اور دار آخرت کا ارادہ کرے۔ تو ہر حال میں یہ سب کے نزدیک فضیلت ہے۔ اور جب مالدار اس میں بخیل ہو اس کے مصارف میں خرچ نہ کرے۔ اس کے جمع کرانے پر حریص ہو۔ تو اس کی کثرت عدم کے برابر ہو گی۔ اس کے صاحب میں نقصان ہو گا۔ وہ مال سلامتی کے راستہ پر اس کو کھڑا نہ کرے گا۔ بلکہ اس کو بخیل کے رذیل گڑھے اور کمینگی کی مذمت میں ڈال دے گا۔

پس اب مال کی تعریف و فضیلت تعریف کرنے والے کے نزدیک فی نفسہ نہیں۔ بلکہ صرف اس لئے اس کی تعریف ہے کہ وہ غیر کی طرف پہنچاؤ دیتا ہے۔ اور اپنے محل خرچ میں خرچ ہوتا ہے۔ اب اس کا جمع کرنے والا جب اس کے متعلقات پر خرچ نہ کرے اور اس کو اقسام خیرات میں صرف نہ کرے۔ تو وہ حقیقت میں بے پرولو نہیں۔ اور دراصل وہ غنی نہیں۔ اور نہ کسی عقلمند کے نزدیک قابل تعریف ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ فقیر ہے۔ اپنی کسی غرض تک نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ جو مال اس کے ہاتھ میں ہے جو اس کو اغراض تک پہنچانے والا تھا۔ اس کو اس پر غلبہ نہیں دیا گیا۔ اب یہ اسی شخص کی

طرح ہو گیا۔ جو غیر کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کا اپنا مال نہیں۔ گویا کہ اس کے ہاتھ میں اس سے کچھ بھی نہیں۔ خرچ کرنے والا شکم سیر غنی ہو گا۔ اس نے مال کے فوائد حاصل کئے ہیں۔ اگرچہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی مال نہ ہو۔

اب تم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عادت مبارک کو دیکھو مال میں آپ کی عادت دیکھو کہ آپ کو زمین کے خزانہ دیئے گئے تھے۔ شہروں کی کنجیاں دی گئیں تھیں۔ آپ کے لئے غنیمتوں کا مال حلال کر دیا تھا۔ آپ کے پہلے کسی نبی پر یہ مال حلال نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی میں ملک حجاز یمن اور تمام جزیرہ عرب اور جو اس کے قریب شام عراق تھا۔ فتح ہو چکا تھا۔ ان کا خمس اور جزیہ اور صدقہ لایا جاتا تھا۔ اور بادشاہوں کے لئے اس میں سے بالکل تھوڑا آتا تھا۔ مختلف ولایات کے بادشاہ آپ کو تحفے بھیجتے تھے۔ آپ ان میں سے اپنے لئے ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اور نہ ایک درم ان میں سے روک لیتے۔ بلکہ اس کو محل تصرف میں خرچ کر دیتے۔ غیر کو اس سے غنی بنا دیتے۔ مسلمانوں کو اس سے قوی بناتے اور فرماتے کہ مجھے یہ خوش معلوم نہیں ہوتا کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو اور رات کو میرے پاس اس سے ایک دینار رہے۔ مگر وہ دینار جو قرض کے لئے لے لوں۔

ایک دفعہ آپ کی خدمت میں بہت سی اشرفیاں آئیں۔ تو آپ نے ان سب کو تقسیم کر دیا۔ ان میں سے چھ باقی رہ گئیں۔ تو وہ ایک بیوی کو دے دیں۔ آپ کو ابھی نیند نہ آئی تھی کہ آپ اٹھے اور ان کو تقسیم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب مجھے راحت حاصل ہوئی۔

آپ نے ایسے حال میں انتقال فرمایا کہ آپ کی زرہ عیال کے خرچ میں گرو پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے خرچ اور لباس مکان میں اس قدر پر بس کیا ہوا تھا کہ جتنی ضرورت دائی ہو۔ اور ماسوا میں زاہد تھے۔ آپ وہ لباس پہن لیتے جو مل جاتا۔ اکثر آپ چادر اور گاڑھا کپڑا اور لنگی گاڑھی پہنتے اور حاضرین پر دیبا کی قبائیں جو کہ سنہری ہوتیں تقسیم کرتے۔ اور جو حاضر نہ ہوتا اس کے لئے اٹھا رکھتے۔ کیونکہ لباس اور زینت میں بزرگی و جلال کی خصلت سے نہیں ہے یہ تو صرف عورتوں کی زینت ہے۔

اور بہتر وہ لباس ہے جو کہ پاک و صاف ہو اور متوسط درجہ کا ہو۔ اور ایسا ہو کہ اس کے ہم جنس پہنتے ہوں۔ اپنے ہم جنسوں کی مروت کو نہ توڑے۔ طرفین کی شہرت تک نہ پہنچے۔ (یعنی نہ تو اعلیٰ درجہ کا ہو نہ زیادہ ذلیل ہو) شرع نے بے شک اس کی مذمت کی ہے۔ لوگوں کے نزدیک علاوتاً اس میں زیادہ فخر کرنا فخر پیدا کرتا ہے۔ کہ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اور میں خوش حال ہوں۔ ایسا ہی عمدہ اور بڑے مکان سے سامان۔ خادموں' سواریوں پر فخر کرنے کا حال ہے۔ اور جو شخص کہ زمین کا مالک ہو یعنی بادشاہ ہو جائے اور اس کی طرف تمام جگہ سے مال غنیمت و جزیہ و صدقات آتے ہوں۔ پھر وہ ان سب کو زہد کی وجہ سے چھوڑ دے تو وہ مال کی فضیلت کا جامع ہے۔ اور اس خصلت سے فخر کا مالک ہے۔ اگر یہ فضیلت اس پر فخر کو بڑھانے والی ہو (ورنہ فی نفسہ مال فضیلت نہیں) اور آپ کرم و حسب میں اصل ہیں۔ کیونکہ فانی اشیا سے زہد کرتے تھے۔ اور جہاں لوگ بخل کرتے ہیں وہاں خرچ کرتے تھے۔

فصل ۱۰

وہ خصال جو کہ اخلاق حمیدہ آداب شریفہ سے حاصل ہوں۔ اور ایسے خلیق کی فضیلت پر تمام عقلا متفق ہیں۔ اور ایسے شخص کی جو ان میں سے ایک خلق سے موصوف ہو عزت کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ ایک خلق سے زائد رکھتا ہو۔ شرع نے ان تمام اخلاق کی تعریف کی ہے۔ ان کا حکم دیا ہے۔ اور جو ان اخلاق سے آراستہ ہو۔ اس کو دائمی سعادت کا وعدہ دیا ہے۔ اور بعض کی تو یوں تعریف کی ہے کہ یہ اجزاء نبوت میں سے ہے۔ اسی کا نام حسن خلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ نفس کے قوی و اوصاف میں اعتدال اور اوسط میں درجہ ہو۔ اس کے اطراف کی طرف میلان نہ ہو۔ اور یہ سب کا سب ہمارے نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق تھا۔ جو اپنے کمال میں انتہا تک اور اعتدال میں اپنی غایت تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انک لعلی خلق عظیم' بیشک آپ بڑے خلق میں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی رضامندی سے راضی ہوتے تھے۔ اس کی ناراضگی سے ناراض تھے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اور اخلاق کو پورا کروں۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

محققین نے ذکر کیا ہے کہ آپ اخلاق پر اصل خلقت و اول فطرت میں پیدا کئے گئے تھے یہ امر آپ کو سوائے خدا تعالیٰ کی عنایت اور ربانی خصوصیت کے کسب اور ریاضت سے حاصل نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح باقی پیغمبروں کا حال ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کے حالات بچپن سے ان کے مبعوث ہونے تک کے مطالعہ کئے ہیں۔ اس کو یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ جیسا کہ عیسیٰ موسیٰ' یحییٰ' سلیمان وغیرہم علیہم السلام کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ بلکہ ان میں یہ اخلاق پیدائشی موجود تھے۔ علم و حکمت ان کی فطرت میں امانت رکھی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ ہم نے اس کو حکمت لڑکپن میں دے دی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو کتاب اللہ کا علم لڑکپن میں دیا تھا۔

معمر کہتے ہیں کہ وہ دو سال یا تین سال کے تھے کہ بچوں نے ان سے کہا۔ تم کیوں نہیں کھیلتے۔ تو جواب دیا کہ کیا میں کھیل کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ صَدَقَ۔ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا تھا۔ یہ کہا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی اس وقت تصدیق کی۔ کہ وہ تین سال کے تھے۔ تب انہوں نے اس لئے گواہی دی کہ وہ کلمۃ اللہ اور اس کی روح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کی اس وقت تصدیق کی تھی۔ کہ جب وہ اپنی ماں

کے پیٹ میں تھے۔ یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں اس بچہ کو جو میرے پیٹ میں ہے دیکھتی ہوں۔ کہ وہ اس بچے کو جو تیرے پیٹ میں ہے سجدہ کرتا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کی جو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا تھا تصریح کی ہے جب کہ اس کو جنا تھا۔ کہ اس نے یہ کہا کہ غم نہ کھا اس قرات پر جس میں کہ من تحتھا ہے۔ یعنی اس نے جو نیچے اس کے تھا۔ اور اس شخص کے قول کے موافق کہ عیسیٰ پکارنے والا تھا۔ اور مسند میں اس کے کلام کی تصریح کی ہے۔

پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا میں خدا کا بندہ ہوں' مجھے اس نے کتاب دی ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَقَدْ ذُكِرَ مِنْ حُكْمِ سُلَیْمٰنَ وَهُوَ صَبِیٌّ ہم نے وہ مقدمہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ اور ہر ایک کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا سلیمانؑ کے حکم کرنے کا جبکہ وہ بچے تھے۔

یہ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ عورت سنگسار شدہ اور لڑکے کے مقدمہ میں ان کے باپ داوٗد علیہ السلام نے ان کی اقتدا کی تھی۔

طبری نے کہا ہے کہ ان کی عمر جبکہ ان کو ملک دیا گیا تھا بارہ سال کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ یہ ہے کہ آپ نے اس کی داڑھی پکڑلی تھی بحالیکہ وہ بچے تھے۔

مفسرین اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ بے شک ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی ہدایت دی تھی۔ یعنی ان کو بچپن میں ہدایت دی تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی طرف خدا نے فرشتہ بھیجا وہ خدا کی طرف سے حکم دیتا تھا کہ اس کو دل سے پہچانیں۔ اور زبان سے ذکر کریں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک میں نے ایسا کیا ہے۔ یہ نہ کہا کہ میں کروں گا۔ سو یہ ان کا رشد تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا اور ان کا بلا میں پڑنا اس

وقت تھا جبکہ ان کی عمر ۱۴ برس کی تھی۔ اسحق علیہ السلام کی آزمائش بھی اس وقت ہوئی جبکہ سات سال کے تھے۔ (مشہو اور مرجح مقام ابتلاء ذبح میں اسمٰعیل علیہ السلام ہیں کَمَا عَلَیْهِ الْمُعْظَمُ) اور ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں' چاند' آفتاب سے دلیل پکڑنا اس وقت تھا جبکہ آپ پندرہ سال کے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس وقت وحی کی تھی جبکہ وہ بچے تھے۔ اور بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ بلاشبہ تم ان کو اس کام کی ایسے حال میں خبردو گے اور علم ہوں گے' وغیرہ آیات جن کا حال ذکر کیا گیا ہے۔

اہل سیر نے بیشک یہ بیان کیا ہے کہ آمنہ بنت وہب نے خبردی ہے کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پیدا ہوئے تھے تو آپ نے زمین کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے اور سر کو آسمان کی طرف اونچا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث میں فرمایا ہے کہ۔

لَمَّا نَشَأْتُ بُغِّضَتْ إِلَيَّ الْأَوْثَانُ وَبُغِّضَ إِلَيَّ الشِّعْرُ وَلَمْ أَهُمَّ بِشَيْءٍ مِمَّا كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَفْعَلُهُ إِلَّا مَرَّتَيْنِ فَعَصَمَنِيَ اللَّهُ مِنْهُمَا ثُمَّ لَمْ أَعُدْ

ترجمہ۔ جب میں جوان ہوا تھا۔ تو مجھ کو بتوں اور شعروں سے دشمنی پیدا ہوئی تھی۔ میں نے جہالت کی باتوں جو جاہلیت کے زمانہ کے لوگ کیا کرتے تھے سوائے دو دفعہ کے کبھی ارادہ نہیں کیا۔ سو خدا نے مجھ کو ان دونوں سے بچا لیا۔ پھر میں نے وہ کام نہ کیا۔

پھر یہ امران کے لئے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی عنایات پے درپے ہونے لگتی ہیں۔ اور ان کے معارف کے انوار چمکتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس درجہ تک پہنچتے ہیں کہ خدا ان کو نبوت کے ساتھ ان خصائل شریفہ کے نہایت تک بدوں مزاولت و ریاضت کے پسند کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ جوانی اور کمال عقل کو پہنچا۔ تو اس کو حکم و علم دیا

اور ہم غیر انبیا علیہم السلام کو پاتے ہیں۔ کہ وہ ان اخلاق میں سے بعض پر پیدا ہوئے ہیں۔ نہ تمام اخلاق پر۔ اور بعض ان اخلاق پر پیدا کئے جاتے ہیں۔ تو ان پر ان سب کا حاصل کرنا خدا کی عنایت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم خدا کی مخلوق میں سے بعض بچوں کو اچھی روش اور ذہانت یا صدق زبان و سخاوت و جوانمردی پر دیکھتے ہیں اسی طرح ہم بعض بچوں کو اس کے برخلاف پاتے ہیں۔ پس کسب سے ناقص کامل ہو سکتا ہے۔ اور ریاضت و مجاہدہ سے امر معدوم کو حاصل کر لیا جاتا ہے۔ اس کا منحرف معتدل بن جاتا ہے۔ ان دونوں حالتوں کے اختلاف سے لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اس امر کی توفیق دیا گیا ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اسی لئے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خلق پیدائشی ہے یا کسبی۔

امام طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے بعض سلف سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ اچھا خلق بندہ میں پیدائشی ہے۔ اس کو عبداللہ بن مسعودؓ نے حسن بصریؒ سے بیان کیا ہے۔ اور اس نے بھی یہی کہا ہے۔ اور صواب وہ امر ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

بیشک سعد بن ابی وقاصؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ كُلُّ الْخِلَالِ يُطْبَعُ عَلَيْهَا الْمُؤْمِنُ اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكِذْبَ ہر خصلت پر مومن کی پیدائش ہوتی ہے۔ مگر خیانت و کذب نہیں ہوتی۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ جرات اور نامردی دونوں پیدائشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے ان کو رکھتا ہے۔ یہ اخلاق محمودہ و خصائل شریفہ بہت ہیں۔ لیکن ہم ان کے اصول کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان سب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی تعریف انشاء اللہ کرتے ہیں۔

فصل ۱۱

اب اس کے فروغ کا اصل اس کے چشموں کا عنصر اس کے دائروں کا نقطہ وہ عقل ہے کہ جس سے علم و معرفت پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے روشن رائے۔ تیزی ذہانت۔

صواب' سچا ظن۔ انجاموں پر نظر۔ نفس کی ضروریات۔ مجاہدہ۔ شہوت۔ حسن سیاست و تدبیر حصول فضائل۔ رذائل سے بچاؤ۔ متفرع ہوتے ہیں۔ اور ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے مرتبہ و مقام کا اور ان سب میں اور علم میں آپ کا ایسی اعلیٰ غایت تک پہنچنے کا کہ کوئی بشر وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اشارہ کر دیا ہے۔ اور جب اس میں آپ کا بڑا مرتبہ اور جو اس سے متفرع ہوتا ہے متحقق ہے۔ اور یہ بات اس کو معلوم ہو سکتی ہے جو کہ آپ کے حالات کے مواقع کی تلاش کرے' آپ کے خصال کا مشاہدہ کرے۔ آپ کے جامع کلمات حسن فضائل عجائب حالات آپ کی احادیث و علم کا مطالعہ کرے۔ جو کہ توریت انجیل و کتب سماویہ حکماء کی حکمتوں گزشتہ امتوں کی تاریخوں اور ان کے واقعات ضرب الامثال سیاسات مخلوق شریعتوں کے مقام آداب نفیسہ کے اصل خصائل پسندیدہ وغیرہ مختلف علوم میں ہے۔ تو ان علما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو ان میں اپنا پیشوا بنایا ہے۔ اور آپ کے اشارات کو حجت ٹھہرایا ہے۔ جیسے آپ کا خواب میں تعبیر کرنا طب حساب فرائض نسب وغیرہ کا جاننا۔ جن کو ہم انشاء اللہ آپ کے معجزات میں بیان کریں گے۔ حالانکہ آپ نے نہ تعلیم پائی نہ کسی مدرسہ میں گئے نہ گزشتہ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ نہ ان کے کسی عالم کے پاس بیٹھے۔ بلکہ آپ نبی امی تھے۔ ان میں سے کسی علم سے مشہور نہ تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو کھول دیا۔ اور آپ کے حال کو ظاہر کیا۔ آپ کو علم سکھلایا اور پڑھایا۔ یہ بات آپ کے حال کے مطالعہ و بحث سے بداہۃً و ضرورۃً سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو آپ کی نبوت پر برہان قاطع سے معلوم ہو سکتی ہے۔ پس ہم تمام قصوں اور بعض قضایا کے ذکر سے طول نہیں دیتے۔ کیونکہ ان کا مجموعہ اس قدر ہے جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی اس کو حفظ کر سکتا ہے۔ آپ کے کمال کے موافق آپ کے معارف تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا تھا۔ اور آپ کو گزشتہ اور آئندہ اور خدا کے عجائبات قدر و ملکوت اعلیٰ پر اطلاع دی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

(پ ۵ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔
عقلیں اس بزرگی کے اندازے میں حیران ہیں اور زبانیں ان کی اوصاف سے ورے جو ان کا احاطہ کریں یا وہاں تک پہنچ سکیں گونگی ہیں۔

فصل ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلم۔ تحمل باوجود قدرت کے معاف کر دینے اور مکروہ چیزوں پر صبر کرنے کے حال میں ہے۔ اور ان القاب میں فرق ہے۔ کیونکہ حلم ایک حالت ہے' کہ جس میں محرکات کے اسباب کے وقت قرار و ثبات ہو۔ اور تحمل یہ ہے کہ تکلیفوں اور موذی چیزوں کے وقت نفس کو روک لینا۔ ایسا ہی صبر ہے۔ ان کے معانی قریب قریب ہیں۔ عفو یہ ہے کہ معاوضہ ترک کیا جائے۔ اور یہ وہ اوصاف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب سکھایا تھا۔ اور فرمایا کہ۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ

ترجمہ :۔ اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرو۔

روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ آیت اتری تو آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کا مطلب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں عالم (یعنی خدا) سے پوچھ کر بتاؤں گا پھر چلا گیا۔ اور واپس آکر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ آپ اس شخص سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے۔ اور اس کو آپ دیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے۔ اور جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیں۔

اور آپ کو یہ فرمایا ہے کہ۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ ۲۱ ع ۱۱)

ترجمہ :۔ اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

ترجمہ :۔ اور جس نے صبر اور معاف کیا۔ تو بیشک یہ امر عظیم الشان امور سے ہے۔

اور اس میں خفا نہیں کہ آپ کا حلم و تحمل بکثرت منقول ہے۔ اور بلاشبہ ہر حلیم میں کوئی لغزش اور کوئی بے فائدہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ الیہ وسلم کا یہ حال تھا۔ کہ کثرت ایذا کے باوجود آپ کا صبر اور جاہل کے اسراف پر حلم ہی بڑھتا تھا۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن علی تغلبی وغیرہ نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے انہوں نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کبھی دو امر میں اختیار دیا جاتا تھا۔ تو آپ ان دونوں میں سے زیادہ آسان امر کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ جب تک کہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے لوگوں کی نسبت بہت دور ہی بھاگتے تھے۔ آپ نے اپنے نفس کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ مگر یہ خدا کے حدود کی بے حرمتی کی جائے۔ تب آپ انتقام لیتے تھے۔

روایت کیا گیا ہے کہ جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے چاروں دانت توڑے گئے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ تو آپ کے اصحاب پر یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اور سب نے عرض کیا۔ کہ حضور ان کفار پر بددعا کریں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَ لٰکِنِّیْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَةً اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ :۔ میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا۔ لیکن دعا مانگنے والا اور رحمت بھیجا گیا ہوں۔ خداوند میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ بیشک نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی تھی۔ اور کہا تھا کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ (اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ) اور اگر آپ ہم پر یہ دعا کرتے تو ہم سب آخر تک ہلاک ہو جاتے۔ کیونکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ آپ کے اگلے چاروں دانت توڑے گئے۔ آپ نے سوائے کلمہ خیر کے بددعا سے انکار ہی کیا۔ اور فرمایا کہ خداوندا! میری قوم کو معاف کر دینا۔ کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

قاضی ابو الفضل کہتا ہے خدا اس کو توفیق دے۔ کہ خیال کر اس کلام میں کس قدر بزرگی و درجات احسان حسن خلق۔ کرم نفس۔ نہایت صبر و حلم جمع ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے صرف سکوت پر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کو معاف کر دیا۔ پھر ان پر شفقت و رحمت کی ان کے لئے دعا مانگی اور سفارش کی۔ اور فرمایا۔ کہ خداوندا ان کو بخش دے یا فرمایا کہ ہدایت دے۔ پھر شفقت و رحمت کے سبب کو ظاہر فرمایا۔ اور ان کو اپنی قوم کہا۔ پھر ان کی طرف سے ان کی جہالت کا عذر کیا۔ اور فرمایا کہ بلاشبہ وہ جاہل ہیں۔ اور جب آپ سے ایک شخص نے کہا۔ کہ آپ انصاف کریں۔ کیونکہ یہ ایسی تقسیم ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں آپ نے اس سے زیادہ نہیں فرمایا کہ اس کو اس کی جہالت بتلائی۔ اس کو نصیحت کی۔ اس کو یہ کہہ کر نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ تجھے افسوس اگر میں انصاف نہ کروں گا۔ تو کون کرے گا۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام اور ناقص رہوں۔ اور اس شخص کو جو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا منع فرمایا۔

اور جب غورث بن حارث نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو غفلت میں قتل کرے۔ دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تنہا تھے۔ اور دوپہر کو سو رہے تھے لوگ بھی سو رہے تھے۔ آپ اسی وقت بیدار ہوئے جب کہ وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ کون تم کو میرے وار سے بچائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ۔ تب اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار پکڑ لی۔ اور فرمایا کہ تم کو میرے وار سے کون روکے گا۔ تو اس نے کہا کہ آپ اچھے پکڑنے والے بنیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور اس کو معاف کر دیا۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں کہ وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

ترجمہ :۔ آپ کی بڑی مہربانیوں اور معافیوں میں سے اس یہودیہ کا قصہ ہے کہ جس نے آپ کو بکری میں زہر ملا کر دیا تھا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اس نے اس کا اقرار کر لیا تھا۔

آپ نے لبید بن الاعصم پر جب کہ اس نے آپ پر جادو کیا تھا۔ کوئی مواخذہ نہ فرمایا تھا۔ حالانکہ آپ کو اس کا علم دیا گیا تھا۔ اس کے سارے حال پر وحی آگئی تھی۔ آپ نے اس پر عتاب تک نہیں کیا تھا۔ چہ جائیکہ سزا دی ہو۔

ایسا ہی عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین پر باوجود اس کے کہ ان سے بڑی بات آپ کے بارہ میں قولاً" وفعلاً" مذکور ہوئی۔ مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ جس نے ان میں سے بعض کے قتل کا اشارہ کیا تھا فرمایا۔ کہ قتل نہ کرنا۔ کیونکہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

انسؓ سے منقول ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ پر ایک چادر گاڑھے کی حاشیہ دار تھی۔ اس کو ایک اعرابی نے سخت کھینچا۔ حتیٰ کہ چادر کے حاشیہ کا نشان آپ کی گردن مبارک پر ظاہر ہوا۔ پھر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان دونوں اونٹوں پر اس مال سے جو کہ خدا نے تجھے دیا ہے لاد دے۔ کیونکہ تم مجھے نہ اپنے مال نہ اپنے باپ کے مال میں سے دیتے ہو۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ مال تو اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔ اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ لیا جائے گا کہا اس لئے کہ آپ برائی کا بدلہ

برائی سے نہیں لیا کرتے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہنس پڑے۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس کے ایک اونٹ کو جو سے بھر دو اور ایک کو کھجوروں سے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک کہ خدا کی محرم چیزوں کی ہتک نہ کی جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ مگر ایسے حال میں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ نہ کبھی کسی خادم کو مارا نہ کسی عورت کو۔

آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ کے قتل کا ارادہ کرتا ہے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تو ڈر یو مت ڈر یو مت اور اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو تجھے ہرگز اس پر قابو نہ ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید بن سعنہ (یہودیوں کا عالم) اسلام سے پہلے آیا اور آپ سے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ آپ کے کپڑے کو آپ کے کندھے مبارک سے کھینچ لیا۔ اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا۔ سختی سے کلام کرنے لگا پھر کہا کہ اے عبدالمطلب کے فرزندو تم دیر کر دینے والے اور خلاف وعدہ ہو۔ تب حضرت عمرؓ نے اس کو جھڑکا اور سختی سے اس کو جواب دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہنستے تھے۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ ہم اس سے سوا اور بات کے تمہاری طرف زیادہ محتاج تھے مجھ کو تم اچھی طرح ادا کرنے کے لئے کہتے۔ اور اس کو اچھے تقاضے کی نصیحت کرتے۔ فرمایا کہ ابھی اس کی مدت میں تہائی باقی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اسکا مال ادا کرو اور بیس صاع اس کو اور زیادہ دو۔ کیونکہ تم نے اس کو ڈرایا۔ پھر اس کے اسلام کا یہی باعث ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ نبوت کی علامات میں سے میں نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرہ میں سب علامتیں دیکھ لی تھیں۔ صرف دو باتیں تھیں۔ کہ میں نے ان کا امتحان نہیں کیا تھا کہ آپ کا حلم آپ کی جہالت پر بڑھ جائے گا۔ اور سخت جہالت آپ کے حلم ہی کو بڑھائے گی۔ سو میں نے اس کو بھی آزما لیا۔ اور ویسا ہی پایا۔ جس طرح کہ آپ کی تعریف میں آچکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حلم و صبر عفو بوقت قدرت کی اتنی حدیثیں ہیں کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تم کو جو ہم نے صحیح اور مصنفات معتبرہ سے لے کر ذکر کیا ہے جو تواتر اور یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ آپ کا قریش کی ایذاء و جاہلوں کی تکلیف و ایذا سے سخت مقابلہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح دی۔ اور ان میں حاکم بنایا۔ حالانکہ وہ اپنی جماعت کے استیصال اور اپنے مجمع کی ہلاکت میں شک نہ کرتے تھے۔ پھر آپ نے معافی اور درگزر پر اور کچھ زیادہ نہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم اس بارہ میں کیا خیال کرتے ہو کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بہتری کا گمان کرتے ہیں۔ آپ سخی بھائی ہیں اور کریم برادر زادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہی کہتا ہوں۔ جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ تم جاؤ۔ تم آزاد ہو۔ (۱۳ ع ۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی (۸۰) مرد مقام تنعیم سے فجر کی نماز کے وقت اترے۔ تاکہ رسول اللہ علیہ وسلم سے لڑیں۔ پھر وہ پکڑے گئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا (پ ۲۶ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

اور ابو سفیان کو جبکہ وہ آپ کی خدمت میں پکڑا آیا۔ بعد اس کے کہ وہ آپ پر متفرق قبائل لے کر چڑھ آیا تھا۔ آپ کے چچا اور اصحابؓ کو قتل کیا تھا۔ ان کو مثلہ بنایا تھا۔ آپ نے معاف فرمایا۔ اور بات کرنے میں نرمی کی۔ اور فرمایا کہ "اے ابوسفیان! افسوس کہ تم پر یہ وقت نہیں آیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کیا ہی حلیم ہیں۔ کیا ہی ملنے والے ہیں۔ کیا ہی کریم ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی نسبت غضب سے بہت دور رہتے تھے۔ اور خوشی کی طرف بہت جلدی کرتے تھے۔

فصل ۱۴

آپ کے جود و کرم سخاوت جوانمردی میں اور ان سب کے معانی قریب ہیں۔ بعض نے ان میں کچھ فرق بھی کیا ہے۔

کرم کا تو یہ معنی کیا ہے کہ بخوشی خاطر اس امر میں خرچ کرنا کہ جس کا مرتبہ و نفع بڑا ہو اس کو جرات بھی کہتے ہیں۔ اور یہ خست کی ضد ہے۔ ساحہ یہ ہے کہ بخوشی خاطر اس حق سے جو غیر کے پاس ہے دور رہنا جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور یہ شکاسہ یعنی بخل کی ضد ہے اور سخاوت یہ ہے کہ بہ سہولت خرچ کرے۔ اور ایسی باتوں سے جو کہ قابل تعریف نہیں علیحدہ رہے۔ اور یہ جود ہے جو کہ تنگی کی ضد ہے۔ پس اخلاق کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی برابر نہ تھا۔ نہ کوئی معارض جس نے آپ کو پہچانا۔ وہ آپ کی تعریف کرتا تھا۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی صوفی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو الولید باجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر ہروی نے کہا حدیث بیان کی ابو الہیثم کشمیہنی اور ابو محمد سرخسی ابو اسحق بلخی نے۔ ان سب نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ فربری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے ابن المنکدر سے کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کبھی سوال کیا جاتا تھا۔ تو آپ لایعنی نہیں کا لفظ کبھی نہ فرماتے تھے۔ انسؓ اور سہل بن سعدؓ سے ایسا ہی منقول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان شریف میں تو بہت سخی ہوتے تھے۔ اور جب آپ سے جبرئیل علیہ السلام ملتے تو سخاوت آندھی سے بھی تیز ہوتی۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے

اس کو اس قدر بکریاں دیں جو کہ دو پہاڑوں کے درمیان آگئیں۔ وہ اپنی قوم کی طرف گیا۔ اور کہنے لگا مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کی سی سخاوت کرتے ہیں۔ جو کہ فاقہ سے خدا کا خوف نہیں کھاتا۔ بہت لوگوں کو آپ نے سو اونٹ تک دیا۔ صفوان کو آپ نے سو دیا پھر سو دیا۔ پھر سو دیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت سے پہلے یہ اخلاق تھے کہ آپ سے ورقہ بن نوفل نے کہا (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے کہا) کہ آپ تھکے ہوئے قبیل دار بے بس محتاج کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ یعنی اس کی مدد کرتے ہیں۔

آپ نے ہوازن کو ان کے قیدی لوٹا دیئے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تک تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا دیا کہ وہ اٹھا نہ سکا۔

آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم آیا۔ آپ نے اس کو بوریے پر رکھا دیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ اور تقسیم کرنا شروع کیا۔ کسی سائل کو رد نہ کیا۔ یہاں تک کہ سب ختم کر دیا۔ اس وقت ایک شخص نے آکر سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اب میرے پاس کچھ نہیں۔ لیکن تم میرے نام پر خریدو۔ یعنی جو تم نے لینا ہو دکاندار سے لے لو۔ اور اس کی قیمت۔ محمدؐ پر رہے گی۔ جب ہمارے پاس کچھ مال آئے گا۔ تو ہم ادا کر دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر تکلیف نہیں دی کہ جس پر آپ قادر نہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کو اچھا نہ سمجھا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! آپ خرچ کرتے رہیں۔ اور عرش کے مالک سے فقر کا خوف نہ کھائیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھ کو اسی بات کا حکم ہوا ہے' اس کو ترمذی نے ذکر کیا ہے۔

معوذ بن عفرار سے منقول ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک طباق اور ککڑی لایا۔ تو آپ نے مجھ کو زیور اور سونا مٹھی

بھر عنایت کیا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز جمع نہ رکھتے تھے۔ آپ کے کرم و جود کی خبریں بہت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو آدھا وسق عنایت کیا (وسق وزنی ساٹھ صاع) ایک اور شخص آپ کے پاس تقاضا کرتا ہوا آیا۔ تو آپؐ نے اس کو پورا وسق دیا۔ اور فرمایا کہ نصف تو قرضہ ہے اور نصف بخشش ہے۔

فصل ۱۴

شجاعت و نجدہ بھی منجملہ صفات عالیہ ہے۔ شجاعت یہ ہے کہ غضب کی قوت ہو مگر وہ عقل کے تابع ہو۔ نجدہ یہ ہے کہ موت کے وقت نفس مطمئن ہو۔ اور اس کے بے دھڑک فعل کی تعریف کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شجاعت و بے باکانہ بہادری اس مرتبہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ مشہور تھی۔ آپ پر بہت سے سخت مواقع پیش آئے۔ بڑے بڑے بہادر شجاع آپ سے کئی بار بھاگے۔ آپ ثابت قدم رہے۔ اور نہ ٹلے۔ آپ آگے بڑھتے تھے۔ پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ نہ وہاں سے سرکتے تھے۔ حالانکہ کوئی شجاع بھی ہو۔ اس کا بھاگنا بھی شمار میں آجاتا ہے۔ اور اس کے ٹل جانے کی یاد رہتی ہے۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کہ آپ میں یہ بات نہ تھی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی جیان نے جو مجھ کو لکھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے اس کے قاضی سراج نے۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اصیلی نے۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو زید فقیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بشار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے غندر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے ابو اسحٰق سے کہ اس نے براء

سے سنا دراں حالیکہ اس سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ کہا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ کو سفید خچر پر سوار دیکھا تھا۔ اور ابو سفیان نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ میں وہ نبی ہوں جو کہ جھوٹا نہیں ہے۔

اور دوسرے راوی نے یہ بھی زائد کیا ہے کہ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

پس اس دن آپ سے بڑھ کر کوئی بڑا بہادر نہیں دیکھا گیا۔ ایک راوی نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خچر سے اتر پڑے تھے۔

اور مسلم نے عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ جب مسلمان اور کفار کی مٹھ بھیڑ ہوئی اور مسلمان بھاگ نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی خچر کو ایڑی مار کر کفار کی طرف بڑھتے تھے۔ اور میں اس کی لگام تھامے ہوئے تھا۔ اور آپ کو روکتا تھا۔ کہ جلد نہ کریں۔ ابو سفیان آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھا۔ پھر پکارا اے مسلمانو الحدیث۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غضب میں آتے تھے۔ اور غصہ آپ کا محض للہ ہوتا تھا۔ تو کوئی شے آپ کے غضب کی تاب نہ لا سکتی تھی۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو بہادر اور صاحب حوصلہ و سخی اور (ہر معاملہ میں) خوش نہیں دیکھا۔

علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی لڑائی گرم ہوا کرتی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب لڑائی سخت شروع ہوتی اور آنکھیں سرخ ہوتیں (یعنی لڑائی کی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بچاؤ کیا کرتے تھے۔ پس آپ سے کوئی بھی دشمن کے قریب تر نہیں ہوتا تھا۔ اور بلاشبہ میں نے دیکھا کہ بدر کی لڑائی کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پناہ لی تھی۔ آپ ہم سے بڑھ کر دشمن کے قریب تھے۔ اس روز لوگوں سے بڑھ کر لڑائی میں تھے۔ اور کہتے ہیں کہ بہادر وہی شخص شمار کیا جاتا تھا جو کہ دشمن کے قریب ہونے کے وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ سب سے بڑھ کر سخی تھے۔ سب سے بڑھ کر بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ گھبرا گئے اور لوگ آواز کی طرف جو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے لوٹتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ آپ ان کی آواز کی طرف پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ اور خیر کی خبر لا رہے تھے۔ ابو طلحہ کے گھوڑے پر برہنہ پشت پر بیٹھ کر گئے تھے۔ اور تلوار آپ کی گردن میں لٹکتی تھی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ تم ہرگز نہ ڈرو۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کسی لشکر کے مقابل ہوتے تو سب سے پہلے حملہ کرتے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابی بن خلف نے جنگ احد میں دیکھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ کر نکل گئے تو میں نجات نہ پاؤں گا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جبکہ بدر کے دن آئے۔ اس سے فدیہ لیا تھا۔ کہا تھا۔ کہ میں گھوڑے کو ہر روز چنے کا ایک ٹوکرا بھرا فراق (۱۶ رطل) کھلاتا ہوں۔ اور تم سے اس پر چڑھ کر لڑوں گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں تم کو قتل کروں گا۔ جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احد کی لڑائی کے دن دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیزی سے گھوڑا دوڑا کر آیا۔ اور مسلمان اس کے سامنے ہو گئے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اور آنے دو۔ آپ نے حارث بن صمہ سے حربہ لیا۔ اور آپ نے اس کو ہلایا۔ تو کفار اس طرح بھاگے جیسے مکھیاں اونٹ کی پشت سے بھاگتی ہیں۔ جبکہ وہ حرکت کرتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سامنے ہوئے۔ اور اس کی گردن میں ایک زخم لگایا۔ جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سے کئی دفعہ گرا۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی۔ پھر وہ قریش کی طرف لوٹ گیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ وہ کہتے تھے کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر لوگوں کو وہ درد

اور زخم محسوس ہوتا۔ جو مجھے ہوا ہے تو وہ سب کو قتل کر ڈالتا۔ کیا اس نے یہ نہ کہا تھا کہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ واللہ! اگر وہ مجھ پر تھوک دیتے تو مجھ کو قتل کر ڈالتے۔ پھر وہ مقام سرف میں مکہ سے واپس آتے ہوئے مر گیا۔

فصل ۱۵

حیا و چشم پوشی

حیا تو یہ ہے کہ وہ ایک رقت ہے۔ جو انسان کے چہرہ پر ایسے فعل کے وقت آتی ہے۔ جس سے کراہت کی توقع ہو یا اس کا ترک اس کے فعل سے بہتر ہے۔

اور چشم پوشی یہ ہے کہ ان باتوں سے تغافل کرنا۔ جن کو انسان طبعاً مکروہ سمجھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں بڑی حیا والے تھے۔ اور ان سے بڑھ کر برائیوں سے چشم پوشی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ :۔

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ :۔ بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بی بیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عتاب نے اور میں نے ان کے سامنے پڑھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن قابسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم

سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسمٰعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ نے کہا خبر دی ہم کو شعبہ نے قتادہ سے کہا کہ میں نے عبداللہ مولی انسؓ سے سنا وہ ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باکرہ عورت سے جو کہ پردہ میں ہو بڑھ کر صاحب حیا تھے اور جب کسی شے کو آپ مکروہ سمجھتے تو ہم وہ آپ کے چہرہ سے پہچان لیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک لطیف تھا۔ آپ کا ظاہر رقیق (باریک) تھا۔ جس بات کو آپ کسی میں مکروہ سمجھتے۔ حیا و شریف النفسی کی وجہ سے اس سے رو در رو کلام نہ کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کسی کی طرف سے کوئی مکروہ امر کی خبر پہنچتی۔ تو یوں نہ فرماتے۔ کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے۔ کہ یوں کہتا ہے۔ لیکن یوں فرماتے تھے کہ قوم کا کیا حال ہے کہ ایسا کرتے ہیں یا ایسا کہتے ہیں' اس سے منع کرتے تھے۔ اور کرنے والے کا نام نہیں لیتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرد آپ کی خدمت میں ایسے حال میں آیا۔ کہ اس پر زردی کا رنگ تھا۔ آپ نے اس سے کچھ نہ کہا۔ اور کسی سے مکروہ شے کی نسبت اس کے سامنے کلام نہ کرتے تھے۔ اور جب وہ چلا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر تم اس کو کہتے کہ اس کو دھو ڈالے اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کو اتار دے (تو وہ ایسا کر لیتا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو فحش گو تھے نہ عمداً فحش کہتے تھے نہ بازاروں میں چلایا کرتے تھے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے کرتے تھے۔ لیکن معاف کرتے تھے۔ اور درگزر فرماتے تھے۔

اور ایسا ہی بروایت عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تورات سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ حیا کی وجہ سے آپ کی نگاہ کسی کے سامنے ٹھہرتی نہ تھی۔ اور کسی کی مکروہ چیز کو نہایت اضطرار کے وقت کنایۃً"

فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

فصل ۴

آپ کا حسن ادب و نیک سیرت اور وسیع خلق جو عام لوگوں سے تھا اس قدر ہے کہ اخبار صحیحہ میں بکثرت آچکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف میں فرماتے ہیں۔ کہ آپ لوگوں میں سے بڑھ کر فراخ سینہ۔ سب سے بڑھ کر سچ بولنے والے سب سے بڑھ کر نرم طبیعت۔ سب سے بڑھ کر شریف برتاؤ والے تھے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن مشرف اناطی نے اور مجھے انہوں نے اجازت دی تھی۔ اور اس کو میں نے دوسرے محدث کے سامنے پڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو اسحق حبل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن نحاس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن الاعرابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوداؤد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ہشام بن مروان اور محمد بن مثنی نے ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے اوزاعی نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے قیس بن سعد سے کہا کہ دیکھا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حکایت بیان کی اس کے آخر میں کہا کہ جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تو سعدؓ نے گدھا آپ کے قریب کیا۔ اس پر ایک کمبل ڈال دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ سعدؓ نے کہا۔ کہ اے قیس! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ قیس نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم سوار ہو۔ میں نے انکار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یا تو سوار ہو یا واپس جاؤ۔ پھر میں لوٹ آیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

میرے آگے تم سوار ہو۔ کیونکہ مالک جانور کا آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الفت کیا کرتے تھے۔ ان کو نفرت نہیں ڈالتے تھے۔ ہر قوم کے کریم کی عزت کرتے تھے۔ ان پر اس کو حاکم بناتے تھے۔ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور ان سے بچتے تھے۔ بدوں اس کے کہ ان سے منہ چھپائیں یا بدخلقی کریں۔ اپنے اصحاب کی نگرانی کرتے تھے۔ ہر ہم نشین کو اس کا حصہ دیتے تھے۔ آپ کا ہم نشین یہ گمان نہیں کرتا تھا۔ کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھ کر آپ کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت کے لئے نزدیک ہوتا۔ تو آپ اس پر صبر کرتے۔ حتیٰ کہ وہی آپ سے الگ ہوتا۔ جو شخص آپ سے حاجت مانگتا۔ تو اس کو دے کر ہی بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے (جس سے اس کو تسلی ہوتی)۔

آپ کا وسیع خلق تمام لوگوں پر محیط تھا۔ آپ ان کے باپ بنے ہوئے تھے۔ اور تمام امت آپ کے نزدیک حق میں برابر تھی۔ ابن ابی ہالہ نے آپ کی یہی تعریف کی۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے رہتے۔ نرم خلق نرم دل تھے۔ نہ بد خلق نہ سخت کلام نہ چلانے والے' نہ فحش گو' نہ عیب کرنے والے' نہ بڑی تعریف کرنے والے تھے۔ جس چیز کو نہ چاہتے تھے اس سے تغافل کرتے تھے۔ آپ کے فیض سے کوئی مایوس نہیں ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ :۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

(پ ۴ ع ۸)

ترجمہ :۔ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

اور فرمایا۔ کہ :۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ (پ ۱۸ ع ۶)

ترجمہ :۔ سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں

یہ بتاتے ہیں۔

جو آپ کو بلاتا اس کی بات مانتے۔ اس کا تحفہ قبول کرتے۔ اگرچہ ایک کراع یعنی پارہ گوشت کا ہوتا۔ اور اس کا بدلہ دیتے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی تھی۔ لیکن کبھی آپؐ نے مجھے اف یعنی اوئے کر کے نہیں پکارا۔ اور نہ کسی شے کو کہ میں نے کیا تھا یہ کیوں ایسا کیا۔ اور نہ کبھی ایسی بات کو جو میں نے ترک کیا تھا' فرمایا کہ کیوں تم نے ترک کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی خلیق نہ تھا۔ آپ کے اصحاب یا گھر والوں سے جو کوئی آپ کو بلاتا' تو آپ لبیک فرماتے۔

جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ کبھی آپ نے مجھ سے پردہ نہیں کیا۔ یعنی مجھے روکا نہیں۔ اور جب مجھے دیکھتے آپ ہنستے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے ہنسی بھی کیا کرتے۔ ان سے مل کر بیٹھتے ان سے باتیں کرتے۔ ان کے بچوں سے پیار کرتے' ان کو اپنی گود میں بٹھاتے' آزاد و غلام لونڈی' مسکین کی دعوت قبول کیا کرتے تھے۔ بیماروں کی خبر شہر کے آخری حصہ تک جا کر لیتے۔ معذور کا عذر قبول کرتے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے آپ کے کان میں منہ رکھ کر بات کی۔ آپ نے کبھی اپنا سر نہیں ہٹایا۔ حتیٰ کہ وہی شخص اپنا سر ہٹاتا۔ اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑتا۔ جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ چھوڑتا۔ آپ اپنا ہاتھ نہ چھوڑاتے تھے۔ آپ کو کبھی دیکھا نہیں گیا۔ کہ آپ اپنے ہم جلیس کے سامنے اپنے گھٹنوں کو اس سے بڑھا کر بیٹھے ہوں (چہ جائے کہ پاؤں) جو آپ کو ملتا پہلے آپ سلام کہتے تھے۔ اپنے اصحاب سے پہلے خود مصافحہ کیا کرتے تھے۔ کبھی آپ کو نہیں دیکھا گیا کہ صحابہ کے درمیان آپ نے پاؤں دراز کئے ہوں۔ کہ ان سے کسی کو تنگی ہو۔ جو آپ کی خدمت میں آتا۔ آپ اس کی عزت کرتے اور بہت دفعہ آپ اپنا کپڑا اس کے لئے بچھا دیتے۔

اور اپنے نیچے کا بچھونا اس کو دیتے۔ اور اس کو اس پر بیٹھنے کی تاکید فرماتے۔ اگرچہ وہ انکار کرتا۔ اصحاب کی کنیت مقرر کرتے ان کو ان کے بہتر ناموں سے پکارتے۔ جن سے ان کی عزت ہوتی۔ کسی کی بات کاٹتے نہ تھے۔ یہاں تک کہ وہ بڑھ جاتا۔ تو پھر آپ اس کو روک دیتے۔ منع کرنے سے یا کھڑے ہونے سے یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ جب کبھی آپ نماز میں ہوتے اور کوئی آکر بیٹھ جاتا تو آپ نماز کو مختصر کر کے اس سے مطلب پوچھتے۔ جب اس سے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے۔ آپ لوگوں میں سے اکثر زیادہ تبسم فرماتے۔ لوگوں میں سے نہایت ہی پاکیزہ نفس تھے۔ جب تک کہ آپ پر قرآن نازل نہ ہوتا یا وعظ نہ کرتے یا خطبہ نہ پڑھتے۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں۔ کہ میں نے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر تبسم فرماتے ہوئے نہیں دیکھا۔

انسؓ سے مروی ہے کہ مدینہ شریف کے غلام لونڈیاں صبح کے بعد جب آپ نماز پڑھ چکتے تو آپ کی خدمت میں پانی کے برتن لاتے۔ آپ ہر ایک برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا کرتے تھے۔ اور اکثر سردی کا موسم بھی آجاتا تھا۔ اس سے لوگ تبرک لیا کرتے تھے۔

فصل ۱۷

شفقت مہربانی رحمت جو تمام مخلوق پر آپ کرتے۔

سو اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) وہ باتیں ناگوار معلوم ہوتی ہیں جو کہ تم کو تکلیف دہ ہیں۔ تم پر آپ حریص ہیں۔ مومنین پر مہربان رحیم ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہی کر کے بھیجا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے آپ کو دو نام دیئے ہیں۔ فرمایا۔ کہ مومنین پر

آپ رؤف' رحیم ہیں۔

امام ابوبکر بن فورک نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے فقیہ ابو محمد عبداللہ بن محمد خشنی نے اور میں نے ان کے سامنے حدیث پڑھی۔ کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے امام الحرمین ابو علی طبری نے' کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالغافر فارسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حجاج نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو طاہر نے۔ کہا خبر دی ہم کو ابن وہب نے کہا بیان کیا ہم سے یونس نے ابن شہاب سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جہاد کیا۔ اور حنین کا ذکر کیا۔ تب آپ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دئے پھر سو دیئے پھر سو دئے۔ ابن شہاب کہتے ہیں۔ کہ سعید بن مسیب نے ہم سے بیان کیا۔ کہ صفوان نے یوں کہا۔ کہ واللہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دیا۔ جو کچھ کہ دیا۔ اور وہ تمام مخلوق میں سے میرے نزدیک برے تھے۔ لیکن آپ مجھے برابر دیتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے بہتر ہو گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک اعرابی آپ کے پاس کچھ طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اس کو مال دیا۔ پھر فرمایا۔ کہ کیا میں نے تم پر احسان کیا ہے؟ اعرابی نے کہا نہیں۔ اور نہ تم نے کچھ احسان کیا۔ تب مسلمانوں کو غصہ آیا۔ اور اس کے مارنے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کو اشارۃ روک دیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ اور اس کی طرف اور زائد مال بھیجا۔ پھر فرمایا کہ کیا میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے؟ کہا ہاں' آپ کو اللہ تعالیٰ اہل و قبیلہ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا۔ کہ تم سے جو کچھ کہا تھا۔ اور میرے اصحاب میں تمہاری طرف سے رنج تھا۔ اگر تو پسند کرے۔ تو ان کے سامنے یہ بات کہہ دے جو میرے سامنے کہی ہے۔ تاکہ ان کے دلوں سے کدورت جاتی رہے۔ اس نے کہا وہاں (کہہ دوں گا)

جب اگلا دن ہوا یا شام ہوئی تو وہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے جو کچھ کہا تھا تم کو معلوم ہے۔ ہم نے اس کو اور مال دیا۔ اب وہ کہتا

ہے کہ میں راضی ہوں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ سو تم کو اللہ تعالیٰ اہل و قبیلہ کی طرف سے جزاء خیر دے۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اور اس کی مثال اس شخص کی ہے کہ جس کے پاس اونٹنی ہو۔ جو کہ بھاگ جائے۔ پھر لوگ اس کے پیچھے دوڑیں۔ تو وہ اور بھی متنفر ہو کر بھاگے۔ تب اس کا مالک ان کو پکارے کہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ تم سے میں اس کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کروں گا۔ اور تم سے زیادہ واقف ہوں۔ پھر وہ اس کی طرف اگلی طرف سے متوجہ ہوا۔ اور زمین کی سبزی دکھا کر اس کو پکڑ لیا۔ اور لوٹا لایا۔ یہاں تک کہ وہ آگئی اور بیٹھ گئی۔ اس پر اس نے اپنا کجاوہ ڈالا اور سیدھا بیٹھ گیا۔ میں اگر تم کو چھوڑ دیتا۔ اور تم اس کو اس کے کہنے پر قتل کر ڈالتے۔ تو وہ دوزخ میں جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ لَا يُخْبِرُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس میرے اصحاب کی کوئی بات نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس حال میں آؤں کہ میرے دل میں کچھ بات نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یہ شفقت تھی کہ ان پر آپ تخفیف و تسہیل کرتے تھے۔ اور بعض اشیاء کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو ان کو حکم دیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کیا کریں۔

رات کی نماز کی حدیث اور روزہ وصال سے صحابہ کو منع فرمانا اور کعبہ میں داخل ہونے کو مکروہ سمجھنا۔ تا کہ آپ کی امت رنج میں نہ پڑ جائے۔ آپ کا اپنے رب سے دعا مانگنا کہ ان کی گالی اور لعنت کو ان کے لئے رحمت کر دے۔ آپ بچہ کا رونا سنا کرتے تو نماز میں اختصار کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت میں سے یہ بات تھی۔ کہ اپنے رب سے دعا مانگی۔ اور اس سے عہد لیا۔ کہ خداوندا جس شخص کو

میں گالی دوں یا لعنت کروں۔ تو اس کے لئے یہ امر پاکیزگی رحمت صلوۃ ظہور اور قرب کر دے۔ کہ جس سے تیرے تک قیامت کے دن پہنچ جائے۔

اور جب آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی۔ تو جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں جو آپ کے کلام کو رد کرتی ہے سنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو حکم دیا ہے کہ آپ جو اس کو چاہیں' ان کے بارہ میں حکم دیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو پکارا اور سلام کہا اور عرض کیا کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو ان پر دونوں پہاڑوں کو ڈال دوں۔ (اور یہ دب کر ہلاک ہو جائیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلکہ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے وہ لوگ نکالے گا۔ جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے۔ کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔

ابن المنکدر نے روایت کیا ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان۔ زمین کے۔ پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنی امت کو ڈھیل دیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا گیا۔ تو آپ نے ان میں سے آسان کو پسند فرمایا۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہماری نشاط خاطر سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ ہمارے اکتانے سے ڈرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ اونٹ پر سوار ہوئیں جو سخت تھا۔ پس کبھی اس کو آگے بڑھاتیں اور کبھی پیچھے ہٹاتی تھیں۔ (تاکہ رام ہو جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم نرمی اختیار کرو۔

فصل ۱۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وفا اور حسن عہد وصلہ رحم میں جو خلق تھا۔

اس کا ذکر یہ ہے :۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عامر محمد بن اسماعیل نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن الاعرابی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن صالح نے بدیل سے وہ عبدالکریم بن عبداللہ بن شقیق سے وہ اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن ابی الجساء سے اس نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے آپ سے ایک سودا کیا۔ اور اس کا روپیہ کچھ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ اسی جگہ میں آؤں گا۔ لیکن میں بھول گیا۔ تیسرے دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ پھر میں جو آیا۔ تو دیکھا کہ آپ اسی جگہ پر موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے جوان تم نے مجھے تکلیف دی۔ میں تو تین دن سے تمہارا یہاں ہی انتظار کر رہا ہوں۔

انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کبھی ہدیہ آتا۔ تو آپ فرماتے کہ اس کو فلاں عورت کے گھر لے جاؤ۔ کیونکہ وہ حضرت خدیجہؓ کی سہیلی تھی۔ وہ حضرت خدیجہؓ کو دوست رکھتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ میں نے جس قدر خدیجہؓ پر غیرت کھائی ہے کسی عورت پر نہیں کھائی۔ کیونکہ میں آپ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا کرتی تھی۔ آپ بکری ذبح کرتے تھے۔ تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ آپ سے ان کی بہن نے اجازت مانگی۔ تو آپ ان کے آنے سے خوش ہوئے۔ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو آپ خوشی سے پیش آئے۔ اور اچھی طرح اس سے باتیں کیں۔ اور جب وہ نکل گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ خدیجہؓ کے زمانہ میں ہمارے گھر میں آیا کرتی تھی۔ اور اچھا برتاؤ ایمان میں سے ہے۔

بعض نے آپ کی یوں تعریف کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت والوں سے ملا کرتے تھے۔ بدوں اس کے کہ ان کے افضل پر ان کو ترجیح دیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ فلاں شخص کی اولاد میری وارث تو نہیں۔ لیکن یہ بات ہے کہ ان کو مجھ سے قرابت ہے۔ اس کی تری سے ان کو تر کرتا

ہوں۔ یعنی ملتا ہوں۔ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو کندھے پر اٹھا کر نماز پڑھی ہے۔ جب سجدہ کرتے تو اس کو اتار دیتے۔ اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے۔

ابی قتادہؓ سے مروی ہے کہ نجاشی بادشاہ کی طرف سے ڈیپوٹیشن آیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ آپ سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کو کافی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے اصحاب کی خاطر کرتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی خاطر کروں۔

جب آپ کی رضاعی بہن شیماء ہوازن کے قیدیوں میں آئی۔ اور اس نے آپ کو پہچان لیا۔ تو آپ نے اس کے لئے چادر بچھائی۔ اور اس سے کہا۔ کہ اگر تو چاہتی ہے کہ میرے پاس عزت سے رہے تو رہو۔ یا تجھے میں کچھ دے کر واپس کر دوں۔ اس نے اپنی قوم کی طرف جانا پسند کیا۔ اور آپ نے اس کو کچھ دیا (یعنی ایک غلام ایک لونڈی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ تو آپ نے اس کو تین غلام اور ایک لونڈی اور اونٹ و بکریاں دیں)۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ بحالے کہ میں لڑکا تھا۔ کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ حتیٰ کہ آپ کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ تو آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا یہ کون ہے۔ تو صحابہؓ نے کہا کہ یہ آپ کی ماں ہے۔ جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔

عمرو بن السائب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ کا رضاعی باپ آیا۔ آپ نے اس کے لئے چادر کا ایک حصہ بچھایا۔ اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کی (رضاعی) بہن آئی۔ تو اس کے لئے دوسرا حصہ چادر کا بچھایا۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور اس کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثویبہ کی طرف جو کہ ابولہب کی آزادہ شدہ لونڈی تھی۔ اور آپ کی رضاعی ماں تھی۔ کپڑے اور نقد بھیجا کرتے تھے۔ اور جب وہ

فوت ہو گئی تو آپ نے اس کے قرابتیوں کی نسبت دریافت کیا تو کہا گیا۔ کہ کوئی باقی نہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ تو صلہ رحم کرتے ہیں۔ اور قبیل دار کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ فقیر محروم سے ملاپ کرتے ہیں۔ یعنی دیتے ہیں۔ اور حق کی مصیبتوں پر مدد کرتے ہیں۔

فصل ۱۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع کرنا باوجود بلند منصب اعلیٰ مرتبہ کے۔ سو آپ لوگوں میں سے بڑے ہی متواضع تھے۔ اور تکبر نہ کرتے تھے۔ اور تم کو یہ حدیث کافی ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا۔ کہ آپ نبی بادشاہ بننا چاہتے ہیں یا نبی بندہ۔ سو آپ نے نبی بندہ ہونا اختیار کیا۔ تب آپ کو اسرافیل علیہ السلام نے اس وقت کہا۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع کی وجہ سے یہ عنایت کیا۔ کہ آپ قیامت کے دن اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین سے آپ نکلیں گے۔ اور سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالولید بن عواد فقیہ رحمہ اللہ نے میں نے ان کے روبرو ان کے مکان میں جو قرطبہ میں تھا' پڑھی تھی۔ ۵۰۷ ہجری میں۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن درسہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن نمیر نے مسعر سے' وہ ابی العنبس سے وہ ابی العدبس سے وہ ابی مرزوق سے۔ وہ ابی غالب سے۔ وہ ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر تکیہ کئے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے۔ تو ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہ

لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا تم عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔ جو کہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔

اور فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ میں تو ایک بندہ ہوں۔ جس طرح بندہ کھاتا ہے میں بھی کھاتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے میں بھی بیٹھتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھا لیا کرتے تھے۔ مسکینوں کی عیادت کیا کرتے تھے۔ فقرا کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ غلام کی دعوت قبول کیا کرتے تھے۔ اپنے اصحاب سے ملے جلے بیٹھا کرتے تھے۔ جہاں موقع ملتا بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ اِنَّمَا عَبْدٌ اَنَا فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، مجھ کو اتنا نہ بڑھاؤ جتنا کہ نصاریٰ نے ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا ہے میں تو بندہ ہوں۔ سو تم کہا کرو۔ کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کی عقل میں فتور تھا۔ وہ آپ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے اور فلاں، تو مدینہ کے جس راستہ میں چاہے بیٹھ۔ میں وہیں بیٹھ کر تمہاری باتیں سنوں گا۔ وہ بیٹھ گئی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اس کی باتوں سے فارغ ہوئے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ غلام کی دعوت منظور کرتے تھے۔ بنی قریظہ کے دن آپ گدھی پر سوار تھے۔ جس کی مہار رسی کی تھی۔ جو کہ کھجور کی بنی ہوئی تھی۔ اس پر پالان تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ جو کی روٹی اور باسی سالن کی طرف بلائے جاتے تھے۔ تو وہ بھی قبول کر لیا کرتے تھے۔

کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرانے کجاوہ پر حج کیا۔ اور آپ پر

صوف کی چادر تھی۔ جو کہ چار درہم کی قیمت سے زائد نہ تھی۔ آپ نے یہ دعا مانگی تھی کہ خداوندا اس کو خالص حج بنا۔ جس میں ریا اور نمود کو دخل نہ ہو۔ اور حضورؐ نے یہ خود عمداً" اختیار کیا ہوا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر زمین کو کھول دیا تھا۔ (یعنی خزانہ زمین) اور اس حج میں آپ سو اونٹ ہدی کے طور پر لے گئے تھے (اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر ذبح کئے تھے)۔

اور جب آپ پر مکہ فتح ہوا۔ اور آپ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہوئے تو عاجزی و تواضع کے طور پر آپ نے اپنی سواری کے کجاوہ پر سر جھکا لیا۔ یہاں تک کہ عنقریب اس کے اگلے حصے کے ڈنڈے سے ملنے لگا تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع میں سے یہ ہے کہ فرمایا ہے مجھ کو یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ اور انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ موسیٰ علیہ السلام پر مجھ کو پسند نہ کرو۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک سے مستحق ہیں۔ اور اگر میں اتنی مدت (قید خانہ میں) ٹھہرتا۔ جس قدر یوسف علیہ السلام رہے تھے۔ تو میں بلانے والے کی بات مانتا۔ (اور جلد چلا جاتا) اور اس شخص کو جس نے آپ سے کہا تھا کہ اے مخلوق میں سے بہتر یہ فرمایا تھا۔ کہ یہ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ان احادیث پر اس کے بعد کلام ہو گا۔

حضرت عائشہؓ و حسنؓ و ابی سعیدؓ وغیرہم سے آپ کی صفت میں آیا ہے۔ اور بعض نے زیادہ کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے۔ اپنے کپڑوں میں جوئیں دیکھتے تھے۔ (اگرچہ جوئیں موجود نہ ہوتیں) اپنی بکری کا دودھ دوہتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگاتے تھے۔ اپنی جوتی گانٹھ لیتے تھے۔ اپنی خدمت کرتے۔ گھر میں جھاڑو دیتے تھے۔ اونٹ کا گھٹنہ باندھتے تھے۔ اونٹ کو گھاس چارہ دیتے تھے۔ خادم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور خادمہ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور خادمہ کے ساتھ آٹا گوندھا کرتے تھے۔ اپنا سودا بازار سے لے آیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مدینہ کی لونڈیوں میں سے بعض بے

شک آپ کا ہاتھ پکڑ لیا کرتی۔ پھر آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی۔ یہاں تک کہ آپ اس کا کام کر دیا کرتے۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ کی ہیبت سے اس کے بدن پر رعشہ ہو گیا۔ آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی بادشاہ نہیں۔ میں تو قریش کی ایک عورت کا لڑکا ہوں۔ جو کہ سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بازار میں گیا۔ آپ نے پاجامہ خریدا۔ اور تولنے والے سے فرمایا کہ وزن کر دے اور جھکتا ہوا تول۔ پورا قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ پھر جلدی سے وزن کرنے والا صراف اٹھا۔ اور آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دینے لگا۔ آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ کام عجمی اپنے بادشاہوں سے کیا کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو تم میں سے ایک مرد ہوں۔ پھر آپ نے پاجامہ لے لیا۔ میں جلدی سے اٹھانے لگا۔ تو فرمایا شے کا مالک اپنی شے کے اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے۔

فصل ۲۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل امانت عفت صدق زبان کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے زیادہ امانت دار زیادہ عادل زیادہ پاک دامن زیادہ راست گو تھے۔ جب سے کہ آپ دنیا میں تشریف لائے۔ اور اس بات کا آپ کے دشمن و مخالف بھی اقرار کرتے تھے۔ نبوت سے پہلے آپ کا نام امین تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آپ کا نام امین اس لئے پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اخلاق صالحہ جمع کر دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ آپ کی تابعداری کی گئی ہے۔ وہاں پر یعنی ملاء اعلیٰ میں امین ہیں۔

اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں۔ کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

اور جب قریش نے بنیاد کعبہ کے وقت اختلاف کیا تھا۔ کہ کون حجر اسود کو رکھے۔ تو انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ جو شخص سب سے پہلے آئے وہ حجر اسود رکھے۔ تب نبی

صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور یہ نبوت سے پہلے کا ذکر ہے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ محمدؐ ہیں۔ یہ امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

ربیع بن خثیم کہتے ہیں۔ کہ جہالت کے زمانہ میں اسلام سے پہلے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلے لے جایا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَمِیْنٌ فِی السَّمَاءِ فِی الْاَرْضِ۔ اللہ (اللہ کی قسم) میں آسمان میں امین ہوں زمین میں امین ہوں۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی صوفی حافظ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل بن خیرون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی بن زوج الحرہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو کریب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے معاویہ بن ہشام نے سفیان سے وہ ابواسحٰق سے وہ ناجیہ بن کعب سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم تم کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جو تم لائے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (پ ۷ ع ۱۰)

ترجمہ:۔ تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اور اس کے سوا دوسرے نے کہا ہے کہ ہم تم کو نہیں جھٹلاتے اور آپ ہم میں جھوٹے نہیں ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق ابو جہل سے جنگ بدر کے دن ملا اور اس سے کہا کہ اے ابوالحکم یہاں پر میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں۔ جو ہماری کلام کو سنتا ہو۔ مجھ کو محمد کی بابت بتلا کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ اس نے کہا کہ واللہ! محمدؐ ضرور سچا ہے۔ اور کبھی اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور ہرقل بادشاہ نے ابو سفیان سے آپ کی نسبت یہ پوچھا کہ کیا تم لوگ پہلے اس کے جو وہ کہتے ہیں۔ کبھی ان کو جھوٹ کا عیب لگایا کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔

نضر بن حارث نے قریش سے کہا کہ بے شک تم میں محمدؐ جوان اور بچے رہے ہیں۔ جو کہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ سچے تھے۔ سب سے بڑھ کر امانت میں تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی کنپٹی میں سپیدی دیکھی۔ اور تمہارے پاس لائے جو کچھ کہ لائے۔ تو تم نے کہا کہ وہ جادوگر ہے۔ واللہ وہ جادوگر نہیں ہیں۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے۔ کہ آپ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو جو کہ آپ کے ملک میں نہ ہو نہیں چھوا۔ (اور جہاں آیا ہے وہاں کپڑے کے اوپر سے مراد ہے)

اور صحیح حدیث میں ہے۔ کہ تم پر افسوس ہے۔ اگر میں عدل نہیں کرتا تو پھر اور کون کرتا ہے۔ اگر میں نے عدل نہیں کیا تو میں خسارے والا ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں سے آسان ہی کو اختیار کرتے تھے۔ جب تک گناہ کی بات نہ ہوتی۔ اور اگر وہ گناہ ہوتا۔ تو اس سے سب سے بڑھ کر بھاگتے۔

ابوالعباس مبرد کہتے ہیں کہ نوشیرواں نے اپنے دنوں کو یوں تقسیم کر رکھا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہوا کا دن نیند کا ہے۔ ابر کا دن شکار کے لئے ہے۔ بارش کا دن شراب کے لئے ہے۔ آفتاب کا دن لوگوں کی ضروریات کے لئے ہے۔ ابن خالو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ نوشیروانیو میں سے دنیاوی سیاست کا دانا تھا۔ (جیسا کہ قرآن میں ہے) وہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دن کے تین حصے کئے ہوئے تھے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اور ایک گھر والوں کے لئے۔ اور ایک اپنے نفس کے لئے۔ پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر رکھا تھا۔ اور آپ خاص لوگوں سے عام لوگوں کی مدد لیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم ایسے لوگوں کی ضرورت کو مجھ تک پہنچاؤ۔ جو میرے پاس نہیں آسکتے۔ کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کو پہنچاتا ہے۔ جو کہ خود نہیں پہنچا سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی گھبراہٹ کے

دن امن دے گا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو دوسرے کے گناہ کے عوض نہیں پکڑا کرتے تھے۔ اور نہ کسی کی تصدیق دوسرے کے برخلاف کرتے تھے۔ (یعنی بلا تحقیق)

ابو جعفر طبری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ میں نے دو دفعہ کے سوا ایام جاہلیت کے کاموں کا ارادہ نہیں کیا۔ اور ان دونوں دفعہ خدا تعالیٰ مجھ میں اور میرے ارادہ میں حائل ہو گیا تھا۔ پھر میں نے کبھی برائی کا ارادہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو خدا نے رسالت سے مشرف کیا۔

میں نے ایک رات ایک لڑکے سے کہا۔ جو کہ میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کہ اگر تو میری بکریوں کو سنبھالے تو میں مکہ میں جاؤں۔ اور مکہ میں جاکر جس طرح جوان لوگ باتیں کرتے ہیں میں بھی کروں۔ پھر میں اس ارادہ سے نکلا۔ یہاں تک کہ پہلے گھر میں آیا۔ تو میں نے وہاں پر دف بجتے اور باجوں کی آواز سنی۔ جو کہ کسی کی شادی تھی۔ پھر میں وہاں بیٹھ گیا۔ کہ دیکھوں کیا گاتے ہیں۔ اتنے میں مجھے نیند آگئی۔ اور سو گیا۔ پھر مجھے دن چڑھے ہی جاگ آئی۔ میں وہاں سے لوٹ آیا۔ اور اپنی ضرورت پوری نہ کی۔ پھر ایک اور دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد میں نے کبھی برا ارادہ نہیں کیا۔

فصل ۲۱

آپ کے وقار۔ آپ کی خاموشی۔ بردباری۔ موت۔ حسن سیرت کا بیان یہ ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی حیانی حافظ نے بطور اجازت کے اور میں نے اس کے نسخہ سے اپنے نسخہ کا مقابلہ کیا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالعباس دلائی نے کہا خبر دی ہم کو ابو ذر ہروی نے کہا خبر دی ہم کو ابو عبداللہ وراق نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے لولوی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے

عبدالرحمٰن بن سلام نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حجاج بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے عمر بن عبدالعزیز بن وہب سے کہا کہ میں نے خارجہ بن زید سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں لوگوں سے زیادہ باوقار تھے۔ آپ کے (اطراف) اعضاء میں کوئی چیز نہ نکلتی تھی۔ یعنی کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوتی تھی۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں بیٹھتے تھے۔ تو دونوں ہاتھوں سے احتبا کرتے تھے۔ (احتبا ایک قسم کا بیٹھنا ہے یعنی گھٹنوں کو کھڑا رکھ کر پیٹھ پر بیٹھنا اور دونوں ہاتھوں یا کپڑے سے گھٹنوں سے احاطہ کر لینا) اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں چوکڑی مار کر بیٹھنا آیا ہے اور بعض دفعہ پیٹھ پر بدوں احتبا کے بیٹھتے تھے۔ اور یہ قبلہ کی حدیث میں ہے۔

آپ بہت خاموش رہتے تھے۔ بلا ضرورت کلام نہ کرتے تھے۔ جو شخص کہ اچھی بات نہ کہے اس سے اعراض کرتے تھے۔ آپ کا ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ آپ کا کلام صاف صاف کھلا ہوتا تھا۔ فضول اور ناقص نہ ہوتا تھا۔ اور آپ کے صحابہ کا آپ کے سامنے توقیر اور پیروی کے لئے ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ آپ کی مجلس حلم و حیا خیرو امانت کی ہوتی تھی۔ جب آپ کلام کرتے تھے۔ تو آپ کے صحابہ سروں کو نیچا کر لیتے تھے۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور آپ کی صفت میں ہے کہ آپ آگے کو جھک کر چلتے تھے۔ اور نرمی سے چلتے تھے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے کی طرف چلتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو تمام اعضا کو ملا کر چلتے تھے۔ (یعنی یہ نہیں کہ سر ہلاتے چلے یا کوئی اعضاء خاص) آپ کی چال میں یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ نہ تو گھبراہٹ ہے نہ سستی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں۔ کہ بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

جابر رضی اللہ عنہما منقول ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل یا ترسیل تھی۔ یعنی ٹھہر ٹھہر کر کلام کرتے تھے۔

ابن ابی ہالہ کہتے ہیں۔ کہ آپ کا سکوت چار چیزوں پر تھا۔ حلم۔ خوف۔ تقدیر

تفکر۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی باتیں کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا اس کو شمار کرے تو کر سکتا تھا۔ اور حفظ کر لیتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو اور عمدہ ہوا کو پسند کرتے تھے۔ اور اکثر اس کو استعمال کرتے تھے۔ اور ان پر برانگیختہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَا کُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ تمہاری دنیا میں سے مجھ کو عورتیں اور خوشبو محبوب ہے۔ اور نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مروت میں سے یہ ہے کہ آپ کھانے اور پانی میں پھونک مارنے کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اور حکم دیتے تھے کہ اپنے قریب سے کھاؤ۔ مسواک کا حکم کیا کرتے تھے۔ انگلیوں کے جوڑوں کو صاف کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور خصال فطرۃ کے استعمال کا حکم دیا کرتے تھے۔ (خصال فطرت سے مراد ختنہ موئے زیر ناف کا لینا۔ مونچھوں کا کترنا۔ ناخون کا کاٹنا۔ بغلوں کے بال لینا۔ مضمضہ۔ داڑھی کا بڑھانا۔)

فصل ۲۲

آپ کا دنیا میں زہد سو اس کا حال پہلے حدیثوں میں آچکا ہے۔ جو اس کتاب میں بیان ہوئی ہیں۔ جو کافی ہیں۔ اور تجھ کو یہ بات کافی ہے۔ کہ آپ دنیا میں تھوڑے پر قناعت کرتے تھے۔ اس کی خوبصورتی سے اعراض کرتے تھے۔ حالانکہ دنیا بتمامہ آپ کے لئے جمع کی گئی تھی۔ آپ پر متواتر فتوحات ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ فوت ہوئے ہیں تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس عیال کے خرچ میں گروی تھی۔ اور آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔ خداوندا آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رزق کو قوت بنائیو۔

حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن العاصی اور حسین بن محمد حافظ اور قاضی ابو عبداللہ تمیمی نے۔ ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے۔ کہا

حدیث بیان کی ہم سے ابوالعباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسین بن حجاج نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو معاویہ نے اعمش سے وہ ابراہیم سے وہ اسود سے۔ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اور اگر خدا چاہتا۔ تو آپ کو اتنا مال دیتا۔ کہ جو دل میں نہ آسکتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا' نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ۔

عمرو بن حارث کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ہتھیار اور ایک خچر اور زمین کے جس کو صدقہ کر دیا تھا۔ اور کچھ نہیں چھوڑا تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں فوت ہوئے اور گھر میں کوئی ایسی شے نہ تھی۔ جس کو کوئی جگر والا کھاتا ہو۔ مگر کچھ جو کہ طاقچہ میں رکھے ہوئے تھے۔ اور مجھ سے آپ نے فرمایا تھا کہ میرے سامنے یہ پیش کیا گیا ہے کہ مکہ کا میدان سونے کا بنا دیا جائے۔ لیکن میں نے کہا کہ اے رب! ایک دن میں بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں۔ جس دن کہ بھوکا رہوں۔ تو تیرے سامنے عاجزی کروں۔ اور دعا مانگوں۔ اور جس دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو تیری حمد و تعریف کروں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس پہاڑ کو تمہارے لئے سونے کا بنا دوں۔ اور جہاں آپ چاہیں آپ کے ساتھ رہے۔ آپ نے تھوڑی دیر سر نیچا کیا۔ پھر کہا کہ اے جبرئیل! بے شک دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا

کوئی گھر نہ ہو۔ اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو۔ اس کو وہ جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ تب آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک ماہ تک ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے ایسے حال میں کہ آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا تھا۔ حضرت عائشہؓ ابو امامہ ابن عباسؓ سے ایسا ہی مروی ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کئی کئی راتیں خالی پیٹ کاٹتے رہے اور کھانے کو کچھ نہ پاتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خوان پر کھانا نہ چھوٹی پیالیوں میں نہ کبھی چپاتی کھائی اور نہ کبھی ثابت بکری آپ کے لئے بنوائی گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرش جس پر آپ سویا کرتے تھے۔ چمڑہ کا ہوتا تھا۔ جس پر کھجور کے چھلکے بھرے ہوتے تھے۔

حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش گھر میں کمبل کا ہوتا تھا۔ جس کو ہم دوہرا کر دیتے تھے۔ اس پر آپ سوتے تھے۔ ایک رات ہم نے اس کی چارتہ کر دیں۔ جب صبح ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ اس پر سونے نے مجھے نماز سے روک دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی چارپائی پر سوتے تھے جو کہ کھجور کے چھلکوں سے بنی ہوئی ہوتی تھی۔ جس سے آپؐ کے پہلو پر نقش پڑ جاتا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ

بھر کر نہیں کھایا۔ اور کسی سے آپ نے شکوہ نہیں کیا۔ آپ کے نزدیک پیٹ بھرنے سے فاقہ زیادہ محبوب تھا۔ اور بلاشبہ آپ ساری رات بھوکے رہتے تھے۔ لیکن یہ فاقہ اگلے دن کا روزہ نہ روکتا تھا۔ اور اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے تمام خزانے تمام پھل اور فراخ عیش مانگ لیتے۔ اور میں جب آپ کے پیٹ پہ ہاتھ پھیرتی تو مجھے آپ کی بھوک پر رحم آتا اور رو پڑتی۔ میں کہتی کہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ اگر دنیا میں سے آپ اتنا لیتے جو آپ کی غذا کے لئے کافی ہوتا۔ تب آپ فرماتے کہ اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا مطلب۔ میرے بھائی اولوالعزم رسولوں نے اس سے بڑھ کر صبر کیا تھا۔ وہ تو گذر چکے اپنے رب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سو اس نے ان کو اچھی جگہ دی۔ اور بہت ثواب دیا۔ اور میں شرماتا ہوں کہ اگر میں (یہاں) خوش حال رہوں۔ تو قیامت کے دن ان سے کم درجہ رہوں۔ اور مجھے اس سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے جا ملوں۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ ایک ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

فصل ۲۳

آپ کا خوف الٰہی آپ کی عبادت اور اس کی مشقت اس قدر تھی۔ جس قدر کہ آپ کو خدائے تعالیٰ کا علم تھا۔ اس لئے آپ نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔ جو ہم سے ابو محمد بن عتاب نے بیان کی ہے۔ میں نے اس کو ان کے سامنے پڑھا تھا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم طرابلسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحیٰی بن بکیر نے لیث سے وہ عقیل سے وہ ابن شہاب سے وہ سعید بن مسیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا

ترجمہ :- اگر تم وہ باتیں جانتے جو کہ میں جانتا ہوں تو بالضرور تم تھوڑا ہنسا کرتے اور بہت رویا کرتے۔

روایت میں ابو عیسیٰ ترمذی نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس کو مرفوع کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:۔

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي شَجَرَةٌ تُعْضَدُ يُرْوَى هٰذَا الْكَلَامُ وَدِدْتُ أَنِّي شَجَرَةٌ تُعْضَدُ مِنْ قَوْلِ أَبِي ذَرٍّ نَفْسِهِ وَهُوَ أَصَحُّ

ترجمہ:۔ میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چلاتا ہے۔ اور اس کا حق ہے کہ چلائے۔ اس میں چار بالشت کی جگہ خالی نہیں۔ جس میں کہ کوئی فرشتہ نہ ہو۔ وہ فرشتہ سجدہ کرتا ہے۔ واللہ اگر تم وہ باتیں جانتے جن کو میں جانتا ہوں۔ تو تھوڑا ہنسا کرتے۔ اور بہت رویا کرتے۔ اور فرشتوں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے۔ اور جنگل کو نکل جاتے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے۔ اور کہتے کہ کاش میں درخت ہو جاتا جو کاٹا جاتا۔ اور یہ کلام ابو ذر سے روایت کیا گیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

مغیرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ (نفل) حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک پھول گئے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر جاتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کیوں ایسی تکلیف کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکرگزار بندہ نہیں ہوں۔

اور اسی طرح ابو سلمہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بطور دوام کے تھا۔ تم میں سے کون شخص آپ کی سی طاقت رکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ آپ روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ اب افطار نہ کریں گے۔ اور افطار کرتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے۔ کہ اب روزے نہ رکھیں گے۔

ایسا ہی ابن عباس۔ ام سلمہ۔ انسؓ سے منقول ہے۔ اور ان سب نے کہا ہے کہ اگر تم رات کو آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتے ہو۔ تو آپ نماز پڑھتے ہی ملتے۔ اور اگر سوئے ہوئے دیکھنے کا ارادہ کرتے تو آپ کو سوئے ہوئے پاتے (یعنی آپ کی دونوں طرح کی عادت تھی)۔

عوف بن مالک کہتے ہیں۔ کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے مسواک کی پھر وضو کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۂ بقر شروع کی پھر آپ رحمت کی آیت پر پہنچے تو ٹھہر جاتے۔ اور دعا مانگتے۔ اور آیت عذاب پر پہنچے جب بھی آپ ٹھہر جاتے اور پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا۔ اور جس قدر قیام کیا تھا۔ اس قدر اس میں ٹھہرے۔ اور یہ کہتے۔ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ یعنی وہ ذات پاک ہے جو کہ جابر مالک بڑی عظمت والی ہے' پھر سجدہ کیا۔ اور اسی طرح کہا۔ پھر آل عمران پڑھی۔ پھر سورۃ سورۃ پڑھی۔ اسی طرح سے (جو مذکور ہوا)۔

حذیفہؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ اس نے کہا کہ سجدہ بھی قیام کی طرح کیا اور دونوں سجدوں میں بھی اسی قدر بیٹھے۔ اور کہا یہاں تک کہ سورہ بقر۔ آل عمران' نساء۔ مائدہ کو پڑھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات قرآن کی ایک آیت ساری رات قیام میں پڑھتے رہے۔

عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے پیٹ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جس طرح کہ ہنڈیا پکنے کی آواز آتی ہے۔

ابن ابی ہالہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمزدہ' ہمیشہ بافکر رہتے تھے۔ آپ کو آرام نہ آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ میں بالضرور دن میں سو دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ اور ستر کی روایت بھی کی گئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے آپ کی سنت کی بابت سوال کیا۔ تو فرمایا۔ کہ معرفت میرا اصل مال ہے۔ اور عقل میرا اصل دین ہے۔ محبت میری بنیاد ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ خدا کا ذکر میرا پیار ہے۔ توکل میرا خزانہ ہے۔ غم میرا رفیق ہے۔ علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میری چادر ہے۔ رضا میری غنیمت ہے۔ عاجزی میرا فخر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری غذا ہے۔ صدق میرا شفیع ہے۔ بندگی میری حسب ہے۔ جہاد میرا خلق ہے۔ اور نماز میں میری ٹھنڈی آنکھ ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے دل کا پھل اس کے ذکر میں ہے۔ اور میرا غم امت کے لئے ہے۔ میرا شوق اپنے رب عزوجل کی طرف ہے۔

فصل ۲۴

جان لے خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق (خیر) دے۔ کہ بلاشبہ تمام انبیاء اور رسولوں صلوات اللہ علیہم کے صفات یعنی کمال خلق حسن ظاہری شرف نسب حسن خلق ہے۔ اور تمام خوبیاں اس صفت میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ یہ کمال صفات ہیں۔ انسانی کمال و تمام اور پوری فضیلت انہیں کے لئے ثابت ہے۔ صلوات اللہ علیہم کیونکہ ان کے مرتبے سب سے بڑھ کر ہیں۔ ان کے درجے اعلیٰ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کہ یہ وہ رسول ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (پ ۳ع۱)

اور یہ فرمایا کہ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ہم نے ان کو اپنے علم سے جہان والوں پر پسند کر لیا۔ (پ۲۵ ع۱۵)

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہو گا۔

پھر آخر حدیث میں فرمایا۔ کہ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

طولہ' ستون ذراعا" فی السماء وہ سب ایک ہی مرد کی علامت پر ہوں گے اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر جن کا طول قد ساٹھ گز تھا۔ آسمان میں یا جنت آسمان میں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ایک شخص تھے۔ جن کی ناک اونچی۔ باریک اور وسط بھی اونچا تھا گویا کہ وہ قبیلہ شنوۃ میں سے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ تو وہ معتدل قد تھے۔ اور ان کے چہرہ پر بہت سے خال تھے۔ سرخ رنگ گویا کہ وہ حمام سے نکلے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ لاغر بطن تھے تلوار کی طرح۔ اور فرمایا۔ کہ میں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں سے ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں۔ ایک اور حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ وہ گندم گوں مردوں میں سے جن کو تم دیکھتے ہو بہت خوبصورت تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوط نبی علیہ السلام کے بعد جو نبی بھیجا ہے وہ اپنی قوم کے شریفوں میں سے ہی ہوتا رہا ہے۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ کثرت اور خدام میں یعنی وہ کثرت مطلق اور خدام والے ہوئے ہیں۔ اور ترمذی نے قتادہ سے اور دار قطنی نے اس کو حدیث قتادہ سے اس نے انس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خوبصورت اور خوش آواز پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ خوش آواز تھے۔

اور ہرقل کی حدیث میں ہے کہ میں نے تجھ سے اس کی نسب کی بابت پوچھا۔ تو تم نے بیان کیا کہ وہ ہم میں صاحب نسب ہے۔ اور ایسا ہی رسول اچھے نسبوں میں بھیجے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ انا وجدنا صابرا" نعم العبد انہ' اواب۔ ہم نے بے شک ان کو صابر پایا ہے۔ وہ اچھا بندہ تھا۔ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (پ ۱۶ ع ۴)

ترجمہ :۔ اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا زبردست و نافرمان نہ تھا اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

اور فرمایا کہ :۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (پ ۳ ع ۱۲)

ترجمہ :۔ بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

اور فرمایا۔ کہ :۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ (پ ۳ ع ۲)

ترجمہ :۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔

اور نوح علیہ السلام کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا وہ بندہ شکرگزار تھا۔ (پ ۱۵ ع ۱)

اور فرمایا کہ :۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى

ترجمہ :۔ اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رو اوار ہو گا۔

الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (پ ۳ ع ۱۳)

دنیا اور آخرت میں اور قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہو گا۔

اور فرمایا کہ۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (پ ۱۶ ع ۵)

میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں اور مجھے نماز و زکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

اور فرمایا کہ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا (پ ۲۲ ع ۶)

اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مُوْسٰى رَجُلًا حَیِیًّا سِتِّیْرًا مَا یُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَیْءٌ اِسْتِحْیَاءً

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ موسیٰ (علیہ السلام) بڑے حیا والے بدن کو چھپانے والے تھے۔ آپ کے بدن سے شرم کی وجہ سے کوئی حصہ دیکھا نہ جا سکتا تھا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ پس دیا میرے رب نے مجھ کو حکم اور کیا مجھ کو پیغمبروں سے۔ (پ ۱۹ ع ۶)

اور ان میں سے ایک جماعت کے وصف میں یہ کہا کہ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ بیشک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

اور یہ بھی کہا کہ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ بیشک یہ ان میں سے بہتر ہے جس کو آپ اجیر بنائیں اور قوی امین ہے۔

اور فرمایا کہ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ پھر صبر کر جیسا کہ اولعزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔

اور فرمایا۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (پ ۷ ع ۱۶)

ترجمہ :۔ اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کئے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔

اب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی نیک بختی ہدایت پسندیدگی۔ حکم نبوت کے اوصاف کے ساتھ بڑی تعریفیں کی ہیں۔ اور فرمایا کہ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ہم نے

اس کو علیم اور حلیم لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

اور فرمایا کہ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ۔ (پ ۲۵ ع ۱۳) اور بے شک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کر دو بے شک میں تمہارے لئے امانت والا رسول ہوں۔

اور فرمایا کہ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ عنقریب آپ مجھ کو صابرین میں سے پائیں گے۔

اور اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا بیشک وہ سچے وعدہ والے تھے اور تھے پیغمبر نبی۔ (پ ۱۶ ع ۷)

اور موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وہ مخلص تھے۔

سلیمان علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ وہ اچھا بندہ تھا بیشک وہ (خدا کی طرف) رجوع کرنے والا تھا۔

اور فرمایا کہ وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ۔

ترجمہ :- اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو بے شک ہم نے انھیں کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔ اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔

اور داؤد علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ۔ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ ہم نے اس کے ملک کو مضبوط کیا اور اس کو حکمت اور فصل خطاب دیا۔

اور یوسف علیہ السلام کی طرف سے کہا کہ اِجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے۔ کہ بیشک میں حفیظ علیم ہوں۔

اور موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ۔ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا عنقریب

تم مجھ کو انشاء اللہ صابر پاؤ گے۔

اور شعیب علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ۔ سَتَجِدُنِیۡ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ عنقریب تم مجھ کو صالحین میں سے پاؤ گے۔

اور فرمایا کہ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡہٰکُمۡ عَنۡہُ ؕ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ۔ میں تمہاری مخالفت کا ارادہ نہیں کرتا۔ جس سے کہ میں تمہیں منع کرتا ہوں۔ میں جہاں تک ہو سکے اصلاح ہی کا ارادہ کرتا ہوں۔

اور فرمایا۔ وَ لُوۡطًا اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا۔ اور لوط کو ہم نے حکم و علم دیا۔

اور فرمایا۔ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ وہ بیشک نیکوں میں جلدی کرتے تھے۔ اور یہ لوگ ہیں صالحوں سے۔

سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ غم دائمی تھا۔ کہ جن کا ذکر بہت سی آیات میں ان کی عمدہ عادات و اخلاق کی نسبت کیا گیا ہے۔ جن سے ان کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ اور بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الۡکَرِیۡمُ ابۡنُ الۡکَرِیۡمِ ابۡنِ الۡکَرِیۡمِ یُوۡسُفُ بۡنُ یَعۡقُوۡبَ ابۡنِ اِسۡحٰقَ بۡنِ اِبۡرَاہِیۡمَ نَبِیٌّ بۡنُ نَبِیٍّ بۡنِ نَبِیٍّ بۡنِ نَبِیٍّ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ہیں۔ جو کہ نبی بن نبی بن نبی بن نبی ہیں۔

اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایسا ہی تمام انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جن کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے۔

روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام باوجودیکہ بڑا ملک دیے گئے تھے۔ پھر بھی آسمان کی طرف خدا سے تواضع وخشوع کی وجہ سے سر نہ اٹھاتے تھے۔ لوگوں کو عمدہ اور لذیذ کھانے کھلاتے تھے۔ اور خود جو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ ان کی طرف وحی کی گئی۔ کہ اے عابدین کے سردار اور اے زاہدین کے مقتدا کے فرزند۔ آپ کو بڑھیا روک لیا کرتی تھی۔ بحالیکہ آپ ہوا پر اپنے لشکر کے ساتھ اڑے جایا کرتے تھے۔ آپ ہوا کو حکم دیتے تو وہ ٹھیر جاتی۔ پھر اس کی حاجت پر غور کرتے اور چلتے۔

یوسف علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو کیا ہوا کہ آپ بھوکے رہتے ہیں۔ حالانکہ

آپ زمین کے خزانوں پر مالک ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ پیٹ بھروں اور بھوک کو بھول جاؤں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام پر قرآن آسان کر دیا گیا تھا۔ (یعنی زبور) پھر وہ حکم دیتے کہ سواری کسی جائے۔ اس پر زین کے جانے تک آپ قران پڑھ لیا کرتے۔ اور اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے ہی کھاتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ (پ ۲۲ ع ۸)

اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی تھی۔ اور سب سے پیارا روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا۔ وہ آدھی رات تک سوتے تھے۔ تیسرا حصہ کھڑے رہتے۔ اور چھٹا حصہ سوتے تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ صوف کا کپڑا پہنتے تھے۔ بالوں کے کپڑے کا فرش بناتے تھے۔ جو کی روٹی نمک و راکھ کے ساتھ کھاتے تھے (راکھ سے مقصود یہ ہے کہ جو کی روٹی پر لگے تھے نہ یہ کہ روٹی کے ساتھ کھاتے تھے) تاکہ لذت حاصل نہ ہو اپنے پانی کو آنسوؤں سے ملاتے تھے۔ اور کسی نے ان کو خطاب کے بعد ہنستے نہیں دیکھا۔ اپنے ربّ عزوجل کی وجہ سے کسی نے ان کو آسمان کی طرف سر اٹھاتے نہ دیکھا۔ اپنی تمام عمر روتے رہے۔

بعض کہتے ہیں وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگ آیا تھا۔ اور یہاں تک کہ آنسوؤں نے ان کے رخسارہ میں گڑھے بنا دیئے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ پوشیدہ اوپر سے بن کر نکلتے تھے۔ اپنی خصلت کو معلوم کرتے۔ پھر اپنی تعریف سنتے۔ اور تواضع میں بڑھتے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ اگر آپ ایک گدھا رکھتے تو اچھا تھا۔ فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس سے برتر ہوں کہ وہ مجھے گدھے سے مشغول کرے۔ بالوں کا کپڑا

پہنتے تھے۔ درخت کے پتے کھاتے تھے۔ ان کے لئے گھر نہ تھا۔ جہاں کہیں ان کو نیند آتی سو جاتے۔ ان کے نزدیک ان کا سب سے پیارا نام یہ تھا۔ کہ ان کو مسکین کہا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین کے کوئیں پر پہنچے۔ تو ان کے پیٹ میں ضعف کی وجہ سے ترکاری کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔ (کیونکہ اکثر سبزی ہی کھاتے تھے۔ اور کچھ نہ ملتا تھا)۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پہلے انبیا بلا میں ڈالے جاتے تھے۔ بعض تو فقر اور جوؤں کی بلا میں مبتلا ہوتے تھے۔ اور یہ ان کے نزدیک تمہارے علیہ سے جو تم کو ملے زیادہ پیارا ہوتا تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام نے خنزیر سے جب وہ آپ سے ملا کہا جا سلامتی کے ساتھ تب آپ سے اس بارہ میں کہا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں اس امر کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ کہ اپنی زبان کو بری بات کا عادی بناؤں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام کا کھانا تر گھاس تھا۔ اور خدا کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ یہاں تک ان کے رخسارہ میں نشان پڑ گئے تھے۔ اور وحشی جانوروں سے مل کر کھایا کرتے تھے۔ تاکہ لوگوں سے نہ ملیں۔

طبری نے وہب سے حکایت بیان کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کھجور کی چھت کے نیچے سایہ لیا کرتے تھے۔ اور پتھر کے گڑھے میں کھا لیا کرتے تھے۔ اور جب پانی پینا چاہتے تو پتھر کے گڑھے میں جانوروں کی طرح پانی منہ سے پیتے تھے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ساتھ تواضع کی وجہ سے تھی۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنے کلام سے مکرم کرتا تھا۔

انبیا علیہم السلام کی یہ تمام خبریں لکھی ہوئی ہیں۔ ان کے کمال اور عمدہ اخلاق حسن صورت و خصائل کے صفات مشہور ہیں۔ ان کو بیان کر کے ہم طول نہیں دینا چاہتے۔ اور تم بعض جاہل مورخوں اور مفسروں کے اقوال کی طرف جو اس کے برخلاف ہوں۔ متوجہ

فصل ۲۵

ہم نے تم سے (خدا تم کو مکرم کرے) چند اخلاق حمیدہ فضائل مجیدہ خصال کمال بتلا دیئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی صحت تم کو دکھلا دی۔ آثار و احادیث سے وہ باتیں ہم نے بیان کیں۔ جن میں قناعت ہے۔ حالانکہ آپ کا مقام بڑا وسیع ہے۔ پس اس باب کا میدان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بڑا پھیلا ہوا ہے۔ کہ جس کے ختم ہونے سے پہلے دلائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ آپ کے خصائل کے علم کا سمندر اس قدر بھرا ہوا ہے کہ جس کو ڈول مکدر نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم نے اس میں وہ مشہور اوصاف بیان کئے ہیں۔ جو اکثر صحاح میں ہیں۔ اور مشہور کتابوں میں ہیں۔ ہم نے اس میں کل میں سے تھوڑا سا اور بہت سے پانی میں سے تھوڑا سا لیا ہے۔ اور اسی پر اختصار کیا ہے۔ اور مناسب سمجھا کہ ان قصوں کو حسن بن ابی ہالہ کی حدیث پر ختم کریں۔ کیونکہ اس نے آپ کے خصائل و عادات بہت جمع کئے ہیں۔ وہ آپ کے تمام اوصاف و فضائل پر کافی طور سے مشتمل ہے۔ ہم اس کے غریب و مشکل الفاظ و معانی کے لطیف نکات کی تنبیہ پر اس کو ختم کر دیں گے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی حسین محمد حافظ رحمہ اللہ نے اور میں نے ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی۔ ۵۰۸ھ میں کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے امام ابو القاسم عبداللہ بن طاہر تمیمی نے اور میں نے ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی تھی۔ کہا کہ خبر دی ہم کو فقیہ ادیب ابوبکر محمد بن عبداللہ بن الحسن نیشاپوری اور فقیہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن الحسن المحمدی اور قاضی ابو علی حسن بن علی بن جعفر وحشی نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم علی بن احمد بن محمد بن الحسن خزاعی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشی نے کہا خبر دی ہم کو ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ حافظ سے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن وکیع نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے جمیع بن عمر بن عبدالرحمن عجلی نے ان کی کتاب سے نقل کی۔ کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے ایک شخص نے بنی تمیم سے جو کہ ابی ہالہ کی اولاد میں سے تھا۔

جو ام المومنین خدیجہ رضی اللہ کا (پہلا) خاوند تھا۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ وہ ابوہالہ کے بیٹے تھے۔ وہ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے سنا قاضی ابو علیؒ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابی طاہر احمد بن الحسن بن احمد بن خداداد کرجی باقلانی کے سامنے پڑھا۔ کہا۔ اور اجازت دی ہم کو شیخ بزرگ ابو نفس احمد بن الحسن بن خیرون نے ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی حسن بن احمد بن ابراہیم بن حسن بن محمد بن شاذان بن حرب بن مہران فارسی نے بطور قرات کے ان کے سامنے تب انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ کہا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد حسن بن محمد بن یحیی بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب مشہوع برادر زادہ طاہر علوی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے اسمٰعیل بن محمد بن اسحٰق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے کہا۔ حدیث بیان کی مجھ سے علی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے وہ جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ محمد بن علی سے۔ وہ علی بن حسین سے وہ کہتے ہیں کہ حسن بن علی نے کہا۔ اور لفظ اس سند کے یہ ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ کیا تھا۔ وہ آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور مجھے امید تھی کہ ان میں سے کچھ بیان کریں۔ کہ میں اس کو حفظ کر لوں۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسیم تھے۔ آپ کا چہرہ بدر کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ نہ زیادہ لمبے تھے' نہ پست قد۔ آپ کا سر مبارک بڑا تھا۔ آپ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ پیچیدہ بلکہ متوسط تھے۔ اگر آپ کے بال دو طرف ہوتے تو مانگ نکل آتی۔ ورنہ نہیں۔ آپ کے بال جب آپ چھوڑ دیتے کانوں کی لو سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ گورا تھا۔ فراخ پیشانی تھی۔ باریک ابرو اور لمبے تھے۔ پیوستہ نہ تھے۔ دونوں ابروؤں میں ایک رگ تھی۔ جو کہ غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ کی ناک اونچی باریک تھی۔ اس کا نور تھا جو کہ بلند تھا۔ جو شخص بلا تامل آپ کو دیکھتا تھا۔ وہ آپ کی ناک کے درمیانی حصہ کو اونچا خیال کرتا تھا۔ آپ کی

ریش مبارک گھنی تھی۔ آپ کی سیاہ آنکھیں تھیں۔ پتلے رخسارے تھے۔ فراخ منہ تھا چمکتے ہوئے دانت تھے۔ آپ کے دانت کھلے تھے۔ سینہ سے ناف تک ایک باریک سا خط تھا آپ کی گردن گویا کہ صاف چاندی کی خوبصورت گڑیا تھی۔ آپ کے اعضا معتدل تھے۔ بھرے ہوئے گوشت والے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے شکم اور سینہ برابر تھا فراخ سینہ دونوں کندھوں میں فاصلہ تھا فربہ جوڑوں والے تھے۔ برہنہ بدن کی حالت میں بدن چمکتا اور روشن ہوتا۔ گلے سے لے کر ناف تک بالوں کا ایک خط نظر آتا تھا۔ پستانوں پر بال نہ تھے۔ اس کے سوا پاؤں اور کندھوں اور چھاتی پر بہت بال تھے۔ آپ کے بازو لمبے تھے۔ آپ کی ہتھیلی چوڑی تھی۔ گوشت سے بھری ہوئی۔ اور دونوں قدم بھی بھرے ہوئے تھے۔ انگلیاں لمبی تھیں۔ سائل الاطراف کہا یا سائن الاطراف (کچھ بھی ہو مطلب ایک ہی ہے۔ لام کو نون سے بدل دیا) اور سائرالاطراف (یعنی باقی اطرف بھی موٹے تھے) لمبے پٹھوں والے۔ آپ کے پاؤں بیچ میں سے بلند (قدرے) صاف نرم تھے۔ ان دونوں سے پانی نپ جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تھے اور جھٹ پاؤں اٹھا لیتے تھے۔ آپ جھک کے وقار کے ساتھ چلتے تھے۔ لمبے لمبے قدم ڈالتے تھے۔ جب آپ چلتے تو گویا اوپر سے نیچے کی طرف اترتے تھے۔ اور جب متوجہ ہوتے تو پورے طور پر متوجہ ہو کر دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ آپ کا زمین کی طرف دیکھنا بہ نسبت آسمان کے زیادہ تھا۔ آپ کی اکثر نظر گوشہ چشم سے ہوتی تھی۔ اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے۔ جس سے ملتے آپ پہلے السلام علیکم کرتے تھے۔

میں نے کہا کہ آپ کی باتوں کی تعریف کرو۔ تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ غمزدہ رہتے تھے۔ ہمیشہ متفکر رہتے۔ آپ کو آرام نہ تھا۔ بلا ضرورت آپ کلام نہ کرتے تھے۔ بڑے خاموش رہتے۔ کلام کو شروع و ختم اپنے جبڑوں سے کرتے۔ (بوجہ فراخی دہن) آپ جوامع الکلم تھے۔ کھول کھول کر بیان کرتے تھے۔ جس میں فضول اور کمی نہ ہوتی تھی۔ نرم خلیق تھے۔ نہ سخت طبیعت تھے۔ نہ ذلیل یعنی نہ بالکل سخت اور نہ بالکل حقیر بلکہ متوسط تھے۔ معتدل سختی اور معتدل نرمی۔ نعمت کو بڑی سمجھتے تھے۔ اگرچہ تھوڑی ہوتی۔ کسی شے کی مذمت نہیں کرتے تھے۔

کسی کمانے کی برائی نہیں کرتے تھے۔ نہ تعریف کرتے تھے۔ آپ کے غضب کے سامنے کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ جبکہ کسی حق کے لئے کوئی رکاوٹ ڈالتا۔ حتیٰ کہ اس حق کی حمایت کرتے۔ اپنے نفس کے لئے نہ خفا ہوتے اور نہ انتقام لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے۔ اور جب تعجب کرتے تو ہاتھ کو ہٹاتے۔ بات کرتے تو اپنے کلام کو ہتھیلی سے لاتے اور اپنے دائیں انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی پر مارتے۔ اور جب خفا ہوتے تو الگ ہو جاتے اور منہ پھیر لیتے۔ جب خوش ہوتے تو آنکھیں نیچی کر لیتے۔ آپ کا ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ اور آپ کے دانت ایسے کھلتے جیسے اولے ہوتے ہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حدیث حسین بن علی سے ایک مدت تک چھپائی رکھی۔ پھر میں نے اس سے بیان کی۔ تو وہ مجھ سے پہلے ہی سبقت کر گیا تھا۔ یعنی ان کو یاد تھی۔

پھر اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے اور نکلنے مجلس شکل سے پوچھا۔ تو اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے کی بابت دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ آپ کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ (یعنی جب چاہیں جس حجرہ میں جا سکتے تھے) اور جب آپ اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے۔ تو اپنے داخل ہونے کے تین حصے بناتے تھے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے اور ایک اپنے اہل کے لئے اور ایک اپنے لئے۔ پھر اپنے حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان مقرر کرتے۔ اور اس کو پھر عام پر بذریعہ خاص لوٹاتے تھے۔ اور ان سے کوئی بات ذخیرہ نہ کرتے تھے۔ آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ امت کے حصہ میں اہل فضل کو اپنی مرضی سے ترجیح دیا کرتے تھے۔ اور جس قدر کسی کو دین میں فضیلت ہوتی۔ اس کے لئے اسی قدر وقت تقسیم کرتے تھے۔ ان میں سے بعض ایک ضرورت والے ہوتے اور بعض دو ضرورتوں والے اور بعض کئی ضرورتوں والے، پھر آپ ان سے مشغول ہوتے۔ ان سے ان کی اصلاح میں مشغول ہوتے۔ امت کا حال دریافت کر کے ان کی اصلاح کرتے۔ ان کو وہ خبریں سناتے۔ جو

ان کے مناسب ہوتیں۔ اور فرماتے کہ حاضر کو چاہیے کہ غائب کو خبریں پہنچا دے۔ اور مجھ تک اس شخص کی حاجت پہنچا دے جو اپنی حاجت خود پہنچا نہیں سکتا۔ کیونکہ جو شخص کہ بادشاہ تک اس شخص کی حاجت پہنچا دے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو قیامت کے دن ثابت رکھے گا۔ آپ کی خدمت میں سوائے ان باتوں کے اور کچھ ذکر نہ ہوتا۔ اور کسی سے سوا اس کے اور کچھ قبول نہ کرتے۔

سفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ صحابہؓ آپ کی خدمت میں محتاج سائل ہو کر داخل ہوتے تھے۔ اور آپ کی خدمت سے پیٹ بھر کر نکلتے تھے (یعنی اپنی حاجات کو پورا کر کے) اور فقہا ہو کر نکلتے تھے۔

میں نے کہا کہ آپ کے نکلنے کی بابت خبر دیجئے کہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان کو سنبھالتے تھے۔ مگر جو باتیں ان کو نفع دیتی تھیں۔ وہ فرماتے۔ ان سے محبت کرتے۔ لوگوں کو علیحدہ نہ کرتے۔ ہر قوم کے کریم کی تعظیم کرتے۔ اور اس کو ان پر حاکم بناتے۔ لوگوں سے ڈرتے۔ اور ان سے بچتے تھے۔ بغیر اس کے کہ ان سے منہ پھیر لیویں۔ اور بدخلقی سے پیش آئیں۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے۔ اور لوگوں سے لوگوں کے حال دریافت کرتے۔ اچھی چیز کی تعریف و تصویب کرتے تھے۔ بری چیز کو برا کہتے۔ آپ کا کام معتدل تھا۔ مختلف نہ ہوتا تھا۔ آپ اس خوف سے غفلت نہیں کرتے تھے۔ کہ کہیں لوگ غافل نہ ہو جائیں۔ یا سست نہ ہو جائیں۔ آپ کے نزدیک ہر ایک حال کی تیاری تھی۔ حق سے قصور نہ کرتے تھے۔ اور اس سے غیر حق کی طرف تجاوز نہ کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ بہتر لوگوں سے ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک ان میں سے افضل وہ شخص ہوتا تھا جو ان میں سے اکثر خیر خواہ ہوتا تھا۔ بڑے مرتبے والا وہ شخص ہوتا تھا۔ جو ان میں سے زیادہ فائدہ رساں اور قوت بازو ہو سکتا تھا۔

پھر میں نے آپ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کی بابت پوچھا۔ کہ آپ کیا کیا کرتے تھے۔ تب فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹھنا اٹھنا خدا کے ذکر پر ہوتا تھا۔ اور کسی جگہ کو اپنے لئے وطن مقرر نہ فرماتے تھے۔ اور اس

کے وطن بنانے سے منع فرماتے تھے۔ جب کسی قوم کے جلسہ میں جاتے۔ تو جہاں کہیں موقع پاتے بیٹھ جاتے۔ اور اسی بات کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ ہر ایک ہم نشین کو اس کا نصب دیتے۔ یہاں تک کہ ہر ایک صحابی یہ نہیں خیال کرتا تھا۔ کہ کوئی بھی اس سے بڑھ کر حضور کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص آپ کے ساتھ بٹھلایا آپ کے ساتھ کسی کام کے لئے کھڑا ہوتا تو آپ صبر کرتے۔ حتی کہ وہی آپ سے رخصت ہوتا۔ جو شخص آپ سے کچھ مانگتا۔ آپ اس کو دے کر ہی لوٹاتے تھے یا نرم بات کہتے تھے۔ آپکا ہاتھ اور خلق تمام لوگوں پر وسیع تھا۔ آپ ان کے لئے باپ بنے ہوئے تھے۔ اور لوگ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے۔ اور اس میں تقویٰ کے ساتھ بڑھنے والے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب حق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس حلم و حیا و صبر و امانت تھی۔ اس میں شور نہ ہوتا تھا۔ اس میں عورتوں کی برائی نہ ہوتی تھی۔ اور برائیوں کو دہرایا نہ جاتا تھا۔

اور یہ فقرہ ان دونوں روایتوں کے علاوہ ہے۔ کہ صحابہؓ ایک دوسرے پر تقویٰ کے باعث مہربانی کرتے تھے۔ تواضع کرتے تھے۔ اس میں بڑے کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے۔ اہل حاجت کی مدد کرتے تھے۔ غریب پر رحم کھاتے تھے۔

پھر میں نے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و خصلت کی بابت جو ہم نشینوں میں کرتے دریافت کیا۔ تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ پیشانی رہتے تھے۔ نرم خلق متواضع تھے۔ بدخلق و سخت نہ تھے۔ نہ چلاتے تھے نہ عیب لگاتے تھے۔ نہ بڑے مداح تھے۔ جس کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے تغافل کرتے تھے۔ کسی کو آپ سے ناامیدی نہ ہوتی تھی۔ آپؐ نے اپنے نفس سے تین چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ریا۔ کثرت مال و فضول کلام۔ اور غیر ضروری شے۔ آپ نے لوگوں کی تین باتوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ آپ کسی کی مذمت نہ کرتے تھے۔ اس کو عار نہ دلاتے تھے۔ اس کے عیب کی تلاش نہ کرتے تھے۔ آپ وہی بات کرتے کہ جس میں ثواب کی امید رکھتے۔ جب آپ کلام کرتے تو آپؐ کے صحابہؓ اپنے سروں کو جھکاتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور جب آپ چپ کرتے تو پھر بات کرتے تھے۔ آپ کے

روبرو کسی بات میں جھگڑتے نہ تھے۔ جو شخص آپ کے سامنے بات کرتا۔ تو سب لوگ اس کے لئے چپ کر جاتے۔ یہاں تک کہ وہ فارغ ہوتا۔ ان کا بات کرنا ایسا ہوتا کہ (گویا) اول شخص بات کرتا ہے (یعنی ہر ایک کی بات بہ رغبت سنا کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام کے ہنسنے پر ہنس پڑا کرتے تھے۔ اور جس سے وہ خوش ہوتے آپ بھی خوش ہوتے۔ اور کسی مسافر کے ظلم و سختی کلام پر صبر کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ جب تم لوگ کسی حاجتمند کو حاجت طلب کرتے ہوئے دیکھو۔ تو اس کو دو یا اس کی مدد کرو۔ اور اسی شخص کی تعریف مقبول فرماتے۔ جو آپ کی تعریف کا معتقد ہوتا (یا تعریف میں متوسط طریق اختیار کرتا) اور کسی کی بات کو جب تک وہ پوری نہ کرے کاٹتے نہ تھے۔ پھر اس کو ختم پر یا مجلس سے اٹھنے کے ساتھ قطع کرتے تھے۔ یہاں تک سفیان بن وکیع کی حدیث ختم ہو چکی۔

دوسرے راوی نے یہ زائد کیا ہے۔ کہ میں نے کہا (یعنی امام حسنؓ یا حسینؓ نے) کہ آپ کا خاموش رہنا کس کس امر پر ہوتا تھا۔ تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت چار چیزوں پر ہوتا تھا۔ حلم پر' خوف پر' تقدیر پر' تفکر پر۔

تقدیر پر یہ معنے' نہ آپ نظر کرنے اور نفع دینے میں لوگوں کے درمیان برابری کیا کرتے تھے۔ اور آپ کا تفکر ان اشیاء میں ہوتا تھا۔ کہ جو باقی رہیں۔ اور جو فنا ہو جائیں۔ صبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم جمع کیا گیا تھا۔ آپ کو کوئی شے ایسی غضب ناک نہ بناتی تھی کہ آپکو ہلکا کردے۔ اور گھبرا ڈالے۔ اور خوف میں آپ کے لئے چار چیزیں جمع کی گئی تھیں۔ اچھی بات کو آپ لیتے تھے۔ تاکہ لوگ آپ کی پیروی کریں۔ بری بات کو آپ اس لئے چھوڑتے کہ اس سے لوگ باز رہیں۔ آپ اس امر کی کوشش کرتے تھے۔ کہ جس سے آپ کی امت کی اصلاح ہو۔ امت کے لئے آپ اس بات پر قیام کرتے تھے۔ کہ جس سے ان کی دنیا و آخرت درست ہو۔

فصل ۳۹

اس میں اس حدیث کے الفاظ مشکلہ غریبہ کی تشریح ہے جس کا ترجمہ ہم نے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس کا ترجمہ پہلے آچکا ہے۔

باب سوم

ان صحیح حدیثوں کے بیان میں کہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ اور دونوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی مخصوص ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں میں سے بزرگ تر ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور قرب میں سب سے بلند ہیں۔

واضح رہے کہ اس بارہ میں ہم نے بارہ فصلوں میں انحصار کیا ہے۔

فصل ۱

(اس بارہ میں کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مرتبہ ہے۔ آپ کا برگزیدہ ہونا آپ کی فضیلت و اولاد آدم میں سے سرداری۔ دنیا میں آپ کے زائد مرتبے۔ آپ کے پاک اسم کی برکت۔)

خبر دی ہم کو شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد عدل نے کہ جس نے زبانی اجازت دی تھی۔ کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسین فرغانی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قاسم کی والدہ نے جو کہ ابوبکر بن یعقوب کی بیٹی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے حاتم نے جو کہ ابن عقیل ہے۔ وہ یحییٰ سے جو کہ ابن اسمٰعیل ہے۔ وہ یحییٰ حمانی سے کہتا ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے قیس نے وہ اعمش سے وہ عبایہ بن ربعی سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَسَّمَ الْخَلْقَ قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِہِمْ قِسْمًا فَذَالِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ فَاَنَا مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ وَاَنَا خَیْرُ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسم کا بنایا۔ مجھ کو ان میں سے بہتر قسم میں بنایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا

قول ہے۔ اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ یعنی دائیں طرف والے اور بائیں طرف والے' پس میں دائیں طرف والا ہوں۔ اور دائیں طرف والوں میں سے بہتر ہوں۔

ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ ثَلَاثًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهَا ثُلُثًا وَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ فَاَنَا مِنَ السَّابِقِيْنَ وَاَنَا خَيْرُ السَّابِقِيْنَ پھر پروردگار نے ان دو قسموں کو تین قسم بنایا۔ اور مجھ کو ان تین قسموں میں سے تیسرا بہتر قسم بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اصحاب میمنہ اور اصحاب مشئمہ ہیں۔ اور السابقون السابقون یعنی دائیں بائیں والے یعنی بڑھنے والے ہیں۔ پس میں بڑھنے والوں میں سے ہوں' اور میں سابقین میں سے بہتر ہوں۔

ثُمَّ جَعَلَ الْاَثْلَاثَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً وَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ فَاَنَا اَتْقٰى وُلْدِ اٰدَمَ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ' پھر ان تین قسموں کے قبیلے بنائے مجھ کو ان کے بہتر قبیلوں میں سے بنایا۔ اور یہی خدائے تعالیٰ کا قول ہے کہ ہم نے تم کو شعبے اور قبیلے بنایا۔ پس میں اولاد آدمؑ میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ متقی ہوں اور زیادہ مکرم ہوں۔ اور یہ فخر نہیں۔

ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ' پھر قبیلوں کے گھر بنائے۔ اور مجھ کو ان کے بہترین گھروں سے بنایا اور خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ' ابو سلمہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے یہ عرض کی کہ آپ کے لئے نبوت کب سے ضروری ہوئی۔ فرمایا اس وقت کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم میں تھے۔

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ

قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ اِصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالٰی نے ابراہیمؑ کی اولاد سے اسمٰعیل علیہ السلام کو پسند کیا۔ اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو پسند کیا۔ اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور مجھ کو بنی ہاشم سے برگزیدہ کیا۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ۔ میں اولاد آدم میں سے بزرگ تر ہوں اپنے رب کے نزدیک اور یہ کوئی فخریہ بات نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَرَبَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے۔ اور کہا کہ میں تمام زمین کے مشرق و مغرب میں پھرا ہوں۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ اور کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِالْبُرَاقِ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ فَاسْتَصْعَبَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِیْلُ بِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَکِبَکَ اَحَدٌ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنْهُ فَارْفَضَّ عَرَقًا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شب معراج براق لایا گیا۔ تو اس نے آپ کے ساتھ نخی (شوخی) کی۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے اس کو کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شوخی کرتا ہے۔ اور تم پر ان سے بڑھ کر خدا کا اکرم کوئی سوار نہیں ہوا۔ پھر وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں۔ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ اَهْبَطَنِیْ فِیْ صُلْبِهٖ اِلَی الْاَرْضِ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ فِی السَّفِیْنَةِ وَقَذَفَ بِیْ فِی النَّارِ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاهِیْمَ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَةِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ بَیْنَ اَبَوَیَّ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ

وَاِلٰی ھٰذَا اَشَارَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِقَوْلِہٖ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کی پشت میں زمین کی طرف اتارا۔ اور مجھ کو نوح علیہ السلام کی پیٹھ میں کشتی میں اتارا۔ آگ میں ابراہیم علیہ السلام کی پیٹھ میں اتارا۔ پھر اسی طرح مجھ کو شریفوں کی پشتوں میں پاک رحموں کی طرف اتارا۔ یہاں تک کہ مجھ کو میرے والدین سے نکالا اور وہ کبھی بھی بدوں نکاح کے نہیں ملے۔ اسی امر کی طرف حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔ (اشارہ)

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِیْ مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

آپ دنیا یا ولادت سے پہلے جنت کے سایوں میں (آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں اور مقام (آدم و حوا علیہما السلام) میں تھے۔ جہاں کہ پتے لپٹے جاتے تھے (یعنی جب آدمؑ حوا نکالے گئے تھے تو جنت کے پتوں کو بدن پر لپیٹتے تھے)۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَّلَا عَلَقٌ

پھر آپ شہروں کی طرف اترے بحالیکہ اس وقت آپ نہ انسان تھے نہ مضغہ خون بستہ،

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِیْنَ وَقَدْ اَلْجَمَ نَسْرًا وَّاَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ ایک نطفہ تھے کہ کشتی نوح میں سوار ہوئے اور بلاشبہ لگام دی نسر کو اور اس کے اہل یعنی قوم نوح غرق ہو گئی تھی،

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رَحِمٍ اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

آپ پشتوں سے رحموں کی طرف آتے رہے۔ جب ایک قرن گزر گیا تو دوسرا قرن آگیا۔

ثُمَّ احْتَوٰی بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ خِنْدِفَ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

پھر آپ کے شاہد نسب نے خندف (الیاس بن مضر کی بیوی) سے بلندی کو گھیر لیا جس کے نیچے پٹکے تھے۔

وَلَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْ ضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

اور جب آپ پیدا ہوئے تھے تو تمام زمین روشن ہو گئی تھی۔ اور آپؐ کے نور

سے آسمان کے کنارے بھی روشن ہو گئے تھے۔

فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

سو ہم اس روشنی اور نور و ہدایت کے راستوں میں داخل ہوتے ہیں۔

یَا بَرْدَ نَارِ الْخَلِیْلِ یَا سَبَبًا لِعِصْمَۃِ النَّارِ وَھِیَ تَحْتَرِقُ

اے خلیل کی آگ کی ٹھنڈک اور آگ سے بچنے کا سبب جبکہ وہ جلتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابو ذر۔ ابن عمر۔ ابن عباس۔ ابوہریرہ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

اُعْطِیْتُ خَمْسًا وَ بَعْضُھَا سِتًّا لَمْ یُعْطَھُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَھُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِنَبِیٍّ قَبْلِیْ وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی وَعُرِضَ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فَلَمْ یَخْفَ عَلَیَّ التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوْعِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ قِیْلَ اَلسُّوْدُ الْعَرَبُ لِاَنَّ الْغَالِبَ عَلٰی اَلْوَانِھِمُ الْاُدْمَۃُ فَھُمْ مِنَ السُّوْدِ وَالْحُمْرُ الْعَجَمُ وَقِیْلَ اَلْبِیْضُ وَالسُّوْدُ الْجِنُّ وَفِی الْحَدِیْثِ الْاٰخَرِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ جِیْئَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔

مجھ کو پانچ چیزیں دی گئی ہیں اور بعض میں ہے کہ چھ دی گئی ہیں۔ وہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینہ کے راستہ تک میرے رعب کی نصرت مجھے دی گئی ہے۔ میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے اب میری امت کا کوئی شخص ہو جہاں کہیں اس کو نماز کا وقت آجائے پڑھ لے' غنیمتوں کا مال میرے لئے حلال کیا گیا۔ مجھ سے پہلے نبیوں پر حلال نہیں کیا گیا تھا۔ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ مجھے شفاعت دی گئی ہے۔ اور اس کلمہ کے بدلے ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ سوال کریں دیئے جائیں گے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ مجھ پر میری امت پیش کی گئی۔ پھر مجھ پر تابع اور متبوع مخفی نہ رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ سیاہ سے عرب کے

لوگ مراد ہیں۔ کیونکہ ان کے رنگوں پر گندم گوں زیادہ ہوتی ہے۔ اور وہ سیاہ ہوتے ہیں۔ اور سرخ عجم کے لوگ ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے سفید سیاہ آتیں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سرخ سے مراد انسان ہیں اور سیاح سے جن۔ اور دوسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو ایک مہینہ تک رعب سے فتمندی دی گئی ہے۔ اور مجھ کو وہ باتیں دی گئی ہیں جو کہ جوامع ہیں۔ اور میں سو رہا تھا کہ اتنے میں مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ پھر میرے ہاتھوں پر رکھ دی گئیں۔ اور ان سے ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنِّیْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيْ الْاٰنَ وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

میں تمہارے لئے فرط یعنی آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں۔ واللہ میں اپنے حوض کی طرف اس وقت بلاشبہ دیکھ رہا ہوں اور بلاشبہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی۔ واللہ میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَنَا مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهٗ وَعُلِّمْتُ خَزَنَةَ النَّارِ وَحَمَلَةَ الْعَرْشِ

میں وہ محمد نبی امی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھ کو جوامع الکلم اور اسکے خواتم دیے گئے۔ مجھے دوزخ کے خزانچی اور عرش کے اٹھانے والے بتلائے گئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ میں قیامت کے سامنے بھیجا گیا ہوں۔

ابن وہب کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِی سَلْ یَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ مَا اَسْئَلُ یَا رَبِّ اِتَّخَذْتَ اِبْرَاہِیْمَ خَلِیْلًا وَ
کَلَّمْتَ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا وَ اصْطَفَیْتَ نُوْحًا وَ اَعْطَیْتَ سُلَیْمٰنَ مُلْکًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ
فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا اَعْطَیْتُکَ خَیْرٌ مِّنْ ذَالِکَ اَعْطَیْتُکَ الْکَوْثَرَ وَ جَعَلْتُ اِسْمَکَ
مَعَ اِسْمِیْ یُنَادٰی بِہٖ فِیْ جَوْفِ السَّمَاءِ وَ جَعَلْتُ الْاَرْضَ طَهُوْرًا لَّکَ وَ لِاُمَّتِکَ وَ غَفَرْتُ
لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ فَاَنْتَ تَمْشِیْ فِی النَّاسِ مَغْفُوْرًا لَّکَ وَ لَمْ اَصْنَعْ
ذٰلِکَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ وَ جَعَلْتُ قُلُوْبَ اُمَّتِکَ مَصَاحِفَهَا وَ خَبَاْتُ لَکَ شَفَاعَتَکَ وَ لَمْ اَخْبَاْ
هَا لِنَبِیٍّ غَیْرِکَ وَ فِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ رَوَاهُ حُذَیْفَةُ بَشَّرَنِیْ یَعْنِیْ رَبَّهٗ عَزَّ وَ جَلَّ اَوَّلَ مَنْ
یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْهِمْ حِسَابٌ وَ
اَعْطَانِیْ اَنْ لَا تَجُوْعَ اُمَّتِیْ وَ لَا تُغْلَبَ وَ اَعْطَانِی النَّصْرَ وَ الْعِزَّ وَ الرُّعْبَ یَسْعٰی بَیْنَ اُمَّتِیْ
شَهْرًا وَ طَیَّبَ لِیْ وَ لِاُمَّتِی الْمَغَانِمَ وَ اَحَلَّ لَنَا کَثِیْرًا مِّمَّا شَدَّدَ عَلٰی مَنْ قَبْلَنَا وَ لَمْ یَجْعَلْ
عَلَیْنَا فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے محمدؐ! آپ سوال کریں۔ میں نے کہا اے رب میں کیا سوال کروں۔ تم نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ نوح علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک دیا کہ کسی کو ان کے بعد لائق نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم کو دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے میں نے تم کو حوض کوثر دیا اور تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا کہ وہ آسمان کے درمیان پکارا جاتا ہے۔ زمین کو تمہارے اور تمہاری امت کے لئے پاک کر دیا۔ تمہارے پہلے اور پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے۔ سو اب تم لوگوں میں بخشے ہوئے گناہ چلتے ہو اور یہ باتیں میں نے کسی اور کے لئے نہیں کیں۔ میں نے تیری امت کے دلوں کو مصاحف بنا دیا یعنی ان کے دلوں میں قرآن شریف رکھ دیا۔ میں نے تیرے لئے شفاعت کو چھپا رکھا ہے۔ تیرے سوا اور کسی نبی کے لئے میں نے اس کو نہیں چھپایا۔ ایک اور روایت میں ہے جس کو حذیفہؓ نے روایت کیا ہے۔ آپؐ

نے فرمایا۔ کہ مجھ کو میرے رب عزوجل نے بشارت دی ہے کہ اول سب سے جو میرے ساتھ جنت میں میری امت داخل ہو گی ستر ہزار ہو گی۔ اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن کا کوئی حساب نہ ہو گا۔ اور مجھے یہ عنایت کی ہے کہ میری امت بھوکی نہ رہے گی۔ اور مغلوب نہ ہو گی۔ مجھ کو فتح و عزت دی گئی ہے۔ میری امت کے سامنے ایک مہینہ تک (رعب) ہو گا۔ مجھ پر اور میری امت پر غنیمتوں کا مال حلال کر دیا گیا ہے۔ اور ہم پر بہت سی وہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ جو ہم سے پہلے لوگوں پر حلال نہ تھیں۔ ہم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ڈالی گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحٰى اِلَيَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ۔ کوئی نبی انبیا میں سے ایسا نہیں گزرا کہ جو ایسے نشانات نہ دیا گیا ہو کہ جس پر لوگ ایمان لائیں۔ لیکن مجھ کو جو دیا گیا ہے وہ ایک وحی (یعنی قرآن) ہے جو خدا نے میری طرف اتارا ہے (جو کہ ہمیشہ رہنے والا ہے) پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت میرے تابعین زیادہ ہوں گے۔

محققین کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ آپ کا معجزہ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ دنیا باقی رہے گی۔ اور انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات اسی وقت جاتے رہے۔ اور ان کو حاضرین کے سوا اور کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن قرآن پاک کا معجزہ ایسا ہے کہ اس پر قیامت تک زمانہ بعد زمانہ کے لوگ کھلے طور پر واقف ہوتے رہیں گے۔ نہ خبر کے طور پر۔ اور اس میں لمبا کلام ہے یہ اس کا خلاصہ ہے ہم نے اس کے سوا اس میں آخر باب معجزات میں مفصل لکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر نبی کو سات شریف وزیر رفیق اس کی امت سے دیئے گئے۔ اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ نجیب رفیق دیئے گئے۔ ان میں سے ابوبکرؓ عمرؓ ابن مسعودؓ عمارؓ ہیں۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو روک لیا۔ اور اس پر اس کے رسول اور مومنین کو مقرر کیا۔ اور وہ میرے بعد کسی پر حلال نہیں۔ یعنی اس میں لڑنا اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی تک حلال نہیں ہوا تھا۔

عرباض بن ساریہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے۔ کہ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَمِنْ دَعْوَۃِ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَبِشَارَۃِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خاتم النبین تھا کہ آدم علیہ السلام بلاشبہ ابھی مٹی میں ملے ہوئے تھے۔ میں اپنے باپ ابراہیم کا وعدہ ہوں' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان والوں اور انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آسمان والوں پر کیا فضیلت ہے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان والوں سے کہتا ہے کہ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْھُمْ اِنِّیْ اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْہِ جَھَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا کے سوا معبود ہوں۔ تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیں گے۔ (پ ۱۷ ع ۲) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ‘ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ‘ وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا ۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھلا دے اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔ (پ ۲۶ ع ۹) لوگوں نے کہا کہ ان کی انبیاء علیہ السلام پر کیا فضیلت ہے۔ کہا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ فَیُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی عزت وحکمت والا (پ ۱۳ ع ۱۳)

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔

خالد بن معدون سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ اپنی نسبت ہم کو خبر دیجئے۔ اور اسی قسم کی روایت ابو ذر شداد بن اوس ابن مالک رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ یعنی ان کا یہ قول کہ اے ہمارے رب ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے میری خوشخبری دی۔ میری ماں نے جب مجھے جنا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ اس سے ایک نور نکلا ہے کہ جس سے بصرے شہر کے محل جو کہ زمین شام میں ہے روشن ہو گئے۔ سعد بن ابی بکر کی اولاد میں مجھے دودھ پلایا گیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں اپنے بھائی (رضاعی) کے ساتھ اپنے گھروں کے پیچھے بکریاں چراتا تھا۔ کہ اتنے میں دو مرد آئے۔ جن پر سفید کپڑے تھے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ تین مرد تھے۔ اور ایک طشت سونے کا جو کہ برف سے بھرا ہوا تھا لائے۔ مجھے انہوں نے پکڑ لیا۔ اور میرے پیٹ کو چاک کیا۔ اس حدیث کے علاوہ دوسری میں یوں آیا ہے۔ کہ گلے سے لے کر پیٹ کے نرم حصہ تک پھاڑ دیا۔ پھر اس سے میرے دل کو نکالا۔ اس کو پھاڑ دیا۔ اور اس سے ایک سیاہ خون جمے ہوئے کا ٹکڑا نکالا۔ اور اس کو پھینک دیا۔ پھر انہوں نے میرے دل اور پیٹ کو اس برف سے دھو ڈالا یہاں تک کہ صاف کر دیا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر ان میں سے ایک نے کوئی چیز لی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک نور کی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ کہ دیکھنے والا اس سے حیران رہتا ہے۔ پھر اس نے میرے دل پر مہر لگا دی۔ اور وہ ایمان و حکمت سے بھر گیا۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ دوسرے نے اپنا ہاتھ میرے سینہ کے چاک پر پھیرا تو وہ مل گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ دل سخت ہے اس میں دو آنکھیں ہیں۔ جو دیکھتی ہیں۔ دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا

کہ امت کے دس مردوں سے وزن کر۔ اس نے مجھے ان کے ساتھ وزن کیا۔ تو میں ان سے بڑھ گیا۔ پھر کہا کہ ان کو ان کی امت کے سو مردوں کے ساتھ وزن کرو۔ وزن کیا۔ تو میں ان سے بھاری ہوا۔ پھر کہا کہ ان کو ان کی امت کے ساتھ ہزار مرد کے ساتھ وزن کر۔ پھر اس نے مجھے ان کے ساتھ وزن کیا۔ تو میں ان سے بھاری ہوا۔ پھر اس نے کہا کہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر تم ان کی تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے۔ تب بھی وہ بھاری نکلیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر انہوں نے مجھے سینہ سے لگایا۔ اور میرے سر اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اے حبیب (اللہ) تم ذرو مت۔ اگر تم کو معلوم ہوتا جو تم سے بہتری کا ارادہ کیا گیا ہے۔ تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اس حدیث کے باقی حصہ میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ تم اللہ کے کس قدر مکرم ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تمہارے ساتھ ہیں۔

ابو ذرؓ کی حدیث میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں فرشتے مجھ سے پیٹھ پھیر کر جھپٹ کر چلے گئے۔ گویا کہ یہ معاملہ میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (یعنی نبوت و رسالت کا معاملہ اب میں مشاہدہ کر رہا ہوں)۔

ابو محمد مکی اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہ نے حکایت کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے گناہ کی توبہ کے وقت کہا تھا۔ خداوندا' بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری خطا بخش دے اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ میری توبہ قبول کر۔ تب ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جنت کے ہر مقام پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا دیکھا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد میرا بندہ اور رسول ہے۔ تب میں نے جان لیا کہ وہ مخلوق میں سے تیرے نزدیک زیادہ مکرم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ اور ان کو بخش دیا۔ اور یہ اس قائل کے نزدیک اس آیت کی تاویل ہے۔ جس میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات سیکھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے کہا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا۔ تو

میں نے اپنا سر عرش کی طرف اٹھایا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تب میں نے جان لیا۔ کہ تیرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ مرتبہ پر نہیں۔ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ کر دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ کہ مجھ کو اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ بیشک وہ نبیوں میں سے جو تیری اولاد میں ہوں گے آخری نبیؐ ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ راوی کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو البشر تھی۔

سریج بن یونس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد کے نام کا کوئی مرد ہو۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بعض عزت کی وجہ سے اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ابن قانع قاضی ابی الحمراءؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھ کو آسمان کی سیر کرائی گئی۔ تو میں نے عرش پر کیا دیکھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں نے اس کو علیؓ کے ساتھ مدد دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول وَ کَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا (یعنی اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ ہے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ وہ ایک تختی سونے کی تھی۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ اس شخص پر تعجب ہے جو کہ تقدیر پر یقین رکھتا ہے' کیسے رنج اٹھاتا ہے۔ اور اس شخص پر تعجب ہے جو کہ دوزخ کا یقین رکھتا ہے' کیسے رنج اٹھاتا ہے۔ اور اس شخص پر تعجب ہے جو کہ دوزخ کا یقین رکھتا ہے' کیسے ہنستا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے۔ جو کہ دنیا اور اس کی گردش کو جو لوگوں پر کرتی ہے دیکھتا ہے' کیسے اس کی طرف سے مطمئن ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا بندہ اور رسول ہے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے کہ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ ہیں۔ میں اس کے کہنے والے کو عذاب نہ دوں گا۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ ایک قدیمی پتھر پر لکھا ہوا پایا گیا کہ محمدؐ پرہیز گار ہیں۔ اصلاح کرنے والے سردار ہیں۔

سمنطاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بلاد خراسان میں ایک بچہ پیدا ہوا دیکھا کہ جس کے ایک پہلو پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔

مورخین ذکر کرتے ہیں کہ ہندوستان کے ملک میں ایک گلاب کا سرخ پھول ہے۔ اس پر سفید خط سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے۔

اور جعفرؓ بن محمدؐ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب قیامت کا دن ہو گا۔ تو پکارنے والا پکارے گا کہ جس کا نام محمدؐ ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ اور جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے داخل ہو جائے۔

ابن قاسم نے اپنے سماع میں اور ابن وہب نے اپنے جامع میں مالکؒ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ والوں سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ جس گھر میں محمدؐ نام کا کوئی شخص ہو وہ گھر ضرور بڑھتا ہے۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اس کے پڑوسیوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ کہ جس گھر میں ایک محمدؐ دو محمدؐ تین محمدؐ ہوں تو تم کو کچھ ضرر نہ ہو گا۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو ان میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کیا۔ پھر اس کو اپنے لئے پسند کیا۔ اور اس کو رسالت کے ساتھ بھیجا۔

نقاش نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۔ (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ۔ اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بی بیوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا

اے گروہ اہل ایمان! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تم پر فضیلت دی ہے اور میری عورتوں کو تمہاری عورتوں پر فضیلت دی۔

فصل ۲

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں جو معراج کی کرامت کو شامل ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس کا دیدار ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی امامت اور آپ کا عروج سدرۃ المنتہیٰ تک۔ اور جو بڑے نشانات خدائی کے آپ نے دیکھے مذکور ہیں۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے قصہ معراج ہے۔ جس میں آپ کی رفعت و ترقی کے درجات پوشیدہ ہیں۔ جن کی قران مجید نے خبر دی ہے۔ اور حدیث صحیح نے اس کی تشریح کی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (پ ۱۵ ع ۱)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقت ور نے پھر اس جلوہ نے قصد

فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس اس کے پاس جنت الماوی ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (سورہ النجم پ ۲۷ ع ۵)

مسلمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ نص قرآن ہے۔ اس کی تفصیل و عجائبات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ جو کہ منتشر ہیں۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان میں سے کامل تر کو مقدم کریں۔ اور اس کے علاوہ دوسری حدیثوں کا جن کا ذکر واجب ہے اشارۃ زیادہ کریں۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی اور فقیہ ابو الخیر نے میں نے ان دونوں سے اور قاضی ابو عبداللہ تمیمی وغیرہ نے اپنے مشائخ سے سنا وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو العباس عذری نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حجاج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شیبان بن فروخ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حماد بن سلمہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ثابت بنانی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ قَالَ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ

دَ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ فَقِيْلَ مَنْ اَنْتَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اَنَا بِاٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ فَقِيْلَ مَنْ اَنْتَ قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا بِيْ وَدَعَوَا لِيْ بِخَيْرٍ۔

ترجمہ۔ میرے پاس براق لایا گیا۔ اور وہ ایک جانور ہے جو کہ سفید لمبا تھا۔ گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا اپنے کھر (قدم) کو وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی۔ فرمایا کہ میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس میں پہنچ گیا۔ اور اس کو اس حلقہ سے باندھ دیا' جس سے انبیا علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس میں دو رکعت (نفل) پڑھے۔ پھر میں نکلا تو میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا لایا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ کہ آپ نے فطرت اسلام کو پسند کیا۔ پھر مجھ کو آسمان کی طرف چڑھا لے گیا۔ اور جبرئیلؑ نے دروازہ کھلوایا۔ تو کہا گیا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ جبرائیلؑ۔ کہا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ کہا گیا۔ کہ کیا ان کو حکم ہوا ہے؟ کہا کہ بیشک حکم ہوا ہے۔ تب اس نے دروازہ کھول دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔ پھر ہم کو دوسرے آسمان کی طرف لے گئے۔ اس کو جبرائیلؑ نے کھلوایا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کون ہے۔ اس نے کہا جبرائیل۔ کہا گیا۔ تمہارے ساتھ کون ہے۔ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا گیا۔ کہ کیا ان کی طرف حکم بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں بیشک۔ پھر کھول دیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم و زکریا بن یحییٰ علیہما السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور مجھ کو دعا خیر دی۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اَنَا بِيُوْسُفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:۔ پھر ہم کو تیسرے آسمان کی طرف چڑھا لے گئے۔ اور پہلے کی طرح ذکر کیا۔ وہ کھولا گیا۔ تو یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ جن کو نصف حسن دیا گیا ہے۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ وَذَكَرَ مِثْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِاِدْرِيْسَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:۔ پھر ہم کو چوتھے آسمان کی طرف لے گئے اور ایسا ہی ذکر کیا۔ میں نے دیکھا کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۔ ہم نے اس کو بلند مکان پر اٹھایا۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِهٰرُوْنَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:۔ پھر ہم کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور ایسا ہی ذکر کیا میں نے دیکھا کہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَاِذَا اَنَا

ترجمہ:۔ پھر ہم کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور ایسا ہی ذکر کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ۔

بِمُوْسٰى فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:۔ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ

ترجمہ:۔ پھر ہم کو ساتویں آسمان پر لے گئے اور ایسا ہی ذکر کیا۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو کہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور دیکھا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں' جو پھر نہیں لوٹتے۔

پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے۔ اور اس کے پھل (بیر) مٹکوں کی طرح تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس کو خدا

کے حکم نے ڈھانک لیا تو وہ بدل گیا۔ خدا کی مخلوق میں سے کسی کو طاقت نہیں کہ اس کی تعریف کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی جو کچھ کہ کی۔ اور مجھ پر پچاس نمازیں دن رات میں فرض کیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا۔ تو انہوں نے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ کہا کہ آپ رب کی طرف پھر جاؤ۔ اور ان سے تخفیف کا سوال کرو۔ کیونکہ آپ کی امت میں اس کی طاقت نہیں ہو گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں پھر اپنے رب کی طرف لوٹا۔ اور کہا کہ اے میرے رب میری امت پر تخفیف کر۔ تو مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا۔ اور کہا کہ پانچ کم کر دیں۔ کہا کہ آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں۔ پھر اپنے رب کی طرف جائیے۔ اور تخفیف کی درخواست کیجئے۔ فرمایا کہ میں اسی طرح بار بار جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے محمد! وہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن رات میں۔ اور ہر نماز کے لئے دس نمازیں۔ سو یہ پچاس ہو گئیں۔ جو شخص ایک نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کرے اس کے لئے ایک نیکی کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور اگر عمل کر لے گا۔ تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور عمل نہ کیا۔ تو اس کی برائی نہ لکھی جائے گی۔ اور اگر کر لے گا تو ایک گناہ لکھا جائے گا۔ فرمایا کہ پھر میں اتر کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور ان کو خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ پھر جاؤ اور تخفیف مانگو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔

قاضی خدا اس کو توفیق خیر دے' یہ کہتا ہے کہ ثابت رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انس ؓ سے نہایت عمدہ صحیح بیان کیا ہے۔ اور دوسرا کوئی اس سے بڑھ کر بہتر نہیں لایا گیا۔ خاص کر شریک بن ابی نمر کی روایت' کیونکہ اس کے شروع میں آپ کی طرف فرشتے کے آنے آپ کے شکم کے چاک کرنے۔ آب زمزم سے دھونے کا ذکر ہے۔ اور یہ تو بچپن کی حالت میں اور وحی سے پہلے ہوا تھا۔ اور بلاشبہ شریک نے اپنی

حدیث میں کہا ہے۔ کہ وحی سے پہلے ہوا تھا۔ اور شب معراج کا قصہ بیان کیا۔ اور اس میں خلاف نہیں۔ کہ معراج وحی کے بعد ہوئی تھی۔

اور اکثر نے یہ کہا ہے کہ یہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے ہوئی۔ اور بلاشبہ ثابت نے انسؓ سے جو کہ حماد بن سلمہ کی روایت سے بھی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے حال میں آنا کہ آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبکہ آپ اپنی دائی کے پاس تھے۔ اور آپ کے دل کو چیرنا روایت کیا ہے۔ اور یہ قصہ حدیث معراج سے علیحدہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں نے روایت کیا ہے اس نے دونوں قصوں میں پوری صحت سے کام لیا ہے۔

اور اس بارہ میں کہ معراج بیت المقدس اور سدرۃ المنتہی کی طرف ہوئی ہے۔ یہ ایک قصہ تھا۔ آپ بیت المقدس تک گئے۔ پھر وہاں سے اوپر کو چڑھے۔ اس نے ان تمام اشکال کو دور کر دیا۔ جن کا اوروں نے وہم ڈالا تھا۔

اور یونسؒ نے اپنے والد شہاب سے اس نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ ابو ذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ میرے گھر کی چھت پھٹ گئی۔ تو جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرے سینہ کو چاک کیا۔ پھر اس کو زمزم سے دھویا۔ پھر سونے کا طشت لائے جو کہ حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں ڈالا۔ پھر اس کو وہیں رکھ دیا۔ پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھ کو آسمان کی طرف لے گیا۔ اور قصہ بیان کیا۔ اور قتادہ نے ایسے ہی حدیث انس سے اس نے مالک بن صعصہ سے بیان کی ہے۔ اس میں تقدیم و تاخیر ہے زیادتی و نقصان ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی آسمانوں کی ترتیب میں خلاف ہے۔ حدیث ثابت کی جو انسؓ سے ہے وہ صحیح اور عمدہ ہے۔ حدیث معراج میں بہت سی زیادتیاں ہیں۔ جن سے ہم مفید نکتے اپنے مطلب میں بیان کریں گے۔ ان میں سے حدیث ابن شہاب ہے اس میں ہر نبیؑ کا یہ قول ہے کہ مرحبا ہو۔ نبی صالح اور بھائی صالح کو۔ مگر آدمؑ اور ابراہیم علیہما السلام نے آپ کو یہ کہا تھا کہ مرحبا فرزند نیک کو۔ اور اس میں طریق ابن عباسؓ

سے ہے' پھر مجھ کو لے گئے یہاں تک کہ میں ایک فراخ مقام تک پہنچا۔ جس میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پھر مجھے لے گئے۔ حتیٰ کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک آیا اس کو ایسے رنگوں نے گھیرا ہوا تھا۔ کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کیسے ہیں۔ فرمایا کہ پھر میں جنت میں داخل ہوا۔

مالک بن صعصعہ کی حدیث میں ہے کہ جب میں موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ ان کو آواز دی گئی۔ تم کیوں روتے ہو۔ کہا کہ اے میرے رب! ایک جوانمرد کو تم نے میرے بعد بھیجا۔ جس کی امت کے لوگ جنت میں میری امت سے زیادہ جائیں گے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہ السلام کی جماعت میں دیکھا۔ اور نماز کا (نماز عشاء کا وقت مراد ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام جسموں کے ساتھ تھے اور وہ زندہ ہیں) وقت آگیا۔ تو میں نے ان کی امامت کی۔ ایک کہنے والے نے کہا۔ اے محمد! یہ مالک ہے دوزخ کا داروغہ آپ اس کو سلام کہیں۔ میں نے جب اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے مجھے پہلے سلام کہا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس میں آئے۔ آپ اترے اور اپنے گھوڑے کو پتھر سے باندھ دیا۔ اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز پڑھی گئی۔ تو کہنے لگے۔ اے جبرئیل علیہ السلام یہ تمہارے ساتھ کون ہے اس نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ انہوں نے کہا کیا ان کی طرف حکم بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ کہنے لگے۔ کہ خدا اس کو زندہ رکھے۔ وہ بھائی اور خلیفہ ہیں۔ وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں۔

پھر انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کی ملاقات کی۔ اور اپنے رب کی تعریف کرنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک کے کلام کا ذکر کیا۔ وہ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان علیہم السلام ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ تم سب

نے اپنے رب کی تعریف کی۔ اور میں اپنے رب کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَاَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْهِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّۃٍ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ اُمَّۃً وَّسَطًا وَجَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَوَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ وَرَفَعَ لِیْ ذِکْرِیْ۔

ترجمہ :۔ اس رب کی حمد ہے۔ جس نے مجھے رحمۃ' للعالمین اور تمام جہان کے لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بھیجا ہے۔ مجھ پر قرآن نازل کیا۔ جس میں ہر ایک شے کا بیان ہے۔ میری امت کو تمام امت سے بہتر بنایا۔ میری امت کو متوسط کیا۔ میری امت کو اول اور آخر بنایا۔ میرے سینے کو کھول دیا۔ مجھ سے بوجھ ہلکا کر دیا۔ میرے ذکر کو بلند کیا۔ مجھ کو شروع کرنے اور ختم کرنے والا بنایا۔

تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وجہ سے تم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بڑھ گئے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے آسمان دنیا کی طرف اٹھا کر لے گئے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک لے گئے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے اور وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ جو زمین سے اوپر چڑھتے ہیں وہاں تک منتہی ہوتے ہیں۔ پھر وہاں سے قبض کیے جاتے ہیں (یعنی ملائکہ لکھ لیتے ہیں) اور جو چیز ادھر سے اترتی ہے وہ بھی وہیں منتہی ہوتی ہے۔ پھر قبض کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی۔ جب کہ سدرہ کو ڈھانکا جس نے کہ ڈھانکا۔ فرمایا کہ وہ سونے کے پتنگے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو کہ ربیع بن انس کے طریق سے ہے یہ ہے کہ پھر مجھ سے کہا گیا' یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جس کی طرف تمہاری امت کے عمل جو تمہارے طریقہ پر فوت ہوتا ہے پہنچتے ہیں۔ اور اس سدرۃ المنتہیٰ کی جڑھ میں سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ صاف پانی کی نہریں' دودھ کی نہریں' جس کا مزہ نہیں بدلا' شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہیں۔ صاف شہد کی نہریں' سدرۃ المنتہیٰ ایک

درخت ہے۔ جس کے سایہ میں سوار ستر سال تک چل سکتا ہے۔ اس کا ایک پتہ ایک مخلوق کو ڈھانکتا ہے۔ اس کو نور اور ملائکہ نے ڈھانکا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہی قول ہے کہ سدرہ کو ڈھانکا جس نے ڈھانکا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ مانگو۔ آپ نے کہا کہ خداوندا' تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اور ان کو بڑا ملک دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے تو نے کلام کیا۔ داؤد علیہ السلام کو تو نے بڑا ملک دیا۔ ان کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا۔ پہاڑوں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ سلیمان علیہ السلام کو تو نے بڑا ملک دیا۔ جن و انسان و شیاطین' ہواؤں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ اور اس کو ایک ایسا ملک دیا کہ اس کے بعد وہ کسی کو لائق نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات و انجیل سکھائی۔ اور اس کو ایسا کر دیا۔ کہ وہ مادر زاد اندھے صاحب برص کو اچھا کرتا تھا۔ اس کو اور اس کی والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی۔ پس اس کو ان دونوں پر کوئی داؤ نہیں چلتا تھا۔ تب آپ کو آپ کے رب عزوجل نے فرمایا کہ میں نے تم کو خلیل و حبیب (دونوں) بنایا۔ اور یہ تو رات میں لکھا ہوا ہے کہ محمد حبیب الرحمٰن ہے۔ میں نے تم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ تمہاری امت ہی کو اول و آخر بنایا ہے۔ تمہاری امت کے لئے میں نے یہ کر دیا ہے کہ ان کا کوئی خطبہ جب تک کہ وہ اس امر کی گواہی نہ دیں کہ تم میرے بندے اور رسول ہو جائز نہیں۔ تم کو میں نے نبیوں سے پہلے پیدا کیا۔ اور سب سے آخر بھیجا ہے۔ میں نے تم کو سات آیتیں جو کہ دوبارہ پڑھی جاتی ہیں دیں(یعنی سورہ فاتحہ) وہ میں نے تم سے پہلے اور کسی نبی کو نہیں دیں۔ میں نے تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔

دوسری روایت میں ہے کہا (ابن مسعودؓ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین چیزیں (خاص) دی گئیں۔ پنج وقتہ نماز' سورۂ بقر کی آخری آیات۔ اور آپ کی امت میں سے جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے اس کے ہلاکت کرنے والے کبیرہ گناہ معاف کر دیئے۔

اور فرمایا کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ نہ جھوٹ بولا دل اس میں جو کہ دیکھا' یہ دو آیتیں ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اپنی صورت میں دیکھا۔ جس کے چھ سو پر تھے۔

شریک کی حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا۔ فرمایا کہ یہ درجہ ان کو بوجہ کلیم اللہ ہونے کے ملا۔

فرمایا کہ پھر مجھے اس سے اوپر لے گئے۔ جس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا یہ گمان نہ تھا کہ مجھ سے کوئی بھی بڑھ کر ہو گا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر سے یہ کلام بعید ہے حالانکہ ان کو پہلے تورات سے آپ کی فضیلت معلوم تھی۔ دوم تواضع کے خلاف ہے اس لئے یہ روایت شریک کی متکلم فیہا ہے کذافی نسیم الریاض مترجم

اور انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیا علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا اتنے میں جبرئیل علیہ السلام داخل ہوئے۔ اس نے میرے کندھوں کو ہلایا (اور بعض روایات میں ہے کہ یہ بیت المقدس کا ذکر ہے) پھر میں کھڑا ہوا ایک درخت کی طرف جو وہاں پر تھا۔ جیسا کہ پرندہ کے دو گھونسلے ہوں' وہ ایک میں بیٹھا اور میں ایک میں بیٹھا۔ پھر وہ بڑھ گیا حتیٰ کہ اس نے مشرق مغرب کو ڈھانپ لیا۔ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ میں ادھر ادھر دیکھتا تھا۔ جبرئیلؑ کو دیکھا کہ وہ باریک کپڑا (جو اونٹ گھوڑے کے بدن پر ڈالا جاتا ہے) زمین سے ملا ہوا ہے۔ تب میں نے اس کی علمی فضیلت (یہ جزوی فضیلت ہے۔ اور کلی فضیلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) کو جو مجھ پر اس کو ہے معلوم کیا۔ میرے لئے آسمان کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے نور اعظم کو دیکھا۔ اور مجھ سے ورے پردہ ڈالا گیا۔ اس کی درازیں موتی اور یاقوت کی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی جو چاہا۔

بزار نے حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان سکھائے۔ تو جبرئیل علیہ السلام ایک جانور لائے جس کو براق کہتے ہیں۔ آپ اس پر سوار ہونے لگے۔ تو اس نے شوخی کی۔ جبرئیلؑ نے اس کو کہا کہ ٹھہر جا۔ واللہ تم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور [illegible] نہیں ہوا۔ پھر آپ [illegible] سوار ہوئے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس پردہ

تک لے گیا۔ جو اللہ تعالیٰ تک ملا ہوا تھا۔ ایسے حال میں آپ تھے۔ کہ پردہ میں سے ایک فرشتہ نکلا۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے جبرئیل یہ کون شخص ہے۔ کہا قسم ہے اس کی جس کو آپ نے سچائی بھیجا ہے۔ میں خدا کا بڑا مقرب ہوں۔ لیکن اس فرشتہ کو میں نے اپنی پیدائش سے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ اس فرشتہ نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اس کو پردہ میں سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں بہت بڑا ہوں۔ میں بہت بڑا ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اس کو پردہ میں سے کہا گیا۔ کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بقیہ اذان کو اسی طرح ذکر کیا۔ مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب کا ذکر نہیں کیا۔ اور کہا کہ پھر فرشتہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور آپ کو آگے لے گیا۔ تب آپ نے آسمان والوں کی امامت کی۔ جن میں آدم و نوح علیہم السلام تھے۔

ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین اس کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت کو آسمان و زمین والوں پر کامل کر دیا۔

کہا قاضیؒ نے خدا اس کو نیک توفیق دے۔ کہ اس حدیث میں جو پردہ کا ذکر ہے تو وہ مخلوق کے حق میں ہے۔ نہ کہ خالق کے حق میں۔ پس وہ لوگ محجوب ہیں۔ اور اللہ عزاسمہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کو چھپائے۔ کیونکہ حجاب اس کو چھپاتے ہیں۔ جو کہ اندازہ میں آئے اور محسوس ہو۔ لیکن اس کے پردے اس کی مخلوق کی آنکھوں اور عقلوں اور سمجھوں پر ہیں جس کے ساتھ چاہے اور جیسے چاہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بے شک وہ اپنے رب سے آج کے دن پردوں میں ہیں۔ اب اس پردہ کی حدیث میں یعنی جبکہ فرشتہ پردہ میں سے نکلا۔ بالضرور یہ معنے کئے جائیں گے۔ کہ وہ ایک پردہ تھا۔ کہ دوسرے ملائکہ اس فرشتے کو سوائے خدائے تعالیٰ کی عظمت و سلطنت عجائب ملکوت و جبروت پر مطلع نہیں تھے۔ حدیث میں اس امر پر جبرئیلؑ کا قول دلالت کرتا ہے۔ جو انہوں نے اس فرشتہ کی بابت کہا، جو نکلا تھا۔ کہ اس فرشتہ کو میں نے پیدائش سے لے کر اب تک دیکھا ہی نہیں۔ پس یہ بات اس پر

دلیل ہے کہ یہ پردہ ذات الٰہی سے مختص نہیں۔

اس پر کعبؓ کا قول جو کہ سدرۃ المنتہی کی تفسیریں ہے دلالت کرتا ہے کہ کہا۔ اس کی طرف فرشتوں کا علم منتہی ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس خدا کا حکم پاتے ہیں۔ اس سے آگے ان کا علم بڑھتا نہیں۔ لیکن اس کا یہ قول کہ رحمٰن کے متصل ہے تو یہ حذف مضاف پر محمول ہے یعنی رحمٰن کے عرش سے متصل ہے یا اس کی بڑی آیات کے کسی امر سے یا اس کے معارف کے حقائق کے مبادی کے ساتھ جن کو وہی زیادہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اسئل القریہ کہ قریہ سے سوال کر۔ یعنی اہل قریہ سے' اور اس کا یہ قول کہ پردہ کے پیچھے یہ کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں بہت بڑا ہوں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا لیکن پردہ کے پیچھے سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ کہ کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر یا پردہ کے پیچھے سے۔ یعنی وہ اس کو نہیں دیکھتا۔ اس کی آنکھ کو اپنے دیکھنے سے پردہ میں کر دیا۔

پھر اگر یہ بات صحیح ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ تو یہ احتمال ہے کہ اس مقام کے علاوہ اس کے بعد یا اس سے پہلے اور موقعہ پر دیکھا ہو۔ کہ آپ کی آنکھ سے پردہ اٹھا دیا ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا ہو۔ واللہ اعلم۔

فصل ۳

پھر سلف علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپ کو معراج روح سے ہوئی ہے یا جسم سے۔ اس میں تین اقوال ہیں:۔

ایک گروہ تو ادھر گیا ہے کہ آپ کی معراج روح کے ساتھ تھی۔ اور یہ نیند کا دیکھنا ہے۔ باوجودیکہ اس کا سب پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حق اور وحی ہوا کرتی ہے۔ اسی کی طرف معاویہؓ گئے ہیں۔ اور حسن بصری سے یہی حکایت کی

گئی ہے۔ اور ان سے اس کے خلاف مشہور ہے۔ اسی کی طرف محمد بن اسحاق نے اشارہ کیا ہے۔ ان کی دلیل خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، ہم نے تم کو اس خواب کو نہیں دکھایا مگر اس لئے کہ لوگوں کو فتنہ ہو۔ (پ ۱۵ ع۶)

اور حسن بصری رضی اللہ عنہ سے یہ حکایت کی گئی ہے اور ان سے ان کے خلاف مشہور ہے (یعنی بیداری میں ہوا ہے) اور اسی کی طرف محمد بن اسحاق نے اشارہ کیا ہے۔ ان کی دلیل خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ہم نے وہ رویا جو تم کو دکھایا وہ لوگوں کے لئے فتنہ ہی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صلح حدیبیہ کے سال دیکھا تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو گم نہیں کیا تھا۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا جسم گم نہیں کیا گیا تھا۔ اور یہ صحیح ہے اور یہ اوروں سے خبر دی ہے۔ ورنہ اس وقت وہ آپ کی بیوی نہ تھیں کذافی الشرح)' اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انانائم...... الخ میں سو رہا تھا۔

اور انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ اور قصہ بیان کیا۔ پھر آخر میں فرمایا کہ میں جاگا تو مسجد حرام میں تھا۔ (یہ دلائل خواب کے قائلوں کے ہیں)۔

اور بڑے بڑے سلف اور اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ یہ معراج جسم و بیداری میں تھی۔ یہی حق ہے۔ اور یہی قول حضرت ابن عباس۔ جابر۔ انس۔ حذیفہ۔ عمر۔ ابو ہریرہ۔ مالک بن صعصعہ۔ ابی حبہ۔ بدری۔ ابن مسعود۔ ضحاک۔ سعید بن جبیر۔ قتادہ۔ ابن مسیب۔ ابن شہاب۔ ابن زید۔ حسن۔ ابراہیم۔ مسروق۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ ابن جریج رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور یہی حضرت عائشہؓ کے قول کی دلیل ہے۔ (یعنی ابن عباس کا صحیح مذہب بھی یہ ہے۔ اور خلاف اس کے ضعیف ہے) اور یہی طبری' ابن حنبل اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا قول ہے۔ یہی اکثر فقہا۔ محدثین۔ متکلمین۔ مفسرین۔ متاخرین کا قول ہے۔

ایک گروہ کا قول ہے کہ معراج جسم کے ساتھ بیداری میں مسجد حرام سے بیت المقدس کا ہے۔ اور وہاں سے آسمان تک روح کے ساتھ تھا۔ ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے سبحان الذی اسریٰ...... الخ۔ پس مسجد اقصیٰ تک غایت معراج ٹھہرائی ہے۔ جس میں کہ آپ کی بڑی قدر و تعریف و مدح وہاں تک تشریف لے جانے اور معراج ہونے کی بزرگی نکلتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر معراج جسم کے ساتھ مسجد اقصیٰ سے آگے ہوتی تو اس کا ذکر اللہ تعالیٰ ضرور کرتا۔ اور اس کا ذکر مدح میں زیادتی ہوتی۔ پھر یہ دونوں فرقے اس میں مختلف ہیں۔ کہ آیا آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی یا نہیں۔ حدیث انس وغیرہ میں ہے جو گذر چکی کہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ اور حذیفہ بن الیمان نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ واللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام براق کی پشت سے جدا نہیں ہوئے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

قاضی کہتا ہے کہ ان میں سے حق روایت اور صحیح انشاء اللہ یہ ہے کہ آپ کی معراج جسم و روح کے ساتھ تمام حصہ میں ہوئی ہے۔ اسی پر آیت اور صحیح احادیث اور قیاس دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر و حقیقت سے تاویل کی طرف اس وقت جاتے ہیں جبکہ ظاہری معنے لینا محال ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی اور بیداری میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ اگر خواب میں ہوتا۔ تو فرماتے کہ اپنے بندے کی روح کو سیر کرائی۔ نہ یہ کہ بندہ کو۔ اور خدا کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی نہ بہکی۔ اور اگر خواب میں ہوتی تو اس میں نہ نشانی تھی۔ نہ معجزہ اور نہ کفار اس سے تعجب کرتے۔ نہ جھٹلاتے نہ ضعیف مسلمان مرتد ہوتے نہ فتنہ میں پڑتے۔ کیونکہ ایسے خوابوں کا انکار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہ انکار ان سے اس لئے ہوا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ نے اپنے جسمی اور بیداری کے معراج کی خبردی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں یہ بیان ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی جو انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ یا آسمان میں پڑھی۔ جیسا کہ اوروں نے روایت کیا ہے۔

پھر اس میں اس کا ذکر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام براق لے کر آئے۔ معراج کی خبر۔ آسمان کا کھلنا۔ پھر کہا جانا کہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ اس کا کہنا کہ محمدؐ ہیں۔ پھر

انبیا علیہم السلام کی ملاقات۔ ان کی ساری باتیں۔ ان کا مرحبا کہنا۔ نماز کے فرض ہونے کا بیان موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس بارہ میں کئی بار آنا جانا۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ پھر جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو آسمان تک لے گیا۔ پھر مجھے اوپر لے گیا۔ یہاں تک کہ ایک مکان پر میں چڑھا۔ وہاں پر میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔ اور یہ کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ جنت میں داخل ہوئے۔ اور اس میں وہ امور دیکھے جن کا ذکر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ معراج آنکھ کا دیکھنا تھا۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا۔ خواب کا دیکھنا نہ تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں مقام حجر میں سویا ہوا تھا۔ تو میرے پاس جبرئیلؑ آیا۔ مجھے پیچھے سے ہلایا۔ میں بیٹھ گیا اور کچھ نہ دیکھا۔ پھر میں لیٹ گیا تین دفعہ یہ معاملہ ہوا۔ تیسری دفعہ میرے کندھے کو پکڑ کر اس نے ہلایا۔ اور مسجد کے دروازہ تک لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جانور ہے۔ اور براق کا ذکر کیا۔

ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو جو تشریف لے گئے تھے۔ تو اس رات آپ میرے گھر میں عشاء کی نماز پڑھ کر ہمارے درمیان سوئے تھے۔ فجر سے کچھ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جگایا۔ اور جب آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے بھی پڑھی تو فرمایا۔ کہ اے ہانی۔ بے شک میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز جیسا کہ تم کو معلوم ہے اس وادی یعنی مکہ میں پڑھی تھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا۔ اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر صبح کی نماز اب تمہارے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسم کے ساتھ تھی۔ (ام ہانی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں وہ تو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئی ہیں۔ ا۔ ق)

اور شداد بن اوس کی روایت میں ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج کی صبح کو دریافت کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ

کو مکان میں رات کو تلاش کیا۔ مگر نہ پایا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ کو مسجد اقصیٰ تک اٹھا کر لے گیا تھا۔

اور عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی مسجد اقصیٰ کے سامنے نماز پڑھی۔ پھر میں صخرہ کے نیچے داخل ہوا۔ تو ایک فرشتے کو کھڑے ہوئے پایا۔ اس کے پاس تین برتن ہیں۔ اور حدیث کو ذکر کیا۔ پھر تصریحات ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی امر محال نہیں اور اپنے ظاہری معنے پر محمول ہیں۔

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے گھر کی چھت پھٹ گئی۔ اور میں مکہ میں تھا۔ تب جبرئیل علیہ السلام اترے۔ اور میرے سینہ کو چاک کیا۔ پھر اس کو آب زمزم سے دھویا۔ (آخر حدیث تک) پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھ کو چڑھا لے گیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آیا اور پھر وہ مجھ کو زمزم کی طرف لے گیا۔ اور میرے سینہ کو کھولا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو حجرہ میں دیکھا۔ بحالیکہ قریش مجھ سے میرے معراج کی بابت پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے ایسی باتیں پوچھیں۔ کہ جو مجھے یاد نہیں تھیں۔ تب تو میں بڑا گھبرایا کہ پہلے کبھی ایسا گھبرایا نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے میرے سامنے ظاہر کر دیا۔ کہ میں اسے دیکھتا تھا۔

ایسا ہی جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بارہ میں مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ پھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا۔ بحالیکہ اس نے اپنا پہلو ابھی پھیرا نہ تھا۔

فصل ۴

ان لوگوں کے ابطال میں جو کہتے ہیں کہ معراج خواب میں ہوئی ہے۔ انہوں نے

اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل بیان کی ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ یعنی نہیں بنایا ہم نے اس خواب کو جو آپ کو دکھائی تھی الخ۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے رویا قرار دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ اس کو رد کرتی ہے۔ کیونکہ نیند میں اسری نہیں کہا جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے فتنہ بنایا۔ اس امر کی تائید کرتا ہے کہ یہ آنکھ کا دیکھنا تھا۔ اور یہ معراج جسمانی تھی۔ کیونکہ خواب میں فتنہ نہیں ہوا کرتا۔ اور اس کو کوئی جھٹلایا نہیں کرتا۔ خواب تو ہر شخص دیکھ لیا کرتا ہے کہ وہ ایک گھڑی میں مختلف اطراف میں چلا جایا کرتا ہے۔

علاوہ یہ کہ مفسرین کے اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حدیبیہ کے بارہ میں اور جو کچھ کہ لوگوں کے دلوں میں اس سے آیا نازل ہوئی ہے۔ اور بعض نے اس کے سوا اور بیان کیا ہے۔ لیکن ان کا یہ قول کہ آپ نے حدیث میں اس کا نام نیند رکھا ہے۔ اور دوسری حدیث میں یہ ہے کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا۔ اور یہ قول کہ آپ سوتے تھے۔ اور آپ کا یہ قول کہ پھر میں جاگ اٹھا۔ اس میں کوئی دلیل نہیں (کہ نیند میں معراج تھی) کیونکہ یہ احتمال ہے کہ فرشتہ کے آنے سے پہلے آپ سوتے تھے یا شروع اٹھانے کے وقت آپ سوتے تھے۔ اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ معراج کے تمام واقع میں سوتے رہے تھے۔ مگر ہاں یہ آپ کا فرمانا کہ پھر میں جاگا تو مسجد حرام میں تھا۔ شاید آپ کے اس قول بیداری کے یہ معنے ہوں۔ کہ میں پھر صبح کے وقت داخل ہوا۔ یا یہ کہ معراج سے آکر آپ سو گئے ہوں۔ پھر جاگے ہوں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ کی یہ سیر ساری رات تک نہیں تھی۔ بلکہ رات کے بعض حصہ میں تھی۔ اور کبھی یوں کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت کے عجائبات کے مطالعہ نے ڈھانک لیا تھا۔ اور آپ کے باطن کو ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ نے ڈھانک لیا تھا۔ اپنے رب کی آیات کبریٰ کو بھی دیکھا تھا۔ پس آپ انسانی حال کی طرف اسی وقت لوٹے جبکہ مسجد حرام میں آگئے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی نیند و بیداری بھی حقیقتاً" ظاہری لفظ کے موافق تھی۔ لیکن آپ کو معراج جسمانی ہوئی۔ آپ کا دل حاضر تھا اور انبیاء علیہم السلام کے خواب حق ہوا کرتے ہیں۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔ اور بعض اصحاب اشارات بھی اس طرف مائل ہیں۔اور کہتے ہیں کہ آپ کا دونوں آنکھیں بند کرنا اس لئے تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی محسوسات نہ روکے۔ اور یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز پڑھنے میں صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور شاید کہ اس سیر میں آپ کے کئی حالات ہوں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نیند سے یہاں مراد ہے کہ سونے والے کی طرح آپ پہلو پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور اس تاویل کو آپ کا یہ فرمانا قوی کرتا ہے۔ جو کہ عبد بن حمید کی روایت میں ہے جو ہمام سے مروی ہے کہ میں سوتا تھا۔ اور بعض دفعہ فرمایا کہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اور ہدبہ کی روایت میں جو آپ سے ہے یہ ہے کہ میں حطیم میں سو رہا تھا۔ اور بعض دفعہ فرمایا کہ حجرہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اور دوسری روایت میں آپ نے یہ فرمایا ہے' کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا۔ پس آپ نے نیند کی شکل کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ سونے والے کی شکل غالب تھی۔

بعض ادھر گئے ہیں کہ یہ زیادات یعنی آپ کا سونا آپ کا شکم چاک ہونا پروردگار سے قرب و بعد ہونا صرف شریک کی روایت میں ہے جو کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ لیکن یہ روایت انکار شدہ ہے۔ کیونکہ شق بطن صحیح احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپنے میں اور نبوت سے پہلے واقع ہوا تھا۔ اور اس لئے بھی کہ حدیث میں بعثت سے پہلے فرمایا ہے۔ اور معراج بالاتفاق بعد بعثت کے ہوئی۔ اور یہ سب دلائل انس کی روایت کو ضعیف بتاتے ہیں۔ باوجودیکہ انس نے کئی طرق سے سنا۔ ایک دفعہ تو مالک بن صعصہ سے کہا۔ اور کتاب مسلم میں ہے۔ کہ شاید یہ مالک بن صعصہ سے ہے۔ بلفظ شک ہے۔ اور ایک دفعہ کہا کہ ابو ذر حدیث بیان کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہ کا یہ قول کہ میں نے آپ کے روح کو گم نہیں پایا۔ سو عائشہ نے اپنے مشاہدہ کی خبر تو نہیں دی۔ کیونکہ اس وقت وہ آپ کی بیوی ہی نہ تھیں۔ اور نہ

وہ اس سن تک پہنچی تھیں۔ کہ واقعہ کو ضبط کرتیں۔ اور شاید کہ وہ اب تک پیدا بھی نہ ہوئی ہوں گی۔ اس بنا پر کہ معراج کے وقوع کے زمانہ میں اختلاف ہے کہ وہ کب ہوا۔ کیونکہ زہری وغیرہ کے قول کے موافق معراج شروع اسلام میں بعثت سے ڈیڑھ سال بعد ہوئی ہے۔ اور عائشہؓ ہجرت میں ۸ سال کے قریب تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ بعض کہتے ہیں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے۔ اور زیادہ صحیح پانچ سال پہلے کی روایت ہے۔ اور اس کی دلیل طویل ہے۔ جو ہماری غرض کے متعلق نہیں ہے۔ پھر جب عائشہؓ نے اس کو خود تو نہیں دیکھا۔ تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اوروں سے یہ بیان کیا ہے۔ اب ان کی حدیث اوروں پر مرجح نہ ہو گی۔ اور دوسرے راوی ان کے برخلاف کہتے ہیں۔ جو کہ حدیث ام ہانی وغیرہ میں صاف طور پر آچکا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور دوسری احادیث ثابت اور صحیح ہیں۔ ہماری مراد اس سے نہ تو ام ہانی کی حدیث ہے۔ اور نہ جو کچھ اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ میں نے گم نہیں کیا (جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مدینہ میں ملے ہیں۔ (نہ پہلے) اور یہ تمام باتیں اس قول کو ضعیف بناتی ہیں۔ بلکہ آپؐ کے جسم سے تشریف لے جانے پر انہیں کا صحیح قول دلالت کرتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے دیدار الٰہی کا آنکھ کے ساتھ ہونے کا انکار کرتی ہیں۔ اور اگر ان کے نزدیک خواب سے ہوتا۔ تو اس کا انکار نہ کرتیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى یعنی دل نے جو دیکھا اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ پس جو کچھ دیکھا۔ وہ دل کے لئے بنایا۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ خواب کا دیکھنا تھا۔ اور وحی تھی۔ نہ دیکھنا آنکھ اور حس کا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کے مقابل دوسری آیت ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى یعنی آنکھ نہ ٹھہری ہوئی نہ بہکی۔ پس اس دیکھنے کو آنکھ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور اہل تفسیر میں (پہلی آیت) یعنی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ میں کہا ہے کہ دل نے آنکھ کو

حقیقت کے سوا وہم میں نہیں ڈالا۔ بلکہ اس کے دیکھنے کی تصدیق کی ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دل نے اس بات کا انکار نہیں کیا۔ جس کو آپ کی آنکھ نے دیکھا ہے۔

فصل ۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی میں سلف نے اختلاف کیا ہے۔ اس کا عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا ہے۔
حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسین سراج بن عبدالملک حافظ نے۔ میں نے ان کے سامنے پڑھا۔ کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ اور ابو عبداللہ بن عتاب فقیہ نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی یونس بن مغیث نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل صقلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ثابت بن قاسم بن ثابت نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے ان دونوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن علی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمود بن آدم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے ابن ابی خالد سے وہ عامر سے۔ اس نے مسروق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ام المومنین کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ تو کہا تمہارے اس سوال سے میرے بال کھڑے ہو گئے۔ تین باتیں ہیں جو تم سے کہے وہ جھوٹا ہے۔
جو تم سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ یعنی آنکھیں نہیں پا سکتیں۔ اور حدیث بیان کی۔ ایک اور جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے موافق ہے اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔ ایسے ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ اور ان سے ان کے خلاف بھی مروی ہے۔ اس کے انکار اور دنیا میں دیکھنے کی ممانعت میں۔ محدثین۔ فقہا و متکلمین کی ایک جماعت قائل ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ عطا نے ان سے روایت کیا ہے کہ دل سے دیکھا تھا۔ ابوالعالیہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ دل سے دو بار دیکھا ہے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر نے ابن عباس کی طرف کسی شخص کو بھیجا۔ کہ ان سے پوچھے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو کہا ہاں۔ اور زیادہ مشہور ان سے یہ ہے کہ اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ ان سے یہ بات کئی طرح سے روایت کی گئی ہے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ اور ابراہیم علیہ السلام کو خلعت کے ساتھ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے ساتھ۔ خاص کیا ہے۔ ان کی دلیل خدا کا یہ قول ہے کہ مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى دل نے جو دیکھا ہے جھوٹ نہیں کہا۔ کیا جو انہوں نے دیکھا ہے تم اس میں شک کرتے ہو۔ اور بے شک اس کو دوبار دیکھا ہے۔

ماوردی کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور دیدار کو موسیٰ اور حضرت محمد علیہما السلام میں تقسیم کر دیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اس کو دیکھا ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اس سے کلام کیا ہے۔

ابوالفتح رازی اور ابواللیث سمرقندی نے کعب سے بیان کیا ہے۔ اور عبداللہ بن حارث نے روایت کی ہے کہ ابن عباس و کعب دونوں جمع ہوئے۔ تو ابن عباس نے کہا۔ کہ ہم بنی ہاشم کہتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ تب کعب نے تکبیر کہی۔ حتیٰ کہ اس کا جواب پہاڑوں نے دیا۔ اور کہا (کعب نے) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمد اور موسیٰ صلی اللہ علیہما وسلم میں تقسیم کر دیا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کلام کیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے اس کو دیکھا۔

اور شریک نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اپنے رب کو دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اس کو دل سے آنکھ سے نہیں دیکھا۔

مالک بن نجامر نے معاذ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کہ قَالَ رَاَیْتُ رَبِّیْ وَذَکَرَ کَلِمَۃً فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی (الحدیث) فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور اس نے بڑی بات بیان کی۔ اور فرمایا کہ اے محمد۔ بڑی جماعت کس میں جھگڑتی ہے۔ (حدیث)

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ خدا کی قسم کھاتے تھے۔ کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

ابو عمر طلمنکی نے عکرمہ سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

بعض متکلمین نے یہ مذہب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

نقاشی نے احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں ابن عباس کے قول کا قائل ہوں۔ کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ حتیٰ کہ ان کا سانس بند ہوا۔ یعنی احمد کا سانس۔

ابو عمر نے کہا۔ کہ احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ دل سے دیکھا ہے۔ اور اس بات سے کہ آپ نے دنیا میں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کمزوری کی ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ کہ میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ آپ نے دیکھا ہے اور نہ یہ کہ نہیں دیکھا۔ آیت کی تاویل میں ابن عباس عکرمہ حسن بن مسعود سے اختلاف ہے۔

ابن عباس عکرمہ سے مروی ہے کہ آپ نے دل سے دیکھا۔ حسن اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔

عبداللہ بن احمد حنبل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

ابن عطا سے اللہ تعالیٰ کے قول میں کہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ہے۔ یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ دیدار کے لئے کھول دیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے لئے۔

ابوالحسن بن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ اور سر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اشعری کہتے ہیں کہ جو نشانی کسی نبی کو انبیاء علیہم السلام میں سے دی گئی ہے۔ بے شک اس جیسی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے۔ اور ان میں سے آپ کو دیدار کے ساتھ فضیلت کی خصوصیت دی گئی۔ ہمارے بعض مشائخ اس میں توقف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے لیکن یہ امر جائز ہو سکتا ہے۔

قاضی ابوالفضل وفقہ اللہ کہتا ہے۔ حق الامر جس میں کچھ شک نہیں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں عقلاً جائز ہے۔ عقل میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کو محال بنائے۔ اس کے جواز پر دنیا میں دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا سوال کیا تھا۔ اور یہ امر محال بنائے کہ نبی اس امر سے جو خدا پر جائز ہو اور جو جائز نہ ہو جاہل رہے۔ بلکہ انہوں نے وہی سوال کیا تھا جو جائز تھا۔ اور محال نہ تھا۔ لیکن اس کا وقوع اور غیب سے اس کا مشاہدہ وہ ہے۔ کہ جس کے سوائے اس کے جسے خدا علم دے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ یعنی تمہیں ہرگز اس کی طاقت نہیں ہو گی۔ اور نہ تم میرے دیدار کو برداشت کر سکتے ہو۔ اور اس تمام بیان میں کوئی ایسی بات نہیں۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کو دنیا میں محال بنائے۔ بلکہ اس میں فی الجملہ اس کا جواز نکلتا ہے۔ اور شرع میں اس کے محال و ممتنع ہونے پر کوئی دلیل قاطع نہیں۔ کیونکہ ہر موجود کا دیکھنا جائز ہے محال نہیں۔ اور اس شخص کے لئے کوئی حجت نہیں۔

جو اس کے منع پر اس آیت سے دلیل لاتا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ یعنی اس کو آنکھیں نہیں پاتیں' کیونکہ اس آیت کی کئی تاویلیں ہیں۔ اور اس لئے کہ جو شخص دنیا میں (اس کو منع کہتا ہے) یہ (مطلقاً") محال کا مقتضی ہیں۔ (بلکہ دنیا کی تخصیص سے سمجھا جاتا ہے کہ آخرت میں جائز ہے۔ پس یہاں بھی جائز نکلا۔ کذافی الشرح)۔

اور بلاشبہ بعض علماء اسی آیت سے دیدار کے جواز و عدم محال پر فی الجملہ دلیل لاتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو کفار کی آنکھیں نہیں پا سکتیں' بعض کہتے ہیں کہ اس کو احاطہ نہیں کر سکتیں۔ اور یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو آنکھیں تو نہیں پا سکتیں بلکہ اس کو دیکھنے والے پاتے ہیں۔ اور یہ سب تاویلیں دیدار کے منع اور محال ہونے پر دلالت نہیں کرتیں۔

اسی طرح قول لن ترانی ان کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ قول تُبْتُ اِلَيْكَ یعنی میں نے تیری طرف توبہ کی۔ اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس لئے کہ یہ بالعموم نہیں۔ اور اس لئے کہ جس نے اس کے یہ معنے بیان کئے ہیں کہ تو دنیا میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بھی تو تاویل ہے۔ اور یہ بھی۔ کہ اس میں محال پر نص (صراحت) نہیں یہ صرف موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں آیا ہے۔ اور جب بہت سی تاویلیں اور مختلف احتمالات ہوں تو قطعی امتناع کی طرف کوئی سبیل نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے کہ میں نے توبہ کی یہ معنے ہیں۔ کہ میں اس سوال سے جب تک تم مجھ میں قدرت نہ دو۔ توبہ کرتا ہوں۔

ابوبکر ہذلی نے اس قول میں کہ تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ یہ کہا ہے کہ کسی بشر کو یہ طاقت نہیں کہ دنیا میں میری طرف دیکھے۔ جو شخص میری طرف دیکھے وہ مرجاتا ہے۔

میں نے بعض سلف و متاخرین کو اس آیت کے یہ معنے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں اس لئے منع ہے کہ اہل دنیا کی ترکیب اور قویٰ میں ضعف ہے۔ وہ آفات و فنا کے سامنے رہتی ہیں۔ اس لئے ان کو دیکھنے کی طاقت نہیں۔ لیکن آخرت میں ہو گی۔ اور ان کو دوسری ترکیب دی جائے گی۔ تو قوتیں ثابتہ باقیہ دی جائیں گی۔ ان کی آنکھوں اور دلوں کے انوار پورے ہوں گے۔ تو ان کو دیدار

کی قوت دی جائے گی۔

اور میں نے اسی طرح امام مالکؒ بن انس کا قول دیکھا ہے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ دیکھا نہیں جاتا۔ کیونکہ وہ باقی ہے۔ اور باقی کو فانی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جب آخرت ہو گی۔ اور آنکھیں باقی رہنے والیاں دی جائیں گی۔ تو باقی کو باقی کے ساتھ دیکھ لیں گے۔ یہ کلام عمدہ اور خوب ہے۔ اور اس میں محال پر دلیل نہیں ہے مگر ضعف قدرت کے باعث۔ اور جب اللہ تعالیٰ جس کو بندوں میں سے قوت دے۔ اور دیدار کے بوجھ اٹھانے پر قادر کر دے۔ تو اس کے حق میں محال نہیں۔

اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ موسیٰ اور محمد علیہما الصلوۃ والسلام کی قوت بصارت کیسی تھی۔ اور قوت ایسی ہے جو ان کو ان چیزوں کا ادراک دیا گیا تھا۔ جس کو انہوں نے دریافت کیا تھا۔ اور دیکھا جو انہوں نے دیکھا۔ وہ بھی مذکور ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور قاضی ابوبکرؒ نے ان آیتوں کے جواب دینے میں یہ بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب ہی تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ اور پہاڑ نے بھی اپنے رب کو دیکھا تھا۔ جب ہی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اور اس کو خدا نے ادراک دیا تھا۔ انہوں نے۔ واللہ اعلم۔

خدا کے اس قول سے کہ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِىْ (لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا۔ تو تم جلد مجھ کو دیکھ لو گے) استنباط کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے بنا دیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑ پر تجلی کے یہ معنی ہیں کہ اس پر اس کا ظہور ہوا۔ حتیٰ کہ اس کو دیکھ لیا۔ اور یہ تقریر اس (قاضی ابوبکر کے) قول کے موافق ہے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کی طرف مشغول کیا۔ یہاں تک کہ تجلی کی۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ بیہوش ہو کر مر جاتے۔ اور پھر ہوش میں نہ آتے۔ اس کا یہ قول اس پر دال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب کو دیکھا۔

بعض مفسرین نے بے شک پہاڑ کے بارہ میں کہا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا۔ اور پہاڑ کے دیکھنے سے اس شخص نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رب کو دیکھا ہے۔ کیونکہ اس نے اس کو جواز کی بڑی دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ آیات میں منع پر کوئی نص نہیں۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیدار کا ضروری ہونا اور یہ کہنا کہ آپ نے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نص نہیں کیونکہ اس میں معتبر تو سورۃ نجم کی دو آیتیں ہیں۔ جن میں اختلاف منقول ہے۔ اور دونوں کا احتمال ممکن ہے۔ اور کوئی مشہور قطعی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر منقول نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اپنے اعتقاد کی خبر ہے۔ انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا۔ تاکہ ان کے مضمر اعتقاد پر عمل واجب ہو۔ ایسے ہی آیت کی تفسیر میں ابو ذرؓ کی حدیث ہے۔ معاذ کی حدیث تاویل کا احتمال رکھتی ہے۔ اس کی اسناد و متن بھی مضطرب ہے۔ ابو ذرؓ کی دوسری حدیث بھی مختلف۔ محتمل۔ مشکل ہے۔ کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ وہ نور ہے۔ میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اور ہمارے بعض شیوخ نے یہ روایت کی ہے۔ کہ وہ نورانی ہے۔ جو مجھے دکھائی دیا تھا۔ اسی کی ایک حدیث میں ہے کہ میں نے آپ سے پوچھا۔ تو فرمایا کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک حدیث سے بھی صحت و دیدار پر دلیل لانا ممکن نہیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے کہ میں نے نور دیکھا تو بلاشبہ آپ نے خبر دی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ اور صرف نور دیکھا ہے۔ جس نے آپ کو دیدار سے روک دیا ہے۔ اور دیدار الٰہی سے وہ حجاب بن گیا۔ اسی طرف یہ قول وہ نور ہے میں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے جو اور جگہ آئی ہے کہ اس کا حجاب نور ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اس کو آنکھ سے نہیں دیکھا۔ لیکن اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی یعنی پھر قریب ہوا۔ اور

اترا۔ اور اللہ اس پر قادر ہے کہ جو ادراک آنکھ میں ہے وہ دل میں پیدا کر دے۔ یا جیسے چاہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اگر کوئی صریح حدیث اس باب میں وارد ہو۔ تو اس پر اعتقاد رکھا جائے گا اور اس طرف رجوع ضروری ہو گا۔ کیونکہ اس میں کوئی امر محال نہیں۔ اور کوئی قطعی مانع نہیں۔ جو اس کو رد کر دے۔ اللہ تعالیٰ ثواب کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل ۲

لیکن جو اس قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنا اور اس سے کلام کرنا خدائے تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور اس کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہیں۔

اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں۔ کہ وحی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے جبرئیل علیہ السلام کی طرف اور جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گران میں سے تھوڑے ایسے ہیں جو اس کے خلاف پر ہیں۔

کیونکہ جعفر بن صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی طرف وحی بلاواسطہ ہوئی۔

اسی طرح واسطی کہتے ہیں۔ اسی طرف بعض متکلمین گئے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اپنے رب سے کلام کیا ہے۔ اشعری سے اس کی حکایت کی گئی ہے۔ ابن مسعود۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی حکایت لوگوں نے کی ہے۔ لیکن دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے۔

نقاش نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قصہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قول خداوندی دنا فتدلی میں ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو جبرئیلؑ نے چھوڑ دیا۔ تب مجھ سے آوازیں منقطع ہو گئیں۔ پھر میں نے اپنے رب کا کلام سنا وہ کہتا تھا۔ کہ تمہارا خوف جاتا رہے۔ اے محمدؐ قریب آ۔ قریب آ۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو معراج میں ہے اسی کے قریب ہے اور

اس میں انہوں نے اس آیت سے دلیل لی ہے:

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَايَشَآءُ یعنی کسی انسان کو یہ لائق نہیں کہ اس سے خدا کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے' جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بات کی اور فرشتوں کے بھیجنے سے جیساکہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر حال رہا ہے۔ تیسرے وحی کے طور پر باتیں کرنا اور کلام میں سے سوا اس کلام کے کہ سامنے ہو اور مشاہدہ ہو۔ اور باقی نہیں رہا۔

بعض کہتے ہیں کہ وحی یہاں پر یہ ہے کہ اس نبیؐ کے دل میں بدوں واسطہ کے ڈال دے۔

اور ابوبکر بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج میں ذکر کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدائی کلام سننے میں بہ نسبت آیت کے واضح تر ہے۔ اس میں ذکر کیا ہے کہ فرشتے نے کہا۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر پھر مجھ سے کہا گیا کہ بندے نے سچ کہا ہے۔ میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں۔ اذان کے باقی کلمات میں بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور ان دونوں حدیثوں کے مشکلات میں اس فصل کے بعد اور اس کے ساتھ جو اس کے مشابہ ہو گا۔ اور اس باب کے اول فصل میں کلام ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان پیغمبروں سے جن کو اس سے مخصوص کیا ہے کلام کرنا جائز ہے عقلاً" محال نہیں۔ اور شرع میں بھی کوئی ایسی قطعی دلیل نہیں۔ جو کہ اس کو منع کرے۔ پھر اگر اس میں کوئی خبر صحیح ثابت ہے۔ تو اس پر اعتبار کیا جائے گا۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے خدا کا کلام کرنا حق اور یقینی ہے۔ اس پر خدا کے کلام میں تصریح کی گئی ہے۔ اور اس کو مصدر سے ذکر کیا ہے کہ حقیقت پر دلالت کرے۔ اور آپ کا مرتبہ بڑھایا۔ جیساکہ ساتویں آسمان کی حدیث میں ہے۔ کہ وہ بوجہ کلام کے (اس درجہ کو پہنچے) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے اوپر پہنچایا۔ یہاں تک کہ مقام مستوی تک پہنچے۔ اور قلموں کی آواز سنی۔ پھر کیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محال ہو گا یا کلام کا سننا بعید ہو گا۔ پس وہ خدا پاک ہے

جس کو چاہتا ہے اور جس کے ساتھ چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے۔ اور بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے۔

فصل ۷

اور جو حدیث معراج میں اور قرب کی ظاہر آیت دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى میں وارد ہوا ہے۔ تو اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ قرب و نزول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام میں منقسم ہے۔ یا ان دونوں میں سے ایک ساتھ خاص ہے یا سدرۃ المنتہی سے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ قریب ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے ایک معنے ہیں۔ یعنی قریب ہوئے۔

مکی اور ماوردی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ وہ رب ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ پس اس کی طرف اترا یعنی اس کا امر اور حکم۔

نقاش نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ پھر اس کو دکھایا۔ جو چاہا کہ دکھائے اپنی قدرت و عظمت کو۔

حسنؓ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا ہے یہاں تقدیم و تاخیر ہے معراج کی شب میں رفرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتر آئی۔ پھر آپ اس پر بیٹھ گئے۔ اور اٹھائے گئے۔ پھر اپنے رب کے قریب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے جدائی کی۔ تو آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں۔ میں نے رب عزوجل کا کلام سنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھ کو جبرئیلؑ سدرۃ المنتہی تک چڑھا لے گیا۔ اور جبار رب العزت قریب ہوا۔ پھر اتر آیا۔ حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کے گوشوں کے مقدار کے موافق ہو گیا۔ یا اس سے قریب ہوا۔ پس وحی کی اس کی طرف جو چاہی اور پچاس نمازوں کا حکم دیا۔ اور حدیث اسرا کا ذکر کیا۔

محمد بن کعب سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب

ہوئے۔ پس دو کمان کے قاب کے مقدار پر ہو گئے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ ان کے رب نے ان کو اپنے قریب کیا۔ حتیٰ کہ دو کمانوں کے گوشوں کے مقدار کے برابر ہو گئے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ قرب کے لئے کوئی حد نہیں۔ اور بندوں سے حدود کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ قریب سے کیفیت منقطع ہے (یعنی اس کا قرب بلا کیفیت ہے) کیا تم کو معلوم نہیں۔ کہ جبرئیلؑ اس کے قرب سے کیسے پردہ میں رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم معرفت و ایمان کی امانت سے قریب ہوئے۔ پھر سکون دل کے ساتھ وہاں تک اترے جہاں تک کہ ان کو قریب کیا۔ آپ کے دل سے شک و شبہ کو دور کیا۔

قاضی ابوالفضل وفقہ اللہ نے کہا۔ یہ بات معلوم کر لے۔ کہ یہاں پر قرب خدا سے یا خدا تک مذکور ہے۔ وہ قرب مکانی نہیں۔ نہ قرب غایت ہے۔ بلکہ جیساکہ ہم نے جعفر بن محمد صادق سے ذکر کیا ہے کہ یہ قرب حد نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رب سے قرب تو یہی تھا کہ آپ کے بڑے مرتبہ شریف رتبہ آپ کی معرفت کے انوار کی روشنی آپ کے اسرار غیب و قدرت کے مشاہدہ کا اظہار تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے نیکی محبت خوشی اکرام ہے اور اس میں بھی وہی تاویل کی جاتی ہے۔ جو آپ کے اس قول میں ہے۔ کہ ہمارا رب ہماری طرف دنیا کے آسمان کی طرف اترتا ہے۔ ان وجہوں میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ اترنا فضیلت و خوبصورتی قبول و احسان کا ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ جس نے یہ وہم کیا کہ وہ بذاتہ قریب ہوتا ہے تو اس نے یہاں مسافت مراد لی ہے۔ (لیکن قرب مسافت غیر ممکن ہے) بلکہ جو چیز کہ بذاتہ خدا سے قریب ہو گی وہ اتنا ہی بعد کے قریب ہو گی۔ یعنی اس کی حقیقت کے دریافت میں۔ کیونکہ خدا کے لئے قرب و بعد نہیں ہے۔ اور خدا کا یہ قول قاب قوسین اوادنی اس معنی سے ہے کہ جس کا بیان گذر چکا۔ پس جس نے ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیری نہ جبرئیل کی طرف۔ تو اس تاویل کے موافق اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم سے نہایت قرب و لطف محل و ظہور معرفت و شرافت حقیقی کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی مقصود ہے کہ وہ (قرب معنوی) آپ کی رفعت و مطلوب کا پورا کرنا اور اظہار نیکی و رفعت منزلت ہے جو خدا تعالیٰ سے ہے۔ اس میں بھی تاویل ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک بالشت بھر قریب ہوا۔ تو میں اس سے ایک گز بھر قریب ہوتا ہوں اور جو شخص چل کر میرے پاس آتا ہے میں اس کو دوڑ کر ملتا ہوں۔ سو یہ قرب اجابت و قبول احسان اور مقصود کا جلدی پورا کرتا ہے۔

فصل ۸

اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن خاص بزرگی کے مشرف ہوں گے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل اور ابوالحسین نے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابویعلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے تخی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن محبوب نے۔ کہا (حدیث بیان کی ہم سے عبدالسلام بن حرب نے لیث سے وہ ربیع بن انسؓ سے وہ انسؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذْ بُعِثُوْا وَاَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُھُمْ اِذَا اَیِسُوْا لِوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ:۔ میں قیامت کے دن جب لوگ اٹھیں گے سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور ان کا خطیب ہوں گا۔ جب کہ وہ آئیں گے ان کا خوشخبری سنانے والا ہوں گا جب کہ وہ ناامید ہوں گے۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا۔ اور اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر ہوں۔ اور کوئی فخریہ نہیں کہتا۔

ابن زحر کی روایت میں ربیع بن انس سے اس حدیث کے الفاظ میں ہے کہ:۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا شَفِیْعُھُمْ اِذَا

حَبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَيِسُوْا لِوَاءُ الْكَرَمِ بِيَدِيْ وَاَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّيْ وَلَا فَخْرَ وَيَطُوْفُ عَلَيَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ۔

ترجمہ :۔ میں لوگوں میں پہلے اٹھوں گا۔ میں ان کے آگے ہوں گا۔ جب وہ آئیں گے میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ چپ کریں گے میں ان کا شفیع ہوں گا جب وہ روکے جائیں گے میں ان کا مبشر ہوں گا جبکہ وہ حیران اور ساکت ہوں گے بزرگی کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔ میں اپنے کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے بزرگ ہوں گا۔ اور میں کوئی فخر نہیں کرتا۔ میرے گرد ایک ہزار غلام چکر لگائیں گے۔ گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :۔

وَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ۔

ترجمہ :۔ میں جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا جاؤں گا۔ پھر میں عرش کی دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔ وہاں پر میرے سوا کوئی شخص کھڑا نہیں ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ :۔ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور فخریہ نہیں کہتا۔ اور آدم اور اس کے سوا تمام پیغمبر میرے ہی جھنڈے کے تلے ہوں گے۔ میں ان میں سے اول اٹھوں گا۔ جن سے زمین پھٹ کر نکلے گی۔ اور فخریہ نہیں کہتا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ :۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ

ترجمہ :۔ میں اولاد آدم کا قیامت کے روز سردار ہوں گا۔ اور قبر سے میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلے مقبول الشفاعت ہوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :۔

اَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّکُ حَلَقَ الْجَنَّۃِ فَیُفْتَحُ لِیْ فَیَدْخُلُھَا مَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ :۔ قیامت کے دن میں حمد کا جھنڈا اٹھاؤں گا اور فخریہ نہیں کہتا۔ میں اول شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور اول میری شفاعت مقبول ہو گی۔ اور فخر نہیں کرتا۔ میں پہلے ان میں سے ہوں۔ کہ جو جنت (کے دروازہ) کا حلقہ کھٹ کھٹائے گا پھر میرے لئے کھولا جائے گا۔ اس میں داخل ہوں گا۔ اور میرے ساتھ فقراء مومنین داخل ہوں گے۔ اور کوئی فخریہ نہیں کہتا۔ میں اولین و آخرین میں سے زیادہ مکرم ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ یَشْفَعُ فِی الْجَنَّۃِ وَاَکْثَرُ النَّاسِ تَبَعًا۔

ترجمہ :۔ میں ان لوگوں میں سے اول ہوں جو جنت میں شفاعت کریں گے اور میرے تابع سب سے زیادہ لوگ ہوں گے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَتَدْرُوْنَ لِمَ ذَالِکَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَذَکَرَ حَدِیْثَ الشَّفَاعَۃِ

ترجمہ :۔ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا اور تم جانتے ہو کہ یہ کیوں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ اور حدیث شفاعت کا ذکر کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اطمع ان اکون اعظم الانبیاء اجرا یوم القیمۃ

ترجمہ :۔ مجھے اس بات کی طمع و امید ہے کہ قیامت کے دن اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت مجھے زیادہ اجر ملے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو۔ کہ ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام تم میں قیامت کے دن ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے۔ ابراہیم علیہ السلام تو یہ کہیں گے۔ کہ تم میری دعا اولاد میں سے ہو۔ پس مجھ کو میری امت میں سے کر دے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام (اس لئے امت میں ہے) کہ انبیاء علیہم السلام باہمی علاقائی بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں۔ مجھ میں ان میں اور کوئی نبی نہیں۔ اور میں لوگوں کی نسبت ان کا زیادہ حقدار ہوں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ میں قیامت کے لوگوں کا سردار ہوں گا۔ سو آپ دنیا اور قیامت کے دن میں ان کے سردار تو ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اشارہ اس پر کیا ہے۔ کہ آپ سرداری اور شفاعت میں اور سب سے متفرد ہیں۔ جب کہ لوگ اس بارہ میں آپ کی طرف التجا کریں گے۔ تو آپ کے سوا اور کسی کو نہ پائیں گے۔ اور سردار وہ ہوا کرتا ہے کہ لوگ اس کی طرف اپنی ضروریات میں پناہ لیں۔ پس اس وقت آپ ایسے سردار ہوں گے کہ جو لوگوں میں متفرد ہوں گے۔ اس میں آپ کا کوئی مزاحم نہ ہو گا۔ اور نہ کوئی دعویٰ کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کے دن کس کا ملک ہے۔ تو (کوئی جواب نہ دے گا۔ پھر خود ہی کہے گا) لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اللہ ہی ملک ہے جو کہ اکیلا اور قہار ہے۔ اور اس کا ملک تو دنیا اور آخرت میں ہے۔ لیکن آخرت میں مدعیوں کے ملکی دعویٰ منقطع ہو جائیں گے اور ایسا ہی تمام لوگ شفاعت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف التجا کریں گے۔ پھر آپ آخرت میں ان سب کے سردار بدوں دعوے اور جھگڑے کے ہوں گے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ...

آتِی بَابَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ۔

ترجمہ :۔ میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا۔ داروغہ کہے گا کہ تم کون ہو؟ میں کہوں گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ وہ کہے گا کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَزَوَایَاہُ سَوَاءٌ وَمَاؤُہُ اَبْیَضُ مِنَ الْوَرِقِ وَرِیْحُہُ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ کِیْزَانُہُ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْہُ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا۔

ترجمہ :۔ میرا حوض ایک مہینہ کے راستہ تک کا ہے۔ اور اس کے کونے برابر کے ہیں (یعنی مربع ہے) اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ ہے۔ اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں (چمک اور تعداد میں) جو شخص اس سے پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے اور فرمایا کہ اس کا طول عمان سے ایلہ تک ہے۔ اس میں جنت سے دو میزاب (پرنالہ) گرتے ہیں۔

ثوبانؓ سے اسی کے مثل روایت ہے۔ اور کہا کہ ایک ان میں سے سونے کا ہے' اور دوسرا چاندی کا۔

حارث بن وہب کی روایت میں ہے۔ جیسا کہ مدینہ اور صنعا کے درمیان راستہ ہے۔

انسؓ نے کہا کہ ایلہ اور صنعا تک۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ جیسا کہ کوفہ اور حجرا سود کے درمیان راستہ ہے۔

حدیث حوض کو انس' جابر بن سمرہ ابن عمر عقبہ بن عامر حارثہ بن وہب خزاعی مستورد ابو برزہ اسلمی حذیفہ بن یمان۔ ابو امامہ زید بن ارقم ابن مسعود عبداللہ بن زید سہل بن سعد سوید بن جلبہ ابوبکر بن عمر بن الخطاب' ابو بریدہ۔ ابو سعید خدری۔ عبداللہ

بن منافی۔ ابوہریرہ براء۔ جندب عائشہ و اسماء دختران ابوبکرؓ۔ ابوبکر۔ خولہ بنت قیس وغیرہم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

فصل ۹

محبت و خلت کی وجہ سے آپ کی فضیلت۔ اس کے بارہ میں احادیث صحیحہ آئی ہیں۔ اور مسلمانوں کی زبانوں پر آپ حبیب اللہ سے مخصوص ہیں۔

خبر دی ہم کو ابوالقاسم بن ابراہیم خطیب وغیرہ نے کریمہ بنت احمد سے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالہثیم نے اور حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد حافظ نے بطور سماع کے۔ اس کے سامنے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عامر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے فلیح نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالنصر نے بسر بن سعید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا:۔

كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ۔

ترجمہ:۔ اگر میں اپنے رب کے بغیر کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔

اور دوسری حدیث میں ہے اور تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقے سے ہے۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنایا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ پھر آپ نکلے یہاں تک کہ جب ان کے قریب ہوئے۔ تو وہ باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے ان کی باتیں سنیں۔ ایک نے کہا کہ تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا کہ یہ بات اس سے زیادہ عجیب نہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔ چوتھے نے کہا کہ آدم علیہ السلام اللہ کے صفی اور برگزیدہ ہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ان کے سامنے تشریف لائے۔ سلام کہا اور فرمایا کہ میں نے تمہارا کلام اور تعجب سنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا وہ ایسے ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی باتیں کرتے تھے۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح ہیں۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ آدم علیہ السلام اللہ کے صفی ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔

دیکھو میں خدا کا حبیب ہوں۔ اور فخریہ نہیں کہتا۔ اور میں حمد کا جھنڈا قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں۔ اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں۔ اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور کوئی فخر نہیں۔ میں سب سے پہلے جنت کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹاؤں گا۔ تو خدائے تعالیٰ میرے لئے کھول دے گا۔ پھر وہ مجھے اس میں داخل کرے گا۔ اور میرے ساتھ مومنین کے فقرا ہوں گے۔ اور فخر نہیں۔ میں اولین اور آخرین سے زیادہ مکرم ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں۔

اور حدیث ابوہریرہؓ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا ہے میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے یہ ہے کہ آپ تورات میں یوں لکھے ہوئے ہیں کہ تم حبیب الرحمٰن ہو۔

قاضی ابو الفضل وفقہ اللہ کہتے ہیں کہ خلت کی تفسیر و اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا منقطع ہو جائے کہ اس کے انقطاع و محبت میں کوئی خلل نہ پڑے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیل وہ ہے جو کہ خلقت سے مخصوص ہے۔ اس قول کے بہت سے لوگ قائل ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اصل خلت صفائی محبت کا نام ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کا خلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں دوستی کرتے تھے۔ اور اسی کی راہ میں دشمنی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ان سے خلت یہ ہے کہ وہ ان کی مدد کرتا تھا۔ اور ان کو پچھلوں کے لئے امام بنا دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ خلیل دراصل فقیر محتاج منقطع کو کہتے ہیں۔ جو کہ خلۃ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی حاجت کے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ نام اس لئے رکھا گیا۔ کہ انہوں نے اپنی حاجت اپنے رب تک بند کی ہوئی تھی۔ اپنے ارادہ سے اسی طرف

منقطع ہو گئے تھے۔ اور غیر کی طرف اپنا ارادہ نہیں رکھا تھا۔ جب ان کے پاس جبرئیل علیہ السلام ایسے وقت میں آئے کہ وہ منجنیق (گوپیا) میں تھے۔ تاکہ آگ میں ڈالے جائیں۔ کہا کہ کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے تو کہا کہ تجھ سے کوئی حاجت نہیں۔

ابو بکر بن خورک کہتے ہیں کہ خلت اس صاف دوستی کو کہتے ہیں۔ جو کہ اسرار کے ہونے سے اختصاص کو واجب کر دے۔

بعض کہتے ہیں کہ اصل خلت کے معنی محبت کے ہیں۔ اور اس کے معنی مدد و مہربانی بلندی دنیا و شفاعت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں۔ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ تم کہدو کہ پھر کیوں اس نے تم کو تمہارے گناہوں کے سبب عذاب دیا تھا۔

پس محبوب کے لئے یہ امر ضروری کر دیا کہ وہ گناہوں کے سبب ماخوذ نہ ہو۔ کما کہ اس کو یاد رکھ (یا بات یہ ہے) اور خلت نبوت سے زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ نبوت میں کبھی عداوت بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پ ۲۸ ع ۱۸)

ترجمہ۔ تمہاری کچھ بی بیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو اور درگزرو اور بخشش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور یہ صحیح نہیں، کہ دوستی کے ساتھ عداوت ہو۔ پس اب ابراہیم و محمد صلی اللہ علیہما وسلم کا نام خلت رکھنا یا تو اس معنی کو ہے کہ یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو گئے۔ اور اپنی حاجات کو اسی کی طرف انہوں نے وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے ماسوا ان کو انقطاع ہوا تھا۔ واسطوں اور اسباب سے ان کو اعراض ہو گیا تھا یا ان کے لئے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ خصوصیت تھی۔ اور ان دونوں کے ساتھ پوشیدہ مہربانی تھی۔ ان دونوں کے دلوں کو اسرار الٰہی سے چھپے ہوئے غیب و

معرفت میں کسی اور چیز کو نہیں ملایا تھا۔ یا خدائے تعالیٰ نے ان دونوں کو برگزیدہ کر لیا تھا۔ اور ان کے دلوں کو ماسوائے اللہ سے صاف کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے دلوں میں غیر اللہ کی محبت خلل انداز نہ ہوئی تھی۔

اس لئے بعض نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے کہ اس کا دل ماسوائے اللہ کے گنجائش نہ رکھے۔ اور ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے (کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا (لیکن اخوت اسلام ہے) یہی معنے ہیں)

علماء اہل دل کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں سے کون سا بڑا مرتبہ ہے۔ آیا خلت کا درجہ بڑھ کر ہے یا محبت کا۔ بعض نے تو دونوں کو برابر کہا ہے۔ سو حبیب خلیل ہی ہو گا۔ اور خلیل حبیب ہی ہو گا۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کے ساتھ خاص کیا گیا۔

بعض نے کہا ہے کہ خلت کا درجہ بڑھ کر ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل لی ہے۔ کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا" سو آپ نے نہیں بنایا۔ محبت کا اطلاق حضرت فاطمہ اور اس کے دونوں صاحبزادوں (امام حسن و حسین علیہما السلام) اور اسامہ وغیرہ پر آپؐ نے کیا ہے۔

اور اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ خلت سے بڑھ کر ہے۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب کا درجہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر ہے۔ اصل محبت کا یہ ہے' کہ میلان طبیعت کا اس طرف ہو۔ جو کہ محبوب کے موافق ہو۔ لیکن یہ اس کے حق میں ہے کہ اس سے میلان صحیح ہو سکے۔ اور موافقت سے نفع ہو۔ یہ درجہ مخلوق کا ہے۔ لیکن خالق تو اغراض سے پاک ہے۔ پس اس کی محبت اپنے بندہ کے لئے یہ ہے کہ اس کو سعادت و عصمت توفیق اسباب قرب کی تیاری کی قدرت دے۔ اور اپنی رحمت اس پر نازل کرے۔ اس کی غایت یہ کہ اس کے دل سے حجاب اٹھ جائیں۔ حتیٰ کہ اس کو اپنے دل سے دیکھنے لگے۔ اپنی بصیرت سے اس کو دیکھے۔ پھر وہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

وَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرُہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَلِسَانُہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ۔

ترجمہ۔ کہ جب میں اس کو دوست بناتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کی زبان بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ باتیں کرتا ہے۔

اور اس سے سوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ وہ اللہ کے لئے مجرد ہو جاتا ہے۔ اس کی طرف اس کا انقطاع ہوتا ہے۔ غیر اللہ سے اس کو اعراض ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے اس کا دل صاف ہوتا ہے۔ اس کی حرکت خالص اللہ کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی خوشی آپ کی خوشی تھی۔ اور اس کا غصہ آپ کا غصہ تھا۔ اسی لئے بعض نے خلت کی یہ تعریف کی ہے۔

قَدْ تَخَلَّلْتَ مَسْلَكَ الرُّوْحِ مِنِّیْ ۔ وَبِذَا سُمِّیَ الْخَلِیْلُ خَلِیْلاً

یعنی تم اس طرح مجھ میں سرایت کر گئے ہو۔ جیسے روح نے سرایت کی ہے۔ اسی لئے خلیل کو خلیل کہتے ہیں۔

فَاِذَا مَا نَطَقْتُ كُنْتُ حَدِیْثِیْ ۔ وَاِذَا مَا سَكَتُّ كُنْتُ الْغَلِیْلَا

جب میں بات کرتا ہوں تو تم میری بات ہوتے ہو۔ اور جب میں چپ کرتا ہوں تو تم میرے دل میں ہوتے ہیں۔

پس خلت کی زیادتی اور محبت کی خصوصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل ہے۔ جس پر آثار صحیحہ مشہورہ مقبولہ امت دلالت کرتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول کافی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

ترجمہ (پ ۳ ع ۱۲)

ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اہل تفسیر بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو کفار نے کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارادہ ہے کہ ہم اس کو معبود بنائیں۔ جس طرح کہ نصاریٰ نے عیسیٰ

بن مریم کو معبود بنایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے غصہ دلانے کے لئے اور ان کے کلام کے برخلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو) پس آپ کو زیادہ شرف دیا۔ اور اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوبؐ کی اطاعت کو ملایا۔ پھر ان کو نافرمانی سے ڈرایا۔ اور فرمایا۔ کہ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ (اگر تم نافرمانی کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا)۔

اور بلاشبہ امام ابوبکر بن فورک نے بعض متکلمین سے ایسا قول نقل کیا ہے۔ جس میں کہ خلت و محبت میں فرق ہو۔ اور اس کے تمام اشارات مقام محبت کو مقام خلت پر بڑھانے میں طول ہیں۔ لیکن ہم ان میں سے کچھ بیان کرتے ہیں۔ جو کہ ماجد کی طرف دلالت کرے۔

اس میں سے ان کا یہ قول ہے کہ خلیل بالواسطہ پہنچتا ہے۔ اور یہ خدا کے قول سے لیا گیا ہے۔ وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰہِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور ایسا ہی ابراہیمؑ کو ہم نے آسمان اور زمین کے ملکوت دکھائے تھے' اور حبیب اس کی طرف بذاتہ پہنچتا ہے۔ اور یہ خدا کے اس رسول سے لیا گیا ہے۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

اور بعض کہتے ہیں۔ خلیل وہ ہے کہ اس کی مغفرت حد طمع میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ مجھے اس کی طمع ہے وہ میرے گناہ معاف کر دے۔ اور حبیب وہ ہے کہ جس کی مغفرت یقین کی حد میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۔ (پ ۲۶ ع ۹)

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

اور خلیل نے یہ کہا تھا کہ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۔ خداوندا مجھ کو قیامت کے دن رسوا نہ کیجیو۔ اور حبیب کی نسبت یوں کہا گیا یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ۔ جس روز کہ اللہ تعالیٰ نبی کو رسوا نہ کرے گا۔ پس سوال سے پہلے بشارت کی ابتدا کی گئی۔ خلیل نے

امتحان اور بلا کے وقت (جبکہ آگ میں ڈالے گئے تھے) کہا تھا کہ حَسْبِیَ اللّٰهُ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور حبیب سے کہا گیا تھا۔ حَسْبُکَ اللّٰهُ تم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ خلیل نے کہا تھا وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ میرے لئے سچی زبان (یعنی ذکر جمیل) آخرین امت میں کر دے۔ اور حبیب کے لئے یوں کہا گیا کہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ آپ بدوں سوال دیئے گئے۔ خلیل نے کہا تھا کہ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور میری اولاد کو اس سے بچانا۔ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں اور حبیب سے کہا گیا کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی دور کر دے۔

اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ اس امر پر اطلاع دیتا ہے۔ جو اصحاب اقوال کا تفصیل مقامات و احوال میں مقصد ہے۔ اور ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے اور تمہارا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو کہ سیدھے راستہ پر ہے۔

فصل ۱۰

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور مقام محمود سے فضیلت کا ذکر)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

ترجمہ۔ عنقریب تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود پر اٹھائے گا۔

خبر دی ہم کو شیخ ابو علی غسانی جیانی نے اس میں سے جو اس نے مجھے اپنے خط سے میری طرف حدیث لکھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے سراج بن عبداللہ قاضی نے، کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اصیلی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو زید اور ابو احمد نے۔ ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے اسماعیل بن ابان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالاحوص نے آدم بن علی سے اس نے کہا۔ کہ میں نے ابن عمرؓ سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ بلاشبہ لوگ قیامت کے دن جماعت دار ہوں گے ہر ایک امت اپنے نبی کے تابع ہو گی۔

کہیں گے کہ اے نبی ہماری شفاعت کیجئے' اے نبی ہماری شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک شفاعت کی انتہا ہو گی۔ اور یہ وہ دن ہو گا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود پر اٹھائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ سے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ وہ شفاعت ہے۔

کعبؓ بن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پس میں اور میری امت ایک ٹیلہ پر ہوں گے۔ میرا رب مجھ کو سبز حلہ پہنائے گا۔ پھر مجھے حکم ہو گا۔ میں جو خدا چاہے گا کہوں گا۔ سو یہ مقام محمود ہے۔

ابن عمرؓ سے منقول ہے انہوں نے حدیث شفاعت کا ذکر کیا۔ کہ پھر آپ چلیں گے۔ یہاں تک کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑیں گے۔ پھر اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر جس کا وعدہ ہے اٹھائے گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کا قیام عرش کی دائیں جانب ہو گا۔ وہ ایسا مقام ہو گا۔ جہاں پر اور کوئی کھڑا نہ ہو سکے گا۔ اس پر اولین و آخرین رشک کھائیں گے۔ ایسا ہی کعب و حسن سے مروی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مقام ایسا ہے کہ جس میں اپنی امت کے لئے میں شفاعت کروں گا۔

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں مقام محمود پر کھڑا ہونے والا ہوں۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ کیا ہے۔ فرمایا وہ وہ دن ہو گا۔ کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کرسی پر اترے گا۔ (یہ متشابہات میں سے مترجم)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ۔

خُيِّرْتُ بَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ لِاَنَّهَا اَعَمُّ اَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِيْنَ وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ

ترجمہ۔ مجھ کو اس امر پر اختیار دیا گیا ہے کہ میری آدھی امت جنت میں داخل ہو۔ اور اس بارہ میں کہ میں شفاعت کروں۔ لیکن میں نے شفاعت اختیار کی۔ کیونکہ وہ عام فائدہ مند ہے۔ کیا تم اس کو متقیوں کے لئے خاص کرتے ہو۔ لیکن وہ گنہگاروں خطاکاروں کے لئے ہو گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ۔ آپ کے لئے شفاعت کے بارہ میں کیا وارد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ شَفَاعَتِیْ لِمَنْ شَہِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا یُصَدِّقُ لِسَانَہٗ قَلْبُہٗ۔ میری شفاعت اس شخص کے لئے جو کہ خالصاً اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو۔

ام حبیبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اُرِیْتُ مَا تَلْقٰی اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ وَسَفْکَ بَعْضِہِمْ دِمَاءَ بَعْضٍ وَسَبَقَ لَہُمْ مِنَ اللّٰہِ مَا سَبَقَ لِلْاُمَمِ قَبْلَہُمْ فَسَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّوْتِیَنِیْ شَفَاعَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْہِمْ فَفَعَلَ۔

ترجمہ۔ مجھ کو میری امت کا حال دکھلایا گیا۔ جو میرے بعد وہ بھگتیں گے۔ اور اس بارہ میں کہ ایک نے دوسرے کا خون بہایا ہے۔ اور ان سے پہلی امتوں کے لئے جو کچھ کہ عذاب سبقت کر چکا ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھ کو ان کے بارہ میں قیامت کے دن شفاعت دے۔ سو خدا نے ایسا کیا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک زمین میں جمع کرے گا جہاں کہ ان کو پکارنے والا سنائے گا ان کو آنکھ دیکھتی ہو گی۔ وہ ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے جیسا کہ پیدا ہوئے تھے۔ کوئی شخص بدوں حکم کلام نہیں کرے گا پھر آواز آئے گی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمائیں گے لبیک و سعدیک۔ یعنی میں حاضر ہوں۔ اور نیکی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اور برائی تیری طرف نہیں ہے۔ جس کو تو ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے۔ تیرا بندہ تیرے سامنے حاضر ہے۔ ہر امر تیرے لئے اور تیری طرف سے ہے۔ تجھ سے ٹھکانا اور نجات تیری ہی طرف سے ہے۔ تو بابرکت اور بلند ہے [illegible]۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ یہ وہ مقام محمود ہے۔ کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اور جنتی جنت میں۔ پھر جنت کا آخری گروہ اور دوزخ کا آخری گروہ باقی رہے گا۔ دوزخ کا گروہ جنتیوں کے گروہ سے کہے گا۔ کہ کیا تم کو تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا۔ تب وہ اپنے رب کو پکاریں گے۔ اور چلائیں گے۔ پھر جنگ کے لوگ ان کی آواز سنیں گے۔ پھر وہ آدم وغیرہ انبیا علیہم السلام سے اس کے بعد اپنی شفاعت کے لئے سوال کریں گے۔ تو ہر ایک نبی عذر کرے گا۔ حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں گے۔ تب آپ ان کے لئے شفاعت کریں گے۔ پس وہ مقام محمود ہے۔ ایسا ہی ابن مسعود و مجاہدؒ سے بھی ہے۔

اور اس کا ذکر کیا علی بن الحسین رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جابر بن عبداللہ نے یزید فقیر سے کہا کہ کیا تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سنا۔ یعنی وہ مقام محمود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب اہل نار کو نکالے گا۔ اور حدیث شفاعت کا جہنمیوں کے نکالنے میں ذکر کیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ہے اور کہا کہ یہ وہی مقام محمود ہے کہ جس کا خدا نے آپ کو وعدہ دیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ بعض کی حدیث بعض میں داخل ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ پھر وہ گھبرائیں گے۔ اور فکر کریں گے یا فرمایا کہ ان کو الہام ہو گا۔ پھر کہیں گے۔ کہ کاش اپنے رب کی شفاعت لیجاتے۔ دوسرے طریق سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ لوگ ایک دوسرے میں داخل ہوں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آفتاب قریب ہو گا۔ پھر لوگوں کو اس قدر غم ہو گا۔ کہ جس کی برداشت نہ کر سکیں گے۔ پھر کہیں گے کہ تم ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھتے۔ کہ جو تمہاری شفاعت کرے تب آدم علیہ السلام کے پاس آئیں

گے اور کہیں گے۔

بعض نے یہ زیادہ کیا کہ تم آدم انسانوں کے باپ ہو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تم میں اپنی روح پھونکی۔ تم کو اپنی جنت میں داخل کیا۔ تمہارے جسم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ ہر شے کے نام تم کو سکھائے۔ تم ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کرو۔ تاکہ وہ ہم کو یہاں سے راحت دے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں ہیں۔ وہ کہیں گے کہ میرا رب آج اس قدر خفا ہے کہ پہلے اس سے ایسا خفا نہیں ہوا۔ اور نہ اس کے بعد ایسا خفا ہو گا۔ اس نے مجھ کو ایک درخت سے منع کیا تھا۔ لیکن میں نے نافرمانی کی۔ میں اپنے نفس کی خیر مناتا ہوں (مجھے اوروں سے کیا کام) تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاکر بندہ کہا ہے۔ کیا آپ ہم کو اس حالت میں نہیں دیکھتے۔ جو ہم کو پہنچی ہے۔ وہ کہیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غصے ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا خفا نہ ہوا تھا۔ اور نہ اس کے بعد ایسا خفا ہو گا۔ میں اپنے نفس کی خیر چاہتا ہوں۔ اپنے نفس کی خیر چاہتا ہوں۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ اپنی اس خطا کو یاد کریں گے۔ جو انہوں نے بغیر علم کے اپنے رب سے سوال کیا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لئے دعا مانگی تھی۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم زمین والوں میں سے نبی اللہ اور خلیل اللہ ہو۔ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کرو۔ کیا آپ ہم کو اس مصیبت میں نہیں دیکھتے۔ جس میں کہ ہم ہیں۔ وہ کہیں گے کہ میرا رب آج کے دن خفا ہے۔ اور پہلے کی طرح ذکر کیا۔ اور تین جھوٹوں کا ذکر کریں گے۔ نفسی نفسی پکاریں گے۔ میں اس کے لائق نہیں۔ لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسا بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تورات دی ہے۔ اس سے کلام کیا ہے۔ اس کو سرگوشی کے لئے قریب کیا ہے۔

پھر وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ وہ اپنی اس خطا کا ذکر کریں گے۔ اور آدمی کے قتل کا ذکر کریں گے۔ لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔

پھر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے قابل نہیں۔ لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں کہ جن کے اگلے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہوئے ہیں۔

پھر میرے پاس آئیں گے اور میں ان سے کہوں گا۔ کہ میں اس کے قابل ہوں۔ میں جاؤں گا۔ اور اپنے رب سے اذن طلب کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائے گا۔ جب میں اس کو دیکھوں گا۔ تو سجدہ کرتا ہوا گر جاؤں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے سامنے کھڑا ہوں گا۔ اور اس کی تعریف کروں گا۔ ایسے الفاظ کے ساتھ کہ میں ان پر قادر نہیں ہوں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت الہام کر دے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی تعریفوں اور حمد ثنا کے (دروازہ کو) کھول دے گا۔ کہ وہ پہلے مجھ سے کسی پر نہیں کھولا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں فرمایا۔ کہ کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ۔ مانگو جو مانگو گے دیئے جاؤ گے۔ شفاعت کرو مقبول ہو گی۔ پھر میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اور کہوں گا اے میرے رب میری امت' اے میرے رب میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ اپنی امت میں سے جس پر کچھ حساب نہیں۔ جنت کے دائیں دروازہ کی طرف سے داخل کر۔ اور وہ اور لوگوں کے دوسرے دروازوں میں شریک ہیں۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس فصل کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی جگہ یہ ہے۔ کہ پھر میں سجدہ میں کروں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا۔ کہ اے محمد! اپنے سر کو

اٹھایئے۔ اور کہیئے سنا جائے گا۔ شفاعت کیجئے مقبول ہو گی۔ سوال کیجئے دیئے جاؤ گے۔ پھر میں کہوں گا۔ اے رب میری امت' اے رب میری امت۔ مجھ سے کہا جائے گا۔ کہ جاؤ جس کے دل میں ایک گیہوں کے دانہ یا جو کے دانہ کی برابر ایمان ہو۔ تو اس کو نکال لو۔ پھر میں جاؤں گا اور یوں ہی کروں گا۔

پھر میں اپنے رب کی طرف جاؤں گا اور انہیں تعریفوں سے اس کی تعریف کروں گا۔ اور پہلے کی طرح ذکر کیا۔ اور اس میں یہ کہا کہ نکالو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے۔ پھر میں یہ کام کروں گا۔ اور پھر لوٹوں گا۔ پہلے کی طرح ذکر کیا۔ اور اس میں یہ کہا کہ نکالو۔ جس کو نکالو جس کے دل میں رائی کے ادنیٰ دانے کے برابر ایمان ہو۔ پھر میں ایسا کروں گا۔

چوتھی دفعہ یہ کہا کہ مجھ سے یوں کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھاؤ۔ اور کہو۔ سنا جائے گا۔ شفاعت کرو مقبول ہو گی۔ مانگو دیئے جاؤ گے۔ پھر میں کہوں گا کہ اے رب! مجھے اجازت دے کہ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (صرف) کہا ہو۔ فرمائے گا کہ یہ تمہارے متعلق نہیں۔ لیکن مجھ کو اپنی عزت و بزرگی۔ عظمت و جبروت کی قسم ہے کہ میں دوزخ سے اس شخص کو نکال لوں گا۔ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہو گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو کہ انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ تیسری دفعہ کہا یا چوتھی دفعہ کہ میں کہوں گا۔ خداوندا دوزخ میں سوائے اس کے کہ قرآن نے اس کو روک لیا ہو' اور کوئی باقی نہیں رہا۔ یعنی جس پر خلود اور ہمیشگی ہے۔

اور ابوبکر و عقبہ بن عامر ابو سعد حذیفہؓ سے اس کی مثل ہے کہا کہ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں گے۔ پھر آپ کو اذن دیا جائے گا۔ امانت و رحم آپ کے اور پل صراط کے ایک طرف کھڑے ہو جائیں گے۔

ابو مالک کی روایت میں جو کہ حذیفہؓ سے ہے ذکر کیا گیا ہے کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں گے۔ آپ شفاعت کریں گے۔ پھر پل صراط کھڑا کیا جائے گا۔ اول کے لوگ اس پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پھر ہوا اور پرندہ اور

تیز رو مردوں کی طرح اور تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صراط پر ہو گا۔ خداوندا بچائیو‘ بچائیو۔ یہاں تک کہ لوگ گزر جائیں گے۔ اور سب سے آخر گزرنے والے کا ذکر کیا۔ الحدیث۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں سب سے پہلے گزروں گا۔

ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے منبر رکھے جائیں گے۔ جن پر وہ بیٹھیں گے۔ میرا منبر باقی رہے گا۔ میں اس پر نہ بیٹھوں گا۔ اور اپنے رب کے سامنے کھڑا رہوں گا۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے۔ تم کیا چاہتے ہو۔ کہ تمہاری امت کے ساتھ معاملہ کروں۔ میں کہوں گا۔ کہ اے میرے ربا ان کا حساب جلد ہو جائے۔ پھر ان کو بتلایا جائے گا۔ ان کا حساب لیا جائے گا۔ بعض وہ ہوں گے جو جنت میں اس کی رحمت سے جائیں گے۔ اور بعض وہ ہوں گے کہ جنت میں میری شفاعت سے جائیں گے۔ میں برابر ان کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ ایسے لوگوں کو چک (یعنی پروانہ دستخطی جن پر حکم ہو گا) دیئے جائیں گے۔ جن کو دوزخ بھیجنے کا حکم دیا ہو گا۔ حتیٰ کہ دوزخ کا داروغہ یہ کہے گا۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے خدا کے غصہ و انتقام کے لئے اپنی امت میں کچھ نہیں چھوڑا اور زیادہ نیری کے طریق سے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْ جُمْجُمَتِهِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَمَعِي لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تُفْتَحُ لَهُ الْجَنَّةُ وَلَا فَخْرَ فَآتِي فَآخُذُ بِحَلْقَةِ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ فَيُفْتَحُ لِي فَيَسْتَقْبِلُنِي الْجَبَّارُ تَعَالَى فَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا وَذَكَرَ نَحْوَ مَا تَقَدَّمَ۔

ترجمہ۔ میں اول ان لوگوں کا ہوں کہ جن کی کھوپڑیاں زمین سے اٹھیں گی۔ اور فخریہ نہیں کہتا۔ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ اور فخریہ نہیں کہتا۔ میرے ساتھ قیامت کے دن کا جھنڈا ہو گا۔ میں سب سے پہلے وہ ہوں جس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ اور کہا جائے گا۔ کہ یہ کون ہیں۔ میں کہوں گا کہ محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) پھر میرے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ پھر جبار اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہو گا۔ تو میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اور پہلی حدیث کی طرح بیان کیا۔

انس کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ میں ضرور قیامت کے دن زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ کے لئے شفاعت کروں گا۔

اب ان احادیث کے مختلف الفاظ سے یہ بات اتفاقاً ثابت ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا مقام محمود اور شفاعات کا اول سے لے کر آخر تک بیان اس وقت ہو گا۔ کہ جب حشر میں لوگ جمع ہوں گے۔ ان کے گلے تنگ ہوں گے ان کو پسینہ آتا ہو گا۔ آفتاب قریب ہو گا۔ دیر تک کھڑا رہنا ہو گا۔ یہ پہلے حساب کے ہو گا۔ تب آپ اس وقت کھڑے ہونے سے راحت دینے کے لئے شفاعت کریں گے۔ پھر پل صراط کھڑی کی جائے گی۔ اور لوگوں کا حساب ہو گا۔ جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ و حذیفہ میں آچکا ہے۔ اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ جن پر کوئی حساب نہ ہو گا کہ جنت کی طرف جلدی بھیجے جائیں۔ جیسا کہ حدیث میں پہلے گزر چکا ہے۔ پھر اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو گا۔ شفاعت کریں گے۔ اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کو حاصل نہ ہو گا۔

اور مشہور صحیح حدیث میں ہے۔

لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ یَدْعُوْ بِھَا وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

ترجمہ:۔ ہر ایک نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو اس نے مانگ لی ہے۔ لیکن میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھی ہے۔

اہل علم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جس کا مجھے علم دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان کے لئے مقبول ہو گی۔ ان کی خواہشات ان کو دی جائیں گی۔ ورنہ نبیوں کی بہت سی دعائیں ہیں۔ جو مقبول ہوتی ہیں۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی مقبولہ دعائیں تو بے شمار ہیں۔ لیکن ان کا حال دعا کے وقت امید و خوف کے درمیان رہا ہے۔ اور بعض دعا کی مقبولیت کی خدا کی طرف سے ضمانت ہوتی ہے۔ کہ جس کے لئے چاہیں یقیناً" مقبول ہو گی۔

محمد بن زیاد اور ابو صالح نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں کہا ہے۔ کہ ہر نبیؑ کے لئے ایک دعا ہے۔ جو انہوں نے اپنی امت کے بارہ میں مانگی ہے۔ جو مقبول ہو گئی۔ اور میں ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی دعا کو اپنی امت کے لئے قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھوں۔

ابو صالح کی ایک روایت میں ہے کہ ہر نبیؑ کے لئے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو مقبول ہوتی ہے۔ پھر ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی۔

ایسا ہی ابوزرعہ کی روایت میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور انسؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ جس طرح ابن زیاد نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ پس یہ مذکورہ دعا جو امت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کی مقبولیت ضمانت شدہ ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ نے اپنی امت کے لئے بہت سی باتیں دین دنیا کی مانگی تھیں۔ ان میں بعض تو دی گئیں۔ اور بعض سے منع کیا گیا۔ اور یہ دعا ان کے لئے محتاجی کے دن اور سختی کے خاتمے اور بڑے سوال و رغبت کے لئے ذخیرہ رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جزا سے بہتر جزا دے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہو۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا ۔

فصل ۱۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل کے بارہ میں جو کہ جنت میں آپ کو وسیلہ و درجہ بلند اور کوثر و فضیلت عنایت ہو گی۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ تمیمی اور فقیہ ابو الولید ہشام بن احمد نے۔ اور میں نے ان دونوں کے سامنے پڑھی۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی غسانی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے نمری نے۔ کہا حدیث

بیان کی ہم سے محمد بن سلمہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن وہب نے ابن لہیعہ اور حیوہ سعید بن ابی ایوب سے وہ کعب بن علقمہ سے وہ عبدالرحمٰن بن جبیر سے وہ عبداللہ بن عمر بن العاص سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي إِلَّا الْعَبْدِ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ، هُوَ فَمَنْ سَأَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

ترجمہ:۔ جب تم موذن سے سنو۔ تو کچھ وہ کہے تم وہی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود پڑھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے سوائے ایک اللہ کے بندے کے اور کسی کے لئے لائق نہیں۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرے۔ اس پر میری شفاعت واجب ہو گی۔

دوسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

بَيْنَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ إِذْ عُرِضَ لِي نَهْرٌ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ فَقُلْتُ لِجِبْرِيلَ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَهُ اللّٰهُ قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى طِينَةٍ فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا ۔

ترجمہ:۔ میں جنت میں سیر کر رہا تھا۔ اتنے میں میرے سامنے ایک نہر آئی۔ جس کے دونوں کناروں پر موتی کے قبے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا چیز ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت کیا ہے۔ فرمایا کہ پھر اس کی مٹی تک ہاتھ مارا۔ تو اس سے کستوری نکلی۔

عائشہ۔ عبداللہ بن عمرو سے اس کی مثل مروی ہے۔ فرمایا کہ اس کی گزر موتی اور یاقوت پر ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

ایک روایت میں ان سے ہے کہ نہر چلتی تھی۔ اور زمین کو پھاڑتی نہ تھی۔ اس پر حوض ہے۔ جس پر میری امت آئے گی۔ اور حدیث حوض کا ذکر کیا۔

اسی طرح ابن عباس سے مروی ہے کہ کوثر وہ بہتری ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ وہ نہر جو جنت میں ہے اس خیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی عنایت میں سے بیان کیا ہے۔ کہ مجھ کو اس نے کوثر دیا ہے جو کہ ایک نہر ہے جنت میں سے وہ میرے حوض میں جاری ہے۔

ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ یعنی عنقریب تمہارا رب تم کو وہ کچھ دے گا۔ جس سے کہ آپ راضی ہوں گے۔

کہا ہے کہ موتی کے ہزار محل ہوں گے۔ جن کی مٹی مشک کی ہو گی۔ ان میں وہ وہ چیزیں ہوں گی جو اس کے مناسب ہوں گی (یعنی حور و غلمان وغیرہ)۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس میں وہ کچھ ہو گا۔ جو اس کے لائق ہو گا یعنی بیویاں اور غلام۔

فصل ۱۲

اگر تم یہ کہو کہ جب قرآن کی دلیل اور صحیح حدیث اور اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانوں سے مکرم ہونا۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے افضل ہونا قرار پا چکا۔ تو پھر ان حدیثوں کا کیا مطلب ہے۔ کہ جس میں آپ نے اپنی فضیلت سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا۔ جس کو بیان کیا ہم سے اسدی نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے سمرقندی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن مثنیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے کہا

حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے قتادہ سے کہا کہ میں نے ابو العالیہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حدیث بیان کی مجھ سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر چچا زاد یعنی ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَفِيْ غَيْرِ هٰذَا الطَّرِيْقِ۔

ترجمہ۔ کسی بندہ کو یہ لائق نہیں کہ یوں کہے۔ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اور اس طریق کے سوا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی بندہ کو لائق نہیں۔ الحدیث۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہودی کے بارہ میں ہے۔ جس نے کہا تھا قسم ہے اس اللہ تعالٰی کی۔ کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو انسانوں پر پسند کیا۔ تب انصار میں سے ایک شخص نے اس کو تھپڑ مارا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ تم ایسا کہتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں۔ پھر یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ کہ انبیاء علیہم السلام میں ایک دوسرے پر فضیلت مت دو۔

اور ایک روایت ہے کہ فرمایا۔ کہ جو شخص کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ تم میں سے ہرگز کوئی نہ کہے۔ کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اس کی دوسری حدیث میں ہے۔ پھر آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ اے مخلوق میں سے بہتر' تو آپ نے فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

سو اس بارہ میں تم کو معلوم رہے کہ علماء نے ان احادیث میں تاویلیں کی ہیں۔

(ا) پہلی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضیلت سے منع کرنا پہلے اس سے تھا کہ آپ جان لیں کہ میں آدمؑ کی اولاد کا سردار ہوں۔ تب آپ نے فضیلت دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ فضیلت وقوف کی محتاج ہے۔ اور جس نے بدوں علم کے فضیلت

دی۔ تو اس نے جھوٹ کہا۔ اسی طرح آپ کا یہ قول کہ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ کوئی یونس علیہ السلام سے افضل ہے۔ اس امر کا تقاضا نہیں کرتا۔ کہ آپ نے ان کو تفضیل دی ہے۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے تفضیل سے روکا ہے۔

دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بطور تواضع و انکسار کہی ہے۔ جس سے تکبر و عجب کی نفی کی ہے۔ مگر یہ جواب بھی اعتراض سے نہیں بچتا۔

تیسری یہ کہ انبیاء علیہم السلام میں ایسی تفضیل نہ دے کہ جو بعض انبیاء کی تنقیص شان تک پہنچا دے۔ یا ان میں کوئی عیب نکالے۔ خصوصاً یونس علیہ السلام کے بارہ میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت خبر دی جو خبر دی (یعنی سب کو معلوم ہے) تاکہ کسی جاہل کے دل میں ان کی طرف سے حقارت پیدا نہ ہو۔ اور ان کے بلند مرتبہ میں کمی نہ آئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت کہا ہے۔ کہ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف نکلا۔ اور جب وہ غصے ہو کر گیا۔ اور گمان کیا کہ ہم اس پر ہرگز قادر نہ ہوں گے۔ سو بسا اوقات بے علم آدمی ان کی طرف کی درجہ کا خیال کر بیٹھتا ہے (اس لئے آپ نے اس کا ذکر خصوصاً کیا)۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ نبوت و رسالت کے حق میں تفضیل کی ممانعت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام نبوت و رسالت میں ایک ہی حد میں ہیں۔ وہ تو ایک ہی شے ہے۔ جس میں فضیلت نہیں۔ اور فضیلتیں احوال کی زیادتی خصوصیت و کرامات مراتب و عنایات میں ہیں۔ لیکن نبوت میں کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت زائد امور میں ہے جو نبوت سے اوپر ہیں۔ اس لئے ان میں سے کوئی تو رسول ہیں۔ کوئی اولو العزم۔ کسی کا مکان بلند ہے۔ کسی کو لڑکپن میں حکمت دی گئی۔ کسی کو زبور دی گئی۔ کسی کو بینات و نشانات دیئے گئے۔ بعض ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ اور بعض کے درجات بلند کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (پ ۱۵ ع ۶)

اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

اور فرمایا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

ترجمہ :۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (پ ۳ ع ۱)

اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ تفضیل سے مراد یہ ہے کہ ان کو دنیا میں فضیلت دی ہے۔ اور یہ تین حالت کے ساتھ ہے۔

(ا) یہ کہ اس کی آیات و معجزات زیادہ روشن و زیادہ مشہور ہیں۔ یا اس کی امت زیادہ پاکیزہ و زیادہ شمار میں ہے یا یہ کہ اس کی ذات شریف زیادہ بزرگ اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس کی فضیلت ذاتی اس امر کی طرف راجع ہے۔ جس سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خاص کیا ہے۔ بزرگی و خصوصیت کلام سے یا خلت سے یا رویت سے یا جو خدائے تعالیٰ نے اپنی عنایات و ولایت کے تحفوں و اختصاص سے چاہا۔ اور بلاشبہ روایت کی گئی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نبوت کے بوجھ ہیں۔ اور بیشک یونس علیہ السلام ان سے ایسے علیحدہ ہوئے تھے۔ جس طرح کہ اونٹنی کا بچہ جو فصل ربیع میں پیدا ہو (بوجھ سے دور ہوتا ہے)۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنہ کے مواقع سے ان لوگوں کے اوہام کی حفاظت کی جن کی طرف وہ اس سبب سے پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی یونس علیہ السلام کی نبوت میں حرج کریں یا ان کے برگزیدہ ہونے میں قدح کریں۔ ان کے درجہ کو کم کریں۔ ان کی عصمت میں سستی کریں۔ اور یہ سب امور اس طرح ہیں۔ کہ آپ کو اپنی امت پر شفقت منظور ہے۔ اور اس ترتیب پر پانچویں وجہ متوجہ ہوتی ہے۔ لا یہ

کہ انا(میں) کی ضمیر بذاتہ قائل کی طرف راجع ہو (نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) یعنی کسی کو گمان نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ وہ پاکیزگی یا دانائی اور عصمت طہارت میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائے۔ کہ وہ یونس علیہ السلام سے بوجہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے جو ان کی طرف سے دی ہے۔ بہتر ہے۔ کیونکہ نبوت کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔ اور بلاشبہ یہ مراتب ان سے ایک رائی بلکہ اس سے بھی کمتر تک کم نہیں ہوئے۔ (یعنی یونس علیہ السلام کا مرتبہ کچھ بھی کم نہیں ہوا)۔

ہم تیسری قسم میں اس کا بیان انشاء اللہ اس سے زیادہ کریں گے۔ اب تم کو غرض معلوم ہو گئی۔ اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اس سے معترض کا اعتراض جاتا رہا۔ اللہ ہی سے توفیق ہے۔ اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فصل ۱۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی کے بیان میں اور جو اس میں فضیلت ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو عمران موسیٰ بن ابی تلید فقیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید بن نصر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاسم بن اصبغ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن وضاح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے ابن شہاب سے وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لِیْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ

میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ ماحی یعنی مٹانے والا ہوں مجھ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔ میں وہ حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدم پر حشر کریں گے۔ یعنی قیامت کے دن میرے بعد اٹھیں گے۔ اور میں عاقب ہوں۔ یعنی سب سے پیچھے

آیا ہوں۔

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا محمدؐ اور احمدؐ نام رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت دی ہے۔ آپ کے اسماء کے ضمن میں آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ کے ذکر کے اثنا میں آپ کے بڑے شکر کا ذکر مخفی رکھا ہے۔

آپ کا نام احمد ہے۔ جو کہ بروزن افعل صفت حمد میں مبالغہ ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمد کرنے والوں میں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اور ان سب سے افضل ہیں جن کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور حمد کرنے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اب آپ احمد المحمودین اور احمد الحامدین ہوئے۔ آپ کے ساتھ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہو گا۔ تاکہ کمال حمد آپ کے لئے پورا ہو۔ اور اس میدان میں حمد کی صفت سے مشہور ہو جائیں۔

آپ کا رب آپ کو وہاں مقام محمود پر اٹھائے گا۔ جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہے اس مقام میں اولین و آخرین آپ کی شفاعت کی وجہ سے جو کہ ان کے لئے آپ کریں گے تعریف کریں گے۔ اس میں آپ کی وہ تعریفوں کے دروازے کھلیں گے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی کو وہ نہیں دیئے گئے۔

کتب انبیا علیہم السلام میں آپ کی امت کا نام اللہ تعالیٰ نے حمادین یعنی حمد کرنے والے رکھا ہے۔ اب آپ اس بات کے لائق ہیں کہ آپ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے۔

پھر ان دونوں ناموں میں عجائب۔ خصائص اور غرائب آیات سے ایک قسم اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ جل اسمہٗ نے آپ کو اس بات سے بچایا کہ آپ کے زمانہ سے پہلے کوئی ان دونوں ناموں سے موسوم ہو۔

احمد آپ کا وہ نام ہے کہ جو پہلی کتابوں میں آچکا ہے۔ انبیا علیہم السلام نے اس کی خوشخبری دی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے منع کر دیا۔ کہ کوئی اور آپ کے سوا اس نام کو رکھے۔ اور نہ آپ سے پہلے کوئی اس نام سے پکارا گیا۔ تاکہ کسی ضعیف دل پر اس سے اشتباہ یا شک نہ ہو۔ اور ایسے ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی عرب

وغیرہ میں نام نہیں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے وجود سے اور پیدائش سے تھوڑے پہلے یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ ایک نبی بھیجا جائے گا۔ جس کا نام محمد ہو گا۔ پھر تھوڑے لوگوں نے عرب میں سے اپنے فرزندوں کا نام محمد رکھا۔ اس امید پر کہ ان میں سے شاید کوئی وہی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں کہ وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔

وہ لوگ یہ ہیں۔ محمدؐ بن احیحہ بن الجلاح الاوسی۔ محمد بن سلمۃ انصاری۔ محمدؐ بن براء البکری۔ محمد بن سفیان بن مجاشع۔ محمد بن حمران جعفی۔ محمد بن خزاعی سلمی۔ اور ساتواں کوئی نہیں۔ کہتے ہیں کہ اول جس کا نام محمد رکھا گیا۔ وہ محمد سفیان ہے۔ اور یمن کے لوگ کہتے تھے۔ بلکہ محمد بن یحمد ازد میں سے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کو جس نے کہ اپنا نام محمد رکھا تھا۔ اس سے بچایا۔ کہ وہ خود نبوت کا دعویٰ کرے یا دوسرے اس کو نبی کہیں۔ یا اس پر کوئی ایسا سبب ظاہر کرے۔ جو کسی کو اس کے امر میں شک میں ڈال دے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں صفتیں (محمد و احمد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوئیں۔ کہ جن میں آپ سے کسی نے نزاع نہ کی۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں ماحی ہوں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا۔ سو اس کی تفسیر اسی حدیث کے بیان میں ہو چکی۔ کفر کا مٹانا یا تو مکہ اور عرب سے مراد ہے۔ اور وہ زمین بھی جو آپ کے قبضہ میں کی گئی۔ اور آپ وعدہ دیئے گئے کہ آپ کی امت کا ملک آپ کو ملے گا یا یہ کہ عام طور پر مٹانا یہ ہو گا۔ کہ جس کا معنی ظہور و غلبہ کا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیظھرہ علی الدین کلہ (تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے) اس کی تفسیر حدیث میں بیان ہو چکی ہے کہ آپ وہ ہیں۔ جن کے سبب ان لوگوں کے گناہ جو آپ کے تابع ہوں گے مٹا دیئے جائیں گے۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں وہ حاشر ہوں۔ جس کے قدموں پر لوگ اٹھیں گے۔ یعنی میرے زمانہ اور میرے عہد میں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ جیسا کہ آپ خاتم النبین ہیں۔

آپ کا نام عاقب بھی ہے۔ کیونکہ اور انبیاء علیہم السلام کے پیچھے آئے ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ میں وہ عاقب یعنی پیچھے آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ میرے قدم پر کے یہ معنے ہیں۔ کہ لوگ میرے سامنے اٹھائے جائیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (پ ۱ ع ۱۷)

ترجمہ۔ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ

بعض کہتے ہیں کہ میرے قدم پر یعنی میں ان سے پہلے آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

ترجمہ۔ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ میرے قدم پر یعنی میرے سامنے اور میرے گرد یعنی قیامت کے دن میری طرف جمع ہوں گے۔

بعض کہتے ہیں میرے قدم یعنی میری سنت۔

آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ اس کا معنی بعض نے یہ بتلایا ہے کہ وہ کتب متقدمہ میں موجود ہیں۔ اور امت سابقہ کے اہل علم کے نزدیک یہ پانچ نام ہیں اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میرے دس نام ہیں۔ ان میں سے طہٰ۔ یٰس کا ذکر کیا۔ اس کو مکی نے بیان کیا۔

بعض نے طہٰ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنے ہیں اے طاہر اے ہادی۔ یٰس کے معنی میں کہا گیا ہے۔ اے سید۔ بیان کیا اس کو سلمی نے واسطی اور جعفر بن محمد سے۔

اس کے سوا اوروں نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا ہے میرے دس نام ہیں۔ پانچ تو وہ ہیں جن کا ذکر پہلی حدیث میں ہے۔ فرمایا کہ میں رسول رحمت رسول راحت۔ رسول ملاحم یعنی لڑائیوں کا۔ اور میں مقفی ہوں یعنی نبیوں کے پیچھے

آنے والا ہوں۔ میں قیم ہوں۔ اس کے معنے جامع کامل کے ہیں۔ اس کو میں نے ایسا ہی پایا ہے۔ لیکن میں نے اس کو (بطریق معتبر) روایت نہیں کیا۔ اور میں جانتا ہوں کہ بہتر روایت قثم ہے ثا کے ساتھ (یعنی آپ دینے والے ہیں۔ اور قاسم ہیں یا جامع الخیر ہیں۔ کذا فی الشرح) جیسا کہ ہم نے اس کے بعد حربی سے ذکر کیا ہے۔ وہ تفسیر کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔ اور کتب انبیاء علیہم السلام میں بیشک یہی آیا ہے۔

داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ خداوندا ہم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیج جو کہ سنت کو بعد انقطاع وحی کے قائم کرے گا۔ پس قیم اس کے معنے میں ہے۔

نقاش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قرآن میں میرے سات نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ یس۔ طہ۔ مدثر۔ مزمل۔ عبداللہ۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ چھ نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ خاتم۔ عاقب۔ حاشر۔ ماحی۔

اور حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے خود نام ہم کو بتلایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ میں محمد۔ مقفی۔ حاشر۔ نبی التوبہ۔ نبی الملحمہ۔ نبی الرحمۃ۔ اور ایک روایت میں المرحمۃ راحۃ ہے۔ اور ہر ایک نام صحیح ہے۔ انشاء اللہ (روایت اور درایت کے لحاظ سے) مقفی کے وہی معنی ہیں جو عاقب کے ہیں۔ اور نبی الرحمہ والتوبہ المرحمۃ الراحۃ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہی بھیجا ہے۔

اور جیسا کہ خدا نے آپ کی تعریف کی ہے کہ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ ان کو پاک کرتا ہے ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ ان کو سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اور مومنین پر رؤف رحیم ہے۔

اور بلاشبہ آپ کی امت کی صفت میں یہ فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے۔ اور ان کے بارہ میں کہا ہے کہ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ کہ وہ صبر اور مرحمت کی

وصیت کرتے رہتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں۔

پس آپ کے رب تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لئے رحمت (بلکہ) تمام جہان کے لئے رحمت۔ رحیم۔ مترحم اور ان کے استغفار کرنے والے بھیجا ہے۔ آپ کی امت کو مرحومہ بنایا ہے۔ اس کی رحمت کے ساتھ تعریف کی ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترحم کا حکم دیا ہے۔ اس کی تعریف کی ہے۔ اور فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور فرمایا مہربانوں پر رحمٰن مہربان ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو۔ وہ تم پر رحم کرے گا۔ جو کہ آسمان میں ہے۔

لیکن نبی الملحمہ کی روایت سو اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائی اور تلوار کے ساتھ بھیجے گئے۔ اور یہ صحیح ہے۔ حذیفہؓ نے ابی موسیٰ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔ اور اس میں ہے کہ آپ نبی رحمت نبی توبہ نبی ملاحم ہیں۔

حربی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ میرے پاس فرشتہ آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم قثم ہو یعنی محمودہ (کمال) ہو۔ حربی کہتے ہیں کہ قثم کے معنی ہیں نیکی کا جمع کرنے والا۔ اور یہ وہ نام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں معلوم تھا۔ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب و صفات علاوہ اس کے ہیں ہم نے ذکر کئے ہیں۔ اور بہت سے قرآن میں آئے ہیں۔ مثلاً"

نور۔ سراج۔ منیر۔ منذر۔ نذیر۔ مبشر۔ بشیر۔ شاہد۔ شہید۔ حق مبین۔ خاتم النبیین۔ رؤف رحیم۔ امین۔ قدم صدق۔ رحمتہ اللعالمین۔ رحمتہ اللہ۔ عروہ وثقیٰ۔ صراط مستقیم۔ نجم ثاقب۔ کریم۔ نبی امی۔ داعی اللہ۔ باوجود اوصاف کثیرہ اور علامات جلیلہ کے خدا کی پہلی کتابوں میں اور کتب انبیاء علیہم السلام و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسماء شافیہ آچکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کا نام مصطفیٰ مجتبیٰ ابو القاسم حبیب رسول رب العلمین۔ شفیع۔ مشفع۔ متقی۔

مصلح۔ ظاہر۔ مہیمن۔ صادق۔ مصدوق۔ ہادی۔ سید اولاد آدم۔ سید المرسلین۔ امام المتقین۔ قائد الغرا لمحجلین۔ (یعنی آپ سفید چہروں۔ سفید ہاتھ پاؤں والوں کے پیشرو) قیامت کے دن ہیں۔ حبیب اللہ ۔خلیل الرحمٰن ۔ صاحب الحوض المورود والشفاعۃ والمقام المحمود۔ صاحب الوسیلہ و الفضیلۃ و الدرجۃ الرفیعہ۔ صاحب التاج و المعراج۔ واللواء ۔القضیب (یعنی یا عصا) براق و اونٹنی تیز رو کے اسوار۔ صاحب حجۃ و سلطان و خاتم و علامتہ و برہان صاحب عصا۔ صاحب نعلین۔

کتابوں میں آپ کے نام یہ بھی ہیں۔ متوکل۔ مختار۔ مقیم السنۃ۔ مقدس۔ روح القدس۔ روح الحق۔ اور یہی معنی فار قلیط کا ہے جو انجیل میں ہے۔ یعنی وہ شخص جو کہ حق و باطل میں تمیز کرے۔ کتب گزشتہ میں آپ کا نام ماذ ماذ ہے۔ اس کا معنی طیب طیب ہے یعنی پاک مطایا یعنی حامی۔ خاتم۔ حاتم۔ یعنی قاضی۔ اس کو کعب احبار نے بیان کیا ہے۔ ثعلب کہتے ہیں۔ پس خاتم وہ ہے۔ کہ انبیاء کو ختم کرنے والا ہے۔ اور حاتم وہ کہ انبیا علیہم السلام میں خلق اور خلق میں بہتر ہو۔

سریانی میں آپ کا نا مشفح یعنی محمد اور منحمنا ہے۔ یعنی روح القدس یا محمد۔ آپ کا نام تورات میں احید بھی ہے۔ اور یہ ابن سیرین سے مروی ہے۔ صاحب القضیب کا معنی صاحب تلوار ہے۔ انجیل میں اس کی تفسیر آئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے ساتھ لوہے کی قضیب (تلوار) ہوگی۔ جس سے لڑیں گے۔ آپ کی امت بھی ایسے ہی ہوگی۔ یہ احتمال کیا گیا ہے کہ وہ لمبی شاخ تھی۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیا کرتے تھے۔ اور وہ اب خلفا کے پاس ہے۔ لیکن مراد وہ جس کا بیان آیا ہے وہ لغت میں یعنی عصا ہے۔ اور مجھے خیال ہے۔ واللہ اعلم کہ وہ عصاء ہے جو حدیث میں میں مذکور ہے۔ کہ میں لوگوں کو اس سے اپنے عصاء سے اہل یمن کے لئے ہٹاؤں گا۔ تاج سے مراد عمامہ ہے۔ اور اس وقت سوائے عرب کے اور کوئی عمامہ نہ پہنتا تھا۔ عمامے عرب کے تاج ہیں۔ آپ کے اوصاف۔ القاب۔ نشانات کتب میں بہت ہیں۔ اور ان ناموں میں کہ ہم نے ان کتب سے لے کر ذکر کیا ہے۔ انشاء اللہ کافی ہے۔ آپ کی مشہور کنیت ابو القاسم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب آپ کے صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے۔ تو آپ کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام آئے۔ اور آپ سے کہا۔ السلام علیک یا ابا ابراہیمؑ۔

فصل ۱۴

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اسما حسنٰی کے ساتھ آپ کا نام رکھ کر اور اپنی صفات عالیہ کے ساتھ آپ کو موصوف کر کے شرف بخشا ہے۔

قاضی ابو الفضل وفقہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ کہ یہ فصل پہلے بابوں کے ساتھ بہت ہی لائق ہے۔ کیونکہ اسی مضمون کی لڑی میں یہ پرویا گیا ہے۔ اور اسی چشمہ شیریں سے جاملا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کسی سینہ کو اس کی استنباط کی ہدایت کی طرف اسی وقت کھولتا۔ اور کسی فکر کو اس کے جوہر نکالنے اور لینے کی طرف اسی وقت روشن کرتا ہے کہ جب وہ اس سے پہلے فصل میں غور و فکر کرے۔ پس ہم نے خیال کیا کہ اس کو اس کے ساتھ ملا دیں۔ اس کے متفرق کو جمع کریں۔

سو جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو ایک بزرگی کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ان پر ناموں کی خلعت عنایت کی ہے۔ جیسے کہ اسحٰق علیہ السلام کے نام علیم و حلیم ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا نام حلیم۔ نوح علیہ السلام کا شکور۔ عیسیٰ وہ یحییٰ علیہما السلام کا بر (نیکو کار) موسیٰ علیہ السلام کا کریم قوی۔ یوسف علیہ السلام کا حفیظ علیم۔ ایوب علیہ السلام کا صابر۔ اسماعیل علیہ السلام کا صادق الوعد ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر کئی مقام پر ہوا ہے۔ جہاں ان کا ذکر آیا ہے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فضیلت دی کہ آپ کو ان ناموں سے اپنی کتاب عزیز اور اپنے انبیا کی کتابوں میں جو بہت ہیں۔ لباس پہنایا اور آراستہ کیا۔ وہ ہم نے بعد فکر و ذکر کے جمع کر دیئے ہیں۔ کیونکہ ہم نے کسی کو نہیں پایا۔ کہ ان میں سے دو ناموں سے بڑھ کر جمع کیا ہو۔ اور نہ ایسے شخص کو پایا کہ جس نے اس میں دو فصل تالیف کئے ہوں۔ مگر ہم نے اس فصل میں قریباً تیس نام ان سے لکھے

ہیں۔ اور شاید کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ مجھے ان اسماء کا علم الہام کیا ہے۔ اور ان کی حقیقت بیان کی ہے۔ اسی طرح اپنی نعمتوں کو ان امور کے ظہور سے پوری کر دے۔ جو اب تک ہم کو ظاہر نہیں کی۔ اور اس کے بند دروازوں کو کھول دے۔

پس اللہ تعالیٰ کے بلند ناموں میں سے ایک حمید ہے۔ جس کا معنی محمود ہے۔ کیونکہ اس نے آپ اپنی تعریف کی ہے۔ اور اس کے بندوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔ اس کے معنے حامد کے بھی ہیں۔ کہ وہ اپنی تعریف کرنے والا ہے اور اعمال عبادات مخلوق کی بھی تعریف کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس نے محمدؐ احمد رکھا ہے۔ پس محمد کے معنی محمود کے ہیں۔ ایسا ہی آپ کا نام داؤد علیہ السلام کے زبور میں ہے۔ اور احمد کا یہ معنی ہے کہ وہ حمد کرنے والوں سے بہت بڑے ہیں۔ اور جن کی تعریف کی گئی ہے ان سے بہت بڑے ہیں۔ اور اسی طرف حسان بن ثابتؓ نے اشارہ کیا ہے۔

وَ شَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے نام سے نکالا۔ تاکہ اس کو بزرگ کرے۔

پس صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے رؤف، رحیم ہے۔ یہ دونوں نام قریب المعنی ہیں۔ اور آپ کا نام بھی اپنی کتاب میں یہی رکھا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ یعنی آپ مومنین پر رؤف رحیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے الحق المبین ہے۔ حق کا معنی موجود ہے۔ اور جس کا امر ثابت ہو۔ ایسا ہی مبین کا معنی یہ ہے۔ کہ اس کا امر روشن ہو۔ اس کی معبودیت ظاہر و روشن ہے۔ بان و ابان کے ایک ہی معنے ہیں۔ اور یہ معنی بھی ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں کے لئے ان کے دینی و معاد کے معاملات کو ظاہر کر دینے والا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام اپنی کتاب میں رکھا ہے۔ اور فرمایا۔ حَتّٰی جَآءَھُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ

مُّبِيْنٌ۔ یعنی یہاں تک کہ ان کے پاس حق آیا۔ اور روشن رسول آیا۔ اور فرمایا قُلْ اِنِّیْ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ آپ کہدیں کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور فرمایا قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ بیشک تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے آیا۔ اور فرمایا فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ بیشک انہوں نے حق کو جب کہ ان کے پاس آیا جھٹلایا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مقصود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قرآن ہے۔ اس کا معنی یہاں پر وہ حق ہے جو کہ باطل کے منافی ہے۔ اور اس کا صدق و امر ثابت ہے۔ یہ پہلے معنے کو ہے۔ اور مبین کے معنے ہیں کہ جس کا امر جس کی رسالت روشن ہو یا یہ معنے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں بیان کرنے والا ہے جس کے ساتھ اس کو بھیجا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ تاکہ ظاہر کرے وہ چیز جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے۔ جس کے معنی ہیں صاحب نور یعنی اس کا خالق یا آسمانوں اور زمین کا انوار کے ساتھ روشن کرنے والا مومنین کے دلوں کو ہدایت سے منور کرنے والا۔ اور آپ کا نام بھی نور رکھا۔ اور فرمایا جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب روشن آئی۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ور بعض کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے بندوں کا شاہد ہو گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی شہید و شاہد رکھا ہے۔ اور فرمایا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا۔ بیشک ہم نے آپ کو شاہد بھیجا ہے۔ اور فرمایا وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا تاکہ رسول تم پر شہید ہو۔ اور اس کے معنی شاہد کے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کریم ہے۔ جس کا معنی بہت سی نیکی والا ہے بعض کہتے ہیں کہ احسان کرنے والا۔ بعض کہتے ہیں کہ معاف کرنے والا۔ بعض کہتے ہیں بلند۔ اور اس حدیث میں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ہے (اس کا نام) اکرم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام کریم رکھا ہے۔ فرمایا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ بیشک یہ قول رسول کریم کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ جبریل ہیں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ میں اولاد آدم سے اکرم ہوں۔ کریم اور اکرم کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام عظیم ہے۔ اس کے معنی جلیل الشان ہیں۔ کہ اس سے سب کم ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرمایا کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ بیشک آپ عظیم خلق پر ہیں' تو رات کے اول سفر میں اسماعیل علیہ السلام سے آیا ہے۔ کہ عنقریب ایک عظیم شخص عظیم امت کے لئے پیدا ہو گا۔ وہ عظیم ہو گا اور بڑے خلق پر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام جبار ہے۔ اس کے معنے اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قاہر یعنی غالب ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بلند عظیم الشان۔ بعض کہتے ہیں متکبر۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی کتاب داؤد میں جبار ہے۔ اور کہا کہ اے جبار تو اپنی تلوار کو لٹکا کیونکہ تیری ناموس یعنی وحی اور تیرے احکام تیرے تصرف کی قوت سے ملے ہوئے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کے معنی ہیں۔ یا تو آپ کا اپنی امت کی اصلاح ہدایت و تعلیم سے کرنا یا آپ کا دشمنوں پر قہر کرنا۔ یا انسانوں پر آپ کا بلند درجہ یا آپ کا بڑا خطرہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے اس تکبر کے غلبہ کو جو آپ کی شان کے لائق نہیں نفی کر دیا۔ اور فرمایا کہ آپ ان پر جبار نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام خبیر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ خبر دینے والے اس کے حقیت کے عالم ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنے مخبر کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا

ترجمہ۔ وہ بڑی مہروالا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

قاضی بکر بن علاء کہتے ہیں کہ سوال کے لئے غیر نبی کو حکم دیا گیا ہے۔ اور مسئول و خبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دوسرے لوگ کہتے ہیں بلکہ سائل تو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں۔ اور مسئول اللہ تعالیٰ ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ درجہ مذکورہ سے خبیر ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ نہایت ہی عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پوشیدہ علم اور بڑی معرفت کا عالم بنایا ہے۔ اور اپنی امت کو ان امور کی خبر دی ہے۔ جن کی خبر دینے کا آپ کو اذن ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام فتاح ہے۔ جس کا معنی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان حکم کرنے والا ہے۔ یا رزق و رحمت کے دروازوں اور ان امور کو جو ان پر بند ہیں کھولنے والا ہے۔ یا ان کے دلوں اور عقلوں کو حق کی معرفت کے ساتھ کھولنے والا ہے۔ اور اس کا معنی مددگار کا بھی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ اگر تم فتح مانگتے تو بیشک تم کو فتح ہو گئی ہے' یعنی اگر مدد چاہو تو تم کو مدد آگئی ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم فتح اور مدد کے موجد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام حدیث طویل معراج میں فاتح رکھا ہے۔ جو کہ روایت ربیع بن انس سے وہ ابو العالیہ وغیرہ سے وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ میں نے تم کو فاتح اور خاتم بنایا ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو کہ آپ نے رب کی تعریف اور اپنے مراتب کے شمار کرنے میں فرمایا ہے۔ اور بلند کیا میرے ذکر کو اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا یہاں پر فاتح معنے حاکم ہے یا آپ رحمت کے دروازوں کو اپنی امت پر کھولنے والے ہیں۔ اور ان کی عقلوں کو معرفت خدا اور اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ کھولنے والے ہیں یا آپ حق کے مددگار ہیں یا آپ امت کی ہدایت کے شروع کرنے والے یا ابتدا کرنے والے اور انبیاء میں مقدم ہیں۔ اور ان کے خاتم ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب انبیاء سے پہلے پیدائش میں ہوں اور بعثت میں ان سے پیچھے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے حدیث میں ایک نام شکور آیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تھوڑے عمل پر بہت ثواب دینے والا۔ بعض نے کہا ہے کہ اطاعت کرنے

والوں کی تعریف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی اس سے تعریف کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔ بیشک وہ بندہ شکر گزار تھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریف اس لفظ سے کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا کیا میں بندہ شکور نہیں ہوں۔ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کا اقرار کرنے والا۔ اس کی قدر جاننے والا۔ اس کی تعریف کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس میں زیادہ سعی کرنے والا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے علیم۔ علام۔ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علم کے ساتھ تعریف کی ہے۔ اور ان کو زیادہ علم خصوصیت کے ساتھ دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ تم کو وہ علم دیا جس کو تم نہیں جانتے تھے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

اور فرمایا۔ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کہ وہ تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ کچھ سکھاتا ہے جس کو تم جانتے نہ تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ ہے۔ اور ان دونوں کے معنے یہ ہیں کہ اشیا کے وجود سے پہلے سبقت کرنے والا ہے۔ اور ان کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ نہ اس کا اول ہے نہ آخر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ فِى الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِى الْبَعْثِ میں پیدائش میں تمام انبیاءؑ سے پہلے ہوں اور بعثت میں آخر میں ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ اور ہم نے نبیوں سے ان کا عہد و پیمان لیا۔ اور تم سے اور نوح سے لیا۔ اسی کی تفسیر میں بتلایا گیا ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم کیا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسی کے قریب اشارہ کیا ہے۔ اور اسی میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ ہم آخر اور سابق ہیں۔ اور آپ کا یہ قول کہ میں سب سے پہلے ان لوگوں

میں سے ہوں گا کہ جن سے زمین پھٹے گی۔ اور ان لوگوں میں سے پہلے ہوں کہ جو جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اول شفاعت کرنے والا اول شفاعت قبول کیا گیا ہوں گا۔

آپ خاتم النبین ہیں اور سب سے آخر رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام قوی اور ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ یعنی مضبوط قوت کا مالک۔ اور اس کے معنے قادر کے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس کے ساتھ تعریف کی ہے۔ فرمایا کہ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ وہ صاحب قوۃ ہے عرش کے صاحب کے نزدیک مرتبہ والا۔

بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ولی اور مولیٰ ہے۔ اور ان دونوں کے معنے ناصر (مددگار) کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ بیشک تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اَنَا وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔ میں ہر مومن کا ولی ہوں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ نبی مومنوں کے ساتھ والے ہیں۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ پس علی اس کے مولیٰ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام الصادق ہے۔ اس کا معنی ہے کہ سچا ہوں۔

اور حدیث ماثورہ میں حدیث وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اَلصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام عفو ہے۔ اس کے معنی درگزر کرنے کے ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ قرآن اور تورات میں۔ اور آپ کو معافی کا حکم دیا۔ اور فرمایا خُذِ الْعَفْوَ کہ

آپ ان کو معاف رکھیں۔ اور ان سے درگزر کریں۔

اور جب آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے معنے کی بابت پوچھا۔ کہ معافی اختیار کر۔ تو کہا کہ آپ اس کو معاف کر دیں۔ جو آپ پر ظلم کرتا ہے۔ اور توراۃ و انجیل میں حدیث مشہور آپ کی صفت میں ہے کہ آپ نہ تو بد خلق ہوں گے اور نہ سخت دل ہوں گے۔ لیکن معاف اور درگزر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ھادی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے۔ اور اس کے دلالت و دعاء کے معنی بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور ہدایت کے سب معنوں کی اصل میلان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تقدیم ہے یعنی آگے پہنچانا۔

طٰہٰ کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ اے طاہر۔ اے ہادی۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بیشک آپ ضرور راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ آپ اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہو۔

پس اللہ تعالیٰ پہلے معنے کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ بیشک آپ جس کو دوست رکھتے ہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے' اور دلالت کے معنی کے لحاظ سے غیر اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے مُؤْمِنٌ مُهَيْمِنٌ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں کے ایک معنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں مؤمن کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے بندوں سے جو وعدہ کرتا ہے۔ اس کو پورا کرنے والا ہے۔ اور اپنی سچی باتوں کو پورا کرنے والا ہے۔

اور اپنے بندوں مومنوں اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو ایک کہنے والا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دنیا میں اپنے بندوں کو اپنے ظلم سے اور مومنین کو آخرت میں اپنے عذاب سے امن دینے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مھیمن بہ منی امین ہے۔ اور اس کی تصغیر ہے۔ اور ہمزہ ہاسے بدل گیا۔ اور بلاشبہ یوں کہا گیا ہے۔ کہ مومنین کا دعا میں یہ قول کہ آمین یہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اس کا معنی امن دینے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مھیمن کے معنے شاہد اور حافظ کے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم امین، مھیمن، مومن ہیں۔ اور بالضرور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام امین رکھا ہے۔ مطا ع ثم امین یعنی آپ کی اطاعت کی گئی ہے۔ وہاں امین ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین مشہور تھے۔ اور نبوت سے پہلے اور بعد نبوت اس نام سے مشہور تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے شعر میں مھیمن کہا ہے۔

ثُمَّ احْتَوٰی بَیْتُکَ ا لْمُھَیْمِنُ مِنْ
خِنْدِفَ عَلْیَا وَ تَحْتَھَا ا لنُّطُقُ

ترجمہ:۔ پھر آپ کے شاہد نسب نے خندف (الیاس بن مضر کی بیوی) سے بلندی کو گھیر لیا۔ جس کے نیچے پٹکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے۔ کہ اے مھیمن اس کو قیسی اور امام ابو القاسم قشیری نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور مومنین پر یعنی تصدیق کرتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصْحَابِیْ میں اپنے اصحاب کے لئے امین ہوں۔ پس یہ معنے مومن ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے قدوس ہے۔ جس کا معنی ہے کہ وہ نقائص سے منزہ ہے۔ حدوث کی علامت سے پاک ہے۔ اور بیت المقدس اس لئے بولتے ہیں کہ اس میں گناہوں سے پاکیزگی ہوتی ہے۔ اور اس میں سے وادی مقدس اور روح القدس

ہے۔

کتب انبیا علیہم السلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مقدس ہے۔ یعنی گناہوں سے پاک۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔ یا یہ کہ اس کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ اور اسی کی اتباع سے ان سے ستھرا ہوا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور اندھیروں سے نور کی طرف یا وہ مقدس اس معنی کو ہے کہ وہ برے اخلاق اور کمینے اوصاف سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک عزیز ہے۔ اس کا معنی ہے۔ کہ وہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ اور وہ غالب ہو۔ یا وہ کہ جس کی نظیر نہ ہو۔ یا یہ کہ دوسرے کو عزت دینے والا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے عزت ہے۔ یعنی رکاوٹ اور جلالت قدر بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بشارت اور ڈرانے کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ ان کو خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت رضامندی سے اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ تم کو خوشخبری سناتا ہے یحییٰ کے ساتھ اور کلمہ کے ساتھ جو اس کی طرف سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ نے بشیر اور نذیر نام رکھا ہے۔ یعنی فرمانبرداروں کے لئے آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔ اور گنہگاروں کو ڈرانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے جس کا ذکر بعض مفسرین نے کیا ہے۔ طٰہٰ اور یٰس ہے۔ اور بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرف و مکرم کے نام ہیں۔

فصل ۱۵

قاضی ابو الفضل خدا اس کو توفیق دے۔ کہتا ہے کہ لو میں ایک نکتہ بیان کرتا

ہوں۔ جو کہ ضعیف الوہم مریض الفہم سے گزر چکا ہے۔ جو کہ اس کو تشبیہ کے گڑھوں سے نکالے اور طمع ساز باتوں سے دور کرے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا اعتقاد رکھے۔

اللہ تعالیٰ جل اسمہ' اپنی عظمت۔ بڑائی۔ حکومت۔ عمدہ ناموں اور بڑی صفات میں اس حد تک ہے کہ اپنی مخلوقات میں سے مشابہ نہیں۔ اور نہ کسی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور بلاشبہ جو شرع میں خالق اور مخلوق پر بولا گیا ہے۔ ان دونوں میں حقیقی معنی کے لحاظ سے مشابہت نہیں۔ کیونکہ قدیم کی صفات حادثات کے خلاف ہوتی ہے۔ پس جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ور ذاتوں کے مشابہ نہیں۔ ایسا ہی اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ ان کی صفات اعراض اور اغراض سے جدا نہیں ہوتیں۔ اور باری تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنی صفات و اسما کے ساتھ ہے۔ اس بارہ میں خدا کا یہ قول کافی ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ یعنی اس کی مثل کوئی نہیں ہے' خدا کے لئے ان علماء عارفین محققین کی بہتری ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ توحید ایسی ذات کے ثابت کرنے کا نام ہے جو کہ اور ذاتوں سے مشابہ نہیں۔ اور نہ صفات سے معطل ہے۔

اس نکتہ کو واسطی رحمتہ اللہ نے اچھی طرح بیان کر کے بڑھایا ہے۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے اس نے کہا ہے کہ اس کی ذات کی طرح اور کوئی ذات نہیں۔ نہ اس کے نام کی طرح کوئی نام ہے۔ نہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل ہے نہ اس کی صفت کی طرح کوئی صفت ہے۔ مگر صرف لفظ کی لفظ کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ہے۔ اور ذات قدیمہ اس سے بڑی ہے۔ کہ اس کی صفت حادث ہو۔ جیسا کہ یہ محال ہے۔ کہ ذات محدثہ کی صفت قدیم ہو۔ اور یہ سب مذکورہ بالا اہل الحق والسنتہ والجماعت رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

بلاشبہ امام ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے اس قول کی اور زیادہ وضاحت سے تفسیر کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حکایت تمام مسائل توحید پر شامل ہے۔ اور کیونکہ اس کی ذات محدثات کی ذات کے مشابہ ہو۔ بحالیکہ وہ اپنے وجود میں

مستغنی ہے اور کیسے اس کا فعل مخلوق کے فعل کے ساتھ مشابہ ہو۔ بحالیکہ وہ فعل کسی محبت کے کھینچنے یا نقصان کے دفع کے لئے حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ کسی خطروں اور اغراض سے پایا گیا۔ اور نہ اعمال و محنت سے ظاہر ہوا۔ (بلکہ جس کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً" ہو جاتا ہے)۔ اور مخلوق کا فعل ان تمام صورتوں سے خالی نہیں ہوتا۔

اور ہمارے مشائخ میں سے ایک اور نے کہا ہے۔ کہ جو کچھ تم اپنے وہموں سے وہم کرتے ہو۔ یا اپنی عقلوں سے معلوم کرتے ہو۔ تو وہ تمہاری طرح حادث ہو گا۔

امام ابو المعالی جوینی فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس موجود تک مطمئن ہو بیٹھا کہ جس کی طرف اس کی فکر پہنچتی ہے تو وہ مشبّہ ہے۔ اور جس نے نفی محض کی طرف اطمینان کر لیا۔ تو وہ معطل ہے۔ اور اس نے ایک ایسے موجود پر یقین رکھا۔ اور اس کی حقیقت کے دریافت سے عجز کا اقرار کیا تو وہ موحد ہے۔

ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ کا کیا اچھا قول ہے کہ حقیقت توحید کی یہ ہے۔ تم اس بات کو جان لو کہ اشیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بلا علاج و آلہ و محبت ہے۔ اور اس کا مخلوق کو پیدا کرنا بلا مزاج و مادہ ہے۔ (یعنی اس کو مادہ کی احتیاج نہیں) ہر شے کی علت اس کی بناوٹ ہے۔ اور اس کی بناوٹ کوئی علت نہیں ہے۔ جو کچھ تمہارے وہم میں متصور ہو اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف ہے۔ یہ کلام عجیب نفیس محقق ہے۔ اس کا آخری فقرہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کہ اس کا مثل کوئی نہیں۔ اور دوسرا فقرہ خدا کے اس قول کی تفسیر ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ کہ وہ جو کرتا ہے اس سے سوال نہ کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ سوال کئے جائیں گے' اور تیسرا فقرہ اس قول کی تفسیر ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ بلاشبہ ہم شے کو جس کا ہم ارادہ کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ تو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

ہم کو اور تم کو اللہ تعالیٰ توحید اور اثبات و تنزیہ پر قائم رکھے۔ ضلالت و گمراہی یعنی تعطیل و تشبیہ کی دونوں طرفوں سے اپنی مہربانی و رحمت سے بچائے۔

چوتھا باب

اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کئے ہیں۔ اور آپ کو خصوصیات و کرامات سے بزرگی دی ہے۔

قاضی ابو الفضل کہتا ہے کہ سوچنے والے کے لئے یہ امر کافی ہے کہ وہ اس کی تحقیق کرے کہ ہم نے اپنی یہ کتاب ایسے شخص کے لئے جمع نہیں کی کہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہے۔ اور نہ ایسے شخص کے لئے جو آپ کے معجزات میں طعنہ کرتا ہے۔ تاکہ ہمیں اس امر کی ضرورت ہو کہ اس پر دلائل قائم کریں۔ اور اس کے اطراف کی قلعہ بندی کریں۔ تاکہ معترض و نکتہ چین وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ اور تاکہ ہم معجزہ مشروط اور تحدی (طلب معارضہ) اور اس کی تعریف اور ان لوگوں کے قول کے رد و فساد کا شریعتوں کے نسخ کو باطل کہتے ہیں ذکر کریں۔ بلکہ ہم نے اس کو اہل محبت کے لئے جمع کیا ہے۔ جو کہ آپ کی دعوت کو لبیک کرنے والے ہیں۔ آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی محبت میں تاکید ہو جائے۔ ان کے اعمال میں زیادتی ہو۔ اور اپنے ایمان پر اور ایمان کو زیادہ کریں۔

ہماری نیت یہ ہے کہ اس باب میں آپ کے بڑے بڑے معجزے اور آپ کے مشہور نشانات ثابت کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے بڑے مرتبہ پر دلالت کریں۔ ان میں سے ہم وہی لائے جو محقق اور صحیح الاسناد ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ نہیں جو یقین کے درجہ تک پہنچے ہوئے ہیں یا اس کے قریب ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہم نے وہ معجزات بھی شامل کر دیئے ہیں جو کہ آئمہ کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور جب کوئی مصنف ان میں تاویل کرے جو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ یعنی آپ کے عمدہ آثار و نشانات آپ کے عمدہ خصائل اعلیٰ علم۔ غلبہ۔ عقل و حلم آپ کے جمیع کمالات تمام خصائل مشاہدہ حالات۔ درستی کلام تو وہ آپ کی صحت نبوت و صدق دعوت میں شک نہ کرے گا۔ اور بے شک یہ امور بہت سے لوگوں کو آپ پر اسلام و ایمان لانے میں کافی ہوئے ہیں۔

ہمیں ترمذی۔ ابن قانع وغیرہما سے ان کے اسناد سے بیشک یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ کہ عبداللہ بن اسلام نے کہا جب مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں آپ کی زیارت کو آیا۔ اور جب میں نے آپ کے چہرہ مبارک کو اچھی طرح دیکھا۔ تو پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہے۔

یہ حدیث ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کی۔ اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسین صیرفی ابو الفضل بن خیرون نے ابی یعلی بغدادی سے وہ ابو علی سنجی سے وہ ابن محبوب سے وہ ترمذی سے اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن بشار نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے عبدالوہاب ثقفی محمد بن جعفر ابن ابی عدی یحیٰی بن سعید نے عوف بن ابی جمیلہ اعرابی سے وہ زرارہ بن ابی اوفی سے وہ عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں۔ الحدیث۔

اور ابی رمثہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور میرے ساتھ میرا بیٹا تھا۔ مجھے آپ دکھائے گئے (یعنی کسی نے کہا کہ یہ نبی اللہ ہیں) پھر جب میں نے آپ کو دیکھا تو میں نے کہہ دیا کہ یہ نبی اللہ ہیں۔

اور مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب ضماد آپ کی خدمت میں آیا۔ تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جس کو وہ گمراہ کرتا ہے اس کو کوئی ہدایت نہیں کرتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اس نے کہا یہ کلمات دوبارہ پڑھو۔ کیونکہ یہ سمندر کی تہ تک پہنچ گئے ہیں (یعنی

فصاحت میں اعلیٰ درجہ کا کلام ہے) آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ سے بیعت کروں۔

جامع بن شداد کہتے ہیں۔ کہ ہم میں سے ایک شخص جس کو تارک کہتے تھے۔ اس نے خبر دی کہ میں نے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تمہارے پاس کوئی شے (جانور) ہے جس کو تم بیچتے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ اونٹ ہے۔ فرمایا کہ کتنے دام سے بیچو گے۔ ہم نے کہا کہ اس قدر کھجوروں کے وسق سے (ساٹھ صاع کا) تب آپ نے اس کی مہار پکڑ لی۔ اور مدینہ کی طرف چلے آئے۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے شخص کے پاس یہ اونٹ بیچا ہے۔ جس کے نام کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔ ہمارے ساتھ ایک مسافر عورت تھی۔ اس نے کہا کہ میں اس اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں۔ میں نے اس مرد کا چہرہ بدر کا سا چہرہ دیکھا ہے۔ وہ تم کو دھوکا نہ کرے گا۔ پھر جب ہم نے صبح کی۔ تو ایک شخص کھجوریں لے کر آگیا۔ اور کہنے لگا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول (ایلچی) ہوں۔ تمہارے پاس آیا ہوں۔ وہ تم کو حکم دیتے ہیں کہ یہ کھجوریں کھاؤ۔ اور ان کو ناپ لو۔ حتیٰ کہ اپنے پورے دام کر لو۔ تب ہم نے ان کو ناپ لیا۔

جلندیٰ کی حدیث میں جو کہ عمان کا بادشاہ ہے یہ ہے کہ جب اس کو یہ خبر پہنچی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بالضرور دعوت اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ تو جلندیٰ نے کہا کہ واللہ مجھ کو اس امی نبیؐ پر یہ دلیل ملتی ہے کہ وہ کسی نیکی کی طرف جب ہی بلاتے ہیں۔ کہ پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور کسی برائی سے جب ہی روکتے ہیں کہ خود پہلے اس سے باز رہتے ہیں۔ اور بلاشبہ وہ غالب ہوتے ہیں۔ تو اتراتے نہیں۔ اور مغلوب ہوتے ہیں تو گھبراتے نہیں۔ اور عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور وعدہ وفائی میں جلدی کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ نفطویہ اللہ تعالیٰ کے قول میں جو یہ ہے۔ قریب ہے کہ اس کا زیت روشن ہو جائے۔ اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے کہتا ہے کہ یہ مثال ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دی ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اس کا چہرہ اس کی نبوت پر عنقریب دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ

وہ قرآن نہ پڑھے۔ جیسا کہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ
لَكَانَ مَنْظَرُهُ يُنْبِيكَ بِالْخَبَرِ

ترجمہ۔ یعنی اگر اس میں نشانات روشن بھی نہ ہوتے تو آپ کا چہرہ وہ تھا کہ تم کو (نبوت کی) خبر دیتا یعنی آپ کے چہرہ سے نبوت ٹپکتی تھی۔

اور بے شک اب وقت آگیا ہے کہ ہم نبوت' وحی' رسالت کے حال کو شروع کریں۔ اس کے بعد قرآن کے معجزہ میں اور جو کچھ اس میں برہان و دلالت ہے بیان کریں۔

فصل ۱

اس امر کو جان کہ اللہ جل اسمہ' اس پر قادر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں معرفت پیدا کرے۔ ان کو اپنی ذات و صفات اور تمام تکلیفات کا بدون کسی واسطہ کے اگر چاہے تو علم دے دے۔ جیسا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس کی سنت کا بیان کیا گیا ہے۔

بعض اہل تفسیر نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ اس سے بدون وحی کلام کرے) یہ ذکر کیا ہے۔ یہ بات جائز ہے کہ ان کی طرف یہ تمام علوم اسی واسطہ اور ذریعہ سے پہنچا دے۔ جس سے ان کو اپنا کلام پہنچا دے۔ اور یہ واسطہ یا تو انسان کے سوا ہو جیسے فرشتے انبیا علیہم السلام کے ساتھ یا انہیں کے ہم جنس ہو۔ جیسے کہ انبیاء امتوں کے ساتھ ہیں اور اس امر کے لئے کوئی عقل مانع نہیں۔ اور جب یہ جائز ہے۔ اور محال نہیں اور رسول' وہ معجزات لائے ہیں جو ان کے صدق پر دلالت کرتے ہیں۔ تو ان کی تصدیق ان سب امور میں جن کو وہ لائے ہیں۔ واجب ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تحدی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قائم مقام ہے۔ صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَطِيْعُوْهُ کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ تم اس کی اطاعت اور اتباع کرو۔ اور اس کے صدق پر جو وہ

کہتا ہے شاہد ہے۔ اور یہ کافی ہے۔ اور اس میں طول دینا مقصود سے خارج ہے۔ اب جو شخص اس کی تلاش کا ارادہ کرے گا تو اس کو پورے طور پر ہمارے آئمہ رحمہم اللہ کی تصنیفات میں پائے گا۔

پس نبوت اس شخص کی لغت میں جو اس کو ہمزہ سے پڑھتا ہے۔ بناء سے ماخوذ ہو گی۔ اور کبھی اس تاویل پر ہمزہ نہیں دیا جاتا (بلکہ واؤ سے بدلا جاتا ہے) تخفیف و سہولت کے لئے اور معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو غیب پر اطلاع دی ہے اور آپ کو معلوم کرا دیا ہے کہ بلاشبہ آپ اس کے نبی ہیں۔ پس نبی منبنا" ہو گا۔ یعنی خبر دیا گیا۔ اب وہ فعیل بمعنی مفعول ہو گا۔ یا ان امور کا مخبر ہو گا۔ جن سے اللہ تعالٰی نے آپ کو بھیجا ہے۔ منبا" یعنی ان باتوں کی آپ خبر دینے والے ہیں۔ جن پر خدائے تعالٰی نے آپ کو اطلاع دی ہے۔ فعیل بمعنے فاعل اور جو شخص اس کو ہمزہ نہیں دیتا۔ اس کے نزدیک نبوۃ نبوہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں جو زمین سے بلند ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اپنے مولٰی اللہ تعالٰی کے نزدیک آپ کا مرتبہ شریف اور پایہ بلند و مشہور ہے۔ پس دونوں وصف آپ کے حق میں متوافق ہیں۔

اب رہا رسول سو اس کے معنے مرسل کے ہیں۔ اور فعول بمعنے مفعل لغت میں نادر آیا ہے۔ اور آپ کا رسول بنانا یہ ہے کہ خدا کا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ ان لوگوں کو جن کی طرف آپ کو بھیجا ہے۔ (امر الہی) پہنچا دیں۔ اس کا اشتقاق تتابع سے ہے۔ یعنی پے در پے و تکرار۔ اور اسی سے ان کا یہ قول ہے کہ لوگ ارسالا" آئے۔ یعنی جب ایک دوسرے کے پیچھے آئیں۔ گویا کہ تبلیغ کا متقرر لانا لازم کیا گیا ہے یا امت پر آپ کی اتباع لازم کی گئی ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا نبی و رسول کا ایک ہی معنی ہے یا دو معنی ہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ اور اس کی اصل انباء سے ہے۔ اور وہ خبر دینا ہے۔ ان کی دلیل خدا کا یہ قول ہے۔ کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى۔ (پ ۱۷ ع ۱۴) ہم نے تم سے پہلے کسی رسول و نبی کو نہیں بھیجا مگر جس وقت آرزو کرتا تھا۔

پس ان دونوں کے لئے ارسال ثابت کیا۔ (مستدل) یہ کہتا ہے کہ نبی رسول ہی ہوتا ہے۔ اور رسول نبی ہی ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں ایک وجہ سے فرق ہے۔ کیونکہ بیشک یہ دونوں معنے ایسی نبوت میں کہ جس میں غیب پر اطلاع ہو۔ اور نبوت کے خواص کی خبر دینا ہو جیا اس کی معرفت کے لئے اور اس کے درجہ حاصل کرنے میں بلندی ہو جمع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دونوں معنے رسول کے لئے زیادت رسالت میں جو کہ ڈرانے اور خبر دینے کا کام ہے۔ متفرق ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔ اور ان کی دلیل اسی آیت سے ہے۔ کہ دو ناموں میں تفریق ہے۔ اور اگر یہ ایک ہی شے ہوتی۔ تو ان دونوں کا تکرار بلیغ کلام میں اچھا نہ ہوتا۔

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے کسی رسول کو کسی امت کی طرف نہیں بھیجا۔ یا نبی کو جو کہ مرسل نہیں کسی کی طرف نہیں بھیجا۔ مگر الخ اور بلاشبہ بعض ادھر گئے ہیں۔ کہ رسول وہ ہے جو کہ نئی شرع لائے۔ اور جو نہ لائے وہ نبی ہے رسول نہیں۔ اگرچہ اس کو پہنچانے اور ڈرانے کا حکم دیا جائے۔ اور صحیح بات جس پر جمہور علماء متفق ہیں یہ ہے۔ کہ ہر رسول نبی ہے۔ لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام ہیں۔ اور سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انبیا علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اور ذکر کیا ہے کہ ان میں سے رسول تین سو تیرہ ہیں۔ ان میں سے پہلے آدم علیہ السلام ہیں۔

اب تم کو نبوت و رسالت کا معنی معلوم ہو گیا۔ محققین کے نزدیک یہ دونوں معنے نبی کے لئے ذاتی نہیں۔ اور یہ ان کے ذاتی وصف ہیں برخلاف کرامیہ کے کہ جن کا کلام طول ہے۔ اور ڈرانے والا ہے یا دھوکہ دینے والا ہے لیکن اس پر کوئی اعتبار نہیں۔

اب وحی کا یہ حال ہے کہ اس کے اصل معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو جو کہ خدا کی طرف سے آتا تھا۔ جلدی لے لیتے تھے۔

اس کا نام وحی رکھا گیا۔ الملت کے اقسام کو جو وحی کہا جاتا ہے۔ تو نبی کی وحی سے ان کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ خط کو وحی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کاتب کے ہاتھ کی حرکت جلد ہوتی ہے۔

ابرو اور گوشہ چشم کی وحی یہ ہے کہ ان کا اشارہ سرعت سے ہوتا ہے۔ اور اس سے خدا کا یہ قول ہے فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا پس ان کی طرف وحی کی۔ کہ تم صبح و شام تسبیح پڑھو' یعنی آنکھ یا لب سے اشارہ کیا کرو۔ اور اس سے ان کا یہ قول ہے الوحا الوحا یعنی جلدی جلدی کرو۔

بعض کہتے ہیں کہ الہام کو وحی کہتے ہیں۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی۔ یعنی اس کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بات خدا کے اس قول میں ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا کسی انسان کو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بدوں وحی کے کلام کرے۔ یعنی جو کچھ اس کے دل میں بلا واسطہ ڈال دے۔

فصل ۲

جان لے کہ ہمارا ارادہ ان باتوں کو جو انبیاء علیہم السلام لائے ہیں۔ معجزہ کہنا اسی معنی سے ہے کہ لوگ اس کے مثل لانے سے عاجز ہیں۔ ان کی دو اقسام ہیں۔

ایک تو وہ ہے کہ انسان کی قدرت کے قسم میں سے ہے۔ لیکن وہ اس سے عاجز آگئے۔ پس اس سے ان کو عاجز کر دینا خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ جو اس کے نبی کے صدق کی دلیل ہے جیسا کہ ان کو (یہودیوں کو) موت کی آرزو سے پھیر دیا۔ اور ان کو مثل قرآن لانے سے عاجز کر دینا۔ اور یہ بعض علماء کی رائے پر ہے۔ اور اسی قسم کے معجزات۔

اور ایک قسم وہ ہے۔ کہ ان کی قدرت سے خارج ہے۔ اور وہ اس کے مثل لانے پر قادر ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا زندہ کرنا۔ اور عصاء کا اژدہا بن جانا لوٹنی کا پتھر سے نکل آنا۔ درخت کا کلام کرنا۔ پانی کا انگلیوں سے نکل آنا۔ چاند کا پھٹ جانا کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ کام کرنا ممکن نہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان امور کا ہونا خدا کے فعل سے ہے۔ اور اس کا طلب معارضہ اس شخص سے کرتا ہے جو آپ کو جھٹلائے۔ کہ تم بھی ویسا لاؤ۔ تاکہ وہ عاجز آجائے۔

اور جان لے کہ بلاشبہ وہ معجزات جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اور آپ کی نبوت کے دلائل آپ کے صدق کے برابر ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے ہیں۔ (یعنی مقدور غیر مقدور ہر دو ثابت ہیں) اور دیگر رسولوں کی نسبت آپؐ کے معجزے بکثرت ہیں۔ ان کی نسبت آپؐ کے نشانات زیادہ روشن ہیں۔ آپ کے برہان ان کی نسبت زیادہ ظاہر ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے۔ وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا ضبط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں سے ایک قرآن ہی ایسا کلام ہے کہ جس کے معجزات اتنے ہیں کہ ان کا عدد نہ ہزار دو ہزار نہ اس سے زیادہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک سورت سے طلب معارضہ کیا تھا۔ جس سے وہ عاجز آگئے۔

اہل علم کہتے ہیں۔ کہ بہت چھوٹی سورت اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ہے۔ پس ہر ایک آیت قرآن یا کئی آیات اس کوثر کے عدد و انداز کے موافق معجزہ ہیں۔ پھر خاص اس سورت کوثر میں کئی معجزے ہیں۔ جس کی ہم عنقریب تفصیل بیان کریں گے۔ کہ اس میں یہ یہ معجزے شامل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دو قسم پر ہیں۔ ایک تو وہ ہے کہ جو قطعاً معلوم ہوا ہے۔ اور ہم تک بتواتر منقول ہو چکا ہے۔ جیسا کہ قرآن ہے۔ پس اس میں نہ شک نہ خلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لائے ہیں۔ آپ کی طرف سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ آپ نے اپنی دلیل میں اس کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ اور اگر کوئی دشمن منکر اس کا انکار کرے۔ تو اس کا انکار ایسا ہی ہو گا جیسا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا دنیا میں انکار کرے۔ (جو محض غلط اور ضد ہے) اور منکرین کا انکار اس کی دلیل ہونے میں ہی رہا ہے (یعنی وہ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ جادو ہے خدا کا کلام نہیں وغیرہ) پس قرآن بذاتہ اور جن معجزات کو شامل ہے معجزہ ہے جس کا

علم ضروری ہے۔ اس کے اعجاز کی وجہ بداہت اور نظر سے معلوم ہے جیسا کہ ہم اس کی عنقریب تشریح کریں گے۔

ہمارے بعض آئمہ کہتے ہیں کہ معجزے کے قائم مقام فی الجملہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر آیات و خوارق عادات ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ایک خاص معجزہ یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا۔ تو سب معجزے مل کر یقین کے درجہ تک پہنچ جائیں گے۔ پس ان کے معانی کے وقوع میں آپ کے ہاتھوں پر کوئی شک نہیں۔ مومن اور کافر اس میں مخالف نہیں۔ کہ بلاشبہ آپ کے ہاتھوں پر عجائبات جاری ہوئے ہیں۔ اور دشمن کا خلاف اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (یا نہیں) اور ہم پہلے بالضرور ان کا خدا کی طرف سے ہونا بیان کر چکے ہیں۔ اور بیشک یہ اس کے اس قول کے مشابہ ہے کہ تم نے سچ کہا ہے۔ پس اس قسم کا وقوع بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بداہۃً معلوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان کے معانی کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ بالبداہۃ حاتم کی سخاوت عنترہ (عرب کے شہسوار) کی بہادری احنف کا حلم۔ کیونکہ ان سب سے جو منقول ہے۔ اس پر اخبار کا اتفاق ہے۔ یعنی اس کی سخاوت اس کی شجاعت اس کا حلم مشہور معروف ہے۔ اگرچہ ہر ایک خبر بذاتہ علم کے موجب نہیں۔ اور نہ اس کی صحت پر یقین ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ضرورت و یقین کے درجہ تک نہ پہنچے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو مشہور اور پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ وہ خبر محدثین اور راویوں اور ناقلین اخبار کے نزدیک شائع ہو چکی ہے۔ جیسے کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔ کھانے کی کثرت ہونا۔ اور ایک قسم وہ ہے کہ ایک دو راویوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے راوی تھوڑے ہیں۔ وہ پہلی قسم کی طرح مشہور نہیں ہوئی۔ لیکن جب اس جیسے اور معجزات جمع کئے جائیں تو معنی میں اتفاق ہو جائے۔ اور معجزہ لانے پر دونوں جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں۔ کہ میں حق ظاہر کرتا ہوا کہتا ہوں۔ کہ ان میں سے

بہت سے معجزات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوئے ہیں قطعاً معلوم ہیں۔ اور چاند کے پھٹنے پر تو قرآن نص ہے۔ اور اس کے وجود سے اس نے خبر دی ہے۔ اور ظاہر آیت سے بدوں دلیل تجاوز نہیں کیا جاتا۔ اور اس کے رفع احتمال کے لئے صحیح حدیثیں کئی طریقہ سے آئی ہیں۔ اور کسی احمق کا خلاف جس نے دین کے کڑے کو چھوڑ رکھا ہے۔ ہمارے پختہ اعتقاد کو سست نہیں کر سکتا۔ اور ایسے بدعتی کی کم عقلی کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ جو کہ ضعیف مومنوں کے دلوں میں شک ڈالتا ہے۔ بلکہ ہم اس کے ساتھ اس کی ناک کو خاک آلودہ کریں گے۔ اور میدان میں اس کی بیوقوفی کو پھینکیں گے۔

ایسا ہی معجزہ پانی کے پھوٹنے اور کثرت طعام کا ہے۔ جس کو معتبر راویوں اور جم غفیر صحابہ رضوان اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ بعض وہ معجزات ہیں کہ جن کو ایک جماعت نے دوسری جماعت سے متصلاً ان راویوں سے جنہوں نے بہتر صحابہؓ سے روایت کیا ہے۔ بیان کیا ہے۔ کہ یہ معجزہ خندق کے دن ایک بڑے مجمع میں اور غزوہ بواط و عمرہ حدیبیہ و غزوہ تبوک وغیرہ مسلمانوں کی مجلسوں اور لشکر کے مجمع میں واقع ہوا ہے۔ اور کسی صحابی سے اس کی مخالفت منقول نہیں۔ جو راوی کے بیان کی مخالفت کرے۔ اور نہ ان کے اس ذکر کا کہ انہوں نے یہ دیکھا ہے۔ کسی نے انکار کیا۔ پس ان میں سے چپ رہنے والے کا چپ رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بولنے والے کا بولنا۔ کیونکہ وہ اس بات سے کہ باطل و جھوٹ پر سکوت اور جھوٹ پر سستی اور نرمی کریں پاک تھے۔ اور یہاں پر نہ ان کو کوئی رغبت تھی نہ ڈر جو ان کو روک دیتا۔ اور اگر وہ شنیدہ امر ان کے نزدیک قابل انکار ہوتا۔ اور مشہور نہ ہوتا۔ تو اس کا ضرور انکار کرتے۔ جیسا کہ بعض صحابہؓ نے بعض باتوں پر انکار کیا ہے۔ جن کا احادیث۔ سنن۔ سیرو قرات قرآن میں ذکر آیا ہے۔ اور بعض نے بعض کی خطا کی ہے۔ اور اس میں اس کو وہمی بتایا ہے جو معلوم ہو چکا ہے۔ پس یہ تمام اقسام معجزہ قطعی معجزات کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ ایسے اخبار جن کی کوئی اصل نہیں۔ اور باطل پر ان کی بناوٹ

ہے۔ ضرور ہے کہ وہ ایک مدت کے بعد اور لوگوں کے ہاتھوں ہاتھ لینے اور بحث کرنے والوں کی تحقیق سے ان کے ضعف کا ظہور ہو۔ اور ان کے ذکر کا نسیان ہو یعنی ان کو کوئی بیان تک نہ کرے۔ جیسا کہ اکثر جھوٹی اخبار و احادیث اور بناوٹی حکایات میں دیکھا جاتا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات جو بطریق احاد مروی ہیں (یعنی ان کے راوی تھوڑے ہیں) مدت گزرنے کے بعد ظہور و شہرت کو بڑھاتے ہیں۔ (یعنی ان کی دن بدن شہرت ہوتی ہے) اور باوجود فرقوں کے کلام کرنے اور دشمنوں کی کثرت طعن اور ان کی توہین اور اصل کے ضعف بنانے کی حرص اور ملحدوں کا اس کے نور کے بجھانے میں سعی کرنا۔ ان کی قوت و قبول اور ان پر طعن کرنے والے کی حسرت و کینہ کو ہی بڑھاتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبوں کی بابت خبر دینا اور آپ کا آنے والی اور گزشتہ خبروں کی خبر دینا معلوم ہے۔ کہ یہ فی الجملہ "معجزہ یقینیا" ہے۔ اور یہ ایسا حق ہے۔ جس پر کوئی پردہ نہیں۔ اور ہمارے آئمہ میں سے قاضی اور استاد ابوبکر وغیرہ رحمہم اللہ اس کے قائل ہوئے ہیں۔ اور میرے نزدیک جس قائل نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ مشہور قصے خبر واحد کے باب میں سے ہیں۔ اس کی وجہ اس کا اخبار و احادیث کا کم مطالعہ کرنا اور اس کے سوا دیگر علوم عقلیہ و آلیہ میں شغل رکھنا ہے۔ ورنہ جو شخص نقل کے طریقوں کا شغل رکھتا ہو۔ احادیث و کتب سیر کا مطالعہ کرتا ہو۔ وہ ان مشہورہ قصوں میں اس طرح سے کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ شک نہ کرے گا۔ اور یہ کوئی بعید امر نہیں ہے۔ کہ ایک شخص کو تواتر کا علم ہو۔ اور دوسرے کو نہ ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ بغداد موجود ہے۔ وہ بڑا شہر ہے۔ دارالسلطنت والا ماننہ ہے۔ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اس کا نام تک نہیں جانتے۔ اس کے حال کا تو کیا ذکر۔

ایسا ہی وہ فقہا جو امام مالکؒ کے شاگرد و اصحاب ہیں۔ ان سے بالتواتر و یقیناً" یہ منقول ہے۔ کہ امام مالکؒ کا یہ مذہب ہے کہ سورہ فاتحہ کا وجوب امام اور اکیلے کے لئے ہے۔ اور رمضان کی پہلی رات کو روزہ کی نیت کرنا باقی تمام مہینہ سے کافی ہے۔ اور

بلاشبہ امام شافعی ہر رات نئی نیت کے قائل ہیں۔ اور بعض سر کے مسح پر کفایت جانتے ہیں۔ اور ان دونوں کا مذہب ہے کہ قتل کے ساتھ قصاص میں تلوار وغیرہ سے جائز ہے۔ اور وضو میں نیت واجب ہے۔ نکاح میں ولی شرط ہے۔ اور بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ ان دونوں کے ان مسائل میں مخالف ہیں۔ اور ان کے سوا بعض وہ لوگ بھی ہیں۔ کہ ان کے مذاہب میں مشغول نہیں ہوئے۔ اور نہ ان کے اقوال کی روایت کرتے ہیں۔ سو وہ ان کا یہ مذہب جانتے ہی نہیں۔ چہ جائیکہ دیگر مسائل یا وہ لوگ جو ان کے سوا ہیں (جنہوں نے علوم پڑھے نہیں اور نہ کتابیں دیکھیں) اور جب ہم نے مجملاً ان معجزات کا ذکر کیا ہے۔ تو انشاء اللہ ان کو زیادہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

فصل ۳

(اعجاز قرآن میں)

جان لے کہ خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق دے کہ قرآن مجید کئی قسم کے بہت سے معجزات کو شامل ہے۔ اور ان کا ضبط کرنا ان کے اقسام کے ضبط کرنے کی جہت سے چار طریق پر ہے۔ اول اس کی تالیف کی خوبی اس کے کلمات کا جوڑ اس کی فصاحت اس کے اختصار کے وجوہ اس کی بلاغت جو عرب کی عادت کے برخلاف ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ لوگ اس شان کے مالک تھے۔ کلام کے شہسوار تھے۔ بلاغت و حکمتوں سے ایک خاص تھے۔ کہ ان کے سوا اور کسی امت کو یہ بات نہ دی گئی تھی۔ کسی اور انسان کو نہیں دی گئی۔ اور فصل خطاب (قول فیصل) میں سے وہ امر جو عقلوں کو متقید کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے طبعی خلقی بنا دیا تھا۔ اور ان میں طبعی قوت تھی۔ کہ فی الفور عجیب باتیں کیا کرتے تھے اس کی وجہ سے ہر ایک سبب تک توسل کرتے تھے۔ وہ مقلات اور مشکل امور میں بداہۃً خطبہ پڑھتے تھے۔ (لیکچر دیتے تھے) اور نیزے اور تلوار کی لڑائی میں اشعار فخریہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ (بعض کی) تعریف کرتے تھے اور (بعض کے) عیب بیان کرتے تھے۔ اپنے مطالب میں ان سے وسیلہ اور توسل کیا کرتے تھے۔ (لوگوں کو بڑھاتے اور گھٹاتے تھے)۔ پس اس سے وہ سحر حلال (سحر

حلال جو جادو سے کلام اعلیٰ درجہ کا عمدہ ہو) لاتے تھے۔ ان کی تعریفوں کے ایسے ہار بناتے تھے۔ کہ جو موتیوں کی لڑی سے زیادہ خوبصورت ہوتے تھے۔ پس عقلوں کو فریفتہ کرتے تھے۔ مشکل کاموں کو آسان بنا دیا کرتے تھے۔ کینوں کو دور کرتے تھے۔ اور کینوں کو جوش میں لاتے تھے۔ نامردوں کو جرات دلاتے تھے۔ بندھے ہاتھوں کو کھولتے تھے۔ (یعنی بخیلوں کو سخی بناتے تھے) ناقص کو کامل بناتے تھے۔ شریف مشہور کو متروک کرتے تھے۔ ان میں سے بعض بدوی جنگلی تھے۔ جن کا لفظ قاطع تھا۔ قول فیصل تھا۔ کلام بزرگ تھا۔ جوہری طبیعت تھے۔ یا بلند آواز (ایک نسخہ میں جھوری ہے۔ جس کے معنے بلند آوازی کے ہیں) تھے۔ ان کا پانی نکالنا قوی تھا (یعنی ایسا کلام تھا کہ سننے والے کی گویا پیاس بجھ جاتی تھی) ان میں سے بعض شہری تھے۔ جو کہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت والے خالص الفاظ والے۔ جامع کلمات والے۔ نرم طبیعت والے۔ بلا تکلف تھوڑے کلام میں تصرف کرنے والے۔ جس کی خوبی بہت ہوتی تھی۔ اس کا حاشیہ رقیق ہوتا تھا (یعنی کلام نہایت موزوں ہوتا تھا) اور دونوں قسم کے لوگ بلاغت میں حجتہ بالغہ قوت غالبہ کامیاب تر طریق واضح اور وسیع تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان کو اس میں شک نہ تھا کہ کلام ان کے مقصود کے موافق ہے۔ اور بلاغت ان کی رسی کے تابع ہے۔ بے شک انہوں نے اقسام بلاغت کو گھیر لیا ہے۔ اس کی خوبصورتیوں کو نکال لیا ہے۔ اس کے ہر ایک دروازہ میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ بلند۔ خوبصورت مکان پر اس کے اسباب کے پہنچنے سے چڑھ گئے ہیں۔ پس انہوں نے مشکل و آسان میں کلام کیا ہے۔ اور لاغر موٹے میں طرح طرح کا کلام کیا ہے۔ تھوڑے اور بہت میں کلام کیا ہے۔ نظم و نثر میں ڈول ڈالے ہیں۔ پھر ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ایسی غالب کتاب لا کر ڈرایا تھا۔ کہ جس پر آگے اور پیچھے سے باطل نہ آتا تھا۔ وہ حکیم حمید سے اترا تھا۔ اس کی آیات مضبوط تھیں۔ اس کے کلمات مفصل تھے۔ اس کی بلاغت عقلوں پر غالب آ گئی۔ (یا ان کو حیران کر دیا) اس کی فصاحت ہر کلام پر ظاہر ہوئی۔ اس کا اختصار اور اعجاز کامیاب ہوا۔ اس کی حقیقت و مجاز غالب ہوئی۔ خوبصورتی میں اس کے ابتدائی و انتہائی کلمات متقابل ہیں۔ اس کے جوامع کلمات و عجائب ہر بیانا

کو حاوی ہیں۔ اس کے ایجاز کے ساتھ اس کا حسن نظم معتدل ہے۔ اس کے کثرت فوائد کے ساتھ اس کا پسندیدہ لفظ منطبق ہے حالانکہ عرب کے لوگ اس باب میں بڑی طاقت رکھتے تھے۔ ان کے مرد بولنے میں بڑے مشہور تھے۔ سجع و شعر میں الفاظ غریب الاستعمال و لغت پر بڑے بولنے والے تھے۔ انہیں کی لغت میں جس کو وہ بولا کرتے تھے اور انہیں کے جھگڑوں میں کہ جن میں وہ غالب آیا کرتے تھے۔ قرآن ان کو ہر وقت چلانے والا تھا۔ اور ان کے کان کھٹکتا رہا۔ بیس پر چند سال یعنی ۲۳ سال تک وہ تمام لوگوں کے سامنے یہ کہتا تھا کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (پ ۱۱ ع ۹)

ترجمہ۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنا لیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی کوئی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا۔ (پ ۱ ع ۳)

ترجمہ۔ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔

اور فرمایا

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۔ پ ۱۵ ع ۹)

ترجمہ۔ تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (پ ۱۲ ع ۲)

ترجمہ۔ تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اور یہ اس لئے کہ جھوٹ کا بنانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اور باطل اور بناوٹی کو لے لینا اختیار کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (مطلب یہ کہ اگر قرآن جھوٹا ہے۔ تو تمہیں جھوٹے کا معارضہ کرنا زیادہ آسان ہے) اور لفظ جب سجع بننے کے تابع ہو تو زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ فلاں شخص ایسا لکھتا ہے جیسا اس کو کہا جائے۔ اور فلاں جیسا ارادہ کرتا ہے لکھتا ہے۔ اول شخص کے لئے دوسرے شخص پر فضیلت ہے۔ اور ان دونوں میں مسافت بعیدہ ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کے کان سخت کھٹکھٹاتے تھے۔ ان کو نہایت جھڑکتے تھے۔ ان کی عقلوں کو خفیف بناتے تھے۔ ان کے جھنڈوں کو اتارتے تھے۔ یعنی ان کے بڑوں کو ذلیل کرتے تھے۔ ان کے جتھے کو پراگندہ کرتے تھے۔ ان کے معبودوں اور خاص ان کو برا کہتے تھے۔ ان کی زمینوں ان کے گھروں ان کے مالوں کو مباح بناتے تھے۔ وہ ان سب باتوں میں اس کے معارضہ سے پیچھے ہٹتے تھے۔ اور اس کی مماثلت سے اعراض کرتے تھے۔ شور مچانے جھٹلانے اور افترا پر برانگیختہ کرنے میں اپنے آپ کو دھوکہ دیتے تھے یہ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ انسان ہی کا کلام ہے۔ یہ جادو ہی ہے کہ منقول ہوتا ہوا آیا ہے۔ اور ہمیشہ کا جادو ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے جو بنا لیا ہے۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ اور بہتان ہے۔ کمینی باتوں سے راضی ہوتے تھے۔ جیسا کہ ان کا یہ قول تھا۔ کہ ہمارے دل پردہ میں ہیں۔ اور وہ پردہ میں ہیں۔ اس بات سے کہ تو ہم کو اس طرف بلاتا ہے۔ ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے۔ ہم میں اور تجھ میں پردہ ہے۔ وَلَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔ اور مت سنو اس قرآن کو۔ اس میں شور مچاؤ۔ تاکہ تم غالب آجاؤ۔

اور باوجود عاجزی کے ان کا یہ دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ اگر ہم چاہتے تو اس جیسا لے آتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کہہ دیا تھا۔ کہ تم ہرگز نہ لاؤ گے۔ پھر انہوں نے نہ کیا اور نہ اس پر قادر ہوئے اور ان کے بیوقوفوں میں سے جس نے معارضہ

کیا۔ جیسے مسلیمہ (کذاب) تو اس کا عیب ان سب کے نزدیک ظاہر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی فصاحت کو جو ان کو عطا کی گئی تھی' ان سے چھین لیا تھا ورنہ عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن ان کی فصاحت کی طرز کا نہیں۔ اور نہ ان کی بلاغت کی جنس کا ہے۔ بلکہ وہ اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مطیع بن کر آئے۔ کچھ تو ہدایت یافتہ ہو کر اور کچھ شیفتہ بن کر۔ اسی لئے جب ولید بن المغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سنی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)

تو کہنے لگا واللہ اس کلام میں شیرینی ہے۔ اور بالضرور اس پر رونق ہے۔ اس کے نیچے بہت سا پانی ہے۔ اور اس کا اوپر کا حصہ پھل دار ہے۔ اس کو انسان نہیں کہہ سکتا۔

ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک اعرابی نے ایک شخص سے سنا کہ وہ یہ آیت پڑھ رہا ہے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔ یعنی آپ حکم کو کھلا کھلا سنائیں اور مشرکین سے اعراض کریں۔ (پ ۱۴ ع ۶)

اس نے سجدہ کیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اس کی فصاحت پر سجدہ کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔ اتفاقاً آپ نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کے سر پر کھڑا ہوا کلمہ شہادت پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس سے حال دریافت کیا اس نے آپ کو یہ جتلایا۔ کہ میں روم کے رئیسوں میں سے ہوں۔ جو کہ عرب وغیرہ کلام کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے ایک شخص کو مسلمان قیدیوں میں سے سنا کہ تمہاری کتاب میں سے ایک آیت پڑھتا ہے۔ میں نے اس میں غور کیا۔ تو کیا دیکھتا کہ اس میں وہ باتیں جمع ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن

مریم پر دنیا و آخرت کے حالات میں اتاری ہیں۔ وہ خدا کا یہ قول۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ (پ ۱۸ ع ۱۳)

ترجمہ۔ اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اصمعی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک لونڈی کا کلام سنا۔ اور اس سے کہا کہ تجھ کو خدا کی مار۔ تو کیا ہی فصیح ہے۔ اس نے کہا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سامنے یہ فصاحت میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (پ ۲۰ ع ۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

پس ایک ہی آیت میں دو امر اور دو نہی' اور دو خبریں' اور دو بشارتیں' جمع کر دیں۔ اب اس کے معجزہ کی یہ قسم تو اس کی ذات سے مخصوص ہے۔ غیر کی طرف منسوب نہیں۔ اور دو قولوں سے یہی محقق و صحیح ہے۔ اور قرآن شریف کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہونا اور یہ کہ آپ ہی اس کو لائے ہیں بالضرور معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن کے معارضہ کیا کرتے تھے۔ اور عرب کا اس کے مثل لانے سے عاجز ہونا بھی یقیناً" معلوم ہے۔ اور فصاحت میں اس کا خارق عادت ہونا بھی فصاحت اور اقسام بلاغت کے عالموں کو بالضرور معلوم ہے۔ اور جو لوگ فصیح نہیں ان کا طریق یہ ہے۔ کہ وہ یہ جان لیں۔ کہ اہل فصاحت کے منکرین اس کے معارضہ سے عاجز تھے۔ اور اقرار کرنے والے اس کی بلاغت کے معجزہ کے مقر تھے۔

اور جب تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو سوچو گے وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی

الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو! کہ تم کہیں بچو۔ (پ ۲ ع ۶)

اور اس قول کو۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ۔

ترجمہ۔ اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔ (پ ۲۲ ع ۱۲)

اور اس کے اس قول کو۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ

(پ ۲۴ ع ۱۹)

ترجمہ۔ برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

اور اس قول کو۔

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پ ۱۲ ع ۴)

ترجمہ۔ اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

اور اس قول کو۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی

جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (پ ۲۰ ع ۱۴)

اور ان کے مثل اور آیات بلکہ اکثر قرآن کو اگر سوچو گے تو تم کو یہ امر ثابت ہو جائے گا۔ جو میں نے بیان کیا ہے یعنی اس کا اختصار الفاظ کثرت معانی اس کی عبارت کی خوبصورتی اس کے حروف کی بناوٹ کی خوبصورتی۔ اس کے کلمات کی مناسبت اور بیشک اس کے ہر ایک لفظ کے نیچے بہت سے جملے اور ہیں۔ بہت سے علوم ہیں۔ ان کے بعض استفادوں سے دیوان بھر گئے ہیں۔ ان کے استنباطات میں بہت کلام ہوا ہے۔ پھر کے لمبے قصوں کو بیان کرنے اور گزشتہ اہل زمان کے اخبار میں جن میں فصحاء کی عادت میں کلام ضعیف ہو جایا کرتا ہے۔ اور بیان کی رونق جاتی رہتی ہے۔ سوچنے والے کے لئے ایک معجزہ ہے کہ کلام آپس میں مربوط رہتا ہے۔ اس کے مناسب الفاظ کا باہمی برابر ربط ہے۔ اس کے وجود و بلاغت میں خوبی قائم ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا قصہ باوجود لمبا ہونے کے پھر جب اس کے قصے بار بار آتے ہیں۔ تو باوجود مکرر ہونے کے ان کی عبارتیں مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ عنقریب ہر ایک قصہ بیان میں اپنے ساتھی کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ کا چہرہ جس میں مناسب ہوتا ہے طبیعتوں کو اس کے بار بار آنے سے نفرت نہیں ہوتی۔ وہ اس کے مکرر عبارات کی دشمن نہیں ہوتیں۔

فصل ۴

اس کے معجزہ ہونے کی دوسری وجہ اس کی نظم کی عجیب صوت اور غریب طرز ہے جو کہ عرب کے کلام کے طرز اور اس کی نظم و نثر کے طریق کے مخالف ہے۔ جس پر وہ آئی ہے۔ اس کے آیات کے آخر کا وقف ہوا ہے۔ اس کے کلمات کے فاصلے اس پر منتہی ہوئے ہیں۔ اور اس کی نظیر اس کے پہلے نہ اس کے بعد پائی نہیں گئی۔ کسی کو اس کے کسی حصہ کے ہم مثل لانے کی طاقت نہیں ہے بلکہ اس میں ان کی عقلیں حیران ہیں۔ اور اس کے پاس ان کی عقلیں مدہوش ہیں۔ اپنے ہم جنس کلام میں نثر میں یا نظم سجع ہو یا رجز یا شعر اس کے مثل تک ان کی رہنمائی نہ ہوئی۔

اور جب ولید بن مغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا۔ اور آپ نے اس کے سامنے قرآن پڑھا۔ تو وہ نرم دل ہو گیا۔ تب اس کے پاس ابو جہل انکار کرتا ہوا آیا۔ اس نے کہا واللہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر شعروں کا عالم نہیں ہے۔ واللہ جو وہ کہتا ہے وہ ان شعروں کے مشابہ نہیں۔

اس کی دوسری حکایت میں یہ ہے کہ جب ولید نے قریش کو حج کے موسم میں جمع کیا۔ اور کہا کہ عرب کے لوگ آتے ہیں۔ تم اس کے بارہ میں اتفاق رائے کر دو۔ ایک دوسرے کو جھٹلاؤ نہیں۔ وہ کہنے لگے۔ کہ ہم کہیں گے۔ وہ کاہن ہے۔ اس نے کہا کہ واللہ وہ کاہن نہیں۔ کاہن کا نہ اس میں زمزمہ ہے نہ سجع ہے۔

کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے۔ اس نے کہا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے نہ اس کو کسی جن نے پکڑا ہے۔ نہ اس کو وہ وسوسہ ہوتا ہے (جو مجنوں کا خاصہ ہے)۔

کہنے لگے کہ ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شاعر نہیں ہے۔ ہم تمام شعروں کو پہچانتے ہیں۔ شعر کا رجز ہزج اس کا حسن و قبح اس کا مبسوط مقبوض سب جانتے ہیں۔ وہ شاعر نہیں ہے۔

کہنے لگے پھر ہم کہیں گے وہ جادوگر ہے۔ کہا کہ وہ جادوگر نہیں ہے نہ جادوگر کا سا اس میں پھونکنا ہے نہ گرہ لگاتا ہے۔

کہنے لگے کہ پھر ہم کیا کہیں؟ کہنے لگا کہ تم ان میں سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہو۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں۔ اور بلاشبہ اس کے بارہ میں زیادہ قریب الفہم یہ بات ہے کہ وہ جادوگر ہے۔ کیونکہ وہ ایسا جادو ہے کہ مرد اور اس کے بیٹے میں مرد اور بھائی میں' مرد اور بیوی میں مرد اور اس کے قبیلے میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ متفرق ہو گئے۔ اور راستوں پر بیٹھ گئے۔ لوگوں کو ڈراتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا یعنی اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا (سورہ المدثر آیت ۱۱)۔

اسی طرح عتبہ بن ربیعہ نے جب قرآن سنا۔ تو کہا۔ اے میری قوم تم جانتے ہو کہ میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ مگر اس کو جانا ہے اور پڑھا ہے واللہ میں نے ایسا

کلام سنا ہے کہ کبھی ایسا نہیں سنا۔ نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے نہ کہانت ہے۔
نضر بن الحارث نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔
ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ایک حدیث ہے اس نے اپنے بھائی انیس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے۔ واللہ میں نے اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر کوئی شاعر نہیں دیکھا۔ اس نے جہالت کے زمانہ میں بارہ شاعروں کا مقابلہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک میں ہوں۔ وہ مکہ کی طرف گیا۔ اور ابوذرؓ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لایا۔ میں نے کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا شاعر کاہن جادوگر کہتے ہیں۔ (لیکن) میں نے بلاشبہ کاہنوں کی باتیں سنی ہیں۔ وہ ان کی سی باتیں نہیں۔ اور میں نے اس کو اقسام شعر کے سامنے رکھا ہے۔ تو اس کے مناسب بھی نہیں۔ اور میرے بعد کسی کی زبان پر یہ نہ آئے گا۔ کہ وہ شعر ہیں۔ بلاشبہ وہ سچا ہے اور یہ سب جھوٹے ہیں۔ اس بارہ میں خبریں صحیح اور بہت ہیں۔ اور اس کا معجزہ ہونا دونوں قسم کے طور پر ہے۔ ایجاز و بلاغت کے لحاظ سے بھی اور طرز عجیب کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں سے ہر ایک حقیقتاً" ایک قسم کا معجزہ ہے۔ عرب کے لوگ ان میں سے ایک کے لانے پر بھی قادر نہ ہوئے۔ کیونکہ ہر ایک قسم ان کی قدرت سے خارج ہے ان کی فصاحت و کلام سے جدا ہے۔ اسی طرف بہت سے آئمہ محققین گئے ہیں۔ اور بعض پیشوا اس طرف گئے ہیں کہ معجزہ بلاغت و اسلوب کے مجموعہ میں ہے۔ اور اس پر وہ قول (دلیل) لائے ہیں کہ جس کو کان دفع کرتے ہیں اور دل نفرت کرتے ہیں۔ صحیح وہی ہے جو کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس سب کا علم ضروری اور قطعی ہے۔ جو شخص علوم بلاغت کے فنون کو جانتا ہے۔ اور اس علم کے ادب نے اس کی طبیعت و زبان کو تیز کر دیا ہے۔ اس پر یہ امر جو ہم نے کہا ہے مخفی نہ ہو گا۔

آئمہ اہل السنۃ ان کے عاجز ہونے کی وجہ میں مختلف ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ ان کے عجز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لطیف معانی۔ شریف الفاظ۔ حسن نظم و ایجاز عمدہ تالیف و طرز ایسے جمع کئے گئے ہیں۔ کہ کسی بشر کی طاقت میں نہیں۔ اور یہ ان خوارق میں سے ہے کہ مخلوق کی قدرتوں سے محال ہے۔ جیسے مردوں

کا زندہ کرنا' عصا کا بدل دینا' کنکروں کا تسبیح پڑھنا۔

شیخ ابو الحسن اس طرف گئے ہیں کہ یہ امور ان میں سے ہیں کہ اس جیسے کسی انسان کی قدرت میں نہ داخل ہو سکیں۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ ان پر قدرت دے۔ لیکن یہ بات نہ پہلے ہوئی ہے نہ آئندہ ہو گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے روک دیا۔ اور اس سے عاجز کر دیا۔ اور اس کے اصحاب کی ایک جماعت نے یہی کہا ہے۔ اور دونوں طریقوں پر عرب کا عجز اس سے ثابت ہے۔ اور ان پر ایسی شے کے ساتھ حجت قائم کرنا کہ جو مقدور بشر میں صحیح ہے۔ اور ان سے معارضہ کرنا کہ اس جیسا لاؤ قطعی ہے۔ اور یہ عاجز کرنے میں اعلیٰ درجہ ہے۔ ان کے جھڑکنے میں زیادہ مناسب ہے۔ اور اس بات پر حجت لانا کہ ان جیسا کوئی انسان ایسی شے لائے۔ کہ انسان کی قدرت میں نہ ہونا لازمی ہے۔ اور یہ کھلا ہوا نشان ہے اور قاطع دلیل ہے۔

بہرحال انہوں نے اس بارہ میں کوئی کلام نہیں کیا۔ بلکہ جلا وطنی اور قتل پر صبر کر گئے حقارت و ذلت کے پیالوں کے گھونٹ پی گئے۔ حالانکہ وہ اونچی ناکوں والے ظلم و حقارت سے انکاری تھے۔ اس طرح کہ اس سے اختیاراً" خوش نہ تھے۔ مجبوری کے سوا اس سے خوش نہ ہوتے تھے۔ ورنہ اگر معارضہ ان کی قدرتوں میں ہوتا۔ تو اس کے ساتھ مشغول ہونا ان پر زیادہ آسان ہوتا۔ کامیابی اور قطع عذر خصم کے چپ کرانے میں ان کو بہت جلدی ہوتی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ کہ ان کو کلام پر قدرت تھی۔ وہ کلام کی شناخت میں تمام لوگوں کے پیشوا تھے۔ ان میں سے ہر ایک ایسا تھا کہ بڑی سعی کرتا تھا۔ اور قرآن کے ظہور کے خفا اور اس کے نور کے بجھانے میں اپنا سارا سرمایہ خرچ کرتا تھا۔ لیکن اس بارہ میں انہوں نے اپنے منہوں کی بیٹیوں سے چھپی ہوئی بات کو ظاہر نہ کیا۔ اور اپنے میٹھے چشموں میں سے تھوڑا سا قطرہ بھی نہ لائے۔ باوجود مدت دراز اور کثرت تعداد (مخالفین) اور والد و مولود کی مدد کے بلکہ ناامید ہوئے اور نہ بولے۔ وہ روکے گئے پھر بند ہو گئے۔ پس یہ قرآن کے دو قسم اعجاز کے ہیں۔

فصل ۵

معجزے کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو غائب کی خبروں پر مشتمل ہے۔ اور جو ابھی نہ

ہوئی ہیں۔ نہ واقع ہوئی۔ پھر جس طرح پر خبر دی تھی ویسے ہی ہوئی۔

جیسا کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ تم مسجد حرام میں انشاء اللہ امن کے ساتھ داخل ہو گے۔

اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ وہ ان کے غلبہ کے بعد غالب ہوں گے۔

اور اس کا یہ قول لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔

اور اس کا یہ قول وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (پ ۱۸ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

اور اس کا یہ قول کہ۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

ترجمہ:۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (پ ۳۰ ع ۳۵)

پس یہ سب کچھ جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔ روم۔ فارس پر چند سال میں غالب ہو گئے۔ لوگ اسلام میں فوج فوج داخل ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی

انتقال نہیں ہوا تھا کہ تمام عرب میں ہر جگہ اسلام داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ اور اس میں ان کے دین کو قدرت اور جگہ دے دی۔ ان کو زمین کے آخر مشرق اور آخر مغرب تک مالک بنا دیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ فَاُرِيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَيَبْلُغُ اُمَّتِيْ مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا۔ میرے لئے زمین لپیٹی گئی ہے۔ پھر مجھ کو اس کے مشرق و مغرب دکھائے گئے۔ اور عنقریب میری امت کا ملک جہاں تک زمین میرے لئے لپیٹی گئی ہے پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

سو ایسا ہی ہوا اس کے تغیر و تبدل میں اس قدر ملحدوں معطلہ نے سعی کی ہے۔ کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے اپنے مکر و قوت آج قریباً" پانچ سو سال (اور اب تو ۱۴ سو سے زائد) ہو چکے ہیں۔ جمع کیا۔ لیکن اس کے تھوڑے سے نور کو نہ بجھا سکے۔ اس کے کلام میں سے ایک کلمہ کو بدل نہ سکے۔ مسلمانوں کو شک ڈالنے کے لئے ایک حرف بھی تغیر نہ کر سکے والحمد للہ!

اور اسی سے خدا کا یہ قول ہے کہ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ عنقریب جماعت (کفار) بھاگ جائے گی۔ اور پیٹھ پھیر لے گی۔

اور خدا کا یہ قول کہ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (پ ۱۰ ع ۸)

ترجمہ:۔ ان سے لڑو خدائے تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا۔

اور خدا کا یہ قول کہ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (پ ۱۰ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے

سب دینوں پر غالب کرے' پڑے برا مانیں مشرک۔

اور اس کا یہ قول کہ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ (پ ۴ ع ۳)

ترجمہ :۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے۔ پھر ان کی مدد نہ ہو گی۔

پس یہ سب کچھ واقع ہوا۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ کہ منافقوں اور یہودیوں کے اسرار اور ان کی باتوں اور جھوٹوں کا ان کے حلقوں میں اظہار اور ان کو ان سے جھڑکنا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ (پ ۲۸ ع ۲)

ترجمہ :۔ اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر۔

اور اس کا یہ قول کہ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (پ ۴ ع ۷)

ترجمہ :۔ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور اس کا یہ قول کہ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (پ ٦ ع ١٠)

ترجمہ :۔ اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو

تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو۔ اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

اور اس کا یہ قول کہ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ (پ ۵ ع ۴)

ترجمہ :۔ کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے۔

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس بات کو جو مقدر کیا تھا۔ اور مومنوں کا اعتقاد تھا۔ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ (پ ۹ ع ۱۵)

ترجمہ :۔ اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں۔

اور اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں (الحجر آیت ۹۵)

اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوشخبری دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان (کے شر) سے کفایت کر دی ہے۔ ہنسنے والے مکہ میں چند آدمی تھے۔ (مکہ میں یہ لوگ ہنسی کرتے تھے اور ہلاک ہوئے۔ اسود بن عبد یغوث۔ اسود بن عبد المطلب ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ سہمی عدی بن قیس بعض کہتے ہیں کہ ان میں حارث بن عیطلہ۔ نکیہ بن عامر۔ حارث بن طلاطلہ بھی ہیں اور روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ہلاک

ہونے اور اس کی کیفیت کی خبر دی تھی کتب سیر میں مذکور ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ سب ایک ہی رات میں ہلاک ہوئے اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ وہ قریب قریب ہلاک ہوئے (کذافی الشرح) کہ لوگوں کو آپ سے نفرت دلاتے تھے۔ اور آپ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ پھر وہ ہلاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ باوجودیکہ بہت لوگوں نے آپ کے ضرر اور قتل کا قصد کیا تھا اور اس بارہ میں خبریں مشہور اور صحیح ہیں۔

فصل ۶

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جس کی گذشتہ زمانہ کے لوگوں اور فنا ہونے والی امتوں کی پرانی شریعتوں نے خبر دی ہے۔ وہ ایسے قصے تھے کہ ان میں سوا اہل کتاب کے ایک فرد عالم کے جس نے اپنی عمر اس کے سیکھنے میں خرچ کر دی تھی۔ اور کوئی جانتا نہ تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اسی طرح بیان کرتے تھے۔ اور جیسا ہوتا اس کو کامل لاتے۔ جس کی وہ عالم تصدیق کرتا۔ اور اس کو صحیح مانتا۔ حالانکہ آپ جیسا تعلیم سے بھی اس درجہ تک نہ پہنچتا۔ اور لوگ یقیناً جانتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ ہیں۔ کچھ آپ نے پڑھا نہیں نہ لکھا ہے۔ آپ حفظ کرنے اور اہل علم کے پاس رہنے میں مشغول نہ ہوئے۔ اور نہ ان سے غائب رہے تھے۔ ان میں سے آپ کے حال سے کوئی واقف نہ تھا۔ اکثر اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی خبروں کی نسبت پوچھا کرتے تھے۔ پھر آپ پر قرآن نازل ہوتا۔ تو ان پر آپ اس کا ذکر پڑھا کرتے تھے جیسے انبیاء علیہم السلام کے قصے اپنی قوم کے ساتھ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ۔ لقمان اور ان کے بیٹے کا قصہ۔ اس کے سوا اور خبریں۔ شروع پیدائش کی خبریں۔ اور جو کچھ توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ اور ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا ذکر ہے۔ جن کی علماء تصدیق کرتے تھے۔ اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو جھٹلانے کی ان کو قدرت نہ تھی۔ بلکہ اس کو یقین کرتے تھے۔ پس ان میں سے

بعض تو ایسے ہوئے کہ ان کو یہ توفیق ملی۔ کہ وہ اپنی قسمت گذشتہ کی وجہ سے ایمان لے آئے۔ اور بعض بدبخت دشمن حاسد تھے۔ اور باوجود اس کے نصاریٰ و یہود کو آپ سے سخت عداوت تھی۔ آپ کے جھٹلانے کی حرص تھی۔ آپ ان پر ان کی کتابوں سے دلیل لاتے تھے۔ ان کو ان باتوں سے جھڑکتے تھے۔ جو ان کی کتابوں میں درج تھیں۔ وہ آپ کو انبیاء علیہم السلام کی خبریں بتلانے میں رنج میں ڈالتے تھے۔ ان کے علوم کے اسرار اور ان کی علامات کی امانتوں کی بابت پوچھا کرتے تھے۔ آپ ان کو ان کی شریعتوں کی پوشیدہ باتیں اور ان کی کتابوں کے احکامات وغیرہ بتلایا کرتے۔ جیسے کہ ان کا روح' ذوالقرنین' اصحاب کہف' عیسیٰؑ اور رجم کے حکم اور جو کچھ اسرائیلؑ نے اپنے پر حرام کیا تھا۔ اور جو کچھ ان پر جانور حرام ہوئے تھے۔ سوال کرنا اور جیسے اس کا یہ قول کہ ان کی مثال تورات میں ہے۔ ان کی مثال انجیل میں ہے۔ اور اس کے اور امور جن میں قرآن نازل ہوا تھا۔ پھر آپ نے ان کو جواب دیا۔ اور وہ باتیں ان کو جتلائیں۔ جو آپ کی طرف وحی کی گئی تھیں۔ کسی ایک شخص سے بھی منقول نہیں۔ کہ اس نے ان باتوں کا انکار کیا ہو یا اس کو جھٹلایا ہو۔ بلکہ ان میں سے اکثر نے آپ کی نبوت کی صحت کی تصریح کی۔ اور آپ کی بات کو سچ مانا۔ اپنی دشمنی اور حسد کا اقرار کیا۔ جیسے نجران والے اور ابن صوریا اور اخطب کے دو بیٹے وغیرہم اور جس شخص نے اس بارہ میں بہتان کی نسبت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو یہ بیان کرتا ہے۔ تو اس کو اقامت حجۃ اور دعویٰ کی طرف بلایا گیا۔ اور آپ سے کہا گیا کہ

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (پ ۴ ع ۱)

ترجمہ :۔ تم فرماؤ توریت لا کر پڑھو اگر سچے ہو۔ تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

پھر ان کو جھڑکا۔ اور ممکن شے کے لانے کی طرف جو محال نہ تھی بلایا تھا۔ پس بعض تو وہ ہوئے کہ جس کا انکار کیا تھا' اقرار کرنے لگے۔ اور بعض بے شرم ہوئے کہ

باوجود رسوائی کے اپنی کتاب پر ہاتھ رکھنے لگے۔ (جیسے ابن صوریا) اور نہ کسی سے نقل نہیں کیا گیا۔ کہ کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف اپنی کتابوں سے ظاہر کر کے دکھلایا ہو۔ اور نہ صحیح وضعیف کو اپنے صحیفوں سے ظاہر کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے :۔

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيرٗا مِّمَّا كُنتُمۡ تُخۡفُونَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٖۚ قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ يَهۡدِي بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضۡوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ وَيُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذۡنِهِۦ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ (پ ٦ ع ٧)

ترجمہ :۔ اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

فصل ۷

یہ معجزہ کی چار وجوہ ظاہر ہیں۔ ان میں نزاع نہیں اور نہ کچھ شک ہے۔ اور ان روشن وجوہ میں جو کہ قرآن کے اعجاز میں ان وجوہ کے سوا ہیں وہ آیات ہیں۔ کہ جو کسی گروہ کے بعض حادثوں میں عاجز کرنے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ان کو خبر دے دی کہ وہ ایسا نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے وہ کام نہ کیا۔ اور نہ اس پر قادر ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہود سے یہ کہنا کہ :۔

قُلۡ إِن كَانَتۡ لَكُمُ ٱلدَّارُ ٱلۡأٓخِرَةُ عِندَ ٱللَّهِ خَالِصَةٗ مِّن دُونِ ٱلنَّاسِ فَتَمَنَّوُاْ ٱلۡمَوۡتَ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ (پ ۱ ع ۱۱)

ترجمہ :۔ تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خاص تمہارے لئے ہو نہ اوروں

کے لئے تو بھلا موت کی آرزو کرو اگر سچے ہو۔

ابو اسحاق زجاج کہتے ہیں کہ اس آیت میں بڑی دلیل ہے۔ اور رسالت کی صحت پر واضح حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ کہا ہے۔ کہ پھر تم موت کی آرزو کرو۔ اور ان کو بتلا دیا کہ تم ہرگز کبھی نہ چاہو گے۔ پھر ان میں سے ایک نے بھی موت کی خواہش نہ کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ کوئی شخص ان میں سے ایسا کہے گا۔ تو ضرور اس کے گلے میں تھوک اٹکے گا۔ یعنی اسی وقت مر جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی آرزو سے باز رکھا اور ان کے دلوں میں خوف خدا ڈال دیا۔ تاکہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق اور جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کی صحت ظاہر ہو۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے آرزو نہ کی۔ وہ آپ کے جھٹلانے پر اگر قادر ہوتے تو بڑے حریص تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس اس سے قرآن کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اس کی حجت واضح ہو گئی۔

ابو محمد اصیلی کہتے ہیں۔ کہ ان کا عجیب معاملہ یہ ہے کہ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس کا حکم دیا۔ ان میں سے کوئی جماعت نہ کوئی ایک شخص پایا گیا کہ آپ کے سامنے آتا اور جواب دیتا۔ اور اس کے لئے جو اس امر کا ان سے امتحان کرنا چاہے (اب بھی) یہ امر موجود اور مشاہدہ ہے۔

ایسا ہی مباہلہ کی آیت ہے۔ اس معنے میں جبکہ آپ کے پاس نجران کے پادری آئے تھے۔ اور اسلام سے انکار کیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کی آیت نازل کی۔ اور فرمایا کہ :۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (پ ۳ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی

عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پس وہ اس سے باز رہے۔ اور جزیہ کے اوپر راضی ہو گئے۔ اس طرح ہوا کہ ان کے سردار عاقب نے ان سے کہا تھا۔ کہ تم یقیناً جانتے ہو کہ وہ نبی ہے اور یہ کہ جس نبی نے کسی قوم سے مباہلہ کیا۔ تو ان کے بڑے اور چھوٹے میں سے کبھی باقی نہیں رہا۔

اسی طرح خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ :۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (پ ا ع ۳)

ترجمہ :۔ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

پس ان کو خبر دی کہ وہ نہیں کریں گے۔ جیسا کہ ہوا۔ اور یہ آیت غیب کی خبروں میں سے ہی واضح ہے۔ لیکن اس میں بھی عاجز کرنا پایا جاتا ہے۔ جیسے پہلی آیت میں ہے۔

فصل ۸

ان وجوہ میں سے ایک خوف ہے۔ کہ جو قرآن کے سننے والوں کے دلوں اور ان کے کانوں کو سننے کے وقت لاحق ہوتا تھا۔ اور وہ ہیبت جو ان کو اس کی تلاوت کے وقت اس کی قوت حال اور بڑے مرتبہ کی وجہ سے پیش آتی تھی۔ اور یہ امراس کے جھٹلانے والوں پر بہت بڑا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے سننے کو بھاری سمجھتے تھے۔ اور وہ ان کی نفرت کو بڑھاتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَيَوَدُّوْنَ لِنَقْطَعَهُ لِيَكْثُرَ نُفُوْرُهُمْ

نہ وہ اس کے نہ پڑھنے کو دوست رکھتے تھے۔ کیونکہ اس سے وہ کراہت کرتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

اِنَّ الْقُرْاٰنَ صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ عَلٰی مَنْ کَرِھَهٗ وَھُوَ الْحَکَمُ وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَلَا تَزَالُ رَوْعَتُهٗ بِهٖ وَھَیْبَتُهٗ اِیَّاهُ مَعَ تِلَاوَتِهٖ تُوْلِیْهِ اِنْجِذَابًا وَتَحْسِبُهٗ مَخَافَةً لِمَیْلِ قَلْبِهٖ اِلَیْهِ وَتَصْدِیْقِهٖ بِهٖ

ترجمہ :۔ کہ قرآن اس شخص پر سخت اور مشکل ہے جو اس کو مکروہ سمجھے۔ وہ حاکم اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور مومن کو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس کی عظمت اور ہیبت طاری رہتی ہے۔ اور قرآن پاک سے رغبت قلبی اور تصدیق قلبی کی وجہ سے شوق اور مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ (پ ۲۳ ع ۱۷)

ترجمہ :۔ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں۔

اور فرمایا۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (پ ۲۸ ع ۶)

ترجمہ :۔ اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

اور دلیل اس امر پر کہ یہ خوف قرآن سے مخصوص ہے یہ ہے کہ یہ رقت اس شخص کو بھی ہوتی ہے جو کہ اس کے معانی نہ سمجھتا ہو۔ اور اس کی تفسیر کو نہ جانتا ہو۔ جیسا کہ ایک نصرانی سے منقول ہے کہ وہ ایک قاری قرآن کے پاس سے گذرا۔ تو ٹھہر گیا۔ اور رونے لگا۔ اس سے کہا گیا۔ کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی خوشی اور نظم سے اور یہ خوف ہے اسلام سے پہلے اور اس کے بعد ایک جماعت کو لاحق ہوا ہے۔ پس بعض ان میں سے تو وہ ہیں کہ پہلی ہی دفعہ اس پر اسلام اور ایمان لائے۔ اور بعض وہ ہوئے کہ انکار کر بیٹھے۔

صحیح حدیث میں جبیر بن مطعم سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ہر نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہیں۔ اور جب اس آیت پر پہنچے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ ھُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ (پ ۲۷ ع ۴)

ترجمہ :۔ کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔ یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کروڑے (خود مختار) ہیں۔

تو قریب تھا کہ میرا دل اسلام کی طرف اڑ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اور یہ اول بات تھی۔ کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

عتبہ بن ربیعہ سے مروی ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کہ آپ لائے ہیں۔ اپنی قوم کے اختلاف میں کلام کیا۔ تب آپ نے اس پر یہ سورہ پڑھی:۔

حٰمٓ ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَہٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَبٰرَکَ فِیْھَا وَقَدَّرَ فِیْھَآ اَقْوَاتَھَا فِیْٓ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ (حٰمٓ السجدۃ ۱۳ تا ۱۳)

ترجمہ :۔ یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں

مفصل فرمائیں گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لئے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں۔ تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔

تب عتبہ نے اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر رکھا۔ اور آپ کو اپنے رشتہ کی قسم دلائی۔ کہ بس کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور عتبہ سن رہا تھا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لگائے تھا۔ یہاں تک کہ آپ آیت سجدہ تک پہنچے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ اور عتبہ کھڑا ہوا۔ اور وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ کیا جواب دے۔ وہ اپنے اہل کی طرف لوٹا۔ اور اپنی قوم کی طرف نکلا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ آئے۔ تو اس نے ان سے عذر کیا اور کہا کہ واللہ اس نے مجھ سے کلام کیا۔ کہ ویسا کلام میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا۔ اور

میری سمجھ میں نہ آیا۔ کہ میں اس کو کیا کہوں۔

اس کے سوا اور بہت سے لوگوں سے جنہوں نے آپ کی مخالفت و معارضہ کا ارادہ کیا تھا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کو ہیبت و دہشت طاری ہوئی۔ کہ جس کے باعث وہ اس بات سے رک گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابن المقنع نے آپ سے معارضہ کرنا چاہا۔ اس کا قصد کیا اور اس میں شروع ہوا۔ پھر وہ ایک بچہ پر سے گزرا جو آیت پڑھتا تھا۔ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ۔ تب وہ گھر کو لوٹا۔ اور جو اس نے لکھا تھا۔ جا کر اس کو مٹا دیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اس کا معارضہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے زمانے میں سب سے فصیح تھا۔

یحیٰی بن حکم غزال اندلس کا اپنے زمانہ میں بلیغ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے بھی معارضہ کا ارادہ کیا تھا۔ پھر اس نے سورۂ اخلاص میں غور کیا۔ کہ اس کے مثل لائے۔ اور اپنے زعم اس کے طرز پر بنائے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو خوف اور رقت پیش آگئی۔ جس نے مجھ کو توبہ اور رجوع پر برانگیختہ کیا۔

فصل ۹

اس کے اعجاز کے وجوہ میں سے جو شمار کی گئی ہیں۔ ایک اس کا یہ معجزہ ہے۔ کہ جب تک دنیا باقی رہے گی۔ وہ باقی رہے گا۔ معدوم نہ ہو گا۔ خدائے تعالیٰ کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے ساتھ رہے گی۔ اس نے فرمایا کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور فرمایا۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (پ ۲۴ ع ۱۹)

ترجمہ :۔ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے' کا۔

اور انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات ان کے اوقات گزرنے کے بعد گزر گئے۔ ان کی خبریں رہ گئیں۔ لیکن قرآن عزیز کی آیات روشن ہیں۔ اس کے معجزات غالب ہیں۔ جیسے کہ تھے۔ آج کے دن تک۔ جن کو پانچ سو پینتیس برس ہو چکے ہیں۔ (اور اب خدا کے فضل سے ۱۴۱۵ھ سال ہو چکے ہیں) اول نزول سے لے کر اب تک غالب حجت ہے۔ اس کا معارضہ محال ہے۔ اور تمام زمانے اہل بیان و حاملان علم زبان و آئمہ بلاغت شہسواران کلام اساتذہ کاملین سے بھرے رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے بے دین شرع کے دشمن اور مخالفت کے لئے تیار گزرے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ ایسا کلام لایا ہو۔ جو معارضہ میں اس کو ترجیح دی گئی ہو۔ اور نہ وہ کلمہ اس کی مخالفت میں لا سکا اور نہ صحیح طعن پر قدرت رکھی۔ اور نہ کسی نے تکلف کے ساتھ اپنے ذہن سے اس میں قدح کیا۔ مگر بخیل چقماق کے ساتھ (یعنی وہ چقماق کہ جس سے آگ اچھی طرح نہ نکلے۔ مطلب یہ کہ اس قدح کو فروغ نہ ہوا) مگر ہر اس شخص سے کہ جس نے اس کا قصد کیا ہے یہ منقول ہے کہ معارضہ نے اس کو اپنے ہاتھوں عاجزی میں ڈال دیا۔ اور ایڑیوں کے بل واپس کر دیا۔

فصل ۱۰

آئمہ کی ایک جماعت اور امت کے پیشواؤں نے قرآن کے اعجاز میں اور بہت سے وجوہ بھی ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس کا قاری اس سے اکتاتا نہیں۔ اور اس کا سامع اس کو دفع نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے پڑھنے سے اس کی حلاوت بڑھتی ہے۔ اور اس کے بار بار پڑھنے سے اس کی محبت بڑھتی ہے۔ وہ ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے۔ اس کے سوا دوسرا کلام گو کہ حسن و بلاغت میں عمدہ ہو۔ مگر بار بار پڑھنے سے دل اکتا جاتا ہے۔ اور بار بار اعادہ کرنے سے طبیعت چڑھ جاتی ہے۔ اور ہمارا قرآن وہ ہے کہ خلوتوں میں اس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ مشکل اوقات میں اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اور اس کے ماسوا کتابوں کا یہ حال ہے کہ ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ حتیٰ کہ ان کتاب والوں نے ان کے لئے راگ و رنگ کے وہ طریقے نکالے ہیں کہ پڑھنے کے

وقت ان راگوں سے لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ کثرت کے تکرار کے ساتھ پرانا اور متغیر نہ ہو گا۔ اس کی عبرتیں و نصائح ختم نہ ہوں گی۔ اس کے عجائبات فنا نہ ہوں گے۔ وہ کلام فیصل ہے۔ خوش طبعی اور کھیل نہیں۔ علما اس سے سیر نہ ہوں گے۔ طبیعتیں اس سے نہ بھریں گی۔ زبانیں اس سے مشتبہ نہ ہوں گی۔ وہ ایسا ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو وہ اس کے کہنے سے باز نہ رہے۔ کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ۔ بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے۔

ان میں سے ایک یہ کہ اس نے ایسے علوم و معارف جمع کیے ہیں۔ کہ جن سے عام طور پر عرب کے لوگ اور نبوت سے پہلے خاص کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آشنا نہ تھے۔ اس کو پہچانتے نہ تھے۔ اور نہ اس پر ان کی مداومت تھی۔ اور نہ کسی امت کے عالم نے ان کو احاطہ کیا تھا۔ اور نہ اس پر ان کی شامل تھی۔ پھر اس میں شریعتوں کے علوم جمع کئے گئے۔ اور عقلیہ دلائل کے طریقوں پر اس میں تنبیہ کی گئی ہے۔

اس میں اور امت کے فرقوں کا براہین قویہ اور دلائل واضحہ سے رد کیا گیا ہے۔ جس کے الفاظ آسان ہیں۔ جس کے مقاصد مختصر ہیں۔ اور ہوشیار۔ چالاک ذہینوں نے اس کے دلائل لانے کا قصد کیا۔ لیکن اس پر قادر نہ ہوئے۔ جیسے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قول۔ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى (پ ۲۳ ع ۴)

ترجمہ:۔ اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا۔

اور قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ

ترجمہ:۔ تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔

اور لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (پ ۱۷ ع ۲)

ترجمہ:۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔

یہاں تک کہ اس نے ان کو گھیرا لیا ہے یعنی علوم تاریخ کی خبریں تھیں۔

حکمتیں۔ اخبار دار آخرت۔ محاسن۔ آداب و خصلت۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ:۔ ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔ (پ ۷ ع ۱۰)

اور اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے (پ ۱۴ ع ۱۸)

اور قرآن کریم کے بارے میں یہ بھی فرمایا۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

ترجمہ:۔ اور بے شک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی کہاوت بیان فرمائی۔ (پ ۲۳ ع ۱۷)

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو حکم دینے والا۔ جھڑکنے والا۔ اور طریقہ مستقیمہ و متنوعہ مثالیں دی ہوئیں اتارا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی بھی خبریں ہیں۔ اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کو طول تکرار پرانا نہیں کرے گا اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ وہ حق ہے بیہودہ نہیں۔ جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ اور جس نے اس کے ساتھ حکم دیا۔ انصاف کیا۔ اور جو اس کے ساتھ حجت لایا۔ وہ غالب ہوا۔ جس نے اس کے موافق تقسیم کی عدل کیا۔ جو اس پر عمل کرے گا اجر دیا جائے گا۔ جو اس سے تمسک کرے گا۔ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا جائے گا۔ جس نے اس کے سوا اور سے ہدایت طلب کی۔ اس کو خدا نے گمراہ کیا۔ جو اس کے بغیر حکم کرے۔ خدا اس کو ہلاک کرے گا۔ وہ ذکر حکیم ہے۔ روشن نور ہے۔ صراط مستقیم ہے۔ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ شفاء نافع ہے۔ اس شخص کے لئے مضبوطی ہے۔ جو اس سے تمسک کرے۔ اور اس کے لئے نجات ہے۔ جو اس کی اتباع کرے۔ وہ ٹیڑھا ہوتا ہی نہیں۔ کہ سیدھا کیا جائے۔ وہ کج ہوتا

ہی نہیں کہ عتاب کا مستحق ہو۔ اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ کثرت تلاوت سے پرانا نہ ہو گا۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے اس بارہ میں کہا ہے۔ اس میں اختلاف ہے نہ کراہت۔ اس میں اولین و آخرین کی خبر ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں تجھ پر تورات اتاروں گا۔ جو نئی ہو گی۔ (قرآن شریف کو تورات سے مواعظ و احکام کے سبب تشبیہ دی ہے) کہ جس سے تو اندھی آنکھوں کو بہرے کانوں کو' غلاف میں پڑے ہوئے دلوں کو کھولے گا۔ اس میں علم کے چشمے ہیں۔ حکمت کی سمجھ دلوں کی فصل بہار ہے۔

کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ تم قرآن کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ دلوں کی سمجھ۔ حکمت کا نور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ (پ ۲۰ ع ۲)

اور فرمایا هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ۔ یہ لوگوں کو بتاتا اور راہ دکھاتا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔ (پ ۴ ع ۵)

اس میں باوجود اختصار الفاظ اور جوامع کلمات کے ان کتب کی نسبت جو اس سے پہلے ہیں اور جن میں اس سے دگنے الفاظ ہیں۔ دگنے چوگنے (معانی) جمع ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے۔ کہ اس میں دلیل و مدلول میں جمع کر دیا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ اس نے نظم قرآن اور اس کے حسن وصف و اختصار و بلاغت سے حجت قائم کی۔ اور اس بلاغت کے اثنا میں امر نہی وعدہ و عید بھی کر دیا۔ پس اس کا پڑھنے والا حجت و تکلیف کے دونوں موقعوں کو ایک کلام اور ایک سورۃ سے سمجھ لیتا ہے۔

ان میں سے ایک اعجاز یہ کہ اس کو ایسی نظم و ترتیب میں رکھا ہے جو پہلے مروج نہ تھی۔ اور نہ وہ نثر کے دائرے میں ہے۔ اس لئے کہ نظم طبیعتوں پر زیادہ آسان

ہوتی ہے۔ دل اس کو جلد حفظ کر لیتے ہیں۔ کان زیادہ اس سے آشنا ہوتے ہیں۔ طبیعتوں کو زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے۔ لوگ اس کی طرف بہت میلان کرتے ہیں۔ خواہشیں اس کی طرف جلدی کرتی ہیں۔

ان سے ایک اعجاز یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا اس کو آسانی سے حفظ کر لیتا ہے۔ اور حفظ کرنے والے کے لئے اس کا حفظ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ بے شک ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے' اور باقی اور امتوں کی کتابوں کو ایک بھی ان میں سے حفظ نہ کرتا تھا (مگر علورا" حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو یاد تھی) پھر بہت سے لوگ سالہا سال گزرنے کے بعد کیونکر حفظ کریں گے۔ اور قرآن شریف کا بچوں کو تھوڑی مدت میں حفظ کرنا آسان ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ ایک جزو دوسری جزو کے مشابہ ہے۔ اس کے اقسام کی عمدگی تالیف اور اس قسم کے عجیب پیوند اور ایک قصہ سے دوسرے قصہ کی طرف باوجود مختلف معانی کے خوبی سے انتقال کرنا۔ اور ایک ہی صورت میں امر نہی' خبر استفہام' وعدہ و عید' ثبات نبوت و توحید تفرید ترغیب ڈرانا وغیرہ وغیرہ فوائد بغیر کسی خلل کے اس کے فصلوں میں ہونا۔ (حالانکہ) کلام فصیح میں جب اس قسم کی باتیں آجائیں۔ تو اس کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس کی مضبوطی ست پڑ جاتی ہے۔ اس کی رونق کم ہو جاتی ہے اس کے الفاظ مضطرب ہو جاتے ہیں۔

اب تم سورۂ ص کے شروع میں تامل کرو۔ اور اس میں جو کفار کے اخبار اور ان کے اختلاف ان کے جھڑکنے کا گزشتہ لوگوں کی ہلاکت کے ساتھ اور ان کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے اور ان کے تعجب کا جواب لائے ہیں ذکر کیا ہے۔ ان کی جماعت کا کفر پر جمع ہونا اور جو ان کے کلام سے موجد سمجھا جاتا ہے۔ ان کے عاجز کرنے ان کی سستی۔ ان کی وعید دنیا اور آخرت کی ذلت کے ساتھ بیان کرنا پہلی امتوں کا جھٹلانا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان کو ہلاک کرنا اور ان کی وعید ان کی مصیبت کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی تکلیف پر صبر کرنا۔ آپ کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے ذکر سے تسلی دینا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر اور انبیاء علیہم السلام کے قصوں کا ذکر

کرنا۔ اور یہ سب باتیں مختصر کلام میں اور عمدہ ترتیب سے لانا (معجزہ) ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ بہت سے جملوں کو جن پر تھوڑے سے کلمات حاوی ہیں' بیان کرنا۔ اور یہ ساری باتیں اور بہت سی وہ وجوہ جو قرآن کے اعجاز میں ذکر کر گئی ہیں۔ اور دیگر بہت سے وجوہ جن کو آئمہ نے ذکر کیا ہے۔ ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اکثر بلاغت کے باب میں داخل ہیں۔ اور یہ ضرور نہیں کہ اس کے اعجاز میں ایک تنہا فن بدوں فنون بلاغت کے باب کی تفصیل کے شمار کیا جاوے۔ علی ہذا بہت سے وہ وجوہ جو آئمہ سے ہم نے ذکر کئے ہیں۔ اس کے خواص و فضائل میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ نہ اس کے اعجاز میں اور حقیقت اعجاز تو وہ چار وجوہ ہی ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ سو انہیں پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اور اس کے بعد قرآن کے خواص و عجائبات میں سے ہیں۔ جو کہ ختم نہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔

فصل ۱۱

(چاند کے پھٹنے اور آفتاب کے رک جانے کے بیان میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔ (پ ۲۷ ع ۸)

اللہ تعالیٰ نے چاند کے پھٹنے کی خبر لفظ ماضی اور کفار کے آیات کے انکار کرنے سے دی ہے۔ مفسرین اور اہل السنۃ کا اس کے وقوع پر اتفاق ہے۔

خبر دی ہم کو حسین بن محمد حافظ نے اپنی کتاب سے کہا حدیث بیان کی مجھ سے سراج بن عبداللہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے اصیلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مروزی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے فربری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے (امام) بخاریؒ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مسدد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے شعبہ اور سفیان سے وہ ابراہیم سے وہ ابی معمر سے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے

ہو گیا۔ ایک ٹکڑا تو پہاڑ پر تھا اور ایک اس کے ورے یا مقابل ہو گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ گواہ رہو۔ یعنی دیکھ لو۔

اور مجاہد کی روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

اور اعمش کے بعض طریق میں ہے کہ یہ واقعہ منیٰ پر ہوا۔ اور یہ حدیث ابن مسعودؓ سے اسود نے بھی روایت کی ہے۔ اور اس نے کہا۔ یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور اس سے مسروق نے روایت کیا کہ یہ مکہ میں واقع ہوا۔ اور زیادہ کیا (یہ جملہ) پھر کفار قریش نے کہا۔ کہ تم پر ابن ابی کبشہ نے جادو کیا۔

تب ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند پر جادو کیا ہے تو اس کا جادو اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ تمام زمین پر جادو کیا ہو۔ تم دوسرے شہروں کے آنے والوں سے دریافت کرو۔ کہ کیا انہوں نے یہ دیکھا ہے۔ پھر دوسرے شہروں کے لوگ آئے۔ اور ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے خبر دی۔ کہ انہوں نے ایسا ہی دیکھا ہے۔

سمرقندی نے ضحاک سے ایسا ہی حکایت کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ پھر ابوجہل نے کہا کہ یہ جادو ہے۔ تم باہر کے لوگوں کی طرف پیغام بھیجو۔ اور دیکھو کہ انہوں نے دیکھا ہے یا نہیں۔ پھر باہر والوں نے خبر دی کہ انہوں نے ٹکڑے ہوئے چاند کو دیکھا ہے۔ کفار کہنے لگے کہ یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔

اور ابن مسعودؓ سے علقمہؓ نے بھی روایت کیا ہے۔ پس ان چاروں راویوں نے عبداللہ (ابن مسعودؓ) سے روایت کی ہے اور ابن مسعود کے سوا اور صحابہ نے بھی ویسے ہی روایت کی ہے اور ان میں سے انس ابن عباس ابن عمر حذیفہ علی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو حذیفہ ارحبی کی روایت سے کہا ہے کہ چاند پھٹ گیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

سوال کیا کہ ان کو معجزہ دکھلائیں۔ تب ان کو چاند کا پھٹنا دکھایا۔ دو ٹکڑے حتیٰ کہ کوہ حرا کو ان دونوں کے درمیان دیکھا۔ روایت کیا اس کو انس سے قتادہ نے۔ اور معمر وغیرہ کی روایت میں ہے جو قتادہ سے اور انس سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو دو دفعہ چاند کے ٹکڑے کو دکھایا (یہ مطلب نہیں کہ چاند کا ٹکڑے ہو جانا دو دفعہ ہوا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک دفعہ دکھایا اور پھر دوبارہ فرمایا کہ دیکھو پس دو دفعہ دکھایا ہے کذافی الشرح)

پھر یہ آیت اتری اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ اور روایت کیا اس کو جبیر بن مطعم سے ان کے بیٹے محمد اور ان کے برادرزادہ جبیر بن محمد نے اور روایت کیا اس کو ابن عباس سے عبداللہ بن عبیداللہ بن عتبہ نے اور روایت کیا اس کو ابن عمر سے مجاہد نے اور روایت کیا اس کو حذیفہ سے ابو عبدالرحمٰن سلمی مسلم بن ابی عمران ازدی نے۔ اور ان حدیثوں کے اکثر طریق صحیح ہیں۔ اور آیت اس کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اس باطل اعتراض کی طرف توجہ کی جائے گی۔ (جو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ چاند کا پھٹنا ہوتا تو زمین والوں پر مخفی نہ رہتا۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ سب پر ظاہر ہو جاتی ہے) اور یہ اس لئے (فضول اعتراض ہے) کہ ہمارے پاس یہ بات زمین والوں کی طرف سے منقول نہیں ہوئی۔ کہ وہ اس رات گھات میں لگے رہے ہوں۔ پھر انہوں نے چاند پھٹنے کو نہیں دیکھا۔ اور اگر ہم تک ایسے لوگوں کی روایت منقول ہوتی۔ جن کا جھوٹ پر بوجہ کثرت میلان جائز نہیں۔ تو تب بھی ہم پر حجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ چاند تمام زمین والوں کے لئے ایک حال پر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ایک قوم پر دوسری قوم سے پہلے طلوع کرتا ہے۔ اور کبھی زمین میں سے ایک قوم پر دوسروں کی ضد میں ہوتا ہے (یعنی بعض پر طلوع اور بعض پر مخفی) یا قوم اور اس کے درمیان بادل حائل ہو یا پہاڑ۔ اور اسی لئے ہم پاتے ہیں۔ کہ اگر گرہن بعض ملکوں میں ہوتا ہے۔ اور بعض میں نہیں ہوتا۔ بعض میں جزوی ہوتا ہے اور بعض میں کلی۔ بعض جگہ اس کو وہی پہچانتے ہیں جو اس کے علم کے مدعی ہیں۔ یہ عزیز علیم کی قدرت ہے۔ اور چاند کا معجزہ رات کے وقت تھا۔ رات کے وقت لوگوں کی عادت میں آرام و سکون ہوتا ہے۔ دروازے بند ہوتے

ہیں۔ اور آسمان کے امور کو ان لوگوں کے سوا جو کہ اس کے منتظر ہوں اور اس میں سعی کرتے ہوں کم لوگ پہچانتے ہیں۔ اسی لئے چاند گرہن اکثر ملکوں میں نہیں ہوتا۔ اور اکثر لوگ اس کو جانتے ہی نہیں۔ کہ اس کی خبر دی جائے۔ اور اکثر معتبر لوگ عجائب امور کی جن کو وہ خود مشاہدہ کرتے ہیں خبر دیتے ہیں۔ یعنی آسمان پر انوار اور بڑے بڑے ستارے آسمان پر رات میں چڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اور کسی کو ان کا علم نہیں ہوتا۔

(امام) طحاویؒ نے مشکل حدیث میں اسماء بنت عمیس سے دو طریق سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے حال میں وحی نازل ہوئی۔ کہ حضرت علیؓ کی گود میں آپ کا سر مبارک تھا۔ انہوں نے عصر کی نماز نہ پڑھی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! کیا تم نے نماز پڑھی۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خداوند! بے شک وہ تمہاری اطاعت اور تمہارے رسول کی اطاعت میں تھا۔ اب آفتاب لوٹا دے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں۔ کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تھا۔ پھر میں نے اس کو دیکھا کہ وہ غروب کے بعد نکل آیا ہے۔ اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا ہے۔ اور یہ واقعہ خیبر کے قلعہ صہبا پر ہوا تھا۔

طحاویؒ کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں (حدیث ایک ہی ہے لیکن اس کے دو طریقے ہیں۔ اس لئے دو کہہ دیا۔ اور اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کیا ہے۔ لیکن شارح نسیم الریاض نے اس کو رد کیا ہے اور ابن جوزی کے موضوعات کو اکثر مردود ٹھہرایا ہے کیونکہ ابن جوزی نے تعصب سے بعض صحیح احادیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دیا ہے ۲ کذافی الشرح) اور ان کے راوی ثقہ ہیں (امام) طحاویؒ نے بیان کیا ہے کہ احمد بن صالح کہتے تھے۔ کہ جس شخص کا طریق علم کا ہے۔ اس کو اسماء کی حدیث کے حفظ سے پیچھے رہنا نہ چاہئے۔ کیونکہ بلاشبہ یہ نبوت کے علامات میں سے ہے۔

یونس بن بکیر نے زیادۃ المغازی میں ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اور آپ نے اپنی قوم کو قافلہ کی خبر دی۔

اونٹوں کی علامت بتلائی تو کہنے لگے وہ کب آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بدھ کے دن آئے گا۔ جب وہ دن آیا۔ تو قریش انتظار کرنے لگے۔ اور دن ختم ہونے لگا۔ اور قافلہ نہ آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ تو ایک گھڑی دن بڑھایا گیا۔ اور آفتاب ٹھہر گیا۔

فصل ۱۲

(اس بارہ میں کہ آپ کی انگلیوں میں سے پھوٹ کر پانی نکلا اور آپ کی برکت سے بہت ہو گیا)

اس میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے انس جابر ابن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو اسحق ابراہیم بن جعفر فقیہ رحمہ اللہ نے میں نے ان کو پڑھ کر سنائی کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی عیسیٰ بن سہل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر بن اشخار نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا ہے۔ اور لوگوں نے پانی کی تلاش کی تو نہ پایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن لایا گیا (جس میں تھوڑا پانی سا تھا) تب آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھا۔ اور لوگوں کو حکم دیا۔ کہ اس سے وضو کریں۔ (انسؓ) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی انگلیوں۔ (مبارک) میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے لوگوں نے اس سے وضو کیا۔ یہاں تک کہ ان کے آخر نے بھی کر لیا۔

اور اس حدیث کو قتادہؓ نے بھی انسؓ سے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لیا برتن لائے جس میں پانی تھا۔ آپ کی انگلیوں کو نہ ڈھانکتا تھا یا قریب تھا کہ نہ ڈھانکے۔

(مطلب یہ کہ تھوڑا پانی تھا) قتادہؓ نے انسؓ سے کہا کہ تم کتنے لوگ تھے۔ کہا کہ تین سو کے قدر تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مقام زوراء میں تھے بازار کے نزدیک۔ اور روایت کیا حمید اور ثابت اور حسن نے انسؓ سے اور حمید کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا کہ کس قدر لوگ تھے۔ کہا کہ اسی (۸۰) سو تھے۔ اسی طرح ثابتؓ سے اور وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ قریباً ستر مرد تھے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ حال ہے۔ کہ صحیح حدیث میں علقمہ ان سے روایت کرتے ہیں ایسے حال میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلاش کرو کسی کے پاس پانی ہو۔ پھر آپؐ کی خدمت میں ایک برتن میں پانی لایا گیا۔ تب آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلنا شروع ہوا۔

سالم بن ابی الجعد سے اور وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑہ کا برتن تھا۔ آپ نے اس سے وضو کیا۔ لوگ آپؐ کے سامنے ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس پانی نہیں صرف وہی پانی ہے جو آپؐ کے لوٹے میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور آپؐ کی انگلیوں سے پانی چشموں کی طرح نکلنے لگا۔ اور اس میں یہ ہے کہ پھر میں نے کہا کہ تم کتنے لوگ تھے۔ کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ آدمی ہوتے۔ تو ضرور وہ کافی ہوتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔ اور اسی کی مثل انسؓ سے وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس میں یہ ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔

اور ولید بن عبادہ بن الصامت کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مسلم کی لمبی حدیث میں جنگ بواط میں ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے جابرؓ پکار دے کہ پانی لے لو۔ اور لمبی حدیث کا ذکر کیا۔ اور بے شک یہ

حال تھا۔ کہ انصاری کے نزدیک ہی صرف ایک قطرہ یعنی تھوڑا سا پانی تھا۔ جو کہ مشک کے دہانہ میں تھا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ آپ نے اس پر ہاتھ رکھا۔ اور کچھ کلام کیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا تھا۔ اور فرمایا کہ قافلہ کے کڑوں کو لا۔ میں لایا اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اور اس نے ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو کڑے میں پھیلایا۔ اور انگلیوں کو چوڑا کیا۔ اور جابرؓ نے وہ پانی اس پر ڈال دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بسم اللہ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی جوش مار کر نکلتا تھا۔ پھر کڑہ کا پانی جوش میں آیا۔ اور چکر لگانے لگا۔ یہاں تک کہ بھر گیا۔ آپؐ نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا۔ سب نے پانی لیا۔ حتیٰ کہ سب سیراب ہو گئے۔ پھر میں نے کہا کوئی آدمی ایسا نہیں رہا کہ جس کو ضرورت ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کڑے سے اٹھا لیا بحالیکہ وہ بھرا ہوا تھا۔

شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفر میں ایک پانی کا برتن لایا گیا۔ اور آپؐ سے کہا گیا۔ کہ یارسول اللہ ہمارے پاس اس کے سوا اور پانی نہیں ہے۔ پھر اس کو آپؐ نے چمڑے کے برتن میں ڈال دیا۔ اور اپنی انگلی کو اس کے درمیان رکھا اور اس کو پانی میں ڈبو دیا۔ لوگ آتے تھے اور وضو کرتے تھے۔ پھر کھڑے ہوتے تھے۔

ترمذی کہتے ہیں کہ اس باب میں عمران بن حصین سے روایت ہے۔ اور ایسے بڑے جلسوں اور کثرت سے اجتماع میں راوی پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگ سکتی۔ صحابہؓ کرام ایسے شخص کو (جو غلط خبر دے) بہت جلد جھوٹا کہہ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ جھوٹی بات پر چپ رہنے والے نہ تھے۔ اور ان صحابہؓ مذکورہ نے بلاشبہ ان احادیث کو روایت کیا ہے۔ اور ان کو مشہور کیا۔ اور جم غفیر کے موجود ہونے کی طرف نسبت کی۔ لیکن کسی نے ان پر اس امر کا کہ ان کی طرف سے ان کے فعل اور مشاہدہ کو بیان کیا تھا۔ انکار نہیں کیا تھا۔ اب یہ ایسا ہوا۔ کہ جیسے سب نے اس کی تصدیق کی۔

فصل ۱۳

آپؐ کے معجزات میں سے اس معجزہ کے مشابہ وہ معجزہ ہے کہ پانی کا زمین سے آپ کی برکت سے پھوٹ نکلنا ہے۔ جو آپؐ کے چھونے اور دعا سے ہوا ہے۔ امام مالکؒ نے موطا میں معاذ بن جبلؓ سے غزوہ تبوک کے قصہ میں روایت کیا ہے کہ صحابہ چشمہ پر اترے بحالیکہ وہ تھوڑا تھوڑا جاری تھا۔ جیسے جوتی کا تسمہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کو ایک برتن میں چلو بھر بھر کر جمع کر لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا منہ اور ہاتھ دھویا۔ اور اس چشمہ میں ڈال دیا۔ تب اس میں سے بہت سا پانی جاری ہو گیا۔ اور لوگوں نے پانی پی لیا۔

حدیث ابن اسحٰق میں معاذ فرماتے ہیں۔ کہ پھر پانی اس قدر نکلا۔ کہ اس کی آواز بادلوں کے گرجنے کی سی تھی۔ پھر فرمایا کہ اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی۔ تو یہاں پر دیکھو گے کہ تمام باغات بھرے ہوں گے۔

حدیث براء اور سلمہ بن اکوع میں جس کی حدیث حدیبیہ کے قصہ میں پوری ہے کہ وہ لوگ چودہ سو تھے۔ اور اس کا کنواں پچاس بکریوں کو سیراب نہ کرتا تھا۔ پھر ہم نے اس کو کھینچا۔ اور ایک قطرہ اس میں نہ چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے بیٹھ گئے براء کہتے ہیں کہ اس میں سے ایک ڈول لایا گیا۔ تب آپ نے اس میں لعاب مبارک ڈال دیا۔ پھر دعا مانگی۔ اور سلمہ کہتے ہیں کہ یا دعا مانگی یا لعاب ڈالا۔ پھر وہ جوش کر آیا۔ انہوں نے خود پیا۔ اور جانوروں کو پلایا۔

ان دونوں روایتوں کے علاوہ اس قصہ میں ابن شہاب کے طریقہ سے یہ ہے کہ آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا۔ اور اس کو ایسے کنوئیں کے درمیان رکھ دیا۔ جس میں پانی نہ تھا۔ پس لوگ سیراب ہو گئے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے وہاں پر اونٹ پانی پلا کر بٹھلا دیئے۔ تاکہ دوبارہ پانی پئیں۔ (اس کو ضرب عطن کہتے ہیں)۔

ابو قتادہ سے مروی ہے۔ وہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سفر میں پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے لوٹا منگوایا۔ اس کو اپنی بغل

میں رکھا۔ پھر اس کے منہ کو اپنے منہ میں ڈالا۔ واللہ اعلم اس میں کچھ پھونکا یا نہیں۔ پھر لوگوں نے پانی پیا۔ حتیٰ کہ تمام سیراب ہو گئے۔ اور وہ تمام برتن بھر لئے۔ جو ان کے ساتھ تھے۔ میرے خیال میں آیا تھا کہ وہ ویسے ہی ہے۔ جیسا کہ مجھ سے لیا تھا۔ اور وہ بہتر(۷۲) مرد تھے۔ اسی طرح عمران بن حصین نے روایت کی ہے۔

طبری نے ابو قتادہ کی حدیث اہل صبح کے ذکر کے برخلاف بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ اہل موتہ کی مدد کے لئے جب آپ کو امراء صحابہ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی نکلے اور لمبی حدیث بیان کی۔ جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و نشانات ہیں۔ اور اس میں آپ نے ان کو بتلایا ہے کہ وہ کل پانی نہ پائیں گے۔ اور لوٹے کی حدیث بیان کی۔ کہا کہ قوم کے لوگ قریباً تین سو تھے۔

اور کتاب مسلم میں ہے کہ آپ نے ابو قتادہؓ سے فرمایا۔ کہ اپنے لوٹے کو میرے لئے محفوظ رکھو۔ کیونکہ اس کا ایک عجیب واقعہ ہو گا۔ اور اسی قسم کا ذکر کیا۔ اور اس میں سے عمران بن حصین کی حدیث ہے۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایک سفر میں پیاس لگی۔ تو آپؐ نے اپنے اصحاب میں سے دو شخصوں کو بھیجا اور ان کو جتلا دیا کہ ایک عورت کو فلاں فلاں مقام پر پائیں گے۔ اس کے پاس اونٹ ہو گا۔ اس پر دو مشکیں ہوں گی۔ الحدیث۔ پھر ان دونوں نے اس کو پالیا۔ اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے اس کے پانی میں سے اپنے برتن میں ڈالا۔ اور جو خدا نے چاہا اس میں پڑھا۔ پھر پانی کو مشکوں میں لوٹا دیا۔ اور اس کا منہ کھول دیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا۔ انہوں نے اپنے تمام برتن بھر لئے۔ اور کوئی برتن ایسا نہ چھوڑا کہ جسے بھرا نہ ہو۔

عمران کہتے ہیں۔ کہ میرے خیال میں وہ مشکیں بھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ پھر آپ نے حکم کیا کہ عورت کو کھانا دو۔ اس کے لئے جمع کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس کے کپڑے کو بھر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب تم چلی جاؤ۔ ہم نے تمہارا پانی کچھ نہیں لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو پلایا ہے۔ لمبی حدیث ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عورت معجزہ دیکھ کر

مسلمان ہو گئی تھی)

سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا پانی ہے۔ ایک شخص ایک برتن لایا۔ جس میں تھوڑا پانی تھا۔ آپؐ نے اس کو ایک پیالہ میں ڈال دیا۔ پھر ہم سب نے اس میں سے وضو کیا اور ہم اس میں سے کھلے طور پر برتتے تھے ہم چودہ سو مرد تھے۔ جیش العسرہ (تنگی کا لشکر) کی حدیث عمرؓ میں ان کی پیاس کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ مراد اپنے اونٹ کو ذبح کرتا تھا۔ پھر اس کی اوجری کو نچوڑتا تھا۔ اور اس کو پیتا تھا۔ تب ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعا کی خواہش سے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے۔ اور ابھی ان کو لوٹایا نہ تھا کہ آسمان سے پانی برسنا شروع ہو گیا۔ انہوں نے اپنے تمام برتن جو ان کے پاس تھے۔ بھر لئے۔ لیکن وہ بارش لشکر سے آگے نہ بڑھی۔

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام ذی المجاز میں بحالیکہ آپؐ اس کے ردیف تھے۔ کہا مجھ کو پیاس لگی ہے۔ اور میرے پاس پانی نہیں ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتر پڑے۔ اور اپنے پاؤں کو زمین پر مارا۔ تو پانی نکل آیا۔ آپ نے فرمایا کہ پانی پیو۔

حدیثیں اس باب میں بہت ہیں۔ اور اسی میں سے ہے۔ استسقاء میں آپ کا دعا مانگنا اور جو اس کے ہم جنس ہے۔

فصل ۱۴

(آپ کے معجزات میں سے یہ کہ آپ کی دعا کی برکت سے کھانے کا زیادہ ہو جانا)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے عذری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جلودی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن الحجاج نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے سلمہ بن شعیب نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن اعین نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی

ہم سے معتل نے ابو الزبیر سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا (یعنی اناج) طلب کیا۔ تو آپؐ نے اس کو جو کا نصف وسق (وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع قریباً ۳ سیر پختہ کا) دیا۔ وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان ہمیشہ اس سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کو ناپ لیا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ ناپتے۔ تو تم اس کو کھاتے رہتے۔ اور وہ تمہارے پاس باقی رہتا۔

اور اس میں سے ایک مشہور حدیث ابو طلحہ کی ہے۔ کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی یا ستر آدمیوں کو ان جو کے ٹکڑوں میں سے کھلا دیا تھا۔ جس کو انسؓ اپنی بغل کے نیچے دبا کر لائے تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ اور وہ ٹکڑے توڑے گئے۔ اور پڑھا ان میں جو خدا نے چاہا تھا۔ خندق کے دن۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع جو اور بکری کے بچے میں ایک ہزار مرد کو کھانا کھلا دیا تھا۔ اور جابرؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بے شک سب نے کھا لیا۔ یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دیا۔ اور چل دیئے۔ بحالیکہ ہماری ہنڈیا ویسے ہی جوش مارتی تھی۔ اور ہمارا آٹا پکایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے اور ہنڈیا میں لعاب مبارک ڈالا تھا۔ اور برکت کی دعا مانگی تھی۔ اس کو جابرؓ سے سعید بن سینا اور ایمن روایت کیا ہے۔

اور ثابت سے اس طرح وہ ایک مرد انصار اور اس کی عورت سے روایت کرتا ہے۔ جس کا نام نہیں لیا۔ کہا کہ آپ کی خدمت میں مٹھی بھر آٹا لایا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو برتن میں پھیلاتے تھے۔ اور جو خدا نے چاہا پڑھتے تھے۔ اس میں سے گھر والوں، حجرہ والوں۔ صحن والوں نے کھایا۔ اور یہ وہ مقام تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے جو آپ کے ساتھ آئے تھے بھر گیا تھا۔ اور ان کے پیٹ بھرنے کے بعد برتن میں اسی قدر بچ رہا۔

ابو ایوب کی یہ حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کھانا اس قدر تیار کیا کہ ان دونوں کو کافی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا۔ کہ اشرف انصار میں سے تیس آدمیوں کو بلا لو۔ اس نے بلا لیا۔ پھر وہ کھا گئے یہاں تک کہ چھوڑ گئے۔ پھر فرمایا کہ ساٹھ مردوں کو بلاؤ۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا کہ ستر آدمیوں کو بلاؤ سب نے کھا لیا۔ یہاں تک کہ چھوڑ دیا۔ اور ان میں سے جو نکلا وہ اسلام لایا۔ اور بیعت کی۔ ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ میرے کھانے میں سے ایک سو اسی مردوں نے کھایا۔

سمرہ بن جندب سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کڑا لایا گیا۔ جس میں گوشت تھا۔ پھر لوگ پے در پے آتے رہے۔ صبح سے لے کر شام تک ایک قبیلہ کھڑا ہوتا تھا۔ اور دوسرے بیٹھتے تھے۔ اور اسی میں سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی حدیث ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو تیس آدمی تھے۔ حدیث میں ذکر کیا ہے کہ ایک صاع (چار سیر) آٹا گوندھا گیا تھا۔ اور ایک بکری ذبح کی گئی تھی۔ پھر اسی کی کلیجی بھونی گئی۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم کہ ان ایک سو تیس مردوں میں سے ہر ایک نے اس کو چھری سے کاٹ لیا۔ پھر اس گوشت سے دو کڑے بھر لئے۔ پھر ہم سب نے کھایا اور دونوں کڑوں میں بچ رہا۔ پھر میں نے اس کو اونٹ پر لاد لیا۔ (یعنی اس قدر تھا کہ باقی کو لاد لیا)۔

اور اس میں سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرو انصاری کی حدیث ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ اور اسی کے مثل سلمہ بن اکوعؓ ابوہریرہؓ عمر بن الخطابؓ کی حدیث ہے۔ اور ان سب نے اس بھوک کا ذکر کیا۔ کہ جو ایک جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کو پیش آئی تھی۔ تب آپؐ نے لوگوں کے کھانے کا بقیہ منگوایا۔ کوئی شخص ایک مٹھی بھر کھانا لایا کوئی اس سے زاید لایا۔ اور ان میں سے بڑھ کر وہ شخص لایا۔ جو ایک صاع کھجوروں کا لایا۔ آپؐ نے اس کو چمڑے کے دسترخوان پر جمع کیا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا اندازہ کیا۔ تو اونٹ کے پالان کی طرح تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مع ان کے برتنوں کے بلایا۔ تب لشکر میں کوئی ایسا برتن نہ بچا کہ جو بھرا نہ ہو۔ بلکہ اس سے اس قدر بچ رہا۔ جو پہلے جمع کیا تھا۔

اور زیادہ ہوا۔ اور اگر اس پر تمام زمین کے لوگ جمع ہوتے تو ان کو کافی ہوتا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اہل صفہ کو بلاؤں۔ میں ان کے پیچھے گیا۔ حتیٰ کہ میں نے ان کو جمع کیا۔ پھر ہمارے سامنے ایک لگن رکھا گیا۔ اور جتنا چاہا ہم نے کھایا۔ اور پیٹ بھر گیا۔ کھانا ایک جیسا کہ وہ رکھا گیا تھا ویسا ہی تھا۔ مگر اس میں انگلیوں کا اثر تھا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا۔ اور وہ چالیس مرد تھے۔ ان میں سے بعض وہ لوگ تھے کہ دو سال کا اونٹ کا بچہ کھا جاتے تھے۔ اور پانی کا ایک فرق (وہ برتن جس میں ۱۶ رطل یعنی آٹھ سیر پانی آئے) پی جاتے تھے۔ آپ نے ان کے لئے ایک سیر کھانا تیار کرایا۔ وہ سب کے سب کھا گئے حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ اور جیسا تھا ویسا ہی باقی رہا۔ پھر آپ نے ایک برتن (دودھ) کا منگوایا۔ انہوں نے اس میں سے پیا حتیٰ کہ سب سیراب ہو گئے۔ اور باقی بچ رہا۔ گویا کہ پیا ہی نہ تھا۔

اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ بی بی زینب ام المومنین) سے نکاح کیا تو مجھ کو حکم دیا۔ کہ ان لوگوں کو جن کا آپ نے نام لیا اور ہر اس شخص کو جسے تم بلا لاؤ۔ یہاں تک کہ آپ کا گھر اور حجرہ بھر گیا آپ نے ان کے سامنے ایک طشت پیش کیا۔ جس میں کہ ایک سیر کھجوریں تھیں جن کا ملیدہ بنایا گیا تھا۔ پھر آپ نے اس کو اپنے آگے رکھا۔ اور اپنی تین انگلیوں کو اس پر رکھا۔ قوم کا یہ حال تھا۔ کہ کھاتے تھے اور نکلتے تھے۔ اور طشت ویسے ہی باقی رہا۔ جیسا کہ تھا۔ اور لوگ ۷۱ یا ۷۲ مرد تھے۔ اور دوسری روایت میں اس قصہ میں ہے یا اس جیسے قصہ میں کہ لوگ ۳۰۰ کے مقدار تھے۔ وہ سب کے سب کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھا لے۔ میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اٹھایا۔

اور جعفر بن محمد (صادق) کی حدیث میں ہے۔ وہ اپنے باپ سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ بی بی فاطمہؓ نے ایک ہنڈیا اپنے صبح کے کھانے کے لئے

پکائی۔اور حضرت علیؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ پھر آپؐ نے ان کو حکم دیا۔ تو اس میں سے بی بی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیبیوں کے لئے ایک ایک پیالہ بھر کر بھیجا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے لئے پھر اپنے لئے لیا۔ پھر ہنڈیا کو اٹھایا حالانکہ وہ بھری ہوئی تھی۔

بی بی فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس سے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو حکم دیا۔ کہ چار سو سواروں کو جو قبیلہ احمس میں سے تھے زاد راہ دو۔ پھر عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ کھجوریں تو صرف چند صاع ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ پھر وہ گئے۔ اور ان میں ان کو زاد راہ دیا۔ وہ کھجوریں اونٹنی کے بچے کے بیٹھنے کے برابر تھیں۔

دکین احمسی کی روایت میں وہ (خرچ کر کے بھی) اپنے حال پر رہیں۔ جریر کی روایت سے بھی۔ اور اسی طرح نعمان بن مقرون سے یہ خبر بعینہ ہے۔ لیکن اس نے کہا ہے۔ کہ چار سو سوار مزینہ کے تھے۔ ان میں سے جابرؓ کی حدیث اپنے باپ کے قرض میں اس کی موت کے بعد ہے۔ اس نے اپنے باپ کے قرض خواہوں کو اصل مال دے دیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تھا۔ اور کھجوروں کے پھل دو سالہ میں اس قدر گنجائش نہ تھی۔ کہ ان کے قرض کو کفایت کرے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس کو پھل کاٹنے اور اس کے ڈھیر لگانے کا حکم دیا پھر تشریف لائے اور ان ڈھیروں میں چلے۔ اور دعا مانگی۔ پس جابرؓ نے اس میں سے اپنے باپ کے قرض خواہوں کو دے دیا۔ اور اس قدر بچ رہا۔ جتنا کہ ہر سال پھل کاٹا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جس قدر ان کو دیا اسی قدر بچا۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ قرض خواہ یہود لوگ تھے۔ پھر یہ لوگ اس سے تعجب میں رہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو بھوک نے تنگ کیا۔ تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا کچھ کھانے کی چیز ہے۔ میں نے کہا کچھ کھجوریں توشہ دان میں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس لاؤ۔ پھر آپ نے اس میں

ہاتھ ڈالا۔ اور ایک مٹھی نکلی۔ اور اس کو پھیلا دیا۔ برکت کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ دس مردوں کو بلاؤ۔ وہ کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ پھر اسی طرح دس آئے۔ حتیٰ کہ تمام لشکر کو کھلایا۔ اور وہ کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ پھر اس طرح دس آئے۔ حتیٰ کہ تمام لشکر کو کھلایا۔ اور وہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ فرمایا کہ جو تو لایا تھا۔ اس کو لے۔ اور اپنے ہاتھ کو ڈال کر نکال لیا کرو۔ اور اس کو الٹانا نہیں۔ پھر میں نے اس زیادہ پر قبضہ کیا۔ جتنا کہ لایا تھا۔ میں نے اس میں سے کھایا اور کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے دنوں میں یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ پھر وہ مجھ سے لوٹ لیا گیا۔ (فتنہ عثمانؓ میں) اور جاتا رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک میں نے ان کھجوروں میں اتنے وسق (۶۰ صاع) خدا کی راہ میں اٹھا ڈالے۔ اور اسی قسم کی حدیث جنگ تبوک میں بیان کی گئی ہے) اور کھجوریں کچھ اوپر دس تھیں۔

اور اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ جب ان کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پیچھے آنے کو کہا تھا۔ اور آپ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا تھا۔ جو آپ کو تحفہ آیا ہوا تھا۔ آپ نے ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلا لو۔ تو میں نے دل میں کہا تھا کہ ان میں یہ دودھ کیا ہو گا میں اس کے لائق زیادہ تھا۔ کہ اس کو پیوں۔ جس سے مجھے طاقت آئے۔ پھر میں نے ان سب کو بلایا۔ اور یہ بھی ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان سب کو پلاؤ۔ میں ہر شخص کو دیتا اور وہ پی لیتا۔ حتیٰ کہ سیر ہو جاتا۔ پھر دوسرا شخص لیتا۔ حتیٰ کہ تمام لوگ سیر ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ پکڑ کر فرمایا۔ کہ اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ بیٹھ اور پی۔ میں نے پیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اور پی۔ آپ انہیں فرماتے رہے اور میں پیتا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بھیجا ہے۔ اب تو ذرا جگہ باقی نہیں رہی۔ تب آپؐ نے پیالہ پی لیا۔ اور خدا کی تعریف کی۔ بسم اللہ پڑھی اور باقی ماندہ دودھ پیا۔

خالد بن عبدالعزیٰ کی حدیث میں ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک

بکری ذبح کرنے کو دی۔ خالد کا کنبہ بہت تھا۔ وہ ایک بکری ذبح کرتا تھا۔ تو اس کے عیال پر تقسیم نہ ہوتی تھی۔ یعنی ان کو کافی نہ ہوتی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری میں سے کھایا۔ اور جو بچا تھا اس کو خالد کے ڈول میں ڈال دیا۔ اور اس کے لئے برکت کی دعا دی۔ اس نے اپنے عیال کو تقسیم کر دیا۔ ان سب نے کھا لیا۔ اور پھر زیادہ بچ رہا۔ اس حدیث کو دولابی نے بیان کیا۔

اور آجری کی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ کیا۔ تو بلالؓ کو ایک برتن کا حکم دیا۔ جو کہ چار سیر یا پانچ سیر (گیہوں وغیرہ سے بھرا ہوا) تھا۔ اور ایک اونٹ کے ذبح کا حکم اس کے ولیمہ کے لئے دیا۔ بلالؓ کہتے ہیں کہ میں وہ لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر کو ہاتھ سے چھوا۔ پھر لوگوں کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ کہ ایک ایک جماعت ہو کر آئیں۔ وہ کھاتے تھے اور پیٹ بھر کر جاتے تھے۔ اس میں سے اور بچ رہا۔ اس میں برکت کی دعا دی۔ اور اس کو بیویوں کی طرف بھیجنے کا حکم دیا۔ کہ تم کھاؤ۔ اور جو تمہارے پاس عورتیں آئیں ان کو کھلاؤ۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا (صفیہؓ سے) تب میری ماں ام سلیم نے ملیدہ بنایا۔ اور اس کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو رکھ دے۔ اور میرے لئے فلاں فلاں کو اور جو دوسرا کوئی ملے بلا لاؤ۔ میں نے ان سب کو بلایا۔ اور جس سے ملا اس کو بھی بلایا۔ اور ذکر کیا کہ وہ سب قریباً تین سو آدمی تھے یہاں تک کہ صفہ اور حجرہ بھر گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ حلقہ حلقہ دس دس مرد بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کھانے پر رکھا۔ اور اس میں دعا مانگی۔ اور کہا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر سب نے کھایا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ کہ اٹھا لے۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا۔ کہ جب میں نے رکھا تھا۔ اس وقت پہلے سے زیادہ تھا۔ یا جب اٹھایا تھا۔

اور ان تین فصلوں کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔ اور اس فصل کی حدیث کے سننے پر دس سے زیادہ صحابہ نے اتفاق کیا ہے اور ان سے دگنے تگنے تابعین نے روایت کی ہے۔ پھر بیشمار تبع تابعین نے اکثر یہ احادیث مشہور قصوں اور مجالس میں جس میں بہت سے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ ذکر کی جاتی ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں۔ کہ یہ ایسی حدیثیں جھوٹی بیان کی جائیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ جو حاضرین ہوں وہ منکر احادیث سے خاموش رہیں (پس معلوم ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں)۔

فصل ۱۵

(درخت کے کلام کرنے میں اور نبوت کے ساتھ اس کی گواہی دینے اور آپ کی بات قبول کرنے میں)

مصنف رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن محمد غلبون شیخ صالح نے اس کتاب میں کہ اس نے مجھ سے اس کی اجازت دی۔ ابی عمرو طلمنکی نے وہ ابوبکر بن مہندس سے وہ ابو القاسم بغوی سے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمران اخنسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو حیان تیمی نے اور وہ سچا تھا۔ مجاہد سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آپؐ کے قریب آیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو۔ کہا کہ میں اپنے گھر جاتا ہوں۔ فرمایا کہ کیا نیکی کی طرف آنا چاہتا ہے۔ کہا وہ کیا۔ فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بیشک محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارے اس کہنے کی کون تصدیق کرتا ہے۔ فرمایا کہ یہ درخت ببول کا وہ جنگل کے کنارہ پر تھا۔ تب وہ زمین چیرتا ہوا آیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اس سے تین دفعہ کلمہ شہادت پڑھوایا۔ تو اس نے ویسے ہی گواہی دی۔ جیسے کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ پھر وہ اپنے مکان کی طرف لوٹ گیا۔

بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ

طلب کیا۔ تو آپؐ نے اس سے فرمایا۔ کہ تم اس درخت سے کہو۔ کہ تجھ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ کہا کہ درخت دائیں اور بائیں اور سامنے اور پیچھے سے جھکا۔ اور اس کی شاخیں ٹوٹ گئیں (جو کہ زمین میں گڑی ہوئی تھیں) پھر وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ اپنی شاخوں کو کھینچتا آتا تھا۔ اور جلد آرہا تھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے کہا۔ آپؐ اس کو حکم دیں کہ کہ اپنے مکان کی طرف چلا جائے۔ پھر وہ لوٹ گیا۔ اس کی جڑیں زمین میں داخل ہو گئیں۔ اور وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تب اعرابی نے کہا۔ کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں آپؐ کو سجدہ کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے۔ تو میں البتہ عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ کہا کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ آپؐ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دوں۔ اس کی آپؐ نے اجازت دے دی۔

اور جابرؓ کی لمبی حدیث میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے واسطے (باہر) تشریف لے گئے۔ اور کوئی ستر کی جگہ نہ دیکھی۔ مگر دو درختوں کو جنگل کے کنارہ میں دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف گئے۔ اور اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ کہ خدا کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ آپؐ کا اس طرح فرمانبردار ہوا۔ جس طرح کہ کوئی اونٹ نکیل پڑا ہوا ہو۔ اور وہ اپنے کھینچنے والے کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور ذکر کیا۔ کہ آپ نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ حتیٰ کہ وہ دونوں جب نصف مسافت میں پہنچ گئے۔ تو فرمایا کہ تم دونوں خدا کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ۔ (یعنی مجھ پر پردہ کرلو) وہ مل گئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے جابرؓ اس درخت سے کہو۔ کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم اپنے ساتھی سے مل جاؤ۔ حتیٰ کہ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں۔ وہ لوٹا اور اپنے ساتھی کے ساتھ جا ملا۔ پھر آپ دونوں کے پردہ میں (قضاء حاجت کے لئے) بیٹھ گئے۔ پس میں جلدی وہاں سے نکلا۔ اور اپنے دل میں سوچتا بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔

اور دونوں درخت الگ ہو گئے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے سر سے دائیں بائیں کا اشارہ کیا۔

اسامہ بن زید نے اسی طرح روایت کی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں حکم دیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے لئے کوئی جگہ ہے۔ میں نے کہا کہ جنگل میں لوگوں کے لئے کوئی مقام نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں کھجوریں یا پتھر ہیں۔ میں نے کہا کہ میں کھجوریں قریب دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ کہ جا اور ان سے کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں۔ کہ آپ کی حاجت کے لئے چلی آؤ۔ اور پتھر سے بھی اس طرح کہہ دے۔ میں نے ان سے کہہ دیا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے آپ کو سچا رسول بھیجا ہے۔ میں نے کھجوروں کو دیکھا کہ وہ قریب مل گئی ہیں حتیٰ کہ وہ جمع ہو گئیں۔ اور پتھر بھی ایک دوسرے سے مل گئے۔ حتیٰ کہ ان کے پیچھے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر پیوست ہو گئے۔ پھر جب آپ نے قضاء حاجت کر لی۔ تو مجھ کو فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ الگ الگ ہو جائیں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بلاشبہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ الگ الگ ہو گئی ہیں۔ اور اپنے مقامات پر چلی گئی ہیں۔

یعلی بن سیابہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ اور اس قسم کی حدیثوں کا بیان کیا۔ اور ذکر کیا کہ آپ نے چھوٹی چھوٹی کھجوروں کو حکم دیا۔ پھر وہ مل گئیں۔ اور ایک روایت میں دو بڑی کھجوریں آیا ہے۔

غیلان بن سلمہ ثقفی سے اس قسم کے مثل دو درختوں کے بارہ میں روایت ہے۔

اور ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی جنگ حنین میں روایت کرتے ہیں۔

یعلی بن مرہ ابن سیابہ سے روایت ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔ ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس نے ذکر کیا کہ ببول درخت خاردار یا کیکر کا درخت آیا۔ اور اس نے آپ کے گرد چکر لگایا۔ پھر اپنے مقام کی طرف چلا گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس نے اپنے

پروردگار سے اجازت مانگی تھی۔ کہ مجھ کو سلام کہے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت نے خبر دی کہ اس رات جن آپ کے قرآن شریف سننے کے لئے آتے ہیں۔

اور مجاہد سے اور وہ ابن مسعودؓ سے اس حدیث میں روایت کرتے ہیں۔ کہ جنوں نے کہا تھا کہ آپ کی کون گواہی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ درخت گواہی دے گا۔ اور فرمایا کہ اے درخت چلا آ۔ تب وہ اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا۔ اس کی بڑی آواز تھی۔ اور پہلی حدیث کی طرح ذکر کیا یا اس جیسی۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن عمر بریدہ جابر ابن مسعود یعلی بن مرہ۔ اسامہ بن زید انس بن مالک علی ابن ابی طالب ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں۔ کہ اس قصہ خاص پر یا اس کے معنی پر اتفاق کرتے ہیں۔ اور ان سے اس حدیث کو ان تابعین نے کہ جن کی تعداد ان سے دوگنی تھی۔ روایت کیا ہے۔ پس یہ حدیث اپنی شہرت کی وجہ سے جیسی کہ تھی۔ قوی ہو گئی۔

ابن فورک نے ذکر کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ طائف میں ایک رات راہ چلے۔ بحالیکہ آپ خواب آلودہ تھے۔ آپ کے سامنے ایک بیری کا درخت آگیا۔ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور جدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں ٹکڑوں میں سے گزر گئے۔ وہ درخت دو تنوں پر اس وقت موجود ہے۔ اور وہاں پر مشہور اور باعظمت ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غمناک دیکھ کر کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو نشان معجزہ دکھاؤں۔ آپ نے فرمایا' ہاں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو جنگل کے کنارہ پر دیکھا۔ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ اس کو بلائیں پھر وہ چلا آیا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ کہا کہ اس کو حکم دو کہ چلا جائے۔ پھر وہ اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی روایت ہے۔ اس میں جبرئیلؑ کا ذکر

نہیں کیا۔ کہا خداوندا مجھے نشان دکھا۔ اس کے بعد کسی جھٹلانے والے کی کوئی پرواہ نہیں۔ پھر آپ نے ایک درخت کو بلایا۔ اور اس کی طرح ذکر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غم اپنی قوم کے جھٹلانے کی وجہ سے تھا۔ اور آپ کا معجزہ طلب کرنا اس کے لئے تھا۔ نہ اپنے لئے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کو اس قسم کا معجزہ دکھایا تھا۔ ایک درخت کو بلایا تھا۔ وہ آگیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر فرمایا کہ لوٹ جا۔ وہ لوٹ گیا تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اپنی قوم کی شکایت کی۔ اور یہ کہ آپؐ کو خوف دلاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معجزہ طلب کیا کہ اس کے سبب سے جان لے۔ کہ خوف کی بات نہیں۔ پس آپؐ کی طرف وحی آئی۔ کہ فلاں جنگل میں جاؤ۔ جس میں کہ درخت ہیں۔ پھر اس کی ایک شاخ پکڑ کر اس کو بلاؤ۔ تمہارے پاس آجائے گا۔ آپؐ نے ایسا کیا۔ وہ زمین چیرتا ہوا آیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر آپؐ نے اس کو جب تک خدا نے چاہا۔ روک رکھا۔ پھر اس کو فرمایا کہ لوٹ جا۔ جیسا کہ تو آیا تھا۔ وہ لوٹ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے رب میں نے جان لیا کہ مجھے خوف نہیں۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں کہ مجھے ایسا معجزہ دکھا دے کہ اس کے بعد کسی جھٹلانے والے کی پرواہ نہ کروں گا۔ اور اسی طرح ذکر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کہا۔ کہ بتلا۔ اگر میں اس کھجور کی شاخ کو بلاؤں۔ پھر تو گواہی دے گا کہ میں رسول اللہ ہوں۔ اس نے کہا ہاں پھر وہ درخت آپؐ کی طرف دوڑا ہوا آیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کہ لوٹ جا۔ وہ اپنے مکان کی طرف لوٹ گیا۔ اور نکلا اس کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فصل ۱۹

(کھجور کے ستون کے رونے کے بارہ میں)

ان اخبار کو کھجور کے تنے کے رونے کی حدیث قوی کرتی ہے۔ وہ بذاتہ مشہور و معروف ہے۔ اس کی خبر متواتر ہے۔ اس کو اہل صحاح نے تخریج کیا ہے۔ اور صحابہ میں سے دس سے اوپر نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ابی بن کعب جابر بن عبداللہ انس بن مالک عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ سہل بن سعد۔ ابو سعید خدری۔ ام سلمہ۔ مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ سب کے سب اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ انس کی حدیث صحیح ہے۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مسجد کھجور کے ستونوں پر چھتی ہوئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ پڑھا کرتے۔ تو ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ تو ہم نے اس ستون سے ایسی آواز سنی جیسے کہ اونٹنی بچہ جننے کے وقت روتی ہے۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حتیٰ کہ اس کے رونے سے مسجد میں شور مچ گیا سہل کی روایت میں ہے کہ اس کو دیکھ کر لوگ کثرت سے روئے۔ مطلب اور ابی کی روایت میں ہے کہ اتنا رویا کہ پھٹ گیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ اور ایک اور نے یہ بات زائد کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس لئے رویا کہ اس نے ذکر کو نہ پایا۔ اور دوسرے نے یہ روایت کی کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں اس کو نہ ملتا۔ تو اسی طرح قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں روتا رہتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ تو وہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا ہے۔

ایسا ہی مطلب اور سہل بن سعد اسحٰق کی حدیث میں جو انسؓ سے منقول ہے

موجود ہے۔ اور بعض روایت میں سہل سے ہے کہ پھر وہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا یا چھت پر رکھا گیا ابی کی حدیث میں ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تو اس کے پاس نماز پڑھا کرتے۔ اور جب مسجد گرائی گئی۔ تو ابی نے اس کو لیا۔ اس کے پاس تھا یہاں تک کہ اس کو زمین نے کھالیا۔ اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

اور اسفرائنی نے ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف بلایا۔ پھر وہ زمین پھاڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کو گلے سے لگایا۔ پھر اس کو حکم دیا۔ تو وہ اپنے مقام کی طرف لوٹ گیا۔

حدیث بریدہؓ میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اسی باغ میں جہاں تو اگا تھا۔ لگا دوں۔ جس میں تیری شاخیں اگیں گی۔ تیری تربیت پوری ہو گی۔ تیرے لئے نئے پتے اور پھل لگیں گے۔ اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھ کو جنت میں گاڑ دوں گا۔ اور اس میں اولیاء اللہ تیرا پھل کھایا کریں گے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کان لگائے اور سننے لگے۔ کہ کیا جواب دیتا ہے۔ اس نے کہا بلکہ آپ مجھے جنت میں گاڑیں۔ اور مجھ سے اولیاء اللہ کھایا کریں گے۔ اور میں ایسے مکان میں ہوں گا کہ جہاں پرانا نہیں ہوں گا۔ اور اس کو پاس والوں نے بھی سن لیا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بیشک یہ کر دیا۔ پھر فرمایا کہ اس نے دار البقا کو دار فنا پر پسند کیا۔

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ جب حدیث بیان فرماتے۔ تو رو پڑتے۔ اور فرماتے کہ اے بندگان خدا لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے میں آپ کے مرتبہ کی وجہ سے شوق کرے۔ اب تمہیں زیادہ مناسب ہے کہ آپ کی ملاقات کا شوق کرو۔

اس کو جابر سے حفص بن عبید اللہ نے روایت کیا۔ اور کہا جاتا ہے عبید اللہ بن حفص اور ایمن اور ابو نضرة ابن المسیب سعید بن ابی کرب کریب ابو صالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور روایت کیا اس حدیث کو انس بن مالکؓ سے حسن ثابت اسحٰق بن ابی طلحہ نے۔ اور روایت کیا اس کو ابن عمرؓ سے نافع۔ ابو حیہ نے اور روایت کیا اس کو نضرت ابو العالیہ ابو سعید ابو عمار نے ابن عباس سے اور ا

حازم عباس بن سہل بن سعد سے اور کثیر بن زید نے مطلب سے اور عبداللہ بن بریدہ نے اپنے باپ سے اور طفیل بن ابی نے اپنے باپ سے۔

کہا قاضی ابو الفضل نے خدا اس کو توفیق دے کہ یہ حدیث جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ اہل صحبت نے روایت کی ہے۔ اور صحابہ سے ان لوگوں نے روایت کی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ان کے سوا دگنے تگنے تابعین نے روایت کی ہے۔ جن کا ہم ذکر نہیں کیا ہے۔ اور سوا اس عدد کے اور علم بھی اس کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جو اس باب کا اہتمام کرے اور اللہ تعالیٰ ثواب پر ثابت رکھنے والا ہے۔

فصل ۱۷

(جمادات وغیرہ کا تسبیح پڑھنا)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ تمیمی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن مرابط نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مہلب نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے فربری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن قابسی نے کہا حدیث یان کی ابو احمد زبیری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے اسرائیل نے منصور سے وہ ابراہیم سے وہ علقمہ سے وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ بحالیکہ وہ کھایا جاتا تھا۔

اور دوسری روایت میں ابن مسعود سے ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور اس کی تسبیح سنا کرتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر کی ایک مٹھی ہاتھ میں لی۔ ان کنکروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ حتیٰ کہ ہم نے سن لی۔ پھر ان کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ تو وہاں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر ہمارے ہاتھ میں دی تو تسبیح نہ پڑھی۔

اور اس طرح ابو ذر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ اور ذکر کیا۔ کہ انہوں

نے حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ' فرماتے ہیں کہ ہم مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور آپؐ اس کی ایک طرف کو نکلے۔ پھر جو کوئی درخت آپ کے سامنے ہوا۔ وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہتا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں۔ جو مجھ کو سلام کہا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حجرا سود ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیلؑ میرے پاس پیغام رسالت لے کر آئے۔ تو میں جس پتھر یا درخت پر گزرتا تھا۔ وہ یہی کہتا تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔

جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت پر سے گزرتے۔ وہ آپؐ کو سجدہ کرتا تھا۔

عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور اس کے بیٹوں پر اپنی چادر ڈالی۔ اور ان کے لئے دوزخ سے بچنے کی دعا مانگی۔ جیسا کہ ان کو آپؐ نے اپنی چادر سے ڈھانکا تھا تو دروازہ کی چوکھٹ اور گھر کی دیواروں نے آمین آمین کہا تھا۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے۔ تو جبرئیل علیہ السلام ایک طباق لائے۔ جس میں انار و انگور تھے۔ پھر اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا۔ اور اس نے تسبیح پڑھی۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو اس نے حرکت کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے احد ٹھیر جا۔ کیونکہ تجھ پر نبی' صدیق' اور دو شہید ہیں۔

اور اسی کی طرح ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور زیادہ کیا اس کے ساتھ کہ آپ کے ساتھ علیؓ۔ طلحؓ۔ زبیرؓ۔ تھے۔ اور فرمایا کہ تجھ پر نبی ہے یا صدیق یا شہید۔

اور حدیث حراء میں حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بحالیکہ آپ کے ساتھ دس صحابی تھے۔ ان میں سے میں بھی تھا۔ اور عبدالرحمٰن و سعد کو زیادہ کیا۔ کہا کہ میں دو کو بھول گیا ہوں۔

سعید بن زید کی حدیث میں بھی اس کے مثل ہے۔ اور دس کا ذکر کیا۔ اور اپنے آپ کو زیادہ کیا اور بیشک روایت کیا گیا ہے۔ بحالیکہ قریش نے آپ کو تلاش کیا تھا۔ تو آپ کو ثور پہاڑ نے کہا یا رسول اللہ آپ اتر جائیں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کو میری پشت پر قتل کر ڈالیں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ کو عذاب دے۔ پس حرا پہاڑ نے آپ سے کہا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ میری طرف تشریف لے آئیں (تاکہ میں اپنے میں لپیٹ کر آپ کو چھپا لوں)

ابن عمر نے روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت پڑھی۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ یعنی کفار نے خدا کی قدر جیسی کہ چاہئے نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ جبار اپنی بزرگی بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں جبار ہوں۔ میں جبار ہوں۔ میں بڑا بلند ہوں۔ تب منبر نے حرکت کی۔ حتیٰ کہ ہم نے کہا۔ کہ آپ اس پر سے ضرور گر پڑیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے کہ جن کے پاؤں پتھر میں رانگ سے جما دیئے گئے تھے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں فتح مکہ کے سال میں داخل ہوئے تو آپ لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور چھوتے نہ تھے۔ فرماتے تھے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا پھر جس بت کے منہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ وہ پیٹھ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور جس کی پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ وہ منہ کے بل گرتا تھا۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک بت نہ رہا۔

اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اور کہا کہ آپ ان کو نیزہ مارتے تھے (بعض کو مارا اور بعض کو اشارہ کیا۔ اس میں تطبیق دونوں روایتوں میں

ہے) اور فرماتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ یعنی حق آگیا اور باطل نہ ظاہر ہوگا نہ لوٹے گا۔

اور اس میں سے آپ کا وہ واقعہ ہے جو راہب کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ شروع امر میں تھا۔ جب کہ آپ سوداگرانہ حیثیت سے اپنے چچا کے ساتھ نکلے تھے۔ اور راہب کسی کی طرف نکلا نہ کرتا تھا۔ وہ نکلا اور ان کے درمیان آگیا۔ حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالمین کے لئے رحمت بھیجا ہے۔ تب اس کو قریش کے بوڑھوں نے کہا کہ تم کو اس کا علم کیسے ہوا۔ اس نے کہا کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا کہ آپ کو سجدہ کرتا ہوا نہ گرا ہو۔ اور یہ سوائے نبی کے اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ پھر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آپ کے اوپر بادل تھا جو آپ کو سایہ کرتا تھا۔ پھر جب آپ قریب ہوئے۔ تو ان کو پایا کہ وہ درخت کے سایہ کی طرف بڑھے ہیں۔ اور جب آپ بیٹھ گئے تو وہ سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔

فصل ۱۸

(ان معجزات میں کہ جو مختلف حیوانات میں ظاہر ہوئے ہیں)

حدیث بیان کی ہم سے سراج بن عبدالملک ابو الحسین حافظ نے۔ کہا حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو یونس نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل صقلی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن فضیل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یونس بن عمر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مجاہد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہمارے پاس ایک بکری پالتو تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوتے۔ تو اپنے تھان پر برقرار ثابت رہتی۔ وہ نہ آتی نہ جاتی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل جاتے تو آتی اور جاتی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کی

مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ ناگاہ ایک اعرابی آیا۔ کہ جس نے گوہ شکار کی ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپؐ نبی اللہ ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھ کو لات و عزیٰ کی قسم ہے۔ میں اس پر ایمان نہ لاؤں گا۔ مگر یہ کہ یہ گوہ آپ پر ایمان لائے۔ اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوہ کو کہا کہ اے گوہ! اس نے صاف لفظوں میں آپ کو جواب دیا۔ جس کو تمام لوگوں نے سن لیا۔ کہ میں حاضر ہوں۔ اے زینت ان لوگوں کی جو قیامت کی طرف آنے والے ہیں۔ فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ کہا اس خدا کی کہ آسمان میں اس کا عرش ہے۔ زمین میں اس کی حکومت ہے۔ سمندر میں اس کا راستہ ہے۔ جنت میں اس کی رحمت ہے۔ دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ فرمایا کہ میں کون ہوں کہا کہ آپؐ رب العالمین کے رسول ہیں۔ خاتم النبین ہیں۔ بیشک وہ شخص کامیاب ہوا۔ جس نے آپ کی تصدیق کی۔ اور وہ ناکام رہا۔ کہ جس نے آپ کی تکذیب کی۔ تب اعرابی مسلمان ہو گیا۔ اور اس میں سے بھیڑیے کے کلام کا قصہ ہے جو کہ مشہور ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا ایک بکری کے سامنے ہوا۔ تو اس چرواہے نے بکری چھین لی۔ پھر بھیڑیا الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ مجھ میں اور میرے رزق میں حائل ہوا ہے۔ چرواہا کہنے لگا کہ مجھے تعجب ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی بولی بولتا ہے بھیڑیے نے کہا۔ کہ کیا میں تم کو اس سے بھی عجیب خبر نہ دوں۔ اللہ کا رسول ہے جو ان دونوں ٹیلوں کے درمیان ہے کہ لوگوں کو گزشتہ باتوں کی خبر دیتا ہے۔ تب وہ چرواہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں آیا اور آپ کو خبر دی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہو۔ اور لوگوں کو اس کی خبر دے۔ پھر فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اور حدیث میں قصہ ہے۔ اور بعض حدیث لمبی ہے۔

بھیڑیے کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کے بعض طریقوں میں ہے کہ بھیڑیے نے کہا کہ تیرا حال مجھ سے زیادہ عجیب ہے۔ تو اپنی بکریاں چراتا ہے۔ اور چھوڑ دیا تو نے ایسے نبی کو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اس

سے بڑھ کر مرتبہ میں کبھی نہیں بھیجا۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھولے گئے ہیں اور جنت کے رہنے والے (فرشتے و حوریں وغیرہ) اس کے اصحاب کو لڑتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور تجھ میں اور اس میں صرف یہ گھاٹی ہے (جب تو ان کی خدمت میں جائے) تو خدا کے لشکر میں ہو جائے گا۔ چرواہے نے کہا میرے ریوڑ کا کون محافظ ہو گا بھیڑیئے نے کہا کہ میں ان کو چراؤں گا۔ اور محافظت کروں گا۔ یہاں تک کہ تو لوٹے۔ تب اس مرد نے ریوڑ کو اس کے سپرد کیا۔ اور گیا۔ اور اپنے قصہ اور اپنے اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائی پر پانے کا ذکر کیا۔ پھر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے ریوڑ کی طرف جا۔ اس کو پورا پائے گا۔ اس نے اس کو پورا ہی پایا۔ اور بھیڑیئے کے لئے ان میں سے ایک بکری ذبح کی۔

اہبان بن اوس سے روایت ہے۔ اور وہی صاحب قصہ اور اس کا بیان کرنے والا اور بھیڑیئے سے بات کرنے والا ہے۔

اور سلمہ بن عمرو بن اکوع سے روایت ہے وہ بھی اس قصہ کا صاحب ہے۔ اس کے اسلام کا سبب اور ابو سعید کی حدیث کی طرح ہے۔ اور بیشک ابن وہب نے اس کی طرح روایت کیا ہے کہ ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کا قصہ بھیڑیئے کے ساتھ ہوا۔ ان دونوں نے اس کو پایا۔ کہ اس نے ایک ہرن پکڑا (یعنی پکڑنے کا ارادہ کیا) پھر وہ ہرن حرم میں داخل ہوا۔ تب بھیڑیا واپس چلا گیا۔ ان دونوں نے تعجب کیا تو بھیڑیئے نے کہا۔ زیادہ عجیب اس سے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں ہیں۔ جو تم کو جنت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور تم ان کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تب ابو سفیان نے کہا۔ لات و عزیٰ کی قسم ہے اگر تو یہ بات مکہ میں کہتا تو ضرور مکہ والوں کو خالی گھروں والا چھوڑتا (یعنی وہ خبر سن کر مدینہ میں حضور کی خدمت میں چلے جاتے) اور بیشک اس خبر کی طرح ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کا واقعہ بھی روایت کیا گیا ہے۔

عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ جب اس نے اپنے بت ضمار کے کلام سے اور اس کے اس شعر کے پڑھنے سے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ تعجب کیا تو ناگاہ ایک پرندہ نیچے گرا اور کہنے لگا اے عباس کیا تو ضمار کے کلام سے

تعجب کرتا ہے اور اپنے نفس سے تعجب نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور تو بیٹھا ہوا ہے۔ پس اس کے اسلام کا یہ سبب ہوا ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ ایک مرد سے روایت کرتا ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ پر ایمان لے آیا۔ بحالیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے ایک قلعہ پر تھے۔ وہ ریوڑ میں تھا جس کو اہل خیبر کے لئے چراتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں ریوڑ کو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان کے منہ میں کنکر بھر دے۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تیری امانت ادا کر دے گا۔ اور ان کو ان کے مالکوں کی طرف پہنچا دے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تب ہر ایک بکری چلی گئی۔ حتیٰ کہ اپنے مالک کے گھر میں داخل ہو گئی۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور ایک اور شخص انصار میں سے رضی اللہ عنھم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ اور باغ میں بکریاں تھیں۔ ان سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ ہم ان سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ الحدیث۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے۔ پھر ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا۔ اور مثل اس کے ذکر کیا۔

اور اسی طرح اونٹ کے بارے میں ثعلبہ بن مالک جابر بن عبداللہ یعلی بن مرہ عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے۔ ہر ایک کہتا ہے۔ کہ کوئی شخص باغ میں ایسا داخل نہ ہوتا تھا۔ کہ جس پر وہ حملہ نہ کرتا ہو۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے تو آپ نے اس کو بلایا۔ اس نے اپنے ہونٹ زمین پر رکھ دیئے۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کو نکیل ڈال دی۔ اور فرمایا کہ زمین آسمان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھ کو رسول اللہ نہ جانتی ہو۔ مگر جنوں اور انسانوں کے نافرمان لوگ۔

اور اسی طرح عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے اور دوسری حدیث میں اونٹ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اونٹ کا حال پوچھا۔ انہوں

نے خبردی کہ ہم اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ یہ اونٹ کثرت کام اور تھوڑے چارے کی شکایت کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تم نے بعد اس کے کہ بچپنے سے سخت کام میں لگا رکھا تھا۔ اس کے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا ہاں اور بے شک۔

اونٹنی عضبا کے قصہ میں روایت کیا گیا ہے۔ کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔ اور آپ کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ اور یہ کہ گھاس نے چرنے میں اس کی طرف جلدی کی۔ اور وحشی جانور اس سے الگ ہوتے تھے۔ اور اس کو پکارتے تھے۔ کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہو۔ اور یہ کہ آپ کے انتقال کے بعد اس نے نہ کھایا نہ پیا۔ یہاں تک کہ مرگئی۔ ذکر کیا اس کو اسفرائنی نے (اس کا پورا قصہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نکلے تو ایک اونٹنی کو گھر میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس نے آپ کو سلام کہا اور آپ کی تعریف کی آپ نے اس کو جواب دیا۔ اس نے کہا کہ میں قریش میں سے ایک شخص کے ملک میں تھی۔ جس کو اعضب کہتے تھے۔ میں اس سے بھاگ کر جنگل میں چلی گئی۔ رات کے وقت درندے آتے۔ تو ایک دوسرے سے کہتے کہ اس کو مت چھیڑو۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے۔ اور دن کو ہر درخت کہتا میری طرف آ اور چر کیونکہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے اس لئے اس کا نام عضبا رکھا۔ (کذا فی الشرح)۔

ابن وہب نے روایت کی ہے کہ مکہ معظمہ کے کبوتروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن سایہ کیا تھا۔ آپ نے ان کے لئے برکت کی دعا مانگی۔

انس زید بن ارقم مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے غار کی رات ایک درخت کو حکم دیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگا۔ اور اس نے آپ کو چھپا لیا۔ اور دو کبوتروں کو حکم دیا۔ تو وہ

غار کے منہ پر بیٹھ گئے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ مکڑی نے غار کے دروازہ پر تانا تن دیا۔ اور جب کفار متلاشی ہو کر آئے۔ اور اس کو دیکھا۔ تو کہنے لگے اگر اس میں کوئی ہوتا۔ تو یہ کبوتر اس کے دروازے پر نہ ہوتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کلام کو سنتے تھے۔ پھر وہ لوٹ گئے۔

عبداللہ بن قرط سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ یا سات اونٹ لائے گئے۔ کہ آپ ان کو عید کے دن ذبح کریں۔ تو ان میں سے ہر ایک آپ کے نزدیک ہوتا تھا۔ کہ اسے آپ ذبح کریں۔

ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تھے۔ تو آپ کو ایک ہرنی نے پکارا یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا کیا مطلب ہے۔ کہا کہ مجھ کو اس اعرابی نے شکار کیا ہے۔ اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے آپ چھوڑ دیں تاکہ میں جاؤں اور ان کو دودھ پلاؤں اور واپس آجاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو گی۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ چلی گئی اور لوٹ آئی۔ آپ نے اس کو باندھ دیا۔ پھر اعرابی جاگ اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ آپ کو کیا اس کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی جنگل میں نکلی۔ اور کہتی تھی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور اسی باب میں سے وہ ہے کہ سفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیر نے گھیر لیا تھا۔ جبکہ آپ نے اس کو معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر وہ شیر ملا اور اس کو جتلایا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولی (غلام آزاد) ہوں۔ اور اس کے پاس آپ کا خط ہے پھر وہ کچھ بولی بولا اور راستہ سے الگ ہو گیا۔ اور اس کی واپسی میں ایسا ہی ذکر کیا۔

اور دوسری روایت میں اس سے ہے کہ کشتی ٹوٹ گئی۔ پھر وہ جزیرہ کی طرف نکلا۔ تو کیا دیکھا کہ شیر آرہا ہے (وہ کہتا ہے کہ) میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا مولیٰ ہوں۔ تو وہ مجھے اپنے کندھوں سے اشارہ کرنے لگا یہاں تک کہ مجھ کو راستہ پر کھڑا کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس قبیلہ کی بکری کے کان اپنی دو انگلیوں میں پکڑے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ تو وہ اس کے لئے علامت ہو گئی۔ اور یہ اثر اس کے اندر اور اس کی نسل کے اندر اب تک باقی ہے۔

ابراہیم بن حملو سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ کہ ایک گدھے نے آپ سے جبکہ اس کو خیبر میں پایا تھا۔ کلام کیا ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا تھا۔ کہ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ پھر آپ نے اس کا نام -عفور رکھا تھا اور آپ اس کو اپنے اصحاب کے گھروں کی طرف بھیجا کرتے تھے۔ تو وہ ان کے دروازے اپنے سر سے کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ اور ان کو بلایا کرتا تھا۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو رنج و غم کے مارے زمین پر گر پڑا تھا اور مر گیا تھا۔

اس اونٹنی کی حدیث میں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی تھی۔ کہ اس نے اس کو چرایا نہیں۔ اور وہ اس کی ملک ہے۔

اس بکری کی حدیث جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے لشکر میں آئی تھی۔ اور لوگوں کو پیاس معلوم ہو رہی تھی۔ وہ پانی کے موقعہ پر نہیں اترے تھے۔ اور قریباً" تین سو تھے۔ پھر آپ نے اس کو دوہا تھا۔ اور تمام لشکر کو سیراب کیا تھا۔ پھر رافع سے فرمایا کہ تو اس کا مالک بن۔ لیکن میں تجھ کو اس کا مالک بنتا نہیں دیکھتا۔ اس نے اس کو باندھ لیا۔ پھر اس کو پایا کہ کھل گئی ہے۔ اس کو ابن قانع وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔

ایک سفر میں آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اپنے گھوڑے سے فرمایا۔ خدا تجھے برکت دے۔ جب تک ہم نماز سے فارغ نہ ہو جائیں جائیو مت۔ اور اس کو قبلہ بنایا۔ اس نے اپنا کوئی عضو نہ ہلایا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

نماز پڑھ لی۔

اسی سے وہ روایت ملی ہوئی ہے۔ جس کو واقدی نے روایت کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ اپنے قاصدوں کو بادشاہوں کی طرف بھیجا۔ اور ایک دن میں چھ شخص نکلے۔ پس ان میں سے ہر ایک شخص وہی بولی بولتا تھا۔ کہ جس بادشاہ کی طرف اس کو آپ نے بھیجا تھا۔ اور حدیثیں اس باب میں بہت ہیں اور ہم نے ان میں سے جو مشہور ہیں اور کتب آئمہ میں ہیں وہی بیان کی ہیں۔

فصل ۱۹

(مردوں کے زندہ ہونے اور ان سے کلام کرنے اور چھوٹے بچوں اور شیرخواروں کے کلام کرنے اور آپ کی نبوت کی گواہی دینے کے بارہ میں)۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالولید ہشام بن احمد فقیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی اور قاضی ابوالولید محمد بن رشد اور قاضی ابو عبداللہ بن محمد بن عیسٰی تمیمی وغیرہم نے بطور سماع اور اذن کے ان سب نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی حافظ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید عبدالرحمٰن بن یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن الاعرابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے وہب بن بقیہ نے خالد سے اور وہ خراسی تھا۔

محمدؐ بن عمرو سے اور وہ ابو سلمہ سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک یہودیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھنی ہوئی تحفتہً بھیجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا۔ اور آپ کی قوم نے بھی کھایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ زہر آلودہ ہے۔ پھر بشر بن براء بن معرور فوت ہو گئے۔ آپ نے یہودیہ سے پوچھا۔ کہ تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ نبی ہوں گے۔ تو آپ کو میرے اس کام سے نقصان نہ پہنچے گا۔ اور اگر بادشاہ ہوں گے۔ تو لوگوں کو تم

سے راحت دلاؤں گی۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا۔ اور وہ قتل کر دی گئی۔

اور بے شک اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہارے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا۔ کہ تم کو اس پر قابو دیتا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کو قتل کر ڈالیں۔ فرمایا نہیں۔

اور ایسا ہی ابو ہریرہؓ سے وہب کے سوا دوسری روایت سے مروی ہے۔ کہا کہ آپ اس کے درپے نہ ہوئے۔ اور اس کو جابر بن عبداللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس میں ہے کہ مجھ کو اس دوست نے خبر دی ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

حسن رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کی ران نے مجھ سے کلام کیا۔ کہ وہ زہر آلودہ ہے۔ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں زہر آلودہ ہوں۔ اور ایسا ہی ابن اسحٰق کی حدیث کا ذکر ہے۔ اور اس میں کہا ہے۔ پس اس سے درگزر کی۔ اور دوسری حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ہمیشہ اس زہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حلق کے) کوے میں پہچانتا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درد میں کہ جس میں فوت ہوئے تھے فرمایا تھا۔ کہ ہمیشہ خیبر کا لقمہ مجھے اپنا اثر بار بار دکھاتا رہتا ہے۔ پس اب وقت آگیا ہے کہ میری شاہ رگ کٹ جائے۔

ابن اسحٰق نے حکایت کی ہے کہ مسلمان یہ بات جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو کر فوت ہوئے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عنایت کی۔ اور ابن سحنون کہتے ہیں۔ اہل حدیث اس پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو قتل کیا تھا۔ جس نے آپ کو زہر دی تھی۔ اور ہم نے اس میں اختلاف روایات کا ابو ہریرہؓ۔ انسؓ جابرؓ سے ذکر کیا ہے۔ اور ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اس کو بشر بن البراء بن معرور کی اولاد کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

اور ایسا ہی اس شخص کے قتل میں اختلاف ہے جس نے کہ آپ پر جادو کیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں۔ کہ اس کا معاف کرنا ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ اور اس سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور حدیث کو بزار نے ابو سعید سے روایت کیا ہے۔ اور اس کے مثل ذکر کیا ہے۔ مگر اس کے آخر میں کہا ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا۔ اور فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ ہم نے کھایا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا۔ ہم میں سے کسی کو ضرر نہ دیا۔

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ بے شک نکالا بکری زہر آلودہ کی حدیث کو اہل صحیح نے اور نکالا اس کو اماموں نے۔ اہل نظر کے اماموں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ وہ کلام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اس کو مردہ بکری یا پتھر یا درخت میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور آوازیں ہیں کہ ان کو ان میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور سناتا ہے اس کو اس سے بغیر اس کی شکل کے بدلنے اور اس کی صورت کے تغیر کے۔ اور یہ مذہب شیخ ابوالحسن اور قاضی ابوبکر رحمہا اللہ کا ہے۔

اور دوسرے اس طرف گئے ہیں۔ کہ اس میں زندگی پہلے پیدا ہو جاتی ہے اور ہر ایک کا احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

اس لئے کہ ہم زندگی کو وجود حروف و آوازوں کی شرط نہیں بناتے۔ کیونکہ ان کا وجود فقط زندگی نہ ہونے کے ساتھ محال نہیں۔ لیکن جب وہ حروف و آوازیں کلام نفسی کہے جائیں۔ تو ان کے لئے زندگی کی شرط ضروری ہے۔ کیونکہ کلام نفس تو زندہ سے ہی پایا جاتا ہے۔ برخلاف جبائی کے کہ جو تمام متکلمین کا اس بارہ میں مخالف ہے کہ وہ کلام لفظی و حروف و آوازوں کا وجود سوا ای زندہ کے جو کہ اس ترکیب سے مرکب ہے۔ کہ جس سے حروف و آواز سے بولنا ہو محال کہتا ہے۔ اور اس نے کنکروں اور اونٹ ووست میں اس کا التزام کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں زندگی پیدا کر دی تھی۔ اور ان کے لئے منہ اور زبان اور ایسا آلہ پیدا کر دیا تھا۔ کہ جس کو اس کے ساتھ کلام کی طاقت دے دی تھی۔ اور اگر یہ ہوتا۔ تو بالضرور اس کی نقل اور اس کا اہتمام تسبیح یا رونے کے اہتمام سے زیادہ تاکیدی ہوتا۔ اور کسی اہل تاریخ اور روایت

نے اس میں سے کچھ نقل نہیں کیا۔ پس اس کا دعویٰ ساقط ہوا۔ باوجود اس کے کہ غور کرنے سے اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ (ثواب کی) توفیق دینے والا ہے۔

وکیع نے فہد بن عطیہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا۔ جو کہ جوان ہو چکا تھا۔ لیکن کبھی اس نے کلام نہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کون ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ رسول اللہؐ ہیں۔

اور معرض بن معیقیب سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب بات دیکھی۔ آپ کی خدمت میں ایک بچہ جس دن وہ پیدا ہوا تھا لایا گیا۔ پھر اس کی مثل بیان کیا۔ اور یہ حدیث مبارک الیمامہ کی ہے جو کہ شاصونہ کی حدیث سے ہے اس کا راوی ہے۔ مشہور ہے۔ اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تو نے سچ کہا۔ خدا تجھ میں برکت دے۔ پھر اس کے بعد بچہ نے جب تک جوان نہ ہوا کلام نہ کی۔ اس کا نام مبارک یمامہ رکھا گیا تھا۔ اور یہ قصہ مکہ میں حجۃ الوداع میں ہوا ہے۔

حسنؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ سے بیان کیا۔ کہ اس نے ایک اپنی بچی فلاں جنگل میں چھوڑ دی تھی۔ تب آپ اس کے ساتھ اس جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ اور اس کا نام لے کر پکارا۔ اے فلاں بچی! خدا کے حکم سے مجھے جواب دے۔ پھر وہ (قبر سے) نکلی۔ اور کہتی تھی لبیک وسعدیک یعنی حاضر ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ تمہارے والدین تو مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر تو اب چاہتی ہے تو میں تم کو ان کی طرف لوٹا دوں۔ اس نے کہا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا ہے۔ وہ میرے لئے ان دونوں سے بہتر ہے۔

انسؓ سے مروی ہے کہ ایک جوان انصاری فوت ہو گیا۔ اس کی ماں بڑھیا اور اندھی تھی۔ پھر ہم نے اس کو کفن پہنایا۔ اور اس کو تسلی دی۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا مر گیا۔ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا خداوندا اگر تو جانتا ہے۔ کہ میں نے تیری اور

تیرے رسول کی طرف ہجرت کی ہے۔ اس امید پر کہ تو میری ہر سختی میں مدد کرے۔ تو مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ مت ڈال۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ اس نے اپنے چہرہ سے کپڑے کو اٹھایا۔ اور اس نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔

عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں سے تھا کہ جنھوں نے ثابت بن قیس بن شماس کو دفن کیا تھا۔ اور وہ یمامہ میں شہید ہوا تھا۔ ہم نے جب اس کو قبر میں داخل کیا۔ تو اس سے یہ باتیں سنیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیقؓ۔ عمر شہیدؓ۔ عثمانؓ نیکو کار رحیم ہیں۔ پھر ہم نے دیکھا تو وہ مردہ تھا۔

اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ زید بن خارجہ مدینہ کی ایک گلی میں مردہ ہو کر گر پڑا۔ پھر اس کو اٹھا کر لے گئے۔ اور اس پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ ناگاہ مغرب و عشاء کے مابین بحالیکہ عورتیں اس کے گرد چلا رہی تھیں۔ اس سے لوگوں نے یہ سنا کہ کہتا ہے۔ چپ رہو' چپ رہو۔ تب اس کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا گیا۔ تو وہ کہتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کَانَ ذَالِکَ فِی الْکِتٰبِ الْاَوَّلِ یعنی محمد رسول اللہ نبی امی خاتم النبیین ہیں۔ اور یہ بات پہلی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ سچ فرمایا۔ اور اس نے ابوبکر و عمر و عثمان کا ذکر کیا۔ پھر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ' پھر مر گیا' جیسا کہ تھا۔

فصل ۲۰

(بیماروں اور پرانے مریضوں کے بارہ میں)

خبر دی ہم کو ابوالحسن علی بن شرف نے جس میں کہ اس نے مجھے اجازت دی۔ اور اس کو میں نے اس کے غیر کے سامنے پڑھا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابواسحٰق رسی والے نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد تانبے والے نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالورد نے برقی سے۔ وہ ابن ہشام سے۔ وہ زیاد بکائی سے وہ محمد بن اسحٰق

ہے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن شہاب اور عاصم بن عمر بن قتادہ۔ اور ایک جماعت نے اور ان کے سامنے جنگ احد کا لمبا قصہ بیان کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مشائخ مذکورین نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو ایسا تیر دیا کرتے کہ جس کا لوہا نہ ہوتا تھا۔ پھر فرماتے کہ اس کو پھینک (اور وہ پھینکتے اور وہ برابر اثر کرتا۔ سو یہ معجزہ تھا) اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اپنی کمان سے تیر چلائے۔ حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس دن قتادہ یعنی ابن النعمان کی آنکھ میں تیر لگا۔ یہاں تک اس کی آنکھ رخسار پر آپڑی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقام پر لوٹا دیا۔ اور وہ دوسری آنکھ سے بہتر ہو گئی۔

قتادہ کے قصہ کو عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن عیاض بن عمر بن قتادہ نے روایت کیا ہے۔ اور روایت کیا اس کو ابو سعید خدری نے قتادہ سے اور ابو قتادہ کے تیر کے زخم کے اثر پر جو چہرہ پر لگا تھا۔ آپ نے غزوہ ذی قرد کے دن اپنا لعاب دہن لگایا ابو قتادہ کہتے ہیں کہ نہ مجھ پر زخم کا اثر رہا اور نہ پیپ پڑی۔

نسائی نے عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے کہ ایک اندھے نے کہا یارسول اللہ آپ دعا فرمائیں۔ کہ خدا میری آنکھیں بینا کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ جا اور وضو کر پھر دو رکعت نماز پڑھ اور اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّ (ایک روایت میں ہے بِنَبِیِّکَ) مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنْ یَّکْشِفَ مِنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں کہ مجھے بینائی مرحمت فرمادی جائے اے اللہ اس بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما' راوی کہتا ہے کہ وہ لوٹا ایسے حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بینا کر دیا تھا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ ایک نیزہ باز کے فرزند کو مرض استسقا ہو گیا تھا۔ اس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے زمین سے ایک مٹی لے کر اس پر تھوکا۔ پھر اس کو اس کے ایلچی کو دیا۔ اس نے اس

کو تعجب کرتے ہوئے لیا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ اس کے ساتھ ہنسی کی گئی ہے۔ وہ اس کو لایا بحالیکہ وہ (لڑکا) قریب المرگ تھا۔ پھر اس نے اس کو پیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی۔

عقیلی نے حبیب بن فدیک اور کہا جاتا ہے فریک سے روایت کی ہے۔ کہ اس کے باپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اور ان سے کچھ بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دونوں آنکھوں پر پھونک مار دی۔ اور وہ بینا ہو گیا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ اس کی عمر اسی سال کی ہو گئی تھی۔ لیکن وہ سوئی میں دھاگا ڈال لیتا تھا۔

کلثوم بن حصین کے گلے میں جنگ احد کے دن تیر لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔

اور آپ نے عبداللہ بن انیس کے زخم پر لب لگایا۔ تو اس میں پیپ نہ رہی۔ (اور اچھا ہو گیا)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں پر خیبر کے دن لب مبارک لگا دیا۔ اور ان میں درد تھا۔ پھر فوراً تندرست ہو گئے۔

اور خیبر کے دن سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی پر چوٹ لگی تھی۔ آپ نے پھونک ماری تو وہ اچھی ہو گئی۔

اور زید بن معاذ (صحیح یہ ہے کہ وہ حارث بن اوس بن نعمان تھا۔ جیسا کہ شرح نسیم الریاض میں ہے) کے پاؤں پر تلوار اس کی ایڑی تک لگی۔ جب کہ کعب بن اشرف کو اس نے قتل کیا تھا۔ آپ نے اس پر لب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔

اور علی بن الحکم کی پنڈلی پر جبکہ خندق کے دن ٹوٹ گئی۔ آپ نے لب لگایا۔ تو اسی وقت اچھی ہو گئی۔ بحالیکہ وہ گھوڑے سے اترا بھی نہ تھا۔

اور حضرت علی بن ابی طالب بیمار ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے لگے۔ اور کہا۔ خداوند اس کو شفا دے یا فرمایا آرام دے۔ پھر اس کو پاؤں سے ایک لات ماری۔ تو اس کے بعد سے اس بیماری [illegible] نہ ہوا۔

ابو جہل نے بدر کے دن معوذ بن عفراء کا ہاتھ کاٹ دیا تھا (دراصل اس کے بیٹے عکرمہ نے تلوار مار کر لٹکا دیا تھا۔ پھر اس نے خود اس کو الگ کر دیا تھا) پھر وہ آیا بحالیکہ اپنے ہاتھ کو اٹھائے ہوئے تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لب مبارک لگا دیا۔ اور اس کو اپنے مقام پر ملا دیا تھا۔ وہ مل گیا (اور درست ہو گیا)۔

اس کو ابن وہاب نے روایت کیا ہے اور اس کی روایت سے یہ بھی ہے۔ کہ حبیب بن یساف کو بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے کندھے پر تلوار لگی۔ جس سے وہ لٹک گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے مقام پر) لوٹا دیا۔ اور اس پر پھونکا تو وہ درست ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ خثعم سے ایک عورت آئی۔ جس کے ساتھ بچہ تھا۔ وہ ایک بلا میں مبتلا تھا۔ کلام نہیں کرتا تھا۔ یعنی اس کو عقل نہ تھی۔ پھر آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اپنے منہ کو دھویا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اس کو اس عورت کو دے دیا اور فرمایا کہ اس کو پلا دے۔ اور اس کو پانی لگا دے۔ تب وہ لڑکا اچھا ہو گیا۔ اور اس کی عقل ایسی آگئی کہ لوگوں سے زیادہ عقل مند ہو گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لائی۔ جس کو جنون تھا۔ آپ نے اس کے سینہ کو ملا۔ اس کو کھانسی زور کی آئی۔ تو اس کے پیٹ میں سے کتے کے سیاہ بچہ کی طرح نکل کر بھاگ گیا۔

محمد بن حاطب کے بازو پر جب وہ بچہ تھا ہنڈیا (گرم) گر پڑی تھی (اور اس کا بازو جل گیا تھا) پھر آپ نے اس کو ملا اور دعا مانگی۔ اور اس پر لب لگایا۔ تو اسی وقت اچھا ہو گیا۔

شرجیل جعفی کی ہتھیلی میں رسولی ہو گئی تھی۔ جو اس کو تلوار پکڑنے اور گھوڑے کی باگ پکڑنے سے مانع تھی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ اس کو اپنے ہاتھ مبارک سے پیٹتے (زور سے ملتے) رہے۔ حتی کہ اس کو دور [illegible]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی نے کھانا مانگا۔ بحالیکہ حضورؐ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے اس کو اپنے سامنے سے کھانا اٹھا کر دیا۔ اس میں حیا کم تھی۔ اس نے کہا کہ میری مرضی یہ ہے۔ کہ آپ اپنے منہ سے نکال کر دیں۔ آپ نے وہی نکال کر دے دیا۔ آپ کی عادت شریف تھی۔ کہ جو کوئی کسی امر کا سوال کرے رد نہیں کرتے تھے۔ جب وہ لقمہ اس کے منہ میں قرار پایا۔ تو وہ اس قدر حیا دار بن گئی کہ اس سے بڑھ کر مدینہ میں کوئی عورت حیاء دار نہ تھی۔

فصل ۲۱

(آپ کی دعاؤں کے مقبول ہونے میں اور یہ بات بہت ہی وسیع ہے)

لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کے فوائد اور نقصان کے لئے مقبول ہونا بتواتر ثابت ہے۔ اور ان کا علم ضروری ہے۔

حذیفہؓ کی حدیث میں بلاشبہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ تو وہ دعا اس کے لڑکے اور پوتے تک پہنچتی تھی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد عتابی نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن قابسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حرمی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے قتادہ سے وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میری ماں نے کہا یارسول اللہ یہ آپ کا غلام انس ہے۔ اس کے لئے دعا مانگئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ خداوندا اس کے مال اور اولاد میں زیادتی کر۔ اور جو اسے دے اس میں برکت دے۔

اور عکرمہ کی روایت میں ہے کہ انسؓ فرماتے ہیں۔ واللہ میرے پاس بہت مال ہے۔ اور میرے لڑکے اور پوتے آج سو کے قریب شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں کسی کو نہیں جانتا۔ کہ جس کو مجھ جیسا عیش و آرام حاصل ہوا ہو۔ میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے سو بیٹوں کو دفن کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ

وہ بچے گرے تھے یا وہ پوتے تھے۔ (بلکہ میرے صلبی فرزند تھے)۔

اور اس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی برکت کے لئے ہے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے امید ہوتی تھی۔ کہ اس کے نیچے سونا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سا مال دیا تھا۔ اور وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ سے وہ سونا جو گڑھا ہوا تھا۔ کلہاڑیوں سے نکالا تھا۔ حتیٰ کہ ہاتھ زخمی ہو گئے۔ اور ہر ایک بیوی نے ۸۰ ہزار درہم پائے۔ اور وہ چار تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک لاکھ درہم ہر ایک کو ملے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک عورت سے اسی ہزار پر صلح کی گئی تھی۔ کیونکہ اس کو بیماری میں طلاق دے دی تھی۔ اور زندگی میں مختلف صدقات مشہورہ احسانات عظیمہ کے بعد پچاس ہزار کی وصیت کی تھی۔ ایک دن تمیں غلام آزاد کئے۔ ایک دفعہ ستر اونٹوں کا صدقہ کیا۔ جو مختلف مال سے لدے ہوئے ان کے پاس آئے تھے۔ پھر ان کو مع سامان پالان و پوشش وغیرہ صدقہ کر دیا۔

اور امیر معاویہؓ کے لئے شہروں پر قدرت پانے کی دعا مانگی۔ تو اس نے خلافت پائی (یعنی امارت)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے دعا مانگی۔ کہ خدا اس کی دعا قبول کرے۔ پھر اس نے جس کے لئے دعا مانگی مقبول ہوئی۔

حضرت عمرؓ یا ابو جہل کے لئے غلبہ اسلام کی دعا مانگی۔ تو عمرؓ کے بارہ میں مقبول ہو گئی۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم سے عمرؓ مسلمان ہوئے۔ ہمیشہ عزت کے ساتھ رہے۔ لوگوں کو ایک جنگ میں پیاس معلوم ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا مانگی۔ اور بادل آیا۔ تو اس نے ان کی ضرورت کے موافق پانی پلایا۔ پھر کھل گیا۔ استسقا میں آپ نے دعا مانگی۔ تو ان کو پانی پلایا گیا۔ پھر انہوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی۔ آپ نے دعا مانگی تو کھل گیا۔

اور ابو قتادہؓ کو فرمایا۔ کہ تیرا چہرہ کامیاب ہوا۔ خداوندا اس کے بالوں اور بدن کو برکت دے۔ پھر وہ ستر برس کے ہو کر فوت ہوئے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کہ وہ

پندرہ سال کے ہیں۔

نابغہ (جعدی) سے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے منہ کو نہ توڑے۔ اس کا ایک دانت نہ گرا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگوں میں سے زیادہ خوبصورت دانتوں والا تھا۔ جب اس کا کوئی دانت ٹوٹتا تو اور نکل آتا۔ اور ایک سو بیس سال تک زندہ رہا۔ بعض نے کہا کہ اس سے زیادہ زندہ رہا۔

ابن عباسؓ کے لئے آپ نے دعا مانگی کہ خداوندا اس کو دین میں فقیہ بنا۔ اور اس کو تاویل کا علم دے۔ پس اس کے بعد اس کا نام حبر (بڑا عالم) اور ترجمان و مفسر قرآن ہو گیا۔

عبداللہ بن جعفر کے لئے اس کے خرید و فروخت میں برکت کی دعا دی۔ سو وہ جو چیز خریدتے اس میں ان کو فائدہ ہوتا' مقداد کے لئے برکت کی دعا مانگی۔ اس کے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا' عروہ بن ابی جعد کے لئے ویسی ہی دعا مانگی۔ اس نے کہا کہ میں بازار کناسہ میں آتا تھا اور میں لوٹتا تو چالیس ہزار منافع کما کر لوٹتا تھا۔ امام بخاری اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ اس کا یہ حال تھا کہ اگر مٹی خریدتا تھا تو اس میں بھی اس کو فائدہ ہوتا تھا۔ اسی طرح غرقدہ کے لئے بھی مروی ہے۔ آپ کی ایک اونٹنی بھاگ گئی۔ آپ نے دعا مانگی۔ تو اس کو تیز ہوا آپ کے پاس لے آئی۔ یہاں تک کہ آپ کو پہنچا دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ایمان کے لئے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہو گئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگی۔ کہ گرمی سردی میں خدا اس کو کافی ہو۔ پھر ان کا یہ حال تھا۔ کہ سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے اور گرمیوں کو سردی کے کپڑے پہن لیا کرتے تھے۔ ان کو گرمی معلوم ہوتی تھی نہ سردی۔

اپنی صاحبزادی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے لئے خدا سے دعا مانگی کہ وہ بھوکی نہ رہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد کبھی بھوکی نہیں رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طفیل بن عمرو نے اپنی قوم کے لئے نشان مانگا تو

آپ نے کہا خداوندا اس کو نور دے۔ تو اس کی دونوں آنکھوں میں نور چمکنے لگا پھر طفیل نے کہا کہ خداوندا میں ڈرتا ہوں۔ کہ لوگ اس کو مثلہ نہ کہیں یعنی برص کا داغ نہ سمجھیں۔ پھر وہ نور اس کے کوڑے کی طرف پھر گیا۔ اس کا کوڑا اندھیری رات میں روشن ہو جایا کرتا تھا۔ تب اس کا نام صاحب نور رکھا گیا۔

مضر کے قبیلہ پر بددعا کی۔ تو ان پر قحط نازل ہوا۔ حتیٰ کہ قریش نے آپ سے رحم کی التجا کی۔ آپ نے دعا کی۔ تو ان کے لئے بارش ہوئی۔ اور کسریٰ (جس کا نام پرویز بن ہرمز تھا) پر بددعا کی جبکہ اس نے آپ کا خط مبارک پھاڑ ڈالا تھا کہ خدا تعالیٰ اس ملک کو خراب کرے۔ پس اس کا ملک اس کے لئے باقی نہ رہا۔ اور فارس کی حکومت اطراف دنیا میں رہی۔ اور اس بچہ پر دعا کی جس نے آپ کی نماز قطع کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کے نشان کو قطع کرے۔ پھر وہ گنٹھیا کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اور ایک شخص کو جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ فرمایا تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے (حقوا) کہا تھا کہ میں کھا نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ کھا سو وہ دائیں ہاتھ کو منہ کی طرف نہ اٹھا سکتا تھا۔ عتیبہ بن ابی لہب سے کہا کہ خداوندا اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو غالب کر۔ تو اس کو شیر نے کھا لیا۔ ایک عورت سے کہا تھا۔ تجھ کو شیر کھا لے سو شیر نے اس کو کھا لیا تھا۔

اور حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مشہور ہے کہ آپ نے قریش پر جبکہ انہوں نے بچہ دان کو آپ کی پیٹھ مبارک پر بحالت سجدہ رکھ دیا تھا۔ جس میں گوبر و خون تھا' بددعا کی اور ان کو نام بنام ذکر کیا۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں نے ان کو دیکھا کہ بدر کے جنگ کے دن وہ سب مقتول ہوئے۔

حکم بن ابی العاص پر آپ نے بددعا کی۔ وہ اپنے منہ کو ہلایا کرتا تھا اور آنکھوں سے آپ کی طرف اشارہ کیا کرتا تھا۔ جبکہ آپ کی مجلس میں ہوا کرتا تھا۔ یعنی یوں نہیں (بطور ہنسی کے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا۔ تو فرمایا کہ تو ایسا ہی ہو جیو۔ اس کا چہرہ ویسا ہی ہو گیا۔ کہ وہ ہلاتا تھا اپنے منہ کو یہاں تک کہ وہ فوت ہوا۔

محلم بن جثامہ پر بددعا کی۔ تو وہ سات دن کے بعد مر گیا۔ اس کو زمین نے باہر پھینک دیا۔ پھر قبر میں داخل کیا گیا۔ تو اس کو زمین نے باہر نکال دیا۔ یہ کئی مرتبہ ہوا۔ تب اس کو دو جنگلوں کے درمیان ڈال دیا۔ اور اس پر لوگوں نے پتھر پھینکے۔ صد جنگل کے کنارہ کو کہتے ہیں۔ اور ایک شخص نے آپ سے گھوڑے بیچنے کا انکار کیا تھا۔ اس میں خزیمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گواہی دی تھی۔ پھر آپ نے اس کے بعد گھوڑا اس مرد کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ خداوندا اگر یہ جھوٹا ہے اس میں اس کو برکت نہ دیجیو۔ (پس وہ گھوڑا مر گیا اور) اس نے اپنے پاؤں اٹھا لئے۔

اور یہ باب اس سے بہت زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ کیا جائے (یعنی ایسے بہت سے معجزے ہیں)

فصل ۲۲

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامات و برکات اور جس کو آپ نے چھوا یا خود کیا اس کی ذات کی تبدیلی کے بارہ میں)

خبر دی ہم کو احمد بن محمد نے حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر ہروی نے بطور اجازت کے اور وحدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے بطور سماع کے اور قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن وغیرہما نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد و ابواسحق و ابوالہیثم نے ان سب نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے فربری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن زریع نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید نے قتادہ سے وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اہل مدینہ ڈر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے۔ وہ گھوڑا قطف یعنی سست اور کم چال تھا۔ بعض نے کہا کہ بطی یعنی سست چال تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو ابو طلحہ سے کہا کہ ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا پایا۔ اس کے بعد وہ گھوڑا کسی کے پیچھے نہ رہتا تھا۔

اور حضرت جابرؓ کے اونٹ کے پاؤں کو آپ نے لکڑی لگائی تھی اور وہ ست تھا چل نہ سکتا تھا۔ پھر وہ ایسا تیز ہوا کہ اس کی باگ سنبھالی نہ جاتی تھی۔

اسی طرح جعیل اشجعیؓ کے اونٹ کے ساتھ درہ یا لکڑی کے ساتھ کیا تھا۔ اور برکت کی دعا دی تھی۔ پھر اس کا سر تیز روی کی وجہ سے اس کے قابو میں نہ آتا تھا۔ اور اس کے بچے بارہ ہزار تک پہنچے تھے۔ اور سعد بن عبادہ کے ست گدھے پر آپ سوار ہوئے تھے۔ پھر اس کو ایسا رہوار چھوڑا۔ کہ اس کے آگے کوئی نہ بڑھ سکتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال حضرت خالدؓ بن ولید کی ٹوپی میں تھے۔ وہ جس جنگ میں جاتے اس میں فتح ہی حاصل ہوتی تھی۔

اور صحیح حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسمٰا سے مروی ہے کہ اس نے طیالسی جبہ نکالا۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے۔ اور ہم اس کو بیماروں کے لئے دھویا کرتے ہیں اور شفا حاصل کرتے ہیں۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے اپنے شیخ ابوالقاسم بن مامون سے۔ کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکڑی کے کاسوں (برتن) میں سے ایک کاسہ تھا۔ ہم اس میں بیماروں کے لئے پانی رکھا کرتے تھے۔ اور اس سے شفاء حاصل کیا کرتے تھے۔ اور جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لکڑی (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی) اس لئے لی۔ کہ اس کو اپنے گھٹنے پر توڑ ڈالے۔ تو لوگ اس پر چلائے۔ پھر اس کو اکلہ نے پکڑ لیا۔ یعنی اس کے پاؤں میں ایسا زخم ہوا۔ کہ کھا گیا۔ اور ایک سال میں مر گیا۔

اور آپ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی قبا کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ پس اس کے بعد اس کا پانی ختم نہ ہوا۔ اور انسؓ کے کنوئیں میں آپ نے لب مبارک ڈالا۔ جو ان کے گھر میں تھا۔ سو مدینہ میں اس سے بڑھ کر کوئی کنواں زیادہ میٹھا نہ تھا۔ اور آپ ایک پانی پر (بحالت سفر) گذرے اور پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ بیسان کہتے ہیں۔ اس کا پانی کھاری ہے۔ آپ نے فرمایا بلکہ یہ نعمان ہے۔ اور اس کا پانی عمدہ ہے۔ پھر وہ عمدہ ہو گیا۔

اور چاہ زمزم میں سے ایک ڈول آپ کے پاس لایا گیا۔ پھر آپ نے اس میں لعاب ڈال دیا۔ اس کی خوشبو مشک سے بڑھ گئی۔

حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو آپ نے اپنی زبان دی۔ ان دونوں نے اس کو چوسا وہ پیاس سے روتے تھے۔ تو چپ کر گئے۔

اور ام مالک کے پاس ایک کپی تھی۔ جس میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی تحفۃً بھیجا کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا۔ کہ اس کو نچوڑیو مت۔ پھر اس کو دے دیا۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ گھی سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے پاس اس کے بیٹے سالن مانگتے ہوئے آیا کرتے تھے اور ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی۔ تو وہ اس کپی کی طرف آتی۔ تو اس میں گھی پایا کرتی۔ وہ گھی اس میں مدت تک رہا۔ حتیٰ کہ اس کو نچوڑ لیا۔

شیرخوار بچوں کے منہ میں آپؐ لب مبارک ڈال دیا کرتے تو وہ لعاب ان کو رات تک کافی ہوتا۔

اور اسی طرح آپ کے ہاتھ کی برکت ہے۔ جس کو وہ چھو گیا۔ سلمانؓ کے مالکوں نے جب ان کو مکاتب بنایا تھا تو یہ شرط کر لی تھی۔ کہ تین سو چھوٹی کھجوروں کا باغ لگاؤ۔ وہ پک جائے۔ اور اس کی کھجوریں کھائی جائیں۔ اور چالیس اوقیہ۔ (ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے) سونے کا دو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور ان کو اپنے ہاتھ سے گاڑا۔ مگر ایک جو دوسرے نے (کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمرؓ ہے یا سلمانؓ) گاڑی تھی۔ وہ تمام پھلدار ہو گئیں۔ مگر ایک نہ ہوئی۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھیڑ کر خود لگایا۔ تو وہ بھی پھلدار ہو گئی۔

اور کتاب بزاری میں ہے کہ اسی سال تمام کھجوروں کو پھل لگا۔ مگر ایک کو نہ لگا۔ سو اس کو آپؐ نے اکھیڑ کر خود لگایا۔ تو وہ بھی اسی سال پھل لائی۔ اور آپ نے اس کو انڈے کے برابر سونا اپنی زبان مبارک اس پر پھیرنے کے بعد دیا۔ اور سلمانؓ نے اپنے مالکوں کو ۴۰ اوقیہ تول کر دے دیا۔ اور اتنا ہی اس کے پاس باقی رہا۔

حنش بن عقیل کی حدیث میں ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ستو کا ایک گھونٹ پلایا۔ پہلے خود پی لیا۔ اور میں نے آخر پیا تھا۔ اب میں جب بھوکا ہوتا ہوں۔ تو اس کی سیری پاتا ہوں۔ اور جب پیاسا ہوتا ہوں تو اس کی سیرابی پاتا ہوں۔ اور ٹھنڈک پاتا ہوں۔ جب پیاسا ہوتا ہوں (بھوک کے وقت بھوک اور پیاس کے وقت پیاس جاتی رہتی ہے۔)

قتادہ بن نعمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز اندھیری رات میں پڑھی۔ تو آپ نے ایک شاخ دی اور فرمایا کہ اس کو لے جا یہ تیرے لئے دس گز تک روشنی دے گی۔ اور تیرے پیچھے بھی دس گز تک اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو گا۔ تو اس میں سیاہی دیکھے گا۔ اس کو مارنا تا کہ وہ نکل جائے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔ وہ گیا اور اس کی شاخ روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اور سیاہی کو پایا۔ اور اس کو مارا حتیٰ کہ وہ نکل گئی۔

اور اس میں سے یہ کہ آپ نے عکاشہؓ کو لکڑی کی ایک موٹی جڑھ دی تھی۔ اور فرمایا کہ اس سے لڑ (اور یہ اس وقت کا ذکر ہے) جبکہ اس کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی تھی۔ وہ لکڑی اس کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جو کاٹتی تھی۔ لمبی۔ سفید رنگ۔ نہایت تیز تھی۔ اور اس سے وہ لڑتا رہا۔ پھر وہ تلوار برابر اس کے پاس رہی۔ اور لڑائیوں میں برابر اس کو لے جاتا رہا۔ حتیٰ کہ لڑائی میں شہید ہو گیا۔ اس تلوار کا نام عون یعنی مددگار کہا جاتا تھا۔

اور عبداللہ بن جحش کو احد کی لڑائی کے دن ایک کھجور کی شاخ دی تھی۔ جبکہ اس کی تلوار جاتی رہی تھی۔ تو وہ اس کے ہاتھ میں تلوار بن گئی تھی۔

اور اس میں سے آپؐ کی برکت ان بکریوں کے کثرت دودھ میں ہے جو کہ بے دودھ تھیں یا حاملہ نہ تھیں۔ جیسے ام معبد کی بکری کا قصہ اور معاویہ بن ثور کی بکریوں کا قصہ۔ انسؓ کی بکری کا قصہ۔ اور حلیمہ کے ریوڑ کا قصہ اور اس کی دبلی اونٹنی کا قصہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بکری کا قصہ جس کے اوپر بکرے نے جست نہ کیا تھا۔ اور مقداد کی بکری کا قصہ۔

اور اس میں سے یہ کہ آپؐ کا اپنے اصحابؓ کے لئے پانی کی مشک کا بڑھانا بعد

اس کے اس کے منہ کو باندھ دیا تھا اور اس میں دعا مانگی تھی۔ پھر جب نماز کا وقت ہوا۔ تو وہ اترے اور اس کا منہ کھولا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ عمدہ دودھ اور مکھن اس میں ہے۔

اور حماد بن سلمہ کی روایت میں سے ہے (جو کہ امام ثقہ زاہد مقبول الدعا ہیں۔ اور ابدال میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ کذافی شرح) عمیر بن سعد کے سر پر آپ نے ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا مانگی اور وہ اسی سال کا ہو کر فوت ہو گیا۔ لیکن اس کا سر سفید نہ ہوا (یعنی جوان ہی بنا رہا) اور اس قسم کے واقعات بہت سے لوگوں سے منقول ہیں۔

ان میں سے سائب بن یزید اور مدلوک ہیں۔ عتبہ بن فرقد کی خوشبو عورتوں کی خوشبو پر غالب تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے پیٹ اور پیٹھ پر ملا تھا۔

اور عابد بن عمرو کے چہرہ سے خون کو ہاتھ سے پونچھ دیا تھا۔ اس کو جنگ حنین میں زخم لگا تھا۔ اس کے لئے دعا مانگی تھی۔ پھر وہ اس طرح چمکتا تھا جیسے گھوڑے کی سفید پیشانی چمکتی ہے۔

قیس بن زید جذامی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس کے لئے دعا مانگی۔ سو وہ سو برس کا ہو کر فوت ہوا۔ اس کا سر سفید تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کی مقدار اور جس پر آپ کا ہاتھ گزرا تھا وہ بال سیاہ تھے۔ اس کا نام اغر یعنی روشن پیشانی والا رکھا گیا۔

اور اس حکایت کی طرح عمرو بن ثعلبہ جہنی کی حکایت بھی ہے۔ ایک اور شخص کے چہرہ کو آپ نے چھوا۔ تو ہمیشہ اس کے چہرہ پر نور رہا۔ قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر آپ نے ہاتھ پھیرا۔ تو اس کے چہرہ پر چمک تھی۔ حتیٰ کہ اس کے چہرہ میں لوگ اپنا چہرہ ایسا دیکھتے تھے۔ جیسا کہ آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

حنظلہ بن حذیم کے سر پر آپ نے ہاتھ مبارک رکھا۔ اور اس پر برکت کی دعا مانگی تو حنظلہ کا یہ حال تھا۔ کہ اس کے پاس ایسا شخص لایا جاتا تھا کہ جس کے چہرہ پر

ورم ہوتا تھا۔ اور وہ بکری جس کے تھن ورم کر جاتے تھے۔ پھر وہ اس مقام پر جہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی رکھی تھی لگایا جاتا تھا تو ورم جاتا رہتا تھا۔

زینب بنت ام سلمہ کے چہرہ پر آپ نے پانی کا چھینٹا مارا۔ پس کسی عورت پر ایسا حسن نہ معلوم ہوتا تھا جیسا کہ اس کا حسن و جمال تھا۔ ایک بچہ کے سر پر بیماری تھی (از قسم گنج وغیرہ) اس پر آپؐ نے ہاتھ پھیرا۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔ اور اس کے بال برابر نکل آئے۔ اور اسی طرح مہلب بن قبلہ کی حدیث میں مروی ہے۔ اور بہت سے بچوں' بیماروں' مجنونوں کے سروں پر آپؐ نے ہاتھ پھیرا۔ تو وہ اچھے ہو گئے۔ ایک مرد آپؐ کے پاس آیا۔ اور اس کے فوطے بڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے حکم دیا۔ کہ اس پانی سے انہیں چھینٹا دے۔ جس میں کہ آپ نے لب مبارک ڈالا تھا۔ اس نے ایسا کیا تو اچھا ہو گیا۔

طاؤس سے مروی ہے کہ جو دیوانہ آپ کے پاس لایا جاتا تھا۔ آپ اس کے سینہ پر ہاتھ مارتے تھے۔ اس کا دیوانہ پن جاتا رہتا تھا۔ مس کے معنے جنون کے ہیں۔

ایک کنوئیں سے ڈول نکال کر اس میں لب مبارک ڈال دیا۔ اور پھر اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ تو اس سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔

جنگ حنین میں ایک مٹھی مٹی کی لی۔ اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ یہ چہرے برے بن جائیں۔ اور جب لوٹے تو آنکھوں سے مٹی وغیرہ جھاڑتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں نسیان کی شکایت کی۔ تو آپ نے حکم دیا۔ کہ اپنا کپڑا بچھاؤ۔ اور اپنے ہاتھ سے چلو کی طرح بھرا۔ اور اس میں ڈال دیا۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس کو سینے سے لگا لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد کوئی بات وہ بھولے نہیں۔ اور اس نسیان کے دور کرنے کے بارہ میں آپ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

جریر بن عبداللہ کے سینہ پر آپ نے ہاتھ مارا۔ اور اس کو دعا دی۔ آپ سے اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ وہ گھوڑے پر نہیں ٹھیر سکتا۔ پھر وہ عرب کے اعلیٰ شہسواروں اور زیادہ جم کر بیٹھنے والوں میں سے ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کے سر پر آپ نے ہاتھ پھیرا۔ وہ چھوٹی عمر کا اور بدشکل تھا۔ اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر لوگوں سے لمبائی اور کمال میں بڑھ گیا۔

فصل ۲۳

(اس میں وہ احادیث کہ آپ کو غیب پر اور جو آئندہ ہو گا اطلاع دی گئی ہے)

حدیثیں اس باب میں وہ سمندر ہیں۔ کہ جس کی گہرائی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا بہت سا پانی ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ معجزہ ان معجزات میں سے ہے۔ جو کہ قطعاً" معلوم ہیں۔ اور ہماری طرف سے ان کی خبر متواتر پہنچی ہے۔ کیونکہ اس کے راوی بہت ہیں اور ان کے مطالب اطلاع غیب پر متفق ہیں۔

حدیث بیان کی ہم سے امام ابوبکر محمد بن الولید فہری نے بطور اجازت کے اور میں نے اس کو دوسرے کے سامنے پڑھا تھا۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی تستری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر ہاشمی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے لولوئی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے جریر نے اعمش سے ابی وائل سے وہ حذیفہ سے کہا کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بیان کرنے کو) سو اس مقام پر آپ نے جو آئندہ قیامت تک باتیں ہونے والی تھیں سب بیان کیں۔ اس میں سے کچھ نہ چھوڑا۔ جس نے حفظ رکھا حفظ رکھا۔ اور جو بھول گیا بھول گیا۔ یہ میرے اصحاب اس کو جانتے ہیں۔ اور بیشک اس میں کوئی بات ہو جاتی ہے۔ تو میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔ اور یاد کر لیتا ہوں۔ جیسا کہ کوئی مرد کسی مرد کے چہرہ کو یاد کرتا ہے۔ جب وہ غائب ہوتا ہے۔ پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔

پھر حذیفہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ میرے اصحاب بھول گئے ہیں۔ یا انہوں نے اس کو بھلا دیا ہے۔ (فتنہ کے خوف سے) واللہ! رسول اللہ علیہ وسلم نے فتنہ برپا کرنے والوں کو جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ چھوڑا نہیں۔ اس کے ساتھ کے لوگ تین

سو سے کچھ زائد پہنچیں گے۔ اور ہر ایک فتنہ پرداز کا نام اور اس کے باپ و قبیلہ کا نام بھی آپ نے بیان کر دیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسے حال پر چھوڑا کہ جو پرندہ آسمان پر اپنے پر ہلاتا ہے اس کا ہم سے ذکر کیا (یعنی ہر ایک چیز کا حال بیان فرمایا)۔

اور اہل صحیح اور آئمہ نے بلاشک وہ باتیں بیان کی ہیں۔ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بتلائی ہیں۔ اور ان کا وعدہ دیا ہے۔ یعنی آپ کا اپنے دشمنوں پر غالب آنا۔ اور مکہ معظمہ و بیت المقدس۔ یمن۔ شام۔ عراق کا فتح کرنا۔ امن کا ظاہر ہونا۔ حتیٰ کہ ایک عورت مقام حیرہ سے مکہ معظمہ تک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ اور مدینہ میں لڑائی ہو گی۔ اور خیبر علیؓ کے ہاتھ پر کل فتح ہو گا (یہ خبر آپ نے قلعہ خیبر کے محاصرہ میں دی تھی) اور اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر دنیا فتح کرے گا۔ اس کی نعمتیں ان کو دی جائیں گی۔ کسریٰ اور قیصر کے خزانے مسلمان تقسیم کریں گے۔ اور ان میں فتنے اختلاف خواہشات پیدا ہوں گی۔ وہ پہلے لوگوں کے طریق اختیار کریں گے۔ وہ بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ ان میں سے ناجیہ فرقہ ایک ہو گا۔ اور یہ کہ ان کے فرش نفیس ہوں گے۔ اور ان میں سے بعض ایک لباس صبح اور ایک شام کو بدلیں گے۔ ان کے سامنے ایک کھانے کا برتن رکھا جائے گا ایک اٹھایا جائے گا۔ اپنے گھروں پر ایسا پردہ ڈالیں گے جیسے کہ بعد کا پردہ ہے۔

پھر آخر حدیث میں فرمایا۔ کہ تم آج کے دن اس کی نسبت بہتر حالت پر ہو۔ اور یہ کہ جب وہ اکڑ کر چلیں گے۔ اور فارس و روم کی لڑکیاں ان کی خادمہ ہوں گی۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی عداوت باہمی کر دے گا۔ ان کے بڑے لوگ ان کے بہتر لوگوں پر غالب ہو جائیں گے۔ اور ان کی کفار ترکوں اور کفار خزر کفار روم سے لڑائی ہو گی۔ کسریٰ اور فارس کا ملک تباہ ہو گا۔ حتیٰ کہ پھر کسریٰ اور فارس نہ ہوں گے۔ قیصر جاتا رہے گا۔ اس کے بعد پھر قیصر نہ ہو گا۔ اور بیان فرمایا۔ کہ روم کی جماعت آخر تک رہے گی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردی۔ کہ اشراف لوگ مرجائیں گے۔ اور زمانہ چھوٹا ہو جائے گا علم قبض ہو جائے گا فتنے اور جنگ ظاہر ہوں گے۔

اور فرمایا کہ عرب کے لئے افسوس ہے۔ کہ برائیاں قریب ہو گئی ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لئے تمام زمین جمع کی گئی ہے۔ اور میں نے زمین کے مشرق اور مغرب دیکھ لئے۔ زمین کے آخر مشرق سے لے کر بحر طنجہ تک (جو مغرب کے آخر میں ہے) جہاں اس کے پرے کوئی آبادی نہیں۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ جس کی کوئی امت پہلے مالک نہیں ہوئی۔ اور جنوب و شمال میں اس قدر ملک (اسلامیہ) نہیں بڑھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ مغرب کے لوگ حق پر غالب رہیں گے۔ حتیٰ کہ قیامت قائم ہو گی۔

امام ابن المدینی کہتے ہیں کہ وہ عرب کے لوگ ہیں۔ اور بیشک مغرب کا لفظ ایسا ہی حدیث میں اس معنی کو وارد ہوا ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام ابو امامہ کی روایت سے ہے۔ کہ ہمیشہ میری امت حق پر غالب رہے گی۔ اپنے دشمنوں پر قاہر ہو گی۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم آئے اور وہ ایسے ہی ہوں گے۔ کہا گیا یا رسول اللہ! وہ کہاں ہوں گے۔ فرمایا بیت المقدس میں اور آپ نے بنی امیہ کے ملک کی اور معاویہ کے حاکم ہونے کی خبردی۔ اس کو وصیت کی تھی۔ اور فرمایا کہ بنی امیہ مال کو دولت بنالیں گے (یعنی جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے) اور عباس کی اولاد سیاہ جھنڈے لے کر نکلے گی۔ اور ان کا ملک بنی امیہ سے دگنا ہو گا اور مہدی علیہ السلام نکلے گا۔ اور یہ کہ آپ کے اہل بیت مقتول اور ہلاک ہوں گے۔ حضرت علیؓ شہید ہوں گے۔ اور زیادہ بدبخت وہ ہو گا کہ جو اس کو اس سے یعنی ان کی داڑھی کو ان کے سر (کے خون) سے رنگ دے گا۔ اور یہ کہ علیؓ دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ اس کے دوست جنت میں جائیں گے۔ اور اس کے دشمن دوزخ میں پس حضرت علیؓ کے دشمن خارجی اور ناصبی ہوئے۔ اور روافض کا ایک گروہ جو ان کی طرف منسوب تھا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کافر کو کہا (کہ کیوں خلافت چھوڑ دی)۔

اور فرمایا کہ عثمانؓ ایسے حال میں شہید ہوں گے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ [illegible] اس کے اتارنے کا ارادہ

کریں گے۔ اور یہ کہ اس کا خون اللہ تعالیٰ کے اس قول پر فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر گرے گا۔

اور یہ کہ جب تک عمرؓ زندہ رہیں گے فتنے ظاہر نہ ہوں گے۔

اور آپ نے زبیر اور علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی کی خبر دی۔ اور یہ کہ آپ کی بیوی پر حواب (ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ اور بصرہ کے مابین ہے) کے کتے بھونکیں گے۔ اور اس کے گرد بہت لوگ قتل ہوں گے۔ اور وہ نجات پائے گی۔ بعد اس کے قریب عدم نجات کے پہنچ چکی ہو گی۔

پس جب عائشہؓ بصرہ کی طرف نکلیں۔ تو ان پر کتے بھونکے۔

اور فرمایا کہ اے عمار تجھ کو باغی فرقہ قتل کرے گا۔ پھر اس کو اصحاب معاویہ نے قتل کیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو فرمایا۔ کہ لوگوں کو تجھ سے ویل اور تجھ کو لوگوں سے ویل ہو۔ اور قزمان کے بارہ میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر خوب بہادری اور صبر کے ساتھ لڑا تھا (جس سے صحابہ متعجب تھے) پھر اس نے اپنے کو قتل کر ڈالا۔

اور ایک جماعت کے بارہ میں جن میں ابو ہریرہ سمرہ بن جندب اور حذیفہؓ تھے۔ فرمایا کہ جو تم میں سب سے آخر مرے گا وہ آگ میں مرے گا۔ پھر ایک دوسرے کی بابت پوچھا کرتے۔ اور ان میں سے سمرہ آخر میں مرا تھا۔ بوڑھا ہو گیا۔ اور عقل جاتی رہی۔ پھر آگ سینکنے لگا۔ اور اس میں جل کر مر گیا۔

اور حنظلہؓ کے بارہ میں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ فرمایا کہ اس کی بیوی سے پوچھو۔ کیونکہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ اس کو غسل دیتے ہیں۔ پھر لوگوں نے اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ وہ جنبی ہو کر نکلا تھا۔ اور موقعہ جنگ کی جلدی نے ان کو غسل کرنے سے باز رکھا (اور جلدی شہید ہو گئے)۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے سر کو دیکھا کہ اس سے پانی ٹپکتا تھا۔

اور فرمایا کہ خلافت قریش میں [illegible] امر قریش میں رہے گا جب تک

کہ دین کو قائم رکھیں گے۔ اور فرمایا کہ ثقیف میں کذاب اور ظالم قاتل ہو گا۔ پھر لوگوں نے حجاج اور مختار کو دیکھا۔ اور فرمایا کہ مسیلمہ کو اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ اور فرمایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے بی بی فاطمہؓ آپ سے ملیں گی۔

اور آپ نے مرتدین سے ڈرایا۔ اور یہ کہ آپ کے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر ملک ہو جائے گا۔ پس حسن بن علیؓ کی مدت خلافت کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ (یعنی ۳۰ سال پورے ہو گئے ۶ ماہ ملا کر)۔ اور فرمایا کہ یہ امر نبوت و رحمت سے شروع ہوا۔ پھر رحمت و خلافت رہے گا۔ پھر ملک کاٹنے والا ہو گا۔ پھر زیادتی اور غلبہ اور فساد امت میں ہو گا۔

آپؐ نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حال بیان فرمایا۔ اور امرا کی نسبت فرمایا کہ وہ وقت سے نماز میں تاخیر کریں گے۔ اور فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے چار عورتیں ہوں گی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ تیس دجال کذاب ہوں گے۔ منجملہ ان کے دجال کذاب ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولے گا۔

اور فرمایا کہ عنقریب تم میں عجمی لوگ بڑھ جائیں گے۔ تمہارے مال غنیمت کو کھائیں گے۔ تمہاری گردنیں ماریں گے۔ اور فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی۔ حتیٰ کہ ایک شخص بنی قحطان میں سے لوگوں کو اپنے عصا سے ہانکے گا۔ اور فرمایا کہ تم میں میرا زمانہ بہتر ہے۔ پھر وہ جو اس کے قریب ہوں گے۔ پھر جو ان سے قریب ہوں گے۔ پھر اس کے بعد ایک قوم آئے گی۔ گواہی دیں گے۔ حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی۔ خیانت کریں گے۔ امانت چھوڑ دیں گے۔ ڈرائیں گے۔ وفا نہ کریں گے۔ ان میں موٹاپن ظاہر ہو گا۔ اور فرمایا کہ جو زمانہ آئے گا پہلے سے بدتر ہو گا۔ اور فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے غلاموں کے ہاتھوں پر ہو گی۔ ابو ہریرہؓ اس کے راوی فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں چاہوں۔ تو تم کو ان کے نام بتلا دوں کہ وہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔

آپؐ نے قدریہ اور رافضیوں کے نکلنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس امت کے آخر

لوگ پہلوں کو گالیاں دیں گے۔ اور فرمایا کہ انصار تھوڑے رہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ طعام میں نمک کی طرح ہوں گے۔ ان کا معاملہ ہمیشہ تفرقہ میں رہے گا۔ حتیٰ کہ ان کی جماعت باقی نہ رہے گی۔ اور یہ کہ یہ لوگ آپ کے بعد اس کا اثر پائیں گے۔

آپ نے خوارج کی خبردی۔ اور ان میں ناقص خلقت (ذوالثدیین جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح تھا) کی خبردی۔ اور یہ کہ ان کی شکل سر کا منڈانا ہو گا۔

اور فرمایا کہ بکریوں کے چرانے والے لوگوں کے رئیس دیکھے جائیں گے۔ اور ننگے بدنوں والے ننگے پاؤں والے۔ عمارتیں اونچی بنائیں گے۔ اور یہ کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔ اور فرمایا کہ قریش اور گروہ (کفار) مجھ سے نہ لڑیں گے۔ بلکہ میں ہی ان سے لڑوں گا۔ اور آپ نے وبا کی خبردی جو کہ فتح بیت المقدس کے بعد ہو گی۔ (چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ ۷۰ ہزار مسلم طاعون سے فوت ہوئے) اور جو کچھ بصرہ والوں کے لئے وعدہ فرمایا (یعنی وہاں خسف قذف رجف (خسف زمین میں دھس جانا قذف پتھروں کا آسمان سے پڑنا رجف زلزلہ) ہو گا۔ اور یہ کہ آپ کی امت کے لوگ سمندر میں لڑیں گے۔ جیسے کہ بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر دین ستاروں پر ہو گا۔ تو اس کو ابناء فارس وہاں سے بھی لے آئیں گے اور آپ ایک لڑائی میں تھے۔ کہ ہوا تیز چلی۔ تو فرمایا کہ منافق کی موت کی وجہ سے ہوا تیز چلی ہے۔ اور جب مدینہ شریف کی طرف لوٹے۔ تو اس امر کو پالیا (یعنی ایک منافق یہود مرا ہوا پایا) اور اس کے ہم مجلسوں سے آپ نے فرمایا تھا کہ تمہاری داڑھ دوزخ میں احد پہاڑ سے بڑی ہو گی۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قوم تو جاتی رہی یعنی مرگئی۔ میں اور ایک اور شخص باقی رہے ہیں۔ پھر وہ شخص یمامہ کے دن مرتد ہو کر مرا۔

آپ نے اس شخص کی خبردی کہ یہود کے منکے کو چراتا تھا۔ وہ منکے اس کے اسباب میں پائے گئے۔ اور اس کی خبر جس نے کہ دنبہ چرا لیا تھا۔ اور جس مکان میں کہ وہ ہے۔ آپ نے اپنی اونٹنی کی خبردی جبکہ وہ گم ہو گئی۔ اور جس طرح کہ وہ ایک درخت میں مہار کے ساتھ لٹکی تھی۔

آپ نے حاطب کے خط کی جو اس نے اہل مکہ کو لکھا تھا خبردی۔ آپ نے عمیر

کے قصہ کی جو صفوان کے ساتھ تھا خبر دی تھی جبکہ اس سے پوشیدہ مشورہ کیا تھا۔ اور اس سے شرط کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کردے۔ اور جب عمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کہ آپ کو قتل کردے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معاملہ اور بھید کی خبر دی تو عمیر مسلمان ہو گیا۔ اور آپ نے اس مال کی خبر دی کہ جس کو آپ کا چچا عباس رضی اللہ عنہ ام الفضل کے پاس رکھ آیا تھا۔ اور پہلے اس کو چھپایا تھا۔ تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کی خبر میرے اور اس کے سوا کسی کو نہیں تھی۔ تب وہ مسلمان ہو گئے۔

آپ نے خبر دی کہ ابی بن خلف عنقریب مارا جائے گا۔ اور عتبہ بن ابی لہب کے بارہ میں خبر دی کہ اس کو خدا کا کتا کھائے گا۔ آپ نے اہل بدر کے پچھڑنے کے مقامات کی اطلاع دی۔ اور جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا۔ کہ یہ میرا بیٹا سید ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی نسبت فرمایا۔ امید ہے کہ تو پیچھے رہے گا۔ یعنی تیری عمر اور ہو گی۔ حتیٰ کہ تجھ سے ایک قوم تو فائدہ حاصل کرے گی (یعنی مسلمان) اور دوسرے (کفار) تجھ سے ضرر پائیں گے۔ اور آپ نے اہل موتہ کی جس دن کہ وہ مقتول ہوئے خبر دی حالانکہ آپ میں اور ان میں ایک مہینہ یا زیادہ کا فاصلہ تھا۔ آپ نے نجاشی کے فوت ہونے کی جس دن کہ وہ فوت ہوا خبر دی۔ وہ اپنے ملک میں فوت ہوا تھا۔ اور فیروز کو خبر دی جبکہ وہ کسریٰ کا ایلچی بن کر آیا تھا۔ کہ کسریٰ آج مرا ہے۔ (اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو مار ڈالا تھا) اور جب فیروز کو یہ ثابت ہوا۔ تو وہ مسلمان ہو گیا۔

اور آپؐ نے ابوذرؓ کے نکالے جانے کو فرمایا تو ویسا ہی ہوا۔ آپ نے اس کو مسجد میں سوتا ہوا پایا۔ تو فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہو گا۔ جب تم یہاں سے نکالے جاؤ گے کہا کہ میں مسجد حرام میں جار ہوں گا۔ فرمایا کہ جب وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے۔ اور فرمایا کہ یہ تنہا زندہ رہے گا۔ اور تنہا ہی فوت ہو گا۔

اور فرمایا کہ میری بیویوں میں سے جلد مجھ سے ملنے والی وہ بیوی ہو گی جس کے

ہاتھ لمبے ہوں گے۔ پس زینبؓ بوجہ کثرت صدقہ کے لمبے ہاتھ والی تھی۔

اور آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے طف (یعنی کربلا) میں شہید ہونے کی خبردی۔ اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی۔ اور فرمایا کہ وہاں اس کا لیٹنا ہو گا۔

اور زید بن صوحان کے بارے میں فرمایا کہ اس کا ایک عضو جنت کی طرف اس سے پہلے جائے گا۔ سو جلد میں اس کا ہاتھ قطع کیا گیا۔

اور آپؐ نے ان لوگوں کے بارہ میں جو آپ کے ساتھ کوہ حرا پر تھے۔ فرمایا کہ ثابت رہو۔ کہ تجھ پر نبی صدیق۔ شہید ہیں۔ پھر علی۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ شہید ہوئے۔ اور زخمی ہوئے رضی اللہ عنہم۔

سراقہ کے لئے فرمایا۔ تیرا کیا حال ہو گا۔ جبکہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہ کنگن لائے گئے۔ تو آپ نے اس کو پہنائے۔ اور کہا کہ اس خدا کی تعریف کی ہے کہ جس نے یہ کنگن کسریٰ سے چھینے اور سراقہ کو پہنائے۔

اور فرمایا کہ ایک شہر دجلہ اور دجیل اور قطربل اور صراۃ کے درمیان بنایا جائے گا۔ اس کی طرف زمین کے خزانہ آئیں گے۔ اس میں زمین دھنس جائے گی۔ (یہ آخر زمانہ یعنی بغداد میں ہو گا)

اور فرمایا کہ عنقریب اس امت میں ایک مرد ہو گا۔ جس کو ولید (یہ ولید بن یزید بن عبدالملک جبار تھا جو بڑا فسادی تھا)۔ کہیں گے۔ وہ اس امت کے لئے فرعون سے جو اپنی قوم کے لئے تھا بدتر ہو گا۔

اور فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی۔ حتیٰ کہ دو گروہ لڑیں گے۔ جن دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہو گا۔

اور عمر رضی اللہ عنہ سے سہیل بن عمرو کے بارے میں فرمایا کہ عنقریب یہ ایسے مقام پر کھڑا ہو گا۔ جو تم کو خوش کر دے گا اے عمرؓ پس ایسا ہی ہوا۔ جس دن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر مکہ معظمہ میں پہنچی۔ تو اس نے ویسا ہی خطبہ دیا۔ جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا تھا۔ ان کو ثابت رکھا۔ ان کی

عقلوں کو قوی کیا۔

اور آپؐ نے حضرت خالد کو جب اکیدر کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ اس کو نیل گائے کا شکار کرتا ہوا پائے گا۔

پس یہ سارے امور آپؐ کی زندگی میں اور آپؐ کی موت کے بعد پائے گئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ وہ باتیں بھی پوری ہوئیں۔ جن کی نسبت آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو ان کے اسرار اور ماضی امور کی خبر دی تھی۔ اور منافقین کے اسرار و کفر کی اطلاع دی تھی۔ ان کے بارہ میں اور مؤمنین کے بارہ میں فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ دیا کرتا تھا۔ کہ چپ رہو۔ کیونکہ خدا کی قسم اگر کوئی اس کے پاس خبر دینے والا نہ ہوگا تو جنگل کے پتھر بھی اس کو خبر دے دیں گے۔

آپؐ نے خبر دی اس جادو کی کہ جس کے ساتھ لبید بن اعصم نے آپ پر جادو کیا تھا کہ وہ ایک کنگھی اور بالوں میں جو کھجور کے زرگانے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ ذروان کے کوئیں میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ پس ایسا ہی تھا جیسا کہ فرمایا تھا۔ اور اسی حالت پر پایا گیا۔

آپ نے قریش کو خبر دی کہ تمہارے کاغذ (خاص نوشتہ) کو کیڑا کھا گیا۔ جس کے ساتھ وہ بنی ہاشم پر غلبہ پاتے تھے۔ اور اس کے سبب رحم کو قطع کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اس میں جس جس مقام پر لفظ اللہ ہے اس کو باقی رکھا ہے۔ انہوں نے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا پا لیا۔

آپ کو جب کفار نے معراج کی خبر سے جھٹلایا تو آپ نے بیت المقدس کا ان نقشہ ایسا بتلایا۔ کہ جیسا کسی شخص نے دیکھا ہوتا ہے۔ ان کے قافلہ کی‘ جن پر راستہ میں آپ گزرے تھے۔ خبر بتلائی۔ اور ان کو خبر دی کہ وہ قافلہ فلاں وقت پہنچ جائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔

یہاں تک کہ ان حادثات کا بیان فرمایا کہ جو آئندہ ہوں گے۔ اور ابھی نہ ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے مقدمات کا ظہور ہوگا۔ جیسا کہ آپ کا فرمانا

بیت المقدس کی آبادی یثرب کا اجاڑا ہوا۔ یثرب کا اجاڑ لڑائی کا ظہور ہو گا۔ اور لڑائی کے ظہور پر فتح قسطنطنیہ کی ہو گی۔ آپ نے قیامت کی علامات اور اس کے اترنے کے نشانات نشر و حشر نیکو کاروں اور بدکاروں کی خبروں جنت و نار' قیامت کے میدان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس فصل کے مطابق ایک دیوان تنہا مستقل ہو سکتا ہے۔ جو اکیلا بہت سے اجزاء پر شامل ہو اور احادیث کے وہ نکات جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کافی ہیں۔ اور اکثر وہ صحاح ہیں اور آئمہ کے نزدیک ثابت ہیں۔

فصل ۲۴

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں سے بچایا اور ان کی تکلیف دہی سے کافی ہوا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

اور فرمایا۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

اور فرمایا۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ' کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مشرکین دشمنوں سے کافی ہے۔ بعض نے دوسرے معنی بیان کئے ہیں۔

اور فرمایا۔ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ۔ بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

اور فرمایا وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔

ترجمہ۔ اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کرتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے (پ ۹ ع ۱۸)

خبردی ہم کو قاضی شہید ابو علی صدفی نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ اور فقیہ حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ معافری نے۔ ان دونوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسین میسونی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی بغدادی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد بن حمید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حارث بن عبید نے سعید جریری سے وہ عبد اللہ بن شفیق سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت کئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک قبہ سے نکالا۔ اور فرمایا کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوا فَقَدْ عَصَمَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ اے لوگو! تم چلے جاؤ۔ کیونکہ مجھ میرے رب عزوجل نے بچا لیا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اترتے تو آپ کے اصحاب آپ کے لئے کوئی درخت تجویز کرتے۔ جس کے نیچے آپ دوپہر کے وقت آرام پائیں پھر ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی (کافر) آیا۔ اور اس نے آپ پر تلوار سونت لی۔ پھر کہنے لگا کہ تم کو مجھ سے کون روک سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل۔ تب اعرابی کا ہاتھ کانپنے لگا اور اس کی تلوار گر گئی۔ اور اس نے اپنے سر کو درخت سے مارا۔ یہاں تک کہ اس کا دماغ بہ نکلا۔ پھر آیت نازل ہوئی۔ اور بیشک یہ قصہ صحیح حدیث میں مروی ہے۔ (لیکن صحیح حدیث میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ کسی معتبر کتاب میں نہیں۔ کذافی الشرح) اور اس قصہ کا صاحب غورث بن حارث ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا تھا۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمہاری طرف بہتر لوگوں کی طرف سے آیا ہوں۔

اور اس قصہ کی طرح وہ ہے کہ بدر کے دن آپؐ کو پیش آیا ہے۔ بحالیکہ آپؐ اپنے اصحاب سے علیحدہ ہو کر قضاء حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے پیچھے ایک منافق ہو لیا تھا۔ اور ایسا ہی ذکر کیا۔

بیشک روایت کیا گیا ہے کہ ایسا ہی قصہ غطفان کی جنگ میں مقام ذی امر میں ایک شخص کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جس کا نام دعثور بن حارث تھا۔ اور یہ کہ وہ شخص مسلمان ہو گیا تھا۔ اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا جنہوں نے اس کو ورغلایا تھا۔ وہ ان کا سردار اور بڑا بہادر تھا۔ اس کو کہنے لگے۔ کہ تم کیا کرتے تھے۔ حالانکہ تم کو اس نے قدرت دی تھی۔ تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ سفید رنگ اور لمبا ہے۔ اس نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا۔ جس سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اور تلوار گر پڑی۔ میں نے پہچان لیا۔ کہ وہ فرشتہ تھا۔ اور میں مسلمان ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اسی بارے میں آیت نازل ہوئی کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو' جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے (پ ۶ ع ۶)

اور خطابی کی روایت میں ہے کہ غورث بن حارث محاربی نے ارادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے۔ آپ کو معلوم نہ ہوا کہ دفعتاً آپ کے سر پر کھڑا تلوار سونتے ہوئے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْهِ بِمَا شِئْتَ خداوندا مجھ کو اس سے کفایت دے جیسے تو چاہے' پھر وہ اس درد سے جو اس کے دونوں کندھوں میں ہوئی منہ کے بل گر پڑا۔ اور اس کی تلوار بھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اور زلخہ پیٹھ کی درد کو کہتے ہیں۔ اور اس قصہ میں اس کے سوا اور بھی کہا گیا ہے۔ اور ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس میں یہ آیت اتری ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔۔۔ الخ (پ ۶ ع ۶)

بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے ڈرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت اتری تو آپ چت لیٹ گئے۔ اور فرمایا کہ جس کا جی چاہے میری مدد چھوڑ دے۔

عبد بن حمید نے کہا ہے کہ لکڑی اٹھانے والی (ابو لہب کی بیوی) خاردار شاخیں جلتی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں رکھا کرتی تھی۔ تو آپ اس کو

اس طرح پامال کرتے تھے جیسے ریت کا ڈھیر جس پر لوگ چلتے ہوں (یعنی وہ ریت بن جاتی تھی۔ اور آپ کو تکلیف نہ دیتی تھی)۔

ابن اسحاق نے اس سے بیان کیا ہے کہ جب اس کو تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ کے نازل ہونے کی خبر پہنچی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی برائی بھی بیان کی ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور آپ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے ہاتھ مٹھی پتھروں کی تھی۔ اور جب وہ ان دونوں حضرات کے سامنے کھڑی ہوئی۔ تو اس نے سوائے ابوبکر کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا۔ تو کہنے لگی اے ابوبکر تمہارا دوست کہاں ہے کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ واللہ! اگر میں اس کو پاؤں تو اس پتھر سے اس کے منہ پر ماروں (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اِزْ اَدَیِهَا)

حکم بن ابی العاص (والد مروان) سے مروی ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ کے برخلاف باہمی وعدے کر لئے۔ یہاں تک کہ ہم نے آپ کو دیکھا تو اپنے سے پیچھے ہم نے آواز سنی اور ہمارا گمان یہ ہوا کہ تہامہ میں کوئی باقی نہیں رہا (یعنی کوئی زندہ باقی نہیں رہا) پھر ہم غش کھا کر گر پڑے۔ اور ہمیں اس وقت ہوش آیا۔ کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے اور گھر کی طرف چلے گئے۔

پھر ہم نے ایک رات اور آپس میں وعدہ کیا۔ اور آئے۔ حتیٰ کہ جب ہم نے آپ کو دیکھا۔ تو صفا مروہ آیا۔ اور ہم میں اور آپ میں حائل ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے اور ابو جہم نے معاہدہ کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں۔ ہم آپ کے مکان کی طرف آئے۔ اور آپ کو سنا کہ (قرآن) شروع کیا۔ اور سورۃ اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ پڑھی ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچے فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ۔ پھر ابو جہم نے عمرؓ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ نجات طلب کر۔ اور دونوں وہاں سے بھاگ آئے۔ اور یہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے مقدمات میں سے ہے۔ اور اس میں سے وہ عبرت مشہورہ ہے۔ اور پوری کفایت ہے جبکہ آپ نے قریش کو ڈرایا تھا۔ اور آپ کے قتل پر متفق ہو

گئے تھے۔ اور رات کے وقت آپ کے قتل کے ارادہ سے جمع ہوئے تھے۔ تب آپ گھر سے نکلے اور ان کے سامنے کھڑے ہوئے۔ بحالیکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ آپ نے ان کے سروں پر مٹی ڈالی۔ اور ان سے بچ کر نکل گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار کے دیکھنے سے غار میں اس طرح بچایا کہ آپ کے لئے نشانات دیئے۔ مکڑی نے اس پر جالا تن دیا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے کہا کہ ہم غار میں داخل ہوتے ہیں۔ تو امیہ بن خلف نے کہا کہ میں اس کو محمدؐ کے پیدا ہونے سے پہلے کا گمان کرتا ہوں۔ اور دو کبوتر ...ر کے منہ پر تھے۔ تب قریش نے کہا کہ اگر اس میں کوئی ہوتا۔ تو یہاں کبوتر نہ ہوتے۔

اور آپ کا قصہ سراقہ بن مالک بن جعشم کے ساتھ جبکہ آپ نے ہجرت کی بحالیکہ قریش نے بلاشبہ آپ کے بارے اور ابوبکر کے بارے میں انعام مقرر کیا تھا۔ اور اس کو آپ کی اطلاع دی گئی تھی۔ تب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور آپ کے پیچھے دوڑا یہاں تک کہ جب آپ کے قریب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا کی۔ تو اس کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھس گئے۔ اور اس پر سے خود گر پڑا۔ اور تیروں سے فال نکالنے لگا۔ تو وہ بات نکلی جس کو وہ مکروہ سمجھتا تھا۔ پھر سوار ہوا۔ اور آپ کے قریب پہنچا۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کو سن لیا۔ اور آپ کچھ خیال نہ فرماتے تھے۔ مگر ابوبکرؓ کا خیال تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کہ ہم پر کوئی آگیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ غم مت کھاؤ۔ کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر وہ دوبارہ گھوڑا گھٹنوں تک دھس گیا۔ اور وہ اس کے اوپر سے گر پڑا۔ پھر اس نے اس کو جھڑکا وہ کھڑا ہو گیا۔ بحالیکہ اس کی ٹانگوں سے دھوئیں کی طرح اٹھتا تھا۔ تب اس نے آپ سے امان طلب کی۔ تو آپ نے اس کو امان لکھ دی۔ اس کو ابن فہیرہ (ابوبکرؓ کے غلام آزاد شدہ) نے لکھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے لکھا۔ اور سراقہ نے آپ کو قریش کی خبریں سنائیں۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کسی کو نہ چھوڑے۔ کہ وہ آپ سے آملے۔ پھر وہ لوٹ گیا۔ اور لوگوں سے کہتا تھا کہ تمہیں کفایت ہے۔ آپ یہاں نہیں

ہیں۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس نے آپ دونوں سے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ پر بددعا کی تو میرے لئے دعا مانگو۔ پھر اس نے نجات پائی۔ اور اس کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا یقین ہو گیا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک چرواہے نے آپ دونوں کی خبر معلوم کی تھی۔ پھر وہ جلدی کرتا ہوا نکلا۔ کہ قریش کو جتلائے۔ لیکن جب مکہ میں آیا۔ تو اس کے دل سے وہ بات بھلا دی گئی۔ اور اسے معلوم نہ ہوا کہ کیا کرے۔ اور جس کام کے لئے نکلا تھا وہ بھول گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقام پر آگیا۔

اور ابن اسحٰق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ابوجہل آپ کے پاس ایک پتھر لے کر ایسے حال میں آیا کہ آپ سجدہ کر رہے تھے۔ اور قریش دیکھتے تھے کہ وہ آپ پر پتھر ڈالے۔ لیکن وہ اس کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ گردن تک خشک ہو گئے۔ الٹے پاؤں لوگوں کی طرف واپس ہوا۔ پھر اس کمبخت نے آپ سے سوال کیا۔ کہ میرے لئے دعا مانگیں۔ آپ نے دعا مانگی۔ تو اس کے ہاتھ چلنے لگے۔ اس نے قریش کے ساتھ اس کا مشورہ اور وعدہ کیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی۔ کہ اگر آپ کو دیکھوں گا۔ تو آپ کا سر (معاذ اللہ) کچلوں گا۔ پھر قریش نے اس سے آپ کی بابت پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ اس سے ورے مجھے ایک نر اونٹ پیش آیا۔ جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ مجھے کھا جائے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھا۔ اگر وہ قریب آتا۔ تو وہ اس کو پکڑ لیتا۔

سمرقندی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص بنی مغیرہ میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کہ آپ کو قتل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں اندھی کر دیں اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا۔ اور آپ کی باتیں سنیں۔ پھر وہ اپنے یاروں کی طرف لوٹ کر گیا تو ان کو نہ دیکھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کو پکارا۔ اور بیان کیا کہ ان دونوں قصوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (پ ۲۲ ع ۱)

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے۔ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

اور اس میں سے وہ ہے کہ جس کو ذکر کیا ابن اسحٰق نے اپنے قصہ میں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے۔ پھر ان کے ایک اونچے مکان کی دیوار کے ساتھ آپ سہارا لگا کر بیٹھے تو عمرو بن حجاش ان میں سے اٹھا تاکہ آپ پر چکی ڈال دے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور مدینہ شریف کی طرف لوٹ آئے۔ اور ان کو ان کا حال جتلایا۔ اور بیشک کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اس قصہ میں نازل ہوا ہے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی طرف بنی کلاب کے دو مردوں کی دیت کے بارہ میں جن کو عمرو بن امیہ نے قتل کیا تھا نکلے۔ تب آپ سے حی بن اخطب نے کہا کہ اے ابو القاسم آپ بیٹھئے تاکہ ہم تم کو کھانا کھلائیں۔ اور جو تم سوال کرتے ہو وہ تم کو دیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور حی نے کفار کے ساتھ آپ کے قتل کرنے کا مشورہ کیا۔ جبرئیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دے دی۔ آپ وہاں سے کھڑے ہوئے۔ گویا کہ کسی ضرورت کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اور اہل تفسیر نے حدیث کا معنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ ابوجہل نے قریش سے وعدہ کیا کہ اگر میں نے محمد کو نماز پڑھتے دیکھا۔ تو ان کی گردن کو پامال کروں گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی۔ تو انہوں نے اس کو جتلایا۔ پھر وہ آیا۔ اور جب قریب ہوا تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ پھر اس سے پوچھا گیا۔ تو کہنے لگا کہ جب میں اس کے قریب گیا۔ تو میں ایک آگ کی کھائی پر پہنچا۔ قریب تھا کہ میں اس میں گروں اور مجھے بڑا خوف معلوم ہوا۔ اور پروں کا ملنا دیکھا۔ جنہوں نے بیشک زمین کو بھر لیا تھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے اگر وہ قریب آتا تو اس کے ٹکڑے کر ڈالتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (پ ۳۰ ع ۲۱)

ترجمہ۔ ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیز گاری بتاتا تو کیا خوب تھا بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا حال ہو گا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بل پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

اور روایت کی گئی ہے کہ شیبہ بن عثمان حجبی نے آپ کو جنگ حنین کے دن پایا اور حضرت حمزہؓ نے اس کے باپ و چچا کو قتل کیا تھا۔ تو اس نے کہا کہ آج میں محمدؐ سے عوض خون لوں گا۔ اور جب لوگ جنگ میں مل گئے۔ تو وہ آپ کے پیچھے سے آیا۔ تاکہ آپ پر وار کرے۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں آپ کے قریب ہوا۔ تو میری طرف آگ کے شعلے بلند ہوئے جو کہ بجلی سے تیز تھے۔ تب میں پیٹھ کے بل بھاگا۔ اور مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کر لیا۔ تو بلایا اور اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھا۔ بحالیکہ مخلوق میں سے وہ میرے سخت دشمن تھے۔ مگر آپ نے ابھی اٹھایا نہ تھا۔ کہ وہ مخلوق سے مجھے پیارے معلوم ہوئے۔ اور مجھ سے کہا کہ قریب آ اور لڑ (خدا کی راہ میں) پھر میں آپ سے آگے بڑھا اور تلوار سے کفار کو مارتا تھا۔ اور آپ کو اپنی جان سے بچاتا تھا۔ اور اگر میں اپنے باپ سے اس وقت ملتا۔ تو میں اس پر کرتا نہ آپ پر۔

فضالہ بن عمرو سے مروی ہے۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فتح مکہ کے دن ارادہ کیا۔ بحالیکہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ اور جب میں آپ کے قریب پہنچا۔ فرمایا۔ کیا فضالہ ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ کہ تم دل میں باتیں بناتے تھے۔ میں نے کہا۔ کچھ نہیں! پھر آپ ہنس پڑے۔ اور میرے لئے استغفار کی۔ اور اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر رکھا۔ تو میرا دل تسکین پا گیا۔ واللہ کہ آپ نے ہاتھ مبارک کو اٹھایا نہ تھا کہ آپ مجھ کو تمام مخلوق سے پیارے معلوم ہونے لگے۔

اور اس میں سے مشہور خبر عامر بن طفیل وار اربد بن قیس کی ہے۔ جبکہ یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈیپوٹیشن بن کر آئے تھے۔ عامر نے دوسرے سے کہا تھا۔ کہ میں تم سے محمدؐ کا منہ روک دوں گا۔ پھر تم نے ان کو تلوار مارنا۔ پھر اربد کو کچھ کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ اور جب اس سے اس بارے میں کلام کیا۔ تو اس نے کہا واللہ! میں نے جب ان کے مارنے کا ارادہ کیا۔ تو اپنے میں اور ان میں تجھ کو حائل دیکھا۔ کیا میں تجھ کو مارتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بچایا۔ اس میں سے یہ کہ بہت سے یہودی اور کاہنوں نے آپ سے لوگوں کو ڈرایا تھا۔ اور قریش کو بتلایا تھا۔ ان کو آپ کی حکومت و غلبہ کی خبر دی تھی۔ ان کو آپ کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا حکم اس میں کامل درجہ تک پہنچ گیا۔ اور اس میں سے آپ کی مدد رعب کے ساتھ کی۔ آپ کا خوف مہینہ کی راہ تک پہنچ گیا تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

فصل ۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معارف و علوم عنایت کئے ہیں۔ اور آپ کو دنیا و دین کی تمام ضروریات پر اطلاع دینے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور آپ کو شریعتوں کے امور قوانین دئے۔ خدا

بندوں کی حکومت اور آپ کی امت کی ضروریات سے واقف ہونا اور اس امر سے جو پہلی امتوں میں گزرا ہے۔ انبیاء و رسولوں علیہم السلام اور جابروں۔ قرون گزشتہ کے قصے بتلائے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانہ تک کے۔ ان کی شریعتوں اور کتابوں کی حفاظت ان کے حالات کی یادداشت ان کے اخبار کا اور خدا کے دنوں کا ان میں آنا۔ ان کے اشخاص کا بیان ان کے راؤں کا اختلاف کا معلوم کرنا۔ ان کی مدتوں۔ عمروں ان کے حکماء کی حکمتوں۔ ہر ایک امت کا کفار میں سے جھگڑنا۔ اہل کتاب کے ہر ایک فرقہ کا معارضہ جو ان کی کتابوں میں ہے ان کو ان کے اسرار اور ان کے پوشیدہ علوم کا خبر دینا۔ اور ان کو ان باتوں کی اطلاع دینا۔ جن کو انہوں نے چھپا لیا تھا۔ باوجودیکہ لغات عرب میں غریب الفاظ متفرق شامل ہو گئے تھے۔ اور ان میں تبدیلی کر چکے تھے۔ آپ نے ان کے اقسام فصاحت کو احاطہ کر لیا تھا۔ ان کے ایام و امثال ان کی حکمتوں کو حفظ کر لیا تھا۔ ان کے اشعار کے معانی جانتے تھے۔ جوامع کلمات کے ساتھ آپ کو خصوصیت تھی۔ ضرب الامثال صحیحہ اور روشن حکمتوں کو پہچانتے تھے۔ تاکہ باریک اشیاء کو اچھی طرح سمجھا دیں۔ مشکل کو ظاہر کر دیں۔ قواعد شرعیہ کو آراستہ کر دیں۔ جس میں کوئی تناقض نہ ہو۔ اور نہ ترک نصرت ہو۔ باوجودیکہ آپ کی شریعت عمدہ اخلاق اور خوبی آداب اور ہر شے خوبصورت مفصل پر مشتمل ہے۔ کہ جس کا کسی ملحد۔ سلیم العقل نے سوائے اپنی رسوائی کے انکار نہیں کیا۔ بلکہ ہر منکر و کافر۔ جاہل جب ان باتوں کو سنتا کہ جن کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ تو اس کو بلاطلب دلیل پسند ہی کرتا ہے۔

پھر آپ نے ان پر پاک چیزیں حلال کیں۔ اور خبیث چیزیں حرام کیں۔ اور اس کے باعث ان کے نفسوں۔ عزتوں۔ مالوں کو عذابوں اور حدود سے جلدی اور آگ دوزخ سے دیر کے ساتھ جس کا علم کسی کو نہیں بچایا۔ اور ان سب کو اور ان کے بعض کو وہی شخص حفظ کرتا ہے۔ جس نے کتابیں پڑھی ہوں۔ کتابوں پر جھکا رہا ہو۔ اس کے ساتھ طرح طرح کے علوم اور معارف کے اقسام کو ضبط کیا ہو۔ جیسے طب تعبیر خواب۔ فرائض حساب۔ نسب وغیرہ علوم جن کو اہل علم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے کلام سے بطور پیشوا و اصول کے اپنے علموں میں لیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلرُّؤْیَا لِاَوَّلِ عَابِرٍ وَهِیَ عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ۔ خواب پہلے تعبیر کرنے والے کے لئے ہے وہ پرندہ کے پاؤں پر ہوتی ہے (یعنی وہ جھٹ پٹ گر جاتی ہے۔ اور واقع ہوتی ہے)۔

آپؐ نے فرمایا کہ خواب تین قسم کی ہے۔ ایک خواب سچی ہے۔ اور ایک خواب وہ ہے کہ دل میں خطرہ آتا ہے۔ اور ایک خواب غم کی ہے۔ جو شیطان کی طرف سے ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ جب زمانہ قریب ہو گا (یعنی قرب قیامت یا رات دن برابر ہوں) تو مومن کی خواب جھوٹی نہ ہو گی۔

اور فرمایا کہ بیماری کی اصل تخمہ اور بدہضمی ہے۔ اور ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے۔ کہ معدہ بدن کا حوض ہے۔ اور رگیں اس کی طرف آنے والی ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کو ہم صحیح نہیں کہتے (کیونکہ ضعیف اور موضوع ہے۔ اور دار قطنی نے اس میں کلام کیا ہے۔

اور فرمایا کہ بہتر دواؤں کی جو تم کرتے ہو۔ سعوط (جو دوا ناک میں چڑھائی جائے) اور لدود (جو کہ منہ کی ایک طرف ڈالی جائے) اور حجامت (سینگی لگانا) اور مل ہے۔ اور بہتر سینگی ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۱ تاریخ چاند کو ہے۔ اور عود ہندی (قسط بحری) میں فرمایا کہ سات مرض کو شفا ہے۔ منجملہ ان کے ذات الجنب ہے۔

اور فرمایا کہ ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر برا برتن نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر ضروری کھانا ہو۔ تو ثلث کھانے کے لئے ثلث پانی کے لئے اور ثلث سانس کے لئے رکھے۔

اور سبا کی نسبت آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ مرد تھا یا عورت یا زمین کا نام ہے۔ فرمایا کہ وہ مرد تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں جا کر رہے۔ یہ حدیث لمبی ہے۔

اور ایسا ہی آپ کا جواب قضاعہ کے نسب کے بارہ میں وغیرہ امور کہ جن میں عرب

کے لوگ باوجود اس کے کہ وہ نسب کے بارہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھنے میں مجبور ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حمیر عرب کے سردار تھے۔ اور عمدہ تھے۔ اور مذحج ان کا سر اور گردن ہے۔ اور ازدان کا کاہل (پیٹھ سے اوپر گردن سے نیچے) اور کھوپری ہے۔ اور ہمدان ان کا غارب (اونٹ میں جیسے انسان میں کاہل) اور ان کی چوٹی اور کوہان ہے۔

اور فرمایا کہ زمانہ چکر لگاتا ہے۔ اپنی ہیئت کی طرح جس دن سے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور حوض کوثر میں فرمایا۔ کہ اس کے گوشے برابر ہیں۔

اور ذکر کی حدیث میں فرمایا۔ کہ نیکیاں دس گنے ہوں گی۔ پس یہ ڈیڑھ سو تو زبان پر ہیں۔ (یعنی ۳۰ تسبیح پانچ نمازوں میں ملا ہو کیں) اور پندرہ سو میزان میں ہوں گی (ایک کو دس میں ضرب دینے سے) اور ایک جگہ کے بارہ میں فرمایا۔ کہ یہ حمام کی عمدہ جگہ ہے۔ اور فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے۔ اور عیینہ یا اقرع کو فرمایا۔ کہ میں تم سے زیادہ گھوڑے کو پہچانتا ہوں۔

اور آپ نے اپنے کاتب سے فرمایا۔ کہ اپنے قلم کو کانوں پر رکھ۔ کیونکہ لکھنے والے کو زیادہ یاد دلاتا ہے۔ اس کو یاد رکھ۔ اور باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب نہ تھے۔ لیکن آپ کو ہر ایک چیز کا علم دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ بلاشبہ ایسی حدیثیں آئی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خط کے حروف پہچانتے تھے۔ اور ان کی خوبصورتی کو جانتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ بسم اللہ کو لمبی مت لکھو۔ (کیونکہ سین لمبا کرنے میں ب معلوم ہو گا) روایت کیا اس کو ابن شعبان نے ابن عباسؓ کے طریق سے۔

اور دوسری حدیث میں معاویہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی دوات درست کر اور قلم کو تیز کر (یعنی دائیں طرف بڑھا ہو) یا ب کو سیدھا کر اور سین کے دندانے علیحدہ کر اور میم کے دائرہ کو اندھا نہ کر اور لفظ اللہ کو خوبصورت لکھ۔ اور رحمٰن کو لمبا کر اور رحیم

کو خوبصورت لکھ۔ اور یہ باتیں (محقق) ہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت نہیں کہ آپ نے کچھ لکھا ہے۔ کیونکہ یہ کوئی بعید نہیں۔ کہ آپ کو اس کا علم دیا گیا ہو۔ اور لکھنے اور پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لغات عرب سے عالم ہونا۔ اور اس کے اشعار کے معانی کا حفظ کرنا سو یہ تو ایک مشہور بات ہے۔ ہم نے اس کے کچھ حصہ پر اول کتاب میں خبر دے دی ہے۔

اور ایسا ہی آپ کا لوگوں کے بہت سے لغات کا حفظ کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔ سنہ سنہ اور یہ حبشی زبان میں 'معنی حسنہ' ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ ہرج بہت ہو گیا۔ اس کے معنی قتل کے ہیں۔ اور حدیث ابوہریرہؓ میں آپ کا اشکنب درد م یعنی پیٹ کا درد۔ فارسی زبان میں وغیرہ۔ وہ علوم کہ جن میں سے بعض کو وہی جانتا ہے۔ اور اس کے کل یا بعض کا وہی حق پورا کر سکتا ہے۔ کہ جس نے ساری عمر کتابیں پڑھی ہوں۔ اور کتابوں پر جھکا رہا ہو۔ ان کے اہل سے شغل رکھا ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے مرد تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ امی ہے۔ نہ لکھا ہے نہ پڑھا ہے۔ اور نہ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہا ہے جن کو علم تھا اور نہ اس میں سے کسی شے کو پڑھا ہے اور نہ پہلے آپ ان میں سے کسی علم سے مشہور تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔ (یعنی جگہ تھی شبہ کی کہ اگلی کتاب پڑھ کر یہ باتیں معلوم کیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی کسی استاد کے پاس بیٹھے نہ ہاتھ میں قلم پکڑا)۔ (۲۱ ع ۱)

عرب کی تو عادت معرفت نسب اور پہلے لوگوں کے قصے اور شعر و بیان کا جاننا تھا اور یہ باتیں بھی ان کو جب حاصل ہوئی تھیں کہ عمر بھر اس علم میں مشغول رہے تھے۔ اس کی [illegible] علم [illegible] مباحثہ کرتے رہے تھے۔ اور

فن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں سے ایک نقطہ ہے۔ اور ملحد کے انکار کے لئے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کوئی راہ نہیں۔ اور کافروں کے لئے جو کچھ ہم نے بیان کیا۔ اس کے رفع کرنے میں سوائے اس کے اور کوئی حیلہ نہ تھا۔ کہ کہہ دیتے تھے۔ یہ تو پہلے لوگوں کی باتیں ہیں۔ اور بیشک ان کو انسان نے سکھلایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد کر دیا۔ کہ جس کی زبان کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔ اور یہ فصیح عربی زبان ہے۔ پھر جو انہوں نے کہا تھا۔ وہ صریح مکابرہ ہے۔ کیونکہ بیشک جس کی طرف آپ کی تعلیم کو نسبت کرتے تھے۔ وہ یا تو سلمان تھا یا ۔حلام رومی تھا اور سلمانؓ نے تو آپ کو ہجرت کے بعد پہچانا ہے۔ جب کہ قرآن شریف کا بہت سا حصہ نازل ہو چکا تھا۔ اور بیشمار آیات کا ظہور ہو چکا تھا۔ اور ۔حلام رومی اسلام لا چکا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھا کرتا تھا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کوہ مروہ پر (لوگوں کے ساتھ) بیٹھا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں عجمی زبان والے تھے۔ اور یہ فصحاء عرب جھگڑالو اور تیز زبان خطیب اس قرآن کے معارضہ اور اس کے مثل لانے سے عاجز ہو گئے تھے۔ بلکہ اس کے وصف اور صورت تالیف و نظم کے سمجھنے سے قاصر تھے پس عجمی گنگے کا تو کیا ذکر ہاں بیشک سلمان یا بلعام رومی' یعیش یا جبر یا یسار کہ جس کے نام میں اختلاف ہے لوگوں کے سامنے ساری عمر باتیں کرتے رہے ہیں۔ کیا ان میں سے ایک سے بھی یہ امر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے آئے ہیں۔ اور کیا ان میں سے ایک سے بھی یہ باتیں مشہور ہوئی ہیں۔ اور دشمن کو اس وقت باوجود کثرت شمار سخت طلب و کثرت حسد کے کسی نے منع نہ کیا تھا۔ کہ اس کے پاس بیٹھے پھر وہ بھی اس سے علم حاصل کر کے معارضہ کرے۔ اور اس سے وہ بات سیکھے کہ جھگڑنے میں جس کا محتاج تھا۔ جیسا کہ نضر بن حارث نے کیا تھا۔ کہ جھوٹے قصے اپنی کتابوں سے بیان کرتا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے غائب نہ ہوئے تھے۔ اور نہ اہل کتاب کے شہروں کی طرف آپ کا آنا جانا ہوا تھا۔ کہ یوں کہا جاتا۔ آپ نے ان سے مدد لی ہے۔ بلکہ ہمیشہ ان کے درمیان رہے۔ بچپن اور جوانی میں انبیاء علیہم السلام کی

عادت کے موافق بکریاں چراتے رہے۔ پھر ان کے شہروں سے سوائے ایک دو سفر کے باہر نہیں نکلے۔ اور ان میں اتنی مدت نہیں لگائی کہ جس میں تھوڑی سی تعلیم کا بھی احتمال ہو۔ زیادہ کہاں بلکہ سفر میں اپنی قوم کی صحبت اور اپنے قبیلہ کی رفاقت میں رہے۔ ان سے غائب نہ ہوئے۔ اور مکہ میں قیام کی مدت میں بھی آپ کا حال نہیں بدلا نہ تعلیم پائی۔ نہ کسی عالم یہود یا پادری یا نجومی یا کاہن کے پاس گئے۔ بلکہ اگر یہ سب باتیں بھی ہوتیں۔ تاہم بالضرور آپ کا قرآن شریف کا معجزہ لانا ہر ایک عذر کو قطع کرنے والا۔ ہر ایک حجت کو دور کرنے والا۔ ہر ایک امر کو واضح کر دینے والا ہوتا۔

فصل ۲۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور آپ کے معجزات و کھلے نشانات میں سے آپ کے اخبار ہیں جو کہ ملائکہ اور جنوں کے ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ملائکہ سے آپ کی مدد کرنا اور جنوں کا آپ کی اطاعت کرنا اور بہت سے صحابہ کا ان کو دیکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ (پ ۲۸ ع ۱۹)

ترجمہ۔ اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اور فرمایا۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (پ ۹ ع ۱۷)

ترجمہ۔ جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو۔

اور فرمایا۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔ (پ ۹ ع ۱۵)

ترجمہ۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔

اور فرمایا۔ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ (پ ۲۶ ع ۴)

ترجمہ۔ اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو۔ پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔

حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عاص فقیہ نے۔ میں نے ان سے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو اللیث سمرقندی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالغافر فارسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن معاذ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے میرے باپ نے۔ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے سلیمان شیبانی نے اس نے زربن جبیش سے سنا اس نے عبداللہ (بن مسعود) سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی بے شک اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔ کہا (ابن مسعود نے) جبرائیل علیہ السلام کو اپنی صورت میں دیکھا۔ جس کے چھ سو پر تھے۔

اور صحیح حدیث میں آپ کا جبرائیل و اسرافیل وغیرہما فرشتوں سے کلام کرنا ثابت ہے۔ اور شب معراج میں آپ کا فرشتوں کو باوجود ان کی کثرت اور بعض کی بڑی بڑی صورتوں کے دیکھنا مشہور ہے۔ اور فرشتوں کو آپ کے سامنے چند صحابہ نے مختلف مقامات پر دیکھا ہے۔ آپ کے اصحاب نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک مرد کی شکل میں دیکھا ہے۔ جو کہ آپ کو اسلام اور ایمان کی بابت پوچھتا تھا۔ ابن عباس اسامہ بن زید وغیرہما نے آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا ہے۔ اور

سعد بن وقاصؓ نے اپنے دائیں بائیں جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو دیکھا تھا۔ جن پر سفید کپڑے تھے۔

اور ایسا ہی اور بہت سے صحابہ علیہم الرضوان سے مروی ہے۔ بعض صحابہؓ نے فرشتوں کا اپنے گھوڑوں کو جھڑکنا جنگ بدر کے دن سنا ہے۔ بعض نے کفار کے سر اڑتے ہوئے دیکھے ہیں۔ اور مارنے والے کو نہیں دیکھا۔

ابو سفیان بن الحارث نے اس دن سفید مردوں کو ابلق گھوڑوں پر آسمان و زمین کے درمیان دیکھا۔ جن کے برابر کا کوئی لڑکا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور بیشک فرشتے عمران بن حصین سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ کو جبرئیل علیہ السلام کعبہ میں دکھلایا۔ تو وہ بیہوش ہو کر گر گئے۔

اور عبداللہ بن مسعودؓ نے جنوں کی رات میں جنوں کو دیکھا۔ اور ان کا کلام سنا۔ ان کو قوم زط کے مردوں سے تشبیہ دی۔

اور ابن سعد رضی اللہ عنہ نے ذکر کا ہے کہ جب مصعب بن عمیر احد کے دن شہید ہوئے تو ایک فرشتے نے اس کی شکل پر جھنڈا لیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرماتے تھے کہ اے مصعب آگے بڑھو۔ پس آپ کو فرشتے نے کہا کہ میں مصعب نہیں ہوں۔ تب آپ نے معلوم کیا کہ وہ فرشتہ ہے۔

اور بہت سے مصنفین نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شیخ آیا۔ جس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ جن کی آواز ہے تم کون ہو۔ اس نے کہا میں ہامہ ابن الہیم بن لاقس بن ابلیس ہوں۔ اس نے بیان کیا کہ میں نوح علیہ السلام سے ملا ہوں۔ اور ان کے بعد اور پیغمبروں سے لمبی حدیث بیان کی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چند سورتیں سکھلائیں۔

اور واقدی نے بیان کیا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عزیٰ (درخت) کے گرانے کے وقت سیاہ (عورت) کو جو اس کے سامنے کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ ننگی ہو

کر نکلی تھی قتل کیا۔ اور اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ تب آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ یہ عزیٰ تھی۔ (یعنی عزی درخت جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ دراصل وہ عورت جنہ تھی۔ اس لئے اس کو عزی فرما دیا)۔

اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ شیطان نے آج رات حملہ کیا کہ میری نماز قطع کرے۔ پھر خدا نے مجھے طاقت دی۔ اس کو میں نے پکڑ لیا۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو اپنی مسجد کے ستونوں میں سے ایک کے ساتھ باندھ دوں۔ یہاں تک کہ تم اس کو دیکھ لو۔ لیکن میں نے پھر اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد کی جو انہوں نے مانگی تھی۔ اے میرے رب مجھ کو ایسا ملک دے کہ میرے بعد اور کسی کو لائق نہ ہو۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ نے ناکام کر کے رد کر دیا۔ اور یہ باب وسیع ہے۔

فصل ۲۷

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل و علامات رسالت میں سے وہ احادیث ہیں جو کہ رہبان اور احبار (درویشوں اور عالموں نصاریٰ و یہود) اور علماء اہل کتاب سے آپ کی صفت اور آپ کی امت کی صفت و رسم و علامات میں پے در پے وارد ہوئی ہیں۔ آپ کی انگشتری کا ذکر جو آپ کے دونوں کندھوں میں تھی۔ اور جو اس بارے میں موحدین متقدمین کے اشعار ہیں یعنی تبع اوس بن حارثہ۔ کعب بن لوی۔ سفیان بن مجاشع۔ قس بن ساعدہ کے اور جو کچھ سیف بن ذی یزن وغیرہم سے منقول ہے۔ اور جو کچھ کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل عشکلان حیری اور علماء یہود اور شامول نے جو ان کا عالم تھا اور تبع کا مصاحب تھا۔ آپ کی صفت و خبر بیان کی ہے۔ اور جو کہ اس میں سے تورات و انجیل میں پایا گیا ہے۔ جس کو علماء نے جمع کیا ہے۔ اور بیان کیا ہے۔ اور ان دونوں کتابوں سے ان ثقہ لوگوں نے نقل کیا ہے۔ جو ان میں سے مسلمان ہوئے تھے۔ جیسے عبداللہ بن سلام بنی سعد۔ ابن یامین مخیرق کعب

وغیرہ۔ جو علما یہود میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور بحیرا و نسطو ارجبشہ اور صاحب بصرے ضغاطر اور شام کے پادری اور جارود اور سلمان نجاشی حبشہ کے نصارے نجران کے پادری وغیرہم جو نصاریٰ کے پادریوں میں سے مسلمان ہوئے تھے۔ اور ہرقل اور صاحب رومہ نے جو کہ نصاریٰ کے عالم و سردار تھے۔ اس کا اقرار کیا اور مقوقس صاحب مصر اور شیخ نے جو اس کا مصاحب تھا۔ ابن صوریا ابن اخطب اور اس کے بھائی اور کعب بن اسد زبیر بن باطیا وغیرہم علماء یہود نے اقرار کیا۔ جن کو حسد نے بدبختی پر باقی رہنے کے لئے برانگیختہ کیا تھا۔ اور اس بارہ میں حدیثیں بہت ہیں۔ جن کا شمار نہیں۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کے کانوں کو کھول دیا۔ کہ ان کی کتابوں میں میری اور میرے اصحاب کی صفت ہے۔ اور ان پر حجت قائم کی تھی۔ کہ جس پر ان کے صحیفے مشتمل ہیں۔ اور اس کی تحریف اور چھپانے اور ان کی زبان کے مروڑنے سے آپ کے امر کے بیان سے ان کی مذمت کی۔ آپ نے ان کو مباہلہ کی طرف بلایا۔ کہ جو جھوٹا ہو (اس پر لعنت ہو) اور ان میں سے ہر ایک معارضہ سے بھاگا۔ اور جو الزام ان کی کتابوں سے ہوتا تھا۔ اس کا اظہار کیا۔ اور اگر وہ اس کے خلاف پاتے تو اس کا اظہار ان پر زیادہ آسان ہوتا بہ نسبت جانوں اور مالوں کے خرچ کرنے اور مکانوں کے خراب کرنے اور ترک قتل کے بجائے آپ نے ان سے کہہ دیا تھا۔ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ کہدے کہ لاؤ توراۃ کو اور اس کو پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔

یہاں تک کہ کاہنوں نے آپ کی خبر دی تھی۔ جیسے کہ شافع بن کلیب اور شق۔ سطیح۔ سواد بن قارب۔ خنافر۔ افعی اور نجران۔ جدل بن جذل۔ کندی۔ ابن خلصہ دوسی۔ سعدی بنت کریز۔ فاطمہ بن نعمان اور وہ لوگ جن کا شمار بوجہ کثرت نہیں ہو سکتا۔ باوجودیکہ بتوں کی زبانوں پر آپ کی نبوت اور وقت رسالت کے آنے کا اظہار ہوا۔ جنوں اور تھانوں کے ذبیحوں اور صورتوں کے پیٹوں سے سنا گیا۔ اور جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور آپ کی رسالت کی گواہی پتھروں اور قبروں پر خط قدیم لکھا ہوا پایا گیا۔ کہ جو اکثر مشہور ہے۔ اور اس وجہ سے بعض لوگوں کا مسلمان ہونا

معلوم و مذکور ہو چکا ہے۔

فصل ۲۸

اور ان میں سے وہ نشانات ہیں۔ جو کہ آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے ہیں۔ جن کے عجائبات کو آپ کی والدہ شریفہ اور دیگر حاضرین نے بیان کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت آپ کا سر اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔ آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ کی والدہ نے وہ نور دیکھا جو کہ ولادت کے وقت آپ کے ساتھ نکلا تھا۔ اس وقت عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے دیکھا کہ ستارے قریب آگئے ہیں۔ اور ولادت کے وقت نور نکلا۔ حتیٰ کہ نور کے سوائے اور کچھ نہ دیکھتی تھی۔

عبدالرحمٰن کی والدہ شفا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاتھوں پر پڑے۔ اور چھینک ماری اور الحمد للہ کہا۔ تو میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے۔ یرحمک اللہ یعنی خدا تجھ پر مہربان ہو۔ اور مشرق و مغرب کے درمیان مجھے روشنی معلوم ہوئی یہاں تک کہ میں نے روم کے مکانات دیکھ لئے۔

اور حلیمہؓ اور اس کے خاوند نے جو آپ کی دودھ کی ماں تھی آپ کی برکت دیکھی۔ اس کا اور اس کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا تھا۔ اس کی بکریاں موٹی تازی ہو گئی تھیں۔

آپ بچپنے میں جلدی بڑھتے تھے۔ اور ترقی پاتے تھے۔

اور پیدائش کی رات میں یہ عجیب واقع ہوا۔ کہ کسریٰ کا محل ہلا۔ اس کے کنگرے گر پڑے۔ بحیرہ طبریہ کا پانی کم ہو گیا۔ فارس کی آگ بجھ گئی جبکہ اسے ہزار سال جلتے ہو گئے تھے۔ اور جب آپ اپنے چچا ابو طالب اور اس کی اولاد کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔ تو یہ لوگ سب پیٹ بھر کر کھا لیتے۔ اور جب آپ غائب ہوتے اور مل کر کھاتے تو پیٹ نہ بھرتا۔ ابو طالب کے اور بیٹے صبح کے وقت پراگندہ حال اٹھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تروتازہ روشن چکنے سرگمیں اٹھتے تھے۔

ام ایمنؓ آپ کی پالک فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھوک پیاس کی شکایت بیان کرتے ہوئے نہ بچپن میں نہ بڑے ہوئے دیکھا ہے۔ اور ان میں سے آسمانوں کا شہابوں سے محفوظ رہنا ہے۔ شیطانوں کی گھات لگانا موقوف ہوا۔ ان کا کان کی چوری کرنا روک دیا گیا۔ اور لڑکپن ہی میں آپ کو بتوں سے دشمنی تھی۔ امور جاہلیت سے بچتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے خصوصیت دی تھی۔ عمدہ اخلاق کی اور بری باتوں سے بچایا تھا۔ حتیٰ کہ ستر کے بارہ میں حدیث مشہور میں آیا ہے۔ کہ جب کعبہ کی بنا ہو ر[illegible] تو آپ نے اپنے تہ بند کو اٹھانا چاہا کہ اس کو کندھے پر رکھیں۔ اور اس پر پتھر اٹھائیں۔ اور برہنہ ہوئے تو زمین پر گر پڑے اور تہ بند جھٹ پہن لیا۔ آپ کے چچا نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ مجھے برہنہ ہونے سے منع کر دیا گیا ہے۔

اور ان میں سے سفر میں اللہ تعالیٰ کا آپ کو بادل سے سایہ کرنا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خدیجہؓ اور ان کی عورتوں نے جب آپؐ سفر سے واپس آئے تو دیکھا کہ دو فرشتے آپ کو سایہ کئے ہوئے ہیں۔ پھر خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ سے اس کا ذکر کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں شروع سے جب میں آپ کے ساتھ سفر میں نکلا ہوں دیکھتا آیا ہوں۔

اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ حلیمہؓ (دائی) نے بادل دیکھا تھا۔ جو آپ کو سایہ کئے ہوئے تھے۔ بحالیکہ آپ اس کے ساتھ تھے۔ اور یہ بات آپ کے رضاعی بھائی سے بھی مروی ہے۔

اور اس میں سے یہ کہ آپ مبعوث ہونے سے پہلے ایک سفر میں ایک خشک درخت کے نیچے اترے تو اس کا گردا گرد تمام سبز ہو گیا۔ درخت پھلدار ہو گیا۔ اس کی شاخیں بڑھ گئیں۔ اور نیچے لٹک آئیں۔ اور جو وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے اس کو دیکھا۔ دوسری حدیث میں درخت کے سایہ کا آپ کی طرف میلان کرنا آیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو سایہ کر دیا۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے وجود شریف کا سورج اور چاند کے وقت

سایہ نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ نور تھے۔ اور یہ کہ مکھی آپ کے جسم مبارک اور کپڑوں پر بیٹھتی نہ تھی۔

اور اس میں سے یہ کہ خلوت آپؐ کو پیاری تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی طرف وحی کی گئی۔ پھر آپؐ نے اپنی اور اجل کے قریب ہونے کی خبر دی۔ اور یہ کہ آپ کی قبر مدینہ میں اور آپ کے گھر ہی میں ہوگی۔ اور یہ کہ آپ کے گھر اور قبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا۔ اور حدیث وفات میں بہت سی بزرگیاں اور شرافتیں ہیں۔ اور ملائکہ نے آپ کے جسم شریف پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور ملک الموت نے آپ سے اذن طلب کیا۔ اور پہلے اس سے کسی سے اذن طلب نہیں کیا۔ ان کی آوزیں لوگوں نے سنیں کہ غسل کے وقت آپ کا کرتا مبارک نہ اتارو۔ اور یہ بھی آیا کہ خضر علیہ السلام اور فرشتوں نے آپؐ کی موت کے وقت آپؐ کے اہل بیت سے تعزیت کی ہے۔ علاوہ اس کے آپؐ کے اصحاب پر آپؐ کی کرامات و برکت زندگی اور موت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ جیسے حضرت عمرؓ کا آپؐ کے چچا عباس کے ساتھ بارش کا طلب کرنا اور بہت لوگوں کا آپؐ کی اولاد کے ساتھ تبرک حاصل کرنا مذکور ہے۔

فصل ۲۹

کہا قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ہم نے اس باب میں آپؐ کے معجزات واضحہ کے نکتے بیان کئے ہیں۔ اور علامات نبوت کے۔ہم نے وہ کلام بیان کئے ہیں کہ جو کفایت کرنے والے ہیں ان میں سے ایک (قرآن) ہی میں کفایت، و غنا ہے۔ اور ہم نے اور بہت سے معجزات چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ان کے سوا ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے اور بہت سے معجزات چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ان کے سوا ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ لمبی حدیثوں میں سے صرف غرض اور اصل مقصد پر بس کی۔ اور بہت سی احادیث و غریب میں سے جو صحیح اور مشہور تھیں۔ ان کو لیا۔ مگر وہ غریب حدیثیں بھی لی ہیں۔ کہ جن کو مشہور اماموں نے ذکر کیا ہے۔ اور ان سب میں ہم نے

اسناد کو بوجہ اختصار کے حذف کر دیا۔ اور اس باب کے موافق اگر پورے طور پر لکھا جائے تو ایک دیوان جمع ہو کر کئی جلدوں پر شامل ہو جائے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت دو وجہ سے زیادہ ظاہر ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بکثرت ہیں۔ اور یہ کہ جس کسی نبی کو معجزہ دیا گیا ہے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مثل معجزہ دیا گیا ہے۔ تو اس باب کے فصول اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو دیکھ کر انشاء اللہ اس پر واقف ہو جائے گا۔ اور ہمارا یہ کہنا۔ کہ وہ بکثرت ہیں۔ پس یہ قرآن سب کا سب معجزہ ہے۔

اور بعض محققین آئمہ کے نزدیک کم از کم جس پر اعجاز واقع ہے۔ سورۂ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یا اس قدر اور کوئی آیت ہے۔ بعض آئمہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کی ہر ایک آیت جیسے بھی ہے معجزہ ہے۔ دوسروں نے یہ زائد کیا ہے کہ اس کا ہر ایک پورا جملہ معجزہ ہے۔ اگرچہ وہ ایک کلمہ یا دو کلمہ سے بنا ہوا ہے۔ اور حق وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اب وہ کہ اس کی تائید نظر و تحقیق سے ہوتی ہے۔ جس کا بیان طول ہے اور جب یہ ہے تو قرآن میں کلمات قریباً" ۷۷ ہزار اور کچھ اوپر ہیں۔ اور بعض علماء کے شمار کے موافق ہے۔ اور اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے کلمات کا شمار دس عدد ہے۔ پس تمام قرآن کی تقسیم اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے عدد کی نسبت سات ہزار جزو سے زائد ہوئی۔ کہ ہر ایک ان میں سے بذاتہ معجزہ ہے۔ پھر اس کا معجزہ ہونا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ دو وجہ سے ہے۔ ایک طریق بلاغت اور دوسرا طریق نظم۔ پس اس مدد کے ہر جزو میں دو معجزے ہوئے۔ سو اس وجہ سے عدد دوگنا ہو گیا۔

پھر اس میں اعجاز کی دوسری وجہیں ہیں۔ وہ کہ علوم غیب کی خبریں دینا۔ کیونکہ بے شک کبھی اس تقسیم کی ایک ہی سورہ میں غیب کی چیزوں کی خبریں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز بذاتہ معجزہ ہے۔ اور دوبارہ یہ عدد دگنا ہو گیا۔ پھر اعجاز کے دوسرے اقسام جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ وہ اس عدد کو دگنا کر دیتے ہیں۔ یہ قرآن ہی کے حق

میں ہے۔ پس کوئی عدد معجزات قرآنی کو نہ لے سکے گا۔ اور شمار اس کے دلائل کو حصر نہ کر سکے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ابواب میں جو احادیث و اخبار وارد و صادر ہیں۔ اور وہ باتیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ جن سب کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے۔ اس کثیر مقدار کے قریب پہنچی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات واضح ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے زمانہ کی ہمتوں کے موافق تھے۔ اور اسی فن کے موافق کہ جس میں ان کے زمانہ کے لوگ بڑھے ہوئے تھے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کی غایت علم جادو تھا۔ تو ان کی طرف موسیٰ علیہ السلام ایسا معجزہ لے کر بھیجے گئے کہ ان کے ادعاء قدرت کے مشابہ تھا۔ پس وہ ان کے پاس وہ معجزہ لائے کہ جس نے ان کی عادات کو خرق کر دیا۔ اور وہ ان کی قدرت میں نہ تھا۔ ان کے جادو کو باطل کر دیا۔ ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ وہ تھا۔ کہ جس میں وہ لوگ طب میں اعلیٰ درجہ کے تھے۔ اور اس زمانہ میں طبیب بہ کثرت تھے۔ پس ان کے پاس وہ بات آئی کہ جس پر وہ قادر نہ تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وہ علاج لائے کہ جس کا انہیں خیال بھی نہ آتا تھا۔ یعنی مردہ کا زندہ کر دینا۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی برصی کا بدوں علاج و طب کے اچھا کر دینا ایسے ہی باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کا حال ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور عرب کے تمام علوم و معارف چار تھے۔ بلاغت شعر خبر و کہانت پر آپ پر قرآن شریف اتارا۔ جو ان چاروں فصول کی عادت کے برخلاف اور خارق تھا۔ یعنی فصاحت و اختصار کلام اور وہ بلاغت جو ان کے طرز کلام سے علیحدہ رنگ میں تھے۔ وہ نظم کہ غریب اور طرز غریب سے ہے کہ وہ اپنی نظموں میں اس کی طرف پہنچ نہ سکتے تھے۔ وزنوں کے طرزوں میں اس کا طریق جانتے ہی نہ تھے۔ اور آئندہ کی خبریں حادثات' اسرار خفیہ باتیں دلوں کی باتیں بیان کیں۔ بس ویسی ہی پائی جاتیں۔ اور جس کی نسبت وہ خبر دی گئی ہوتیں۔ ان کی صحت کا اقرار کرتا۔ اور اس کی تصدیق کرتا۔ اگرچہ وہ سخت دشمن ہوتا۔ پس کہانت کو

باطل کیا۔ جو ایک دفعہ سچی نکلتی ہے تو دس دفعہ جھوٹ ہوتی ہے۔ پھر اس کو شہابوں کے پھینکنے اور ستاروں کے گھات میں رہنے سے جڑھ سے اکھیڑ دیا۔ اور اس میں زمانہ گذشتہ اور انبیاء علیہم السلام مردہ امتوں۔ حالات گذشتہ کی وہ خبریں آئی ہیں۔ کہ اس شخص کو جو اس علم کے لئے مشغول ہو اس کے بعض حصہ سے عاجز کر دیتی ہیں۔ چہ جائیکہ کل سے ان وجوہ کے موافق جن کو ہم نے بیان کیا اور معجزات کو ظاہر کر دیا ہے۔ پھر قرآن کا یہ معجزہ جو کہ ان وجوہ کا معہ دوسرے فصول کے جن کا ہم نے معجزات قرآن میں ذکر کر دیا ہے جامعہ ہے۔ قیامت کے دن تک ثابت رہے گا۔ ہر امت آنے والی پر ظاہر حجت رہے گا اور اس کے وجوہ اس شخص پر مخفی نہیں جو کہ اس میں غور کرے اور اس کے اقسام اعجاز میں تامل کرے باوجود اس کے کہ اس میں اس طریق پر غیب کی خبریں دی ہیں۔ پس کوئی زمانہ ایسا نہ ہو گا کہ جس میں اس کا صدق اس کی خبر کے ظہور کے مطابق واقع نہ ہو گا۔ پھر ایمان تازہ ہو گا۔ اور برہان غالب ہو گا۔ اور خبر مشاہدہ کے برابر نہیں ہوتی۔ مشاہدہ سے یقین زیادہ ہوتا ہے۔ اور نفس عین الیقین سے بہ نسبت علم الیقین کے زیادہ تسلی پاتا ہے۔ اگرچہ دونوں اس کے نزدیک حق ہیں۔ اور رسولوں کے تمام معجزات ان کا زمانہ گزرنے سے ختم ہو گئے۔ ان کے وجود کے جانے سے معدوم ہو گئے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ختم نہ ہو گا نہ منقطع ہو گا۔ بلکہ اس کے نشانات نئے ہوتے رہیں گے۔ ست نہ ہوں گے۔ اسی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ جس کو ہم سے قاضی شہید ابو علی نے بیان کیا ہے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابوالولید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر نے کہا بیان کیا ہم سے ابو محمد اسحق ابوالہیثم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا ہم سے فربری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے لیث نے سعید سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

مَامِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ

وَمَنْ سَجَدَ اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ:۔ جو نبی پہلے آتے رہے ہیں۔ ان کو اسی طرح کا معجزہ دیا گیا۔ جس پر لوگ ایمان لاتے رہے۔ لیکن جو مجھے معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے (یعنی قرآن کریم) جو خدا نے میری طرف بھیجا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ ان کی نسبت میرے تابعین زیادہ ہوں گے۔

یہ مطلب حدیث کا بعض کے نزدیک ہے۔ اور یہی ظاہر اور صحیح ہے۔ انشاء اللہ اور بہت سے علماء اس حدیث کی تاویل اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے ظہور میں دوسرے معنے کی طرف گئے ہیں۔ یعنی اس کا ظہور یہ ہے کہ وہ وحی اور کلام ہے کہ جس میں محض خیال کہنا یا اس کو حیلہ کہنا ممکن نہیں (بلکہ وہ اصلی ہے) اور نہ وہ تشبیہ ہے کیونکہ دوسرے انبیاء کے معجزات میں معاندین نے بے شک قصد کیا تھا کہ ان کو دیگر اشیا کے ساتھ ملا دیں اور یہ طمع کی تھی کہ ان کو خیال بنا کر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو پھیر دیں۔ جیسا کہ جادوگروں کا رسیوں اور لکڑیوں کا ڈالنا۔ اس قسم کا معجزہ وہ ہے کہ جادوگر اس کو خیالی بنا سکتا ہے۔ یا اس میں حیلہ کر سکتا ہے۔ اور قرآن وہ کلام ہے کہ جس میں حیلہ اور جادو یا تخیل کو دخل نہیں۔ پس وہ اس وجہ سے ان کے نزدیک دوسرے معجزات سے زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ شاعر اور خطیب حیلہ اور بناوٹ سے شاعر و خطیب نہیں بن سکتا۔ اور پہلا معنے صاف اور زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اس دوسری تفسیر میں وہ امر ہے کہ جس پر آنکھ بند ہوتی ہے یا چھپتی ہے۔

تیسری وجہ اعجاز کی اس مذہب کے موافق کہ جو کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی قدرت کو پھیر دیا ہے۔ اور یہ کہ معارضہ قرآن انسان کی قدرت میں تو ہے۔ لیکن اس سے ان کو پھیر دیا گیا۔ یا اہل السنتہ کے دو مذہب میں سے ایک مذہب کے موافق یہ ہے کہ اس جیسا ان کے مقدار کی جنس میں سے تو ہے۔ لیکن نہ تو یہ پہلے ہوا اور نہ بعد ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قادر نہیں کیا۔ اور نہ اس پر قادر کرے گا۔ اور دونوں مذہبوں میں کھلا فرق ہے۔ ان دونوں قولوں کے موافق عرب کا اس چیز کو نہ لانا جو ان کے مقدور میں تھا یا ان کے مقدور کے جنس میں سے تھا۔ اور بلاد جلا وطنی

قید ذلت و تغیر حال جانوں اور مالوں کے ضائع ہونے زجر اور جھڑک و عید پر راضی ہونا اس پر کھلی دلیل ہے۔ کہ وہ اس کے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اس کے معارضہ سے منہ موڑتے تھے۔ اور بے شک وہ اس بات سے منع کئے گئے تھے جو ان کے مقدور کے جنس سے تھا۔ اور اس مذہب کی طرف امام ابوالمعالی وغیرہ گئے ہیں۔ ابوالمعالی کہتے ہیں۔ کہ یہ امر ہمارے نزدیک خرق عادت میں بہ نسبت عجیب افعال کے بذاتہ نہایت اعلیٰ ہے۔ جیسے عصا کا اژدہا بننا اور اس کی مثل اور امور۔ کیونکہ دیکھنے والے کے دل میں فوراً" یہ خطرہ گذرتا ہے کہ یہ خصوصیت اس کے مالک میں اس لئے ہے کہ اس کو اس فن میں زیادہ معرفت اور زیادہ علم ہے یہاں تک کہ اس خطرہ کو کوئی صحیح نظروالا دور کر دے۔ لیکن لوگوں سے ایسے کلام کے ساتھ کہ ان کے کلام کے جنس میں سے ہو۔ معارضہ کا طلب کرنا کہ اس جیسا کلام لے آو۔ پھر وہ نہ لائے۔ پھر بہت سے اسباب کے موجود ہونے کے بعد اس کا معارضہ نہ کرنا سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس سے منع کر دیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر نبی کہہ دے کہ میری نشانی اور معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیام سے باوجود ان کی قدرت اور تمکنیہ ہونے کے روک دے گا۔ پھر اگر ایسا ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو قیام سے عاجز کر دے۔ تو یہ نہایت واضح نشانی اور دلیل ہو گی۔ اور خدا سے توفیق ہے۔

اور بعض علماء آپ کے معجزہ کی دوسرے انبیاء کے معجزوں پر غالب ہونے کی وجہ بیان کرنے سے غائب رہے۔ حتیٰ کہ اس کے عذر کرنے کے لئے اس بات کے محتاج ہوئے کہ عرب کے فہم دقیق تھے۔ ان کی عقلیں تیز تھیں۔ ان کی عقلیں بہت تھیں۔ اور بے شک انہوں نے اپنی سمجھ سے اس میں معجزہ معلوم کر لیا تھا۔ اور ان کے ادراک کے موافق یہ بات ان کو حاصل تھی۔ دوسرے لوگ قبطی و بنی اسرائیل وغیرہ کا یہ حال نہ تھا۔ بلکہ وہ غبی تھے۔ ان میں عقل تھی۔ اس لئے فرعون نے ان کے لئے جائز کر دیا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ اور سامری نے ان کو یہ امر بعد ایمان لانے تجویز کر دیا تھا۔ اور مسیح علیہ السلام کی انہوں نے عبادت کی۔ باوجودیکہ ان کا اس پر اتفاق تھا۔ کہ اس کو سولی دیا گیا۔ حالانکہ نہ اس کو سولی دیا تھا نہ قتل کیا تھا۔ لیکن اس

پر اشتباہ ہو گیا تھا۔ پس ان کے پاس وہ کھلے نشانات آئے جو ان کی موٹی سمجھوں کے موافق تھے۔ جس میں کہ وہ شک نہ کر سکتے تھے۔ اور باوجود اس کے وہ کہتے تھے کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ انہوں نے من و سلویٰ پر صبر نہ کیا۔ اور عمدہ چیز کے بدلے نکمی چیز کے بدلنے کا سوال کرنے لگے۔ اور عرب کے اکثر لوگ باوجود جاہلیت کے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے۔ اور بے شک خدا کی طرف بتوں سے تقرب ڈھونڈتے تھے' ان میں سے بعض وہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ایک اللہ تعالیٰ پر بدلیل عقل و صفائی دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب لے کر آئے۔ تو انہوں نے اس کی حکمت سمجھی اور اپنی بڑی سمجھ سے پہلی دفعہ ہی اس کے معجزہ کو سمجھ گئے۔ پھر اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہر روز اپنے ایمان بڑھاتے رہے۔ آپ کی محبت میں تمام دنیا کو چھوڑ بیٹھے۔ اپنے گھروں اور مالوں کو ترک کر دیا۔ اپنے والدین اور بیٹوں کو آپ کی مدد میں قتل کر ڈالا۔ اور اسی معنی میں (یہ قائل) وہ باتیں لایا۔ کہ جس سے رونق بڑھتی ہے۔ اور اس کی زینت۔ اگر اس کی طرف احتیاج ہو۔ اور اس کی تحقیق کی جائے۔ تو خوش کر دیتی ہے۔ لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و ظہور میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ ان خفیہ و ظاہر راستوں پر چلنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے میں مدد چاہتا ہوں۔ وہی مجھے کافی اور اچھا وکیل ہے۔

الحمد اللہ کہ جلد اول شفاء کی پوری ہوئی۔ اور دوسری شروع ہوئی۔

دوسری قسم

(اس بارہ میں کہ لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق واجب ہیں)

قاضی ابوالفضل وفقہ اللہ کہتا ہے کہ یہ وہ قسم ہے۔ جس میں ہم نے کلام کو چار ابواب پر اختصار کیا ہے۔ جس کا ذکر ہم نے شروع کتاب میں کیا تھا۔ اور خلاصہ ان کا یہ ہے کہ آپ کی تصدیق کا وجوب۔ آپ کی اتباع آپ کی سنت میں آپ کی اطاعت۔ آپ کی محبت آپ کی خیر خواہی۔ آپ کی عزت۔ آپ کے ساتھ نیکی۔ آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم۔ آپ کی قبر شریف کی زیارت صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب اول

اس بارہ میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور آپ کی اطاعت و اتباع سنت واجب ہے۔

جب کہ ہماری گزشتہ تحریر سے آپ کی نبوت کا ثبوت مقرر ہو چکا آپ کی رسالت صحیح ثابت ہو گئی۔ تو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی تصدیق اس امر میں جو آپ لائے ہیں واجب ہوئی۔

• اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا۔

ترجمہ :۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔

اور فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (پ ۲۲ ع ۳)

ترجمہ :۔ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اور فرمایا۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(پ ۹ ع ۱۰)

ترجمہ :۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے' غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب اور متعین ہے۔ بغیر اس کے ایمان پورا نہیں ہوتا۔ اور اسلام سوا اس کے صحیح نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (پ ۲۸ ع ۱۰)

ترجمہ :۔ اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد خشنی فقیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی طبری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالغافر فارسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عمرویہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسین نے کہا حدیث بیان کی ہم سے امیہ بن بسطام نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن زریع نے کہا حدیث بیان کی ہم سے روح نے علاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا :۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ وَ بِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ :۔ میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے لڑوں۔ حتیٰ کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ اور اس پر جس کو میں لایا ہوں پھر جب وہ کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیا۔ مگر ان کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے

قاضی ابوالفضل وفقہ اللہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہ ہے کہ آپ کی نبوت رسالت الٰہی کی تصدیق ہو۔ اور ان سب باتوں کی تصدیق ہو جس کو آپ لائے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔ تصدیق قلب کے ساتھ دل کی گواہی ہو۔ کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر جب تصدیق قلبی اور اس کی شہادت زبان سے ادا کرے تو اس کا ایمان اور اس کی تصدیق پوری ہو گی۔ جیسا کہ اس حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وارد ہوا ہے۔ میں حکم دیا گیا ہوں۔ کہ میں لوگوں سے لڑوں۔ حتیٰ کہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ اور اس کو حدیث جبرئیل میں زیادہ واضح کر دیا ہے۔ جبکہ اس نے کہا تھا۔ کہ آپ مجھے اسلام کی خبر دیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ اور ارکان اسلام کا ذکر کیا۔ پھر آپ سے ایمان کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر۔ الحدیث۔

پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کا محتاج ہے کہ دل سے مضبوطی ہو۔ اور اسلام یہ کہ زبان کے ادا کرنے کا محتاج ہو اور یہ حالت عمدہ اور پوری ہے۔ لیکن بری حالت یہ ہے کہ زبانی تصدیق ہو۔ لیکن دل سے نہ ہو۔ اور یہی نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ۔ (پ ۲۸ ۱۳)

ترجمہ :۔ جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً" اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول

ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

یعنی وہ اپنے اس کہنے میں اپنے اعتقاد اور تصدیق کے لحاظ سے جھوٹے ہیں۔ اور وہ اس کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ پس جب ان کے دلوں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ تو ان کا زبانی وہ بات کہنا جو ان کے دلوں میں نہیں ان کو کوئی مفید نہیں۔ وہ ایمان کے نام سے نکل گئے۔ اور آخرت میں ان کو ایمان کا حکم نہ ہو گا کیونکہ ان کے ساتھ ایمان نہیں تھا۔ اور کافروں کے ساتھ دوزخ کے نیچے حصہ میں جائیں گے۔ اور ان پر اسلام کا حکم باقی رہا۔ اس لئے کہ انہوں نے احکام دین میں زبانی شہادت دی۔

جو کہ آئمہ اور احکام مسلمین کے متعلق ہیں۔ جن کے حکم ظاہری احکام پر ہیں۔ جو کچھ انہوں نے علامت اسلام کا اظہار کیا۔ کیونکہ انسان کو باطنی امور کی طرف کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس سے بحث کریں۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حکم لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کی مذمت کی ہے۔ اور فرمایا کہ کیوں نہ تم نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھ لیا۔ قول اور عقد میں وہ فرق ہے جو کہ جبرئیلؑ کی حدیث میں ہے کہ شہادت اسلام سے تعلق رکھتی ہے۔ اور تصدیق ایمان ہے۔ اور اب دو حالتیں اور باقی رہیں۔ جو ان دونوں کے درمیان ہیں۔ ایک تو یہ کہ دل سے تصدیق کرے۔ پھر وہ پہلے اس سے کہ اس کو زبانی شہادت دینے کا وسیع وقت ملے فوت ہو جائے۔ تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے پورے ایمان کے لئے قول اور اس کی شہادت شرط کی ہے۔ اور بعض نے اس کو مومن مستحق جنت خیال کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے وہ شخص بھی نکل آئے گا۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو گا۔ پھر سوائے دل کی بات کے اور کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ اور یہ دل کا مومن ہے گنہگار نہیں۔ اور اس کے غیر (یعنی شہادت زبانی) کے ترک پر قصوروار نہیں۔ اور یہی اس وجہ میں صحیح ہے۔

دوم یہ کہ دل سے تصدیق ہو۔ اور اس کو مہلت ملے۔ اور جان لے کہ اس کو شہادت ضروری ہے۔ پھر اس کو منہ سے نہ کہا۔ اور نہ ساری عمر میں گواہی دی۔ نہ ایک مرتبہ۔ پس اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مومن ہے۔ کیونکہ

تصدیق رکھتا ہے۔ اور شہادت منجملہ اعمال ہے۔ اور وہ اس کے ترک سے گنہگار ہو گا۔ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جب تک اپنی تصدیق کو زبانی شہادت کے ساتھ نہ ملائے مومن نہیں۔ کیونکہ شہادت انشاء عقد و التزام ایمان کا نام ہے۔ اور وہ عقد (تصدیق) کے ساتھ مربوط ہے۔ اور تصدیق مسلت کے ساتھ شہادت کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ اور یہی صحیح ہے۔

یہ مختصر کلام ہے جو کہ اسلام و ایمان اور ان دونوں کے بابوں اور ان دونوں کی زیادتی و نقصان میں وسیع کلام تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کیا مجرد تصدیق پر تقسیم محال ہے۔ مجملاً" اس میں صحیح نہیں۔ اور وہ اس سے زیادہ ہی کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ جو عمل ہے یا اس میں بوجہ اختلاف صفات دوری حالات یعنی قوت و یقین اور مضبوطی اعتقاد وضوح معرفت دوام حالت حضور قلب کے (کمی بیشی) ہے۔ اس کے وسیع کلام میں غرض تالیف سے نکل جاتا ہے۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اس میں اس امر کی کفایت ہے۔ جس کا ہم نے قصد کیا ہے انشاء اللہ۔

فصل ا

اور آپؐ کی اطاعت کے وجوب کا یہ بیان ہے کہ جب آپ پر ایمان لانا اور آپؐ کی اس بارہ میں تصدیق کرنا جس کو آپ لائے ہیں۔ واجب ہوا۔ تو آپؐ کی اطاعت واجب ہوئی۔ کیونکہ یہ بھی منجملہ ان چیزوں کے ہے جس کو آپؐ لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔

اور فرمایا۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا (پ ۳ ع ۴)

اور فرمایا۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ (پ ۴ ع ۵)

اور فرمایا۔ وَاِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا اگر تم رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے (پ ۱۸ ع ۴)

اور فرمایا مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اللہ تعالٰی کی اطاعت کی۔ (پ ۵ ع ۸)

اور فرمایا وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (پ ۲۸ ع ۴)

اور فرمایا۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا

ترجمہ:۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا (پ ۵ ع ۶)

اور فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے (پ ۵ ع ۹)

پس اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتایا ہے۔ اور اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اس پر بڑے ثواب کا وعدہ دلایا ہے۔ اس کی مخالفت پر بڑے عذاب سے ڈرایا ہے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کو واجب کر دیا۔ اور آپ کے منع کرنے سے باز رہنا فرمایا ہے۔

مفسرین و آئمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آپ کی سنت کے التزام میں اور آپ کے آوردہ احکام کے تسلیم کرنے میں ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے جو رسول بھیجا ہے۔ اس نے اس کی اطاعت کو ان لوگوں پر فرض کر دیا ہے کہ جن کی طرف اس کو بھیجا ہے۔

مسہل بن عبداللہ سے شرائع اسلام کی نسبت پوچھا گیا۔ تو کہا کہ جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ لے لو۔ اور کہا سمرقندی نے کہ یوں کہا جاتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی اطاعت اس کے فرائض میں اور رسول کی اس کی سنت میں کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس بارہ میں کرو جو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارہ میں جو تم کو اس نے پہنچایا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی ربوبیت کی شہادت سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کی نبوت کی شہادت سے کرو۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عتاب نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن محمد بن خلف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا خبر دی ہم کو عبداللہ نے کہا خبر دی ہم کو یونس نے زہری سے کہا خبر دی ہم کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ

ترجمہ:۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کے حکم کی تعمیل ہے اور اسی کی اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے جہنم کے طبقات کے بارہ میں حکایت کی ہے۔ جس روز ان کے چہرے آگ میں ادھر ادھر پلٹا کھائیں گے تو کہیں گے۔ اے کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ وہ ایسے موقع پر آپ کی اطاعت کی خواہش کریں گے کہ وہ خواہش ان کو نفع نہ دے گی۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ

بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ میں تم کو کسی شے سے منع کروں تو اس سے بچو۔ اور جب تم
کو کسی امر کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اس کو بجا لاؤ۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے کہ كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى۔ قَالُوا وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ
عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔ میری امت جنت میں جائے گی۔ مگر جس نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا
یارسول اللہ کون انکار کرتا ہے۔ فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل
ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے انکار کیا۔

اور دوسری صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ
مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا
النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ
طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ میری مثال اور اس چیز
کی کہ جس کے ساتھ مجھ کو خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اس شخص کی سی ہے کہ جو
قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم میں نے لشکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور
میں تم کو اس سے ڈرانے والا ہوں۔ پس نجات کی تلاش کرو۔ پھر ایک گروہ نے اس
کی اطاعت کی اور راتوں رات آرام سے نکل گئے۔ اور نجات پا گئے۔ اور ان میں سے
ایک گروہ نے اس کو جھٹلا دیا اور اپنے مکان پر صبح کی۔ تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر
چھاپا مارا۔

اور ان کو ہلاک و ستیاناس دیا۔

فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهِ مِنَ
الْحَقِّ۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اور جو شریعت میں
لایا۔ اس کی اتباع کی۔ اور مثال اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور اس حق کو جھٹلایا۔
جس کو میں لایا تھا۔

اور دوسری حدیث میں اس کی مثال یہ ہے :۔

كَمَثَلِ مَنْ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ

مِنَ الْمَائِدَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَائِدَةِ (فرمایا) میری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے گھر بنایا اور اس میں عمدہ مہمانی کے کھانے تیار کرائے اور ایک پکارنے والے کو بھیجا۔ اب جس نے پکارنے والے کی بات مان لی تو گھر میں داخل ہوا۔ اور اس دعوت میں سے کھایا۔ اور جس نے پکارنے والے کی بات نہ مانی۔ تو وہ گھر میں داخل نہ ہوا۔ اور نہ دعوت کھائی۔

پس گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں فرق کر دینے والے ہیں۔

فصل ۲

لیکن آپ کی اتباع کا وجوب اور آپ کی سنت کی تعمیل آپ کے طریقے کی پیروی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (پ ۳ ع ۱۲)

ترجمہ :۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اور فرمایا۔ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (پ ۹ ع ۱۰)

ترجمہ :۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

اور فرمایا۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ :۔ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں

اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اور فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (پ ۲۸ ع ۷)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

محمد بن علی ترمذی کہتے ہیں کہ اسوہ رسولؐ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی فرمانبرداری ہو۔ اور اس کی سنت کی اتباع ہو۔ اس کی مخالفت قول و عمل میں چھوڑ دی جائے۔ اور بہت سے مفسرین نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کو جھڑک ہے جو آپ سے پیچھے رہنے والے تھے۔

اور سہل نے اللہ تعالیٰ کے اس قول صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں کہا ہے کہ سنت کی متابعت کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ ان کو پاک کرے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے۔ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے۔ اور ان کو دوسری آیت میں وعدہ دیا کہ خدا ان کو محبت کرے گا اور بخشے گا جب وہ اس کی اتباع کریں گے۔ اور اپنی خواہشوں اور ان پر بھی جن کی طرف ان کے نفوس میلان کریں گے اس کو ترجیح دیں گے۔ اور یہ ان کی صحت ایمان آپ کی فرمانبرداری اور آپ کے حکم کی رضامندی اور آپ پر ترک اعتراض کے ساتھ ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ بے شک ہم خدا کو دوست رکھتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پ ۳ ع ۳)

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت کعب بن اشرف وغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ بے شک انہوں نے کہا تھا کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور زجاج کہتے ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اگر تم کو اللہ کی محبت ہے یعنی اس کی اطاعت کا قصد کرتے ہو۔ تو وہ کام کرو جس کا وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ و رسول کے ساتھ بندہ کی محبت یہ ہے کہ یعنی اطاعت کرے اور وہ جس کا حکم دیں اس پر خوش ہوں۔ اللہ کی محبت یہ ہے کہ ان کی خطائیں معاف کرے۔ ان پر اپنی رحمت سے انعام کرے۔

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے محبت یہ ہے کہ وہ بچائے (گناہ سے) اور توفیق (بندگی کی) دے۔ اور بندوں کی محبت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔ جیسا کہ کسی قائل نے کہا ہے۔ شعر۔

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّہٗ ‌ ‌ هٰذَا الْعَمْرُ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

یعنی تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم یہ بات قیاس میں عجیب ہے:

لَوْکَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَہٗ ‌ ‌ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

اگر تجھے سچی محبت ہوتی تو ضرور اس کی اطاعت کرتا۔ کیونکہ بے شک دوست جس کو دوست رکھتا ہے اس کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بندہ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے اور اس سے ڈرے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ سے یہ ہے کہ اس پر مہربانی کرے اس کے لئے اچھا ارادہ ہو اور کبھی اس کے معنی کو بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدح و ثنا کرے۔

قشیری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب محبت کے معنی رحمت و ارادہ و مدح کے ہوئے تو یہ صفات ذات سے ہوئی۔ اور عنقریب اس کے بعد بندہ کی محبت کے ذکر میں اس کے سوا اور معنے خدا کی تائید سے بیان ہو گا۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالاصنع عیسیٰ بن سہل نے اور حدیث بیان کی ہم سے

ابوالحسن یونس بن مغیث فقیہ نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو حفص جہنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر آجری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن موسیٰ جوزی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے داؤد بن رشید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے ثور بن یزید سے وہ خالد بن معدان سے وہ عبدالرحمٰن بن عمرو اسلمی اور حجر کلاعی سے وہ عرباض بن ساریہ سے اپنی حدیث میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:۔

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ پس لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفائے راشدین ہدایت یافتوں کی سنت کو اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ اور بچو نئے کاموں سے کیونکہ ہر نیا کام (جو خلاف اصول اسلام ہے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اسی کا مطلب ہے۔ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

حدیث ابی رافع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میں تم میں سے کسی کو فرش پر تکیہ لگائے ہوئے نہ پاؤں۔ کہ اس کے پاس میرا کوئی حکم آئے جس کا میں حکم دوں یا جس سے میں منع کروں۔ تو وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ کتاب اللہ میں ہم پائیں گے اس کی اتباع کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا۔ اس میں آپ نے رخصت دی اور بعض لوگوں نے اس سے پرہیز کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھی۔ تو آپ نے خدا کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ اس شے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جس کو میں کرتا ہوں۔ واللہ میں ان سے زیادہ خدا کو جانتا ہوں۔ اور ان سے زیادہ خدا سے خوف کرنے والا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ قرآن اس شخص پر مشکل ہے جو اس سے کراہت کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس جس نے میری حدیث سے تمسک کیا اس کو سمجھا اور حفظ کیا۔ تو وہ قیامت کے دن قرآن کے ساتھ اٹھے گا اور جس نے قرآن اور میری سنت سے سستی کی۔ تو اس نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا۔ میری امت کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ قول پر عمل کریں۔ اور میرے حکم کی اطاعت کریں۔ میری سنت کی اتباع کریں۔ پس جو شخص میرے قول پر راضی ہوا۔ وہ قرآن پر راضی ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ :۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ جس نے میری اطاعت کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری طرف سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا۔

ترجمہ :۔ بہتر کتاب کتاب اللہ ہے۔ اور بہتر طریقہ طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے برے کام میں وہ ہیں۔ جو کہ نئے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ

ترجمہ :۔ علم تین ہیں۔ اور اس کے سوا زیادتی ہے۔ آیات محکم یا سنت قائم یا فریضہ عادلہ (فقہ و قیاس)۔

حسن بن ابی الحسن رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

تھوڑا سا عمل سنت میں اس بڑے عمل کی نسبت جو بدعت میں ہو بہتر ہوتا ہے۔
اور بعد مَنْ عَمِلَ بِسُنَّتِيْ ... يُدْخِلُهُ اللہ تعالیٰ بندے کو جنت میں سنت پر عمل کرنے سے داخل کرے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ لَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرنے والے کے لئے سو شہید کا درجہ ہے۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ

ترجمہ: بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے اور سب دوزخ میں جائیں گے۔ مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ جس پر میں آج کے دن ہوں اور میرے اصحاب۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

عمرو بن عوف مزنی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث سے فرمایا:

مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا ۔

ترجمہ: جس نے میری سنت پر عمل کیا جو میرے بعد مردہ ہو چکی ہو۔ تو اس کے لئے ان لوگوں کے اجر کی طرح ہوگا جنہوں نے اس پر عمل کیا ہوگا۔ سوا اس کے کہ ان اجروں میں سے کچھ کم کیا جائے اور جس نے میری بدعت جاری کی ہو کہ

اللہ اور اس کے رسول کو راضی نہ کرے تو اس پر ان لوگوں کے گناہوں کی طرح گناہ ہو گا۔ جنہوں نے اس پر عمل کیا ہو۔ اور یہ گناہ لوگوں کے گناہوں سے کچھ کم نہ ہو گا۔

فصل ۳

اور جو کچھ سلف اور آئمہ سے سنت کی اتباع اور اس کے تحفہ سیرت کی پیروی میں وارد ہوا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے :۔

حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو عمران موسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی تلیہ فقیہ نے میں نے ان سے سنا کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید بن نصر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاسم بن اصبغ اور وہب بن مسرو نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن وضاح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے ابن شہاب سے وہ ایک مرد سے جو کہ خالد بن اسید سے ہے۔ کہ اس نے عبداللہ بن عمر سے سوال کیا۔ اور کہا اے ابا عبدالرحمٰن صلوٰۃ خوف و صلوٰۃ حضر کو قرآن میں پاتے ہیں۔ اور صلوٰۃ سفر کو نہیں پاتے۔ تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اے میرے بھتیجے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا بحالیکہ ہم کچھ جانتے نہ تھے۔ اور ہم وہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے آپ کو کرتے ہوئے دیکھا۔

اور کہا عمر بن عبدالعزیز نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبان حکم (مسلمین) نے آپ کے بعد کوئی امر جاری کیا۔ اس پر عمل کرنا کتاب اللہ کی تصدیق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل ہے۔ دین خدا پر قوت ہے۔ کسی کو اس کے تغیر کا اختیار نہیں نہ بدلنے کا نہ اس کے مخالف کی رائے میں غور کرنے کا اختیار ہے (یعنی جو بات بے دلیل اجماع و قیاس کے سنت کے برخلاف ہو۔ اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہیئے) جو سنت کی پیروی کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو اس کی مدد کرتا ہے وہ منصور ہے۔ جو اس کا مخالف ہے اور مومنین کے راستہ کے برخلاف چلتا ہے۔ اس کو

اللہ تعالیٰ والی بنائے گا۔ جس کا وہ والی بنے (یعنی چھوڑ دے گا گمراہی میں) اس کو جہنم میں ڈال دے گا اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہم کو چند مردان اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ سنت کو پکڑنا نجات ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حاکموں کی طرف لکھا کہ سنت اور فرائض اور فقہ سیکھو۔ اور کہا کہ لوگ تم سے جھگڑیں گے یعنی قرآن کے ساتھ۔ پس ان کو سنت سے مواخذہ کرو۔ کیونکہ سنت کے اصحاب کتاب اللہ کو خوب جانتے ہیں۔ اور ان کی حدیث میں ہے۔ جبکہ انہوں نے ذی الحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ تو کہا کہ میں کرتا ہوں جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ کہ آپ کیا کرتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جبکہ انہوں نے قران کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا۔ تم جانتے ہو کہ میں لوگوں کو اس سے منع کرتا ہوں۔ اور تم کرتے ہو۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں وہ نہیں ہوں۔ کہ لوگوں کے کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں۔ اور ان سے روایت ہے کہ میں نہ نبی ہوں اور نہ میری طرف وحی آتی ہے۔ لیکن میں کتاب اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر جہاں تک مجھ سے ہو سکے عمل کرتا ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ سفر کی دو رکعت ہیں۔ جو شخص سنت کا خلاف کرے وہ کافر ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم سنت کا طریق لازم پکڑو۔ کیونکہ زمین میں کوئی ایسا بندہ نہیں کہ جو طریق و سنت پر ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہو۔ اس کی آنکھوں سے آنسو اپنے رب کے خوف سے جاری ہوں۔ پھر اس کو کبھی اللہ تعالیٰ عذاب دے (یعنی ایسا نہ ہو گا) اور کوئی بندہ زمین پر ایسا نہیں۔ کہ طریق و سنت پر قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں یاد کرے پھر اس کا بدن خدا کے خوف سے کانپ اٹھے۔ مگر اس کی مثال ایسے درخت کی ہے کہ جس کے پتے خشک ہو گئے

ہوں۔ پھر وہ اسی حالت پر ہو۔ کہ ناگاہ اس کو سخت ہوا پہنچے پھر اس کے پتے گر جائیں۔ اس کے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے۔ جیسے درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ بے شک طریق (حق) و سنت پر میانہ روی اختیار کرنا خلاف طریق و سنت و موافقت بدعت میں سعی و کثرت کرنے سے بہتر ہے۔ اور سوچو کہ تمہارا عمل اگر اجتہاد ہے یا میانہ روی ہے تو انبیاء علیہم السلام کے طریق و سنت پر ہو۔

بعض حاکموں نے عمر بن عبدالعزیز کی طرف اپنے شہر کا حال اس کے چوروں کی کثرت کے بارہ میں لکھا کہ میں ان کو گمان پر پکڑ لوں یا ان کو دلیل کی تکلیف دوں۔ اور جس پر سنت جاری ہے۔ تب ان کی طرف عمر بن عبدالعزیز نے لکھا۔ کہ ان کو دلیل و گواہی سے اور جس پر سنت جاری ہے۔ تکلیف دے۔ اگر ان کو حق سے درست نہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو درست نہ کرے۔

عطا رضی اللہ عنہ سے خدائے تعالیٰ کے اس قول میں کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ (پ ۵ ع ۵) پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کی طرف دیکھ کر کہا کہ بے شک تو ایک پتھر ہے جو کہ نفع و ضرر نہیں دے سکتا۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے ہیں۔ تو میں تم کو بوسہ نہ دیتا۔ پھر اس کو بوسہ دیا۔

اور عبداللہ بن عمر کو دیکھا گیا۔ کہ ایک مقام پر اونٹنی کو چکر دیتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا۔ تو کہا کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ سو میں بھی وہی کرتا ہوں۔

ابو عثمان حیری کہتے ہیں کہ جو شخص سنت قولی و فعلی کو اپنے لئے امیر و حاکم بنا دے وہ حکمت کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ اور جس نے خواہش نفسانی کو اپنا حاکم بنا لیا۔ وہ بدعت کی باتیں کرتا ہے۔

سہل تستری کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا اصول تین چیزیں ہیں۔ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا اخلاق و افعال میں اتباع کرنا۔ حلال کا کھانا۔ نیت کا تمام اعمال میں خالص کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے (پ ۲۲ ع ۱۴) یہ آیا ہے۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔

امام احمد بن حنبل ؒ سے بیان کیا گیا ہے کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ جو برہنہ ہوئے۔ اور پانی میں داخل ہوئے۔ میں نے اس حدیث پر عمل کیا۔ کہ جو شخص اللہ اور دن قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں سوائے تہ بند کے داخل نہ ہو۔ میں برہنہ نہ ہوا۔ تب اس رات ایک کہنے والے کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ اے احمد! تجھے خوشخبری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سنت پر عمل کرنے سے بخش دیا۔ اور تجھ کو امام بنایا۔ جس کا لوگ اتباع کریں گے۔ میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ جبرئیل (علیہ السلام)۔

فصل ۴

اور آپ کے حکم کی مخالفت اور سنت کی تبدیلی گمراہی اور بدعت ہے جس پر خدا کی طرف سے رسوائی و عذاب کی وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پ ۱۸ ع ۵)

ترجمہ :۔ تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

اور فرمایا۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (پ ۵ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد عبداللہ بن ابی جعفر اور عبدالرحمٰن بن عتاب نے

میں نے ان دونوں کے سامنے پڑھا۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن قابسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن بن مسرور دباغ (چرم فروش) نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن ابی سلیمان نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے سحنون بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے علاء بن عبدالرحمٰن سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے۔ اور حدیث کو اپنی امت کے حال میں بیان کیا اس میں یہ کہ پھر میرے حوض سے بعض لوگ ہٹا دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ بھولا ہوا اونٹ ہٹا دیا جاتا ہے۔ پھر میں ان کو پکاروں گا۔ کہ دیکھو ادھر آؤ۔ ادھر آؤ۔ ادھر آؤ۔ مجھے کہا جائے گا۔ کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا تھا۔ تب میں کہوں گا کہ دور رہیں دور رہیں۔

انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

اور فرمایا۔ مَنْ اَدْخَلَ فِیْ اَمْرِنَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

ترجمہ:۔ جس نے ہمارے دین میں وہ بات داخل کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

ابن ابی رافع نے اپنے باپ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم سے کسی کو اپنے فرش پر تکیہ لگائے ہوئے پاؤں۔ جس کے پاس میرے حکم سے کوئی حکم آئے۔ جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو تو وہ یہ کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ ہم کتاب اللہ میں پائیں گے۔ اس کی پیروی کریں گے۔

حدیث مقدام میں آپ نے یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ دیکھو۔ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کی طرح ہے۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں کہ آپ کے پاس کچھ شانہ کی ہڈی پر لکھا ہوا تھا۔ کہ قوم کی حماقت یا فرمایا گمراہی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنے

نبی کی لائی ہوئی چیز سے اعراض کر کے دوسرے نبی کی طرف جائے یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسری کتاب کی طرف جائے۔ پس یہ آیت اتری :۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

ترجمہ :۔ اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے

باب دوم

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ضروری ہونے میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں :۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ٰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (پ ۱۰ ع ۹)

ترجمہ :۔ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

پس یہ آیت آپ کی محبت کے لزوم اور اس کے فرض اس کے بڑے امر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مستحق ہونے کے بارہ میں ترغیب و تنبیہ و دلیل و حجت کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جھڑکا ہے۔ جس کا مال اہل اولاد اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارا ہو۔ اس کو اپنے اس قول سے ڈرایا کہ تم انتظار کرو حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ اپنے حکم کو لائے۔ پھر ان کو آخر آیت میں فاسق

اور ان کو جتلایا ہے کہ وہ بے شک ان میں سے ہیں جو گمراہ ہیں۔ ان کو خدا نے ہدایت نہیں دی ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی غسانی حافظ نے جس نے مجھے اجازت دی ہے اور اس کو میں نے بہت سے علماء کے سامنے پڑھا ہے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اصیلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مروزی نے۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن علیہ نے عبدالعزیز بن صہیب سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک کہ میں اس کی طرف اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر پیارا نہ ہو جاؤں۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل آیا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ :۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَيُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔

ترجمہ :۔ تین باتیں جس میں ہوں گی اس نے ایمان کی شیرینی پا لی۔ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ پیارا ہو۔ اور یہ کسی مرد کو اللہ ہی کے لئے دوست رکھے۔ اور یہ کہ کفر میں جانے کو ایسا برا سمجھے کہ جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بے شک آپ میرے نزدیک سوائے اس جان کے کہ میرے دونوں پہلوؤں میں ہے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ تب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ تم میں سے ہرگز کوئی ایماندار نہ

ہو گا جب تک کہ میں اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ کہ مجھ کو اس پروردگار کی قسم ہے کہ جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے بے شک آپ میرے نزدیک میری اس جان سے بھی جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ پیارے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اے عمرؓ اب تم کامل ایماندار ہوئے ہو۔

سہل کہتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت تمام حالات میں نہیں دیکھتا۔ اور اپنے نفس کو اپنی ملک میں دیکھتا ہے۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی شیرینی نہ چکھے گا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک کہ اس کو میرے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت نہ ہو۔ الحدیث۔

فصل ۱

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ثواب کے بارہ میں)

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عتاب نے میں نے ان کے سامنے پڑھی کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن خلف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے میرے باپ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے عمر بن مرہ سے وہ سالم بن ابی الجعد سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ قیامت کب ہو گی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔ کہا کہ میں نے تو بہت سی نمازیں' روزے' صدقے نہیں تیار کئے۔ لیکن میں خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ تو اس کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔

صفوان بن قدامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یارسول اللہ! مجھے اپنا ہاتھ مبارک دیجئے۔ کہ آپ سے بیعت کروں۔ آپ نے مجھے اپنا ہاتھ مبارک دیا۔ تو میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مرد اسی کے ساتھ ہو گا جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس لفظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن مسعود' ابو موسیٰ' انس نے روایت کیا ہے۔ ابوذر سے اس کا مطلب مروی ہے اور علی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و حسین کے ہاتھوں کو پکڑا۔ پھر فرمایا۔ کہ مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ جو شخص مجھ کو اور ان دونوں کو اور ان کے باپ کو اور ان کی والدہ کو دوست رکھے گا۔ وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں قیامت کے دن ہو گا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ کہ یارسول اللہ بے شک آپ میرے نزدیک میرے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور بے شک میں آپ کو دل میں یاد کرتا ہوں۔ تو جب تک حضور کو دیکھ نہ لوں مجھے صبر نہیں آتا۔ اور میں اپنی موت اور آپ کی موت کا خیال کرتا ہوں۔ تو میں جانتا ہوں۔ کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے۔ تو نبیوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو آپ کو نہ دیکھوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (پ ۵ ع ٦)

ترجمہ:۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسا دیکھتا

تھا۔ کہ آپ سے آنکھ کو اور طرف نہ کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں آپ کی طرف دیکھنے سے نفع حاصل کرتا ہوں۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ درجہ تک پہنچائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ جو شخص مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

فصل ۲

(سلف اور آئمہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شوق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عذری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے سہل سے وہ اپنے باپ سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْرَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ لوگوں سے مجھ سے بہت محبت کرنے والے وہ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے بعض اس بات کی آرزو کریں گے۔ کہ کاش! اپنے اہل و مال کو بیچ کر مجھے دیکھیں۔

اور ایسا ہی ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ان کا یہ قول ہے کہ بے شک آپ مجھ کو میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ اور صحابہ سے اس قسم کی محبت کا حال پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کوئی پیارا نہ تھا۔

عبدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ جب خالد اپنے بستر پر آتے تو وہ اپنا شوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ ذکر کیا کرتے۔ جو مہاجرین و انصار تھے ان کے نام لیا کرتے۔ اور کہتے کہ یہ میری اصل اور فصل ہیں (یعنی حسب و نسب) اور ان کی طرف میرا دل میلان کرتا ہے۔ میرا شوق ان کی طرف لمبا ہے سوائے میرے رب میری موت کو جلدی کر یہاں تک کہ ان پر نیند غالب آتی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے آپؐ کو سچا کر کے بھیجا ہے۔ بلاشبہ ابو طالب کا اسلام لانا میرے نزدیک اس کے اسلام یعنی میرے باپ ابو قحافہ کے اسلام سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث تھا۔ اور یہ اس لئے کہ ابو طالب کے اسلام سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اسی طرح عمر بن الخطاب رضی اللہ سے منقول ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تھا تمہارا اسلام لانا مجھ کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت تھی۔ جس کا باپ بھائی خاوند احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے آپ بہ خیریت ہیں۔ جیسا کہ تو چاہتی ہے اس نے کہا کہ مجھے حضور کو دکھلاؤ۔ تا کہ میں آنکھ سے دیکھ لوں' اور جب دیکھا تو کہنے لگی آپؐ کی (سلامتی کے) بعد ساری مصیبتیں آسان ہیں (مجھے ان کی پرواہ نہیں)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ تمہاری محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسی تھی۔ کہا کہ واللہ آپؐ ہمارے نزدیک ہمارے مالوں' اولاد' باپوں' ماؤں اور پیاس پر ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عمرؓ ایک رات لوگوں کا پہرہ دیتے ہوئے نکلے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا۔ اور ایک بڑھیا اون دھنک رہی ہے۔ اور یہ اشعار پڑھ

رہی ہے۔ اشعار۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ　　صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکَاءً بِالْاَسْحَارِ　　یَالَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارٌ

ھَلْ یَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِی الدَّارُ

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقصود تھے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکیوں کا درود ہو ان پر ہر پاک اچھے لوگ درود پڑھتے ہیں' یارسول اللہ آپ راتوں کو کھڑے رہنے والے صبح کو روزے والے تھے۔ اے کاش! مجھے معلوم ہوتا تھا کہ موتیں مختلف قسم کی ہیں۔ کہ مجھ کو اور میرے حبیب کو جنت کا گھر جمع کرے گا۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ کر رونے لگے۔ اور قصہ لمبا ہے۔

مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ لوگوں میں سے اپنے بڑے پیارے کو یاد کرو۔ یہ جاتا رہے گا۔ تو وہ چلا کر کہنے لگے' یا محمداہ' پھر ان کا پاؤں کھل گیا۔

اور جب بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے پکارا۔ وَاحُزْنَاہُ یعنی اے افسوس! تو انہوں نے کہا وَاطُرْبَاہُ یعنی اے خوشی کل کے دن میں اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گروہ کو ملوں گا۔

مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھولو۔ تو آپ نے اس کی خاطر کھول دیا۔ تب وہ اس قدر روئی کہ مر گئی۔

اور جب اہل مکہ نے زید بن وثنہ کو حرم سے نکالا تاکہ اس کو قتل کر ڈالیں تو اس کو ابو سفیان بن حرب نے کہا۔ میں تم کو اے زید خدا کی قسم دیتا ہوں بتلاؤ کیا تجھ کو یہ بات پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت تمہاری جگہ ہمارے پاس ہوں۔ اور ان کی گردن ماری جائے۔ اور تو اپنے گھر چلا جائے۔ زید نے کہا کہ واللہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس وقت آپ جس مکان میں ہیں آپ کو ایک کانٹا تک چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔ تب ابو سفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

کہ وہ کسی کو اس قدر دوست رکھتا ہو۔ جس قدر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کو دوست رکھتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتی تھی تو آپ اس کو خدا کی قسم دلاتے تھے کہ یوں کہے کہ میں نہ تو خاوند کی دشمنی کی وجہ سے اور نہ ایک زمین سے دوسری زمین کی رغبت کے لئے نکلی ہوں بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی کے لئے نکلی ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے پاس آکر ٹھہرے اور ان کے لئے استغفار کی اور کہا کہ واللہ! جہاں تک مجھے علم ہے تم بڑے روزہ دار بڑے راتوں کو جاگنے والے اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے تھے۔

فصل ۳

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بارے میں)

اس امر کو جان لے کہ جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے وہ اس کو اختیار کرتا ہے اور ترجیح دیتا ہے اس کی موافقت کو پسند کرتا ہے۔ ورنہ وہ اپنی محبت میں سچا نہیں ہے اور جھوٹا مدعی ہو گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں وہ سچا ہے کہ جس پر اس کی علامت ظاہر ہو۔

اور پہلی علامت یہ ہے کہ آپ کی پیروی کرے آپ کی سنت کا عامل ہو۔ آپ کے اقوال افعال کا اتباع کرے۔ آپ کے احکام کو بجا لائے۔ آپ کی منہیات سے پرہیز کرے تنگی' فراخی' خوشی اور ناخوشی میں آپ کے آداب سے ادب سیکھے۔ اس کا گواہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ ۳ ع ۱۲)

ترجمہ :۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور علامت یا محبت سے یہ ہے کہ اپنی خواہش نفسانی پر اس امر کو ترجیح دینا جس

کو آپ نے مشروع فرمایا ہے۔ اور اس پر بر انگیختہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ :۔ اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

اور بندوں کو خدا کی رضامندی کے حاصل کرنے میں ناراض کر دینا (یہی محبت کی علامت کی علامت ہے)۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسین صیرفی اور ابوالفضل بن خیرون نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی بغدادی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حاتم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے اپنے باپ سے وہ علی بن زید سے وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ نے کہا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :۔

يَا بُنَيَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ

ترجمہ :۔ اے میرے پیارے بیٹے اگر تو اس پر قادر ہو کہ صبح و شام ایسے حال میں کرے کہ تیرے دل میں کسی کی نسبت کھوٹ نہ ہو تو کر۔

ثُمَّ قَالَ لِيْ۔ پھر مجھ سے فرمایا۔

يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ اَحْيٰى سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ :۔ اے میرے پیارے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

اب جو شخص اس صفت سے متصف ہو گا تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کامل ہو گا۔ اور جو شخص ان سے بعض امور میں مخالفت کرے گا۔ تو محبت میں ناقص ہو گا اور محبت کے نام سے نکلے گا نہیں (یعنی فی الجملہ محب رہے گا) اس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی شخص کے بارہ میں وہ فرمانا ہے۔ کہ جس کو شراب کے پینے پر حد ماری تھی اور بعض لوگوں نے اس کو لعنت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہ کس قدر ایسی حالت میں لایا گیا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لاتلعنه فانه يحب الله و رسوله اس کو لعنت مت کر۔ کیونکہ بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

علامات محبت میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کرے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔ اور ان علامات میں سے آپ کی زیارت و ملاقات کا کثرت سے شوق ہے۔ کیونکہ ہر دوست اپنے محبوب کے ملنے کو دوست رکھتا ہے۔ اشعریوں کی حدیث میں ہے جبکہ وہ مدینہ شریف میں آئے تھے۔ تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

غدا نلقى الاحبه محمدا وصحبه

یعنی ہم کل دوستوں کو ملیں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول پہلے اس سے گذر چکا ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل سے پہلے کہا تھا اور جو کچھ ہم نے خالد بن معدان کا قصہ بیان کیا ہے ایسا ہی ہے۔ اور اس کی علامات میں سے آپ کے کثرت ذکر کے ساتھ ذکر کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر کرنا اور آپ کے نام کے سننے کے وقت خشوع و انکسار کا اظہار کرنا ہے۔

اسحٰق حجیبی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تھے تو عاجزی کرتے اور ان کے بال کھڑے ہو جاتے تھے اور رو رویا کرتے تھے۔ اور ایسا ہی اکثر تابعین رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ ان میں سے بعض تو

آپ کی محبت و شوق کی وجہ سے ایسا کرتے تھے اور بعض آپ کی ہیبت و عزت کے لئے ایسا کرتے تھے۔

اور ان علامات میں سے ایک یہ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھے۔ اس سے محبت کرے اور اس کو دوست رکھے کہ جس کو آپ سے علاقہ و رشتہ ہے یعنی آپ کے اہل بیت اور آپ کے صحابہ مہاجرین و انصار ہیں اور اس کی عداوت ہو جو ان کا دشمن ہے اور اس سے بغض ہو جو ان سے بغض رکھے اور ان کو گالی دے۔ پس جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کو دوست رکھے۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی ان کو دوست رکھ۔

اور ایک روایت میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ خداوندا میں بے شک اس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھتا ہے۔

اور فرمایا کہ جو شخص ان دونوں کو دوست رکھے گا۔ وہ مجھے دوست رکھے گا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا اور جو ان دونوں سے بغض رکھے گا اس نے بے شک اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

اور فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارہ میں خدا سے ڈرتے رہو۔ ان کو میرے بعد نشانہ نہ بنانا۔ اب جو شخص ان کو دوست رکھے تو میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھے گا۔ اور جو ان سے عداوت کرے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا جس نے ان کو تکلیف پہنچائی تو بے شک مجھے اس نے تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ تو اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی وہ عنقریب اس کو پکڑ لے گا۔

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ یہ میرا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اس کو غصہ دلاتی ہے وہ مجھ کو بھی غصہ دلاتی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اسامہ بن زید کے بارہ میں فرمایا کہ اس کو دوست رکھ۔ کیونکہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے۔ نفاق کی نشانی ان کی دشمنی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جس نے عرب کو دوست رکھا تو میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے دشمنی کی تو میری دشمنی کی وجہ سے کی۔ پس حقیقت میں جس شخص نے کسی سے محبت کی تو وہ ہر اس چیز سے محبت کرے گا۔ جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور یہ سلف کی عادت تھی۔ حتیٰ کہ مباحات اور خواہشات نفسانیہ میں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ برتن کے اطراف میں کدو کے پیچھے پڑتے ہیں تو اس دن سے میں ہمیشہ کدو کو دوست رکھتا ہوں۔

اور حسن بن علی عبداللہ بن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم سلمٰی کے پاس آئے۔ اور اس سے کہا کہ ہمیں وہ کھانا پکا دے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ پسند فرماتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سبتی جوتی پہنا کرتے تھے اور زردی سے (کپڑے) رنگا کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ ایسا کیا کرتے تھے۔

علامات محبت میں یہ ہے کہ اس شخص سے بغض رکھے جو خدا اور رسول سے بغض رکھتا ہے۔ اور اس سے عداوت رکھے جو آپ کا دشمن ہے۔ اور اس شخص سے علیحدہ رہے جو آپ کی سنت کا مخالف ہے۔ اور آپ کے دین میں بدعت نکالتا ہے۔ اور ہر وہ امر جو آپ کی شریعت کے خلاف ہے برا سمجھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (پ ۲۸ ع ۳)

ترجمہ :۔ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ

دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔
(یعنی مومنین کو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں سے محبت نہ چاہئے)

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ جنہوں نے اپنے دوستوں کو قتل کیا اپنے باپوں اور بیٹوں سے آپ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے لڑائی کی۔
اور عبداللہ فرزند عبداللہ بن ابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لا دوں۔

اور علامت محبت میں سے ایک یہ کہ قرآن سے دوستی رکھے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اس سے ہدایت کی۔ اور خود اس سے ہدایت پائی۔ اور اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ آپ کا خلق قرآن تھا اور قرآن کی محبت یہ ہے کہ اس کو پڑھے اس پر عمل کرے۔ اس کو سمجھے اس کی سنت کو دوست رکھے۔ اس کے حدود کے نزدیک ٹھہرے (یعنی ان سے تجاوز نہ کرے)

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی محبت کی علامت قرآن کی محبت ہے۔ اور قرآن کی محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت کی علامت دنیا کی دشمنی ہے اور دنیا کی دشمنی کی علامت یہ ہے۔ کہ اس میں سے سوائے قوت لایموت اور دار آخرت تک سامان پہنچنے کے اور کچھ جمع نہ کرے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی سے اپنے نفس کی (اچھائی برائی کی) نسبت نہ پوچھے۔ مگر قرآن سے دریافت کرے۔ پھر اگر وہ قرآن کو دوست رکھتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت میں سے یہ ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کرے' ان سے خیر خواہی کرے۔ ان کی دوستی میں سعی کرے۔ ان سے ضرر کو دفع کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین پر مہربان رحیم تھے۔ اور کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کا مدعی دنیا میں زاہد ہو اور فقر کو ترجیح دے۔ فقر

سے متصف ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جو شخص تم میں سے مجھے دوست رکھے گا۔ فقر اس کی طرف اس رو سے زیادہ جلد دوڑ کر آئے گا کہ جو جنگل کی بلندی کی طرف سے یا پہاڑ سے نیچے کو آتا ہے۔

اور عبداللہ بن مغفل کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یارسول اللہ! بے شک میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سوچ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ واللہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ تین دفعہ کہا۔ فرمایا کہ اگر تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو فقر کے لئے سلمان (صبر) تیار کر۔ پھر ابو سعید کی حدیث کی طرح اس کا مطلب بیان کیا۔

فصل ۴

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معنی اور اس کی حقیقت کا بیان)

لوگ اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی تفسیر میں مختلف ہیں۔ ان کی عبارتیں اس میں بہت ہیں۔ اور حقیقت میں ان میں کچھ اختلاف اقوال نہیں بلکہ اختلاف احوال ہے۔

سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو کہتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف توجہ کی کہ:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(پ ۳ ع ۲)

ترجمہ:۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ

آپ کی مدد کا لزوم ہو۔ اور آپ کی سنت کے مٹانے والوں کو دفع کرتے رہنا۔ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ اور اس کی مخالفت سے ڈرنا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ محبت محبوب کے شوق کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دل رب کے مقصود کے موافق کرے۔ جس کو وہ دوست رکھے یہ بھی دوست رکھے۔ اور جس کو وہ برا سمجھے یہ بھی برا سمجھے۔

ایک نے کہا ہے کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کی موافق چیز کی طرف دل کا میلان ہو۔ اور اوپر کی اکثر عبارات محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں نہ حقیقت محبت کی طرف اور حقیقت محبت یہ ہے کہ جو انسان کے موافق چیز ہو اس کی طرف میلان ہو۔ اور اس کی موافقت یا تو اس لئے ہو گی۔ کہ اس کے پالینے سے اس کی لذت حاصل ہو گی۔ جیسے عمدہ صورتوں' عمدہ آوازوں' لذیذ شربتوں وغیرہ سے جس کو ہر سلیم الطبع محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی طبیعت کے موافق ہوتی ہیں یا اس لئے لذت پاتا ہے کہ وہ اپنی عقل کے حواس اور دل سے اس کے باطنی شریف معانی کو معلوم کر لیتا ہے۔ جیسے کہ صالحین و علماء اور سخی لوگ اور وہ جن سے عمدہ اخلاق' اچھے افعال منقول ہیں۔ کیونکہ انسان کی طبیعت ان امور کی طرف مائل ہے۔ یہاں تک کہ ایک قوم کی محبت کی وجہ سے دوسری قوم سے تعصب تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ور ایک امت کی اتباع دوسروں کے حق میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وطنوں کو چھوڑتے ہیں۔ حرمتوں کی ہتک کرتے ہیں' جانوں کو ہلاک کرتے ہیں یا اس کی محبت خاص اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بوجہ احسان و انعام کرنے کے اس کی طبیعت کے موافق بن جاتا ہے۔ کیونکہ بے شک طبیعتیں اس پر پیدا کی گئی ہیں۔ کہ جو شخص احسان کرے اس سے محبت کرتی ہیں۔ جب تمہارے لئے یہ امر قرار پا چکا۔ تو ان سب اسباب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائے گا۔

اب تجھے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں معانی کے جو محبت کے موجب ہیں جامع ہیں۔ جمال ظاہری اور کمال اخلاق و باطنی حسن تو پہلی تقریروں سے جو کتاب میں گذر چکی ہیں۔ معلوم ہو چکا ہے کہ جس سے زیادہ کی ضرورت

نہیں۔ اور آپ کا احسان و انعام جو امت پر ہے وہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مہربانی و رحمت کا امت پر جو آپ فرماتے رہے ہیں۔ ذکر کیا ہے۔ ان کی ہدایت کرنا۔ ان پر شفقت کرنا۔ اور خدائے تعالیٰ کا ان کو آپ کی وجہ سے دوزخ سے بچانا اور یہ کہ بے شک آپ مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں۔ عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ خوشخبری دینے والے ڈرانے والے اور خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ان پر خدا کی آیات پڑھتے ہیں۔ ان کو پاک کرتے ہیں۔ ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ ان کو راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں (پہلے مذکور ہو چکا ہے)

پس کون سا احسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان سے بڑھ کر بڑے مرتبہ اور قدر والا ہے جو آپ نے تمام مومنین پر فرمایا ہے۔ اور جو عام مسلمانوں پر آپ نے بڑی مہربانی فرمائی ہے۔ اس سے بڑھ کر عام نافع اور اکثر فائدہ مند مہربانی کیا ہو گی۔ کیونکہ آپ ان کی ہدایت جہالت و گمراہی سے نکلنے کا ذریعہ تھے۔ ان کو کامیابی اور کرامت کی طرف بلانے والے تھے۔ ان کے رب کی طرف آپ وسیلہ ہیں۔ ان کے شفیع ہیں۔ ان کی طرف سے بات کرنے والے ان کے شاہد ہیں۔ ان کے دائمی بقا اور ہمیشگی نعمت کے موجب ہیں۔

اب تم کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبت حقیقیہ شرعیہ کے جیسا کہ ہم نے صحیح احادیث سے بیان کیا ہے اور عادت و جبلت کی وجہ سے بھی جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ کے احسانات عام ہیں۔ پس جب انسان اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو دنیا میں اس پر ایک دو دفعہ احسان کرے یا اس کو کسی ہلاکت و نقصان سے بچائے۔ جس کی ایذا کی مدت تھوڑی ہو۔ اور منقطع ہونے والی ہو۔ تو جو شخص اس کو وہ نعمتیں بخشے جو کبھی ختم نہ ہوں۔ اور اس کو دوزخ کے ایسے عذاب سے بچائے جو فنا نہ ہو۔ تو وہ محبت کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب بادشاہ اپنی حسن عادت کی وجہ سے یا وہ حاکم جس کا حسن سلوک منقول ہو یا وہ قاضی جو دور رہتا ہو' اور اس کا علم یا بزرگی عادت مشہور ہو طبعاً" محبوب ہوتے ہیں۔ تو جس نے

ان تمام مراتب کمال کو جمع کر لیا ہو وہ محبت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور میلان طبع کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کو دفعۃً دیکھتا تھا۔ وہ آپ سے ڈر جاتا تھا۔ جو آپ کا جان پہچان ہوتا تھا وہ آپ سے محبت کرتا تھا۔

اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آپ کی محبت کی وجہ سے آنکھ کو آپ کی طرف سے پھیرتے نہ تھے۔

فصل ۵

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی کے ضروری ہونے کے بارہ میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پ ۱۰ ع ۱۸)

ترجمہ :۔ اور ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیرخواہ رہیں نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خیرخواہی یہ ہے کہ جب وہ باطن ظاہر میں مخلص مسلمان ہوں۔

حدیث بیان کی ہم سے فقیہ ابوالولید نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یوسف بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر تمار (کھجور فروش) نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے زہیر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سہیل بن ابی صالح نے عطاء بن یزید سے وہ تمیم داری سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ دین خیرخواہی

ہے' دین خیرخواہی ہے دین خیرخواہی ہے۔ قَالُوا لِمَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ لوگوں نے کہا یارسول اللہ! کس کے لئے' قال فرمایا۔ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ واجبۃ اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور آئمہ مسلمین و عام مسلمانوں کے لئے۔ ہمارے آئمہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے خیرخواہی ضروری ہے۔

امام ابو سلیمان بستی کہتے ہیں کہ نصیحت ایک کلمہ ہے کہ جس سے تمام ایسے امور خیر سے تعبیر کی جاتی ہے جو کہ اس شخص کے لئے ہو۔ جس کی خیرخواہی کی جائے۔ اور ممکن نہیں کہ (اس کلمہ نصیحت کے سوا) اس سے کسی ایک کلمہ سے تعبیر کیا جائے جو اس کو حصر کرے۔ اس کے معنے لغت میں اخلاص کے ہیں۔ کہا کرتے ہیں نصیحت العسل یعنی میں نے شہد کو خالص کیا۔ جب کہ اس کو موم سے علیحدہ کر لیا۔

ابوبکر بن ابی اسحاق خفاف کہتے ہیں۔ کہ نصح وہ فعل ہے کہ جس کے باعث درستی و مناسبت یا موافقت ہو۔ اور یہ نصائح سے ماخوذ ہے۔ نصاح وہ دھاگہ ہے کہ جس کے ساتھ کپڑا سیا جاتا ہے۔ ابو اسحٰق زجاج بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی خیرخواہی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صحیح اعتقاد ہو' اس کو واحد جانے۔ اس کی تعریف وہ کرے جس کا وہ اہل ہے۔ اور ان باتوں سے اسے پاک سمجھے جو اس پر جائز نہیں۔ اس کے محبوب سے رغبت ہو۔ جو اس کا دشمن ہو اس سے دور رہے۔ اس کی عبادت میں اخلاص ہو۔

اس کی کتاب کی خیرخواہی و نصحت یہ ہے کہ اس پر ایمان ہو۔ اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل ہو۔ اس کی تلاوت اچھی طرح کرے۔ اس کے نزدیک عاجزی کرے۔ اس کی عزت کرے۔ اس کو سمجھے۔ اس میں تفقہ پیدا کرے۔ اور جو غالی سرکش لوگ اس میں تاویل کرتے ہیں۔ اور ملحد طعن کرتے ہیں اس کو دفع کرے۔

اس کے رسول کی نصیحت و خیرخواہی یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ فرمائیں یا منع کریں وہ کرے۔ اس کو ابو سلیمان نے کہا ہے اور ابوبکر کہتے ہیں کہ خیرخواہی آپ کی معاونت و مدد و حمایت زندگی میں اور انتقال کے بعد آپ کی

سنت کو تلاش کرنے سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنے سے اس کے پھیلانے سے آپ کے اخلاق کریمہ کے پابند ہونے سے آپ کے آداب پسندیدہ پر عمل کرنے سے ہے۔

ابو ابراہیم اسحٰق نجیبی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی یہ ہے کہ جو کچھ آپ لائے ہیں اس کی تصدیق ہو۔ آپؐ کی سنت کی پابندی ہو۔ اس کو پھیلایا جائے۔ اس پر برانگیختہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی طرف دعوت ہو۔ اس کے رسولوں کی طرف اور اس کی نسبت اور اس پر عمل کرنے کی صرف دعوت ہو۔

احمد بن محمد نے کہا ہے کہ دلوں کے فرائض میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی کا اعتقاد ہو۔

ابوبکر آجری وغیرہ کہتے ہیں کہ آپ کی خیرخواہی دو خیرخواہیوں کی متقاضی ہے ایک خیرخواہی آپ کی زندگی میں اور دوسری آپ کے انتقال کے بعد۔ آپ کی زندگی میں آپ کے اصحاب کی مدد سے خیرخواہی کرنا آپ سے برائی کو دفع کرنا۔ جو آپ کا دشمن ہو اس سے دشمنی کرنا۔ آپ کا فرمان سننا اور اس پر عمل کرنا۔ آپ کے اوپر سے جانوں اور مالوں کا خرچ کردینا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا۔(پ ۲۱ ع ۱۹)

ترجمہ :۔ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کردیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کرچکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

اور فرمایا کہ وَيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ۔(پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ :۔ اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔

مسلمانوں کی خیرخواہی آپ کے انتقال کے بعد یہ ہے کہ آپ کی عزت و بزرگی کرنا آپ سے بہت ہی محبت رکھنا آپ کی سنت سیکھنے پر ہمیشگی کرنا۔ آپ کی شریعت میں تفقہ حاصل کرنا۔ آپ کے اہل بیت و اصحاب کی محبت اور اس شخص سے دور رہنا

جو آپ کی سنت سے اعراض کرے۔ اس سے دشمنی کرنا اور بچنا۔ آپ کی امت پر مہربانی کرنا۔ آپ کے اخلاق و عادات و آداب سے محبت کرتے رہنا یعنی تلاش کرنا۔ اس پر صبر کرنا۔ پس جس بنا پر اس نے ذکر کیا ہے۔ خیرخواہی محبت کے ثمرات سے ہو گی۔ اور اس کی ایک علامت ہو گی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

امام ابوالقاسم قیریؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن لیث خراسان کا ایک بادشاہ تھا۔ اور مشہور حاکم جس کو صفار کہتے تھے۔ خواب میں دیکھا گیا۔ اور اس سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا۔ کہا گیا کہ کس عمل کی وجہ سے کہا کہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک دن چڑھا اور میں نے اوپر سے اپنے لشکر کو جھانکا۔ تو ان کی کثرت سے میں خوش ہوا۔ تب میں نے آرزو کی۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ کی اعانت و مدد کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرا یہ عمل پسند کیا اور مجھے بخش دیا۔

اور آئمہ مسلمین کی خیرخواہی یہ ہے کہ ان کے حق میں اطاعت کرے۔ ان کی اس میں مدد کرے ان کو حق بات کا حکم دینا۔ ان کو حق کا عمدہ طرح سے یاد دلانا۔ اور جس بات سے وہ غافل ہوں۔ اور جو امور مسلمین ان سے چھپے رہیں ان کو یاد دلانا۔ ان پر خروج کرنا۔ لوگوں کو ان کے برخلاف بھڑکانا۔ ان کے دلوں کو ان کے برخلاف بگاڑنا ترک کر دے۔

اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی یہ ہے کہ ان کو ان کی خیرخواہیوں کی ہدایت کرنا ان کو دینی اور دنیاوی امور میں قول و فعل میں مدد دینا۔ ان کے غافل کو خبردار کرنا۔ ان کے جاہل کو آگاہ کرنا۔ ان کے محتاج کی مدد کرنا۔ ان کی پردہ پوشی کرنا۔ ان سے ضرر کو دفع کرنا۔ ان کے فوائد ان کو پہنچانا۔

باب سوم

(آپ کے حکم کی تعظیم اور آپ کی عزت و نیکی کے وجوب کے بیان میں)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ

(پ ۲۶ ع ۹)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اور فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اور فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

اور فرمایا۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ ۱۸ ع ۱۵)

ترجمہ:۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

پس اللہ تعالٰی نے آپ کی عزت و توقیر کو واجب کر دیا ہے۔ اور آپ کی اکرام و تعظیم کو لازم کر دیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ تعزروہ کے معنے ہیں کہ آپ کی عزت کرو۔ اور مبرد کہتا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔ اخفش کہتے ہیں کہ آپ کی مدد کرو۔ طبری کہتے ہیں کہ آپ کی اعانت کرو۔ اور تعزروہ کوزاء سے پڑھا گیا ہے جو عزت سے لیا گیا ہے۔ اور آپ سے پہلے بات کرنے سے اور آپ سے پہلے کلام کرنے کو بے ادبی سمجھ کر منع کیا۔ اور یہ ابن عباسؓ وغیرہ کا قول ہے۔ اور یہی ثعلب کا مختار ہے۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ تم آپ کے فرمانے سے پہلے بات مت کرو۔ اور جب آپ کچھ فرمائیں تو اس کو سنو اور چپ رہو۔ اور آپ کے فیصلہ سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی جلدی کرنے سے منع کئے گئے ہیں۔ اور اس سے کہ وہ کسی شے کے ساتھ مستقل نہ ہو جائیں یعنی لڑائی وغیرہ دینی معاملہ میں اور آپ کے حکم پر ہی چلیں۔ آپ سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ کریں۔ اور اسی کی طرف حسن و مجاہد وضحاک و سدی و ثوری کا قول رجوع کرتا ہے۔ پھر ان کو وعظ کیا۔ اور اس مخالفت سے ڈرایا۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ ماوردی کہتے ہیں۔ کہ سبقت کرنے میں ڈرو اور سلمی کہتے ہیں کہ آپ کے حق کے چھوڑنے اور آپ کی عزت کے ضائع کرنے سے خدائے تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ بے شک وہ تمہاری بات کو سننے والا ہے۔ تمہارے فعل کو جاننے والا ہے۔ پھر ان کو آپ کے آواز پر آواز بلند کرنے اور آپ کے سامنے اونچی بولنے سے جس طرح کہ ایک دوسرے سے بولتے ہیں۔ اور چلاتے ہیں منع فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتا ہے (منع فرمایا ہے)

ابو محمد مکی کہتے ہیں کہ آپ سے کلام کرنے میں سبقت نہ کرو۔ اور کلام کرنے میں سختی نہ کرو۔ اور آپ کو نام لے کر نہ پکارو۔ جس طرح کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ لیکن آپ کی عظمت۔ توقیر کرو۔ اور آپ کو ان بزرگ خطاب سے پکارو جس کو وہ پکارا جانا دوست رکھیں۔ (مثلاً) "یارسول اللہ" "یانبی اللہ"۔ اور یہ ایسا ہے جو دوسری آیت میں آچکا ہے کہ رسولؐ کو پکارنے کو تم ایسا نہ کرو جیسے کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ دو معنوں سے ایک معنی یہ ہیں۔ اور ایک نے کہا ہے کہ آپ سے اس طرح مخاطب ہو۔ جس طرح اپنے سمجھنے کی غرض سے پوچھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگر وہ ایسا کریں تو ڈرایا ہے۔ کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور اس سے ان کو ڈرایا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی تمیم کے قبیلہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے سوا اور عرب میں نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں آئے تھے۔ اور آپ کو یا محمد کہہ کر پکارنے لگے تھے۔ کہ ہماری طرف نکلو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جاہل اور برا کہا۔ اور بیان کیا کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلی آیت اس جھگڑے کے بارہ میں نازل ہوئی جو آپؐ کے سامنے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا تھا۔ اور جھگڑنے میں ان کی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی تمیم کے مفاخرت میں خطیب تھا اور اس کے کان بہرے تھے۔ اور وہ بلند آواز سے بولا کرتا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو [illegible] گھر میں ٹھہر گیا۔ اور اس سے ڈرا کہ اس کے عمل [illegible] ہو جائیں۔ [illegible] علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا یا نبی اللہ [illegible] میں ڈرتا ہوں کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو منع فرمایا ہے کہ [illegible] اور [illegible] آواز مرد ہوں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے [illegible] نہیں رکھتا کہ تعریف کے ساتھ زندہ رہے۔ اور شہید ہو کر قتل [illegible] اور جنت میں داخل ہو۔ پس وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ یارسول اللہ! اس کے بعد میں آپ سے ایسی ہی باتیں کروں گا جیسے کہ چھپ کر باتیں کرتے ہیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہ جب آپ سے باتیں کرتے تو اس طرح جیسے کہ کوئی پوشیدہ کرتا ہے۔ اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایسی باتیں کرتے تھے کہ آپ سنتے نہ تھے۔ حتیٰ کہ ان سے دوبارہ پوچھتے کہ کیا کہتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں

جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت (جس کا مطلب یہ ہے) بے شک جو لوگ کہ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں۔ بنی تمیم کے سوا اور لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے' وہ لوگ آپ کا نام لے کر پکارتے تھے۔

صفوان بن عسال نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا۔ جس کی آواز بلند تھی۔ اس نے آپ کو پکارا یا محمدؐ یا محمدؐ! یا محمدؐ! ہم نے اس سے کہا کہ اپنی آواز پست کر۔ کیونکہ تم کو بلند آواز سے منع کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا اے ایمان والو راعنا مت کہو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ انصار میں ایک لغت تھی۔ جس کے بولنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و عزت کے لئے منع کیا گیا۔ کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم ہماری رعایت کرو۔ ہم تمہاری رعایت کریں گے۔ پس اس بات سے منع کئے گئے۔ کیونکہ اس کلام کا معنی یہ ہے گویا کہ وہ آپ کی رعایت کرنے سے رعایت کریں گے۔ بلکہ آپ کا حق یہ ہے کہ آپ کی ہر حال میں رعایت کی جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلمہ سے تعریض اور اشارہ کرتے تھے رعونت کے ساتھ۔ پس مسلمانوں کو اس قول سے منع کر دیا گیا۔ اس ذریعہ کے قطع کر دینے اور ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کہ لفظاً بھی مشابہت نہ ہو اور بعض نے اور وجہ بھی بیان کی ہے۔

فصل ۱

(صحابہ رضوان اللہ علیہم کی عادت کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی صوفی اور ابو بحر اسدی نے اور میں نے ان

دونوں کے سامنے اور لوگوں کے درمیان پڑھا ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن الحسن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن مثنیٰ ابو سمن رقاشی اسحٰق بن منصور نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ضحاک بن مخلد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حیوہ بن شریح نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے ابن شماسہ مہری سے کہا کہ ہم حاضر ہوئے عمر بن العاص کے پاس پس ابن شماسہ نے ایک لمبی حدیث بیان کی۔ جس سے عمرو سے روایت تھی۔ کہا عمرو نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی پیارا اور بڑا بزرگ میری آنکھوں میں نہ تھا۔ اور مجھ میں طاقت نہ تھی۔ کہ میں آپ کی ہیبت و بزرگی کی وجہ سے آپ کے دیدار سے آنکھوں کو بھر لوں۔ اگر میں چاہتا کہ آپ کی تعریف بیان کروں تو مجھے طاقت نہ تھی۔ کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ترمذی نے انسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مہاجرین و انصار کے سامنے نکلا کرتے تھے۔ جن میں ابوبکرؓ عمرؓ ہوتے تھے۔ پس آپ کی طرف سوا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی دیکھتا نہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات آپ کو دیکھتے تھے۔ اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ یہ دونوں آپ کو دیکھ کر ہنسا کرتے تھے۔ اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھ کر ہنسا کرتے تھے۔

اسامہ بن شریک نے کہا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ کے گرد اصحاب جمع تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور آپ کے حال میں جو حدیث یہ ہے کہ جب آپ کلام کرتے تھے۔ آپ کے اصحاب اپنے سروں کو نیچا کیا کرتے تھے۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

عروہ بن مسعود نے کہا ہے جبکہ اس کو قریش نے (حدیبیہ کے) جھگڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے آپ کے اصحاب کو آپ کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا تھا جو کچھ کہ دیکھا۔ اور یہ کہ جب آپ وضو کرتے ہیں تو وہ آپ کے بچے ہوئے پانی کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ اور قریب تھا کہ اس پر لڑ مریں۔ جب

آپ لعاب مبارک ڈالتے تھے یا ناک صاف کرتے تھے تو صحابہ جلدی سے اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے۔ اور اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے تھے۔ جب کوئی بال آپ سے گرتا تو وہ جلدی سے اس کو لے لیتے تھے۔ جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ جھٹ اس کو بجا لاتے۔ جب کلام کرتے تو وہ آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے۔ آپ کی طرف تعظیم کی وجہ سے تیز نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور جب وہ قریش کی طرف لوٹ کر گیا۔ تو کہنے لگا' اے گروہ قریش' میں کسریٰ کے ملک میں گیا۔ اور قیصر کے ملک میں گیا ہوں۔ اور نجاشی کے ملک میں گیا ہوں۔ واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب میں ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کسی بادشاہ کو کبھی نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحابؓ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے وہ قوم ایسی دیکھی ہے کہ کبھی بھی اس کو ترک نہ کریں گے۔ (نہ اس کی مدد سے باز رہیں گے)۔

انسؓ سے مروی ہے کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے بحالیکہ سر مونڈنے والا آپ کے بال مبارک مونڈ رہا ہے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ پھر وہ یہی چاہتے ہیں کہ آپ کا ہر موئے مبارک کسی کے ہاتھ میں ہی پڑے (زمین پر نہ گرے) اور اسی لئے جب قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کے طواف کی اجازت دی جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حدیبیہ کے جھگڑے میں بھیجا تو انہوں نے طواف سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں گے۔ میں طواف نہ کروں گا۔

اور طلحہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "من قضیٰ نحبہ" کی آیت کا مطلب پوچھو۔ یعنی کس نے اپنی موت کو پورا کیا اور خود اصحاب آپؐ سے ڈرتے تھے۔ آپؐ کی عزت کرتے تھے۔ پھر اعرابی نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اس سے اعراض کیا اور جواب نہ دیا۔ اتنے میں اتفاقیہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا

ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے اپنی موت کو پورا کیا ہے۔

اور حدیث قیلہ میں ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرفصاء بیٹھک بیٹھے ہوئے تھے (اس کی صورت یہ ہے کہ بیٹھ کر گھٹنوں کو کھڑا رکھا جائے اور ہاتھوں سے یا کپڑے سے دونوں گھٹنوں کو ملا کر باندھا جائے) دیکھا تو میں خوف کے مارے کانپنے لگی۔ اور یہ آپ کی ہیبت و عظمت تھی۔

مغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دروازہ کو ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

براء بن عازب کہتے ہیں۔ میں ارادہ کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھوں سو برسوں اس میں دیر کیا کرتا تھا۔

فصل ۲

جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی توقیر و تعظیم موت کے بعد لازم ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں لازم تھی۔ اور یہ آپ کے ذکر آپ کی حدیث و سنت اور آپ کے نام و سیرت آپ کی آل و عترت و عزت اہل بیت و صحابہ کے ذکر کے وقت ہے۔

ابو ابراہیم تجیبی کہتے ہیں کہ ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ خود آپ کا ذکر کرے یا اس کے نزدیک آپ کا ذکر کیا جائے تو عاجزی کرے اور عزت کرے۔ اپنی حرکت کو چھوڑ دے۔ اور اس طرح آپ کی ہیبت و بزرگی اس کو ہو۔ جیسے کہ آپ کے سامنے ہوتا۔ تو آپ کی ہیبت و عزت ہوتی۔ اور ایسا ادب کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا ادب سکھلایا ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے کہ ہمارے سلف صالحین اور گذشتہ آئمہ رضی اللہ عنہم کی یہ عادت تھی۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن اشعری اور ابوالقاسم

احمد بن بقی الحاکم وغیرہ نے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی۔ ان سب نے کہا۔ کہ خبر دی ہم کو ابوالعباس احمد بن عمر بن دلہاث نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن فہر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد بن فرج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن عبداللہ بن المنتاب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن حمید نے کہا کہ ابو جعفر امیرالمومنین (منصور) نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مناظرہ کیا۔ تو امام صاحبؒ نے اس سے کہا۔ اے امیرالمومنین اس مسجد میں تم بلند آواز سے مت بولو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھلایا ہے اور فرمایا ہے کہ :۔

لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ(پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور دوسری قوم کی مدح کی ہے۔ اور فرمایا کہ :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ(پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور ایک قوم کی مذمت کی ہے کہ :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ(پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

اور بے شک موت کی حالت میں آپ کی عزت ایسی ہی ہے جیسے کہ زندگی میں۔

تب ابو جعفر اس بات کے سننے سے چپ ہو گیا اور کہنے لگا اے ابا عبداللہ میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ رہوں۔ امام نے فرمایا کہ تم کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیرتے ہو۔ حالانکہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے خدا کی طرف وسیلہ ہیں قیامت کے دن بلکہ آپ کی طرف متوجہ رہو۔ آپ کی شفاعت کا طالب ہو۔ پھر خدائے تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ :۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے ایوب سختیانی کی نسبت پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ میں جس شخص سے تم کو حدیث بیان کروں گا ایوب اس سے افضل ہی ہو گا۔ کہا امام مالکؒ نے کہ میں نے ایوب کو دو حج کرتے دیکھا ہے۔ میں اس کو دیکھتا اور سنتا تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا۔ تو وہ روتے تھے یہاں تک کہ مجھے ان پر رحم آتا۔ اور جب میں نے اس سے یہ بات دیکھی جو دیکھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے دیکھا۔ تو میں نے ان سے حدیث لکھی۔

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں امام مالک کا یہ حال تھا کہ ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تھا۔ تو ان کا رنگ بدل جاتا۔ اور کبڑے بن جاتے۔ حتیٰ کہ یہ بات آپ کے ساتھیوں پر سخت گزرتی تھی (یعنی وہ ڈر جاتے کہ ان کو کیا ہو گیا) پھر آپ سے ایک دن اس بارہ میں کہا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر تم وہ بات دیکھو جو میں دیکھتا ہوں۔ تو ضرور مجھ پر انکار نہ کرو۔ اور بے شک میں محمد بن منکدر کو دیکھتا تھا۔ اور وہ قاریوں کے سردار تھے۔ کہ ہم جب کبھی ان سے حدیث کی نسبت پوچھتے۔ تو وہ رو پڑتے۔ حتیٰ کہ ہم ان پر رحم کھاتے۔ اور بے شک میں نے امام جعفر بن محمد (صادق) کو

دیکھا ہے حالانکہ بڑے خوش طبع اور ہنستے تھے۔ لیکن جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تھا۔ ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور میں نے ان کو کبھی بے وضو حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔ میں ان کے پاس بہت جایا کرتا تھا تو میں نے ان کی تین عادات دیکھیں یا تو وہ نماز پڑھتے ہوئے ہوتے یا چپ رہتے یا قرآن پڑھتے اور بیہودہ باتیں نہ کرتے۔ وہ علما ان بندوں میں سے تھے۔ جو کہ اللہ عزوجل سے ڈرتے تھے۔

اور عبدالرحمن بن قاسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر ان کے چہرہ کے رنگ کو دیکھا جاتا تھا۔ گویا اس سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ اور بے شک ان کی زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے منہ میں خشک ہو گئی ہے۔

اور بے شک میں عامر بن عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آتا تھا۔ اور جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا۔ تو رو پڑتے۔ حتیٰ کہ ان کی آنکھوں میں سے آنسو باقی نہ رہتے۔

اور میں نے زہری کو دیکھا ہے۔ وہ نہایت نرم دل اور بڑے ملنسار تھے جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا۔ تو وہ ایسے ہو جاتے گویا کہ نہ انہوں نے تجھے دیکھا اور نہ تو نے ان کو دیکھا ہے (یعنی کسی کے واقف نہ بنتے تھے)

اور بے شک میں صفوان بن سلیم کے پاس آتا تھا۔ وہ عابدین مجتہدین میں سے تھے۔ جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو وہ رونا شروع کرتے تھے حتیٰ کہ لوگ ان کو چھوڑ کر چل دیتے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے تھے تو وہ چلاتے اور گھبراتے تھے۔

اور جب لوگ امام مالکؒ کے پاس زیادہ آنے لگے۔ تو ان سے کہا گیا کہ اگر آپ کسی کو مستملی بنا لیں کہ وہ لوگوں کو حدیث سنایا کرے (مستملی وہ ہوتا ہے کہ شیخ سے حدیث سن کر لوگوں کو بلند آواز سے پڑھ کر سنا دے)) تو آپ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

ابن سیرینؒ کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات ہنستے تھے۔ لیکن جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر ہوتا تھا۔ تو وہ عاجزی کیا کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا یہ حال تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھا کرتے تھے تو لوگوں کو چپ رہنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور کہتے کہ اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند مت کرو۔ اور بیان کرتے تھے۔ کہ آپ کی حدیث کے بیان کے وقت بھی اسی طرح چپ رہنا ضروری ہے۔ جیسے خود آپ سے سننے کے وقت سکوت لازمی ہے۔

فصل ۳

(سلف کی عادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث و سنت کی روایت کے بیان کے وقت میں)

حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمدؒ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل بن خیرون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر برقانی وغیرہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن دار قطنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے علی بن مبشر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن سنان قطان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسعودی نے مسلم بطین سے وہ عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک سال تک آتا رہا۔ پس میں نے ان کو نہیں سنا کہ انہوں نے یوں کہا ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن ایک دن انہوں نے حدیث بیان کی اور ان کی زبان پر یہ لفظ جاری ہو گیا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان پر رنج سوار ہو گیا۔ حتی کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ پھر کہا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہے یا اس سے زیادہ یا کم یا اس کے قریب۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا چہرہ بدل گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بھر آئے اور ان کی رگیں پھول گئیں۔

ابراہیم بن عبداللہ بن قریم انصاری قاضی مدینہ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ بن انسؒ ابو

حاتم پر سے گزرے بحالیکہ وہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ سو وہ وہاں سے گزر گئے اور کہا کہ میں نے ایسی جگہ نہ پائی۔ کہ جہاں بیٹھوں۔ اس لئے میں نے مکروہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کھڑے کھڑے سنوں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ ابن المسیب کے پاس ایک شخص نے آکر حدیث پوچھی بحالیکہ وہ لیٹے ہوئے تھے۔ تب وہ بیٹھ گئے۔ اور اس کو حدیث سنائی۔ اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ تکلیف نہ کریں (یعنی لیٹے لیٹے ہی بیان کر دیں) انہوں نے کہا کہ میں برا جانتا ہوں کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لیٹے ہوئے بیان کروں۔

محمدؒ بن سیرین سے مروی ہے کہ وہ کبھی ہنسا بھی کرتے تھے۔ لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی جاتی۔ تو وہ عاجزی کرتے تھے۔

ابو مصعب کہتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ بن انسؓ جب حدیث بیان کرتے باوضو ہوتے تھے۔ اور یہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے کرتے تھے۔ اور امام مالکؒ نے یہ بات جعفر بن محمد (صادقؒ) سے بیان کی ہے۔

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ مالک بن انسؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے تو باوضو کرتے تھے۔ اور تیاری کرتے تھے۔ کپڑے پہنتے تھے۔ پھر حدیث بیان کرتے تھے۔ مصعب کہتے ہیں کہ پھر آپ سے اس بارہ میں پوچھا گیا۔ تو کہا یہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

مطرف کہتے ہیں کہ جب لوگ امام مالکؒ کی خدمت میں آتے تو آپ کی لونڈی ان کی طرف نکلتی ان سے پوچھتی۔ کہ شیخ تم سے کہتے ہیں کہ تم حدیث سننے کا ارادہ رکھتے ہو یا مسائل کا۔ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنا ہے تو آپ نکل آتے۔ اور اگر کہتے کہ حدیث سننے آئے ہیں تو آپ غسل خانہ میں جاتے' خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے تھے۔ اپنی چادر پہنتے' عمامہ باندھتے اور اپنے سر پر چادر رکھتے۔ آپ کے لئے چوکی بچھائی جاتی۔ پھر نکلتے اور اس پر بیٹھتے بحالیکہ ان پر عاجزی کے آثار ہوتے تھے۔ اور عود کی خوشبو برابر سلگائی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث سے فارغ ہوتے تھے۔ اور دوسرے راوی نے کہا ہے کہ اس چوکی پر جبھی بیٹھتے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرنی ہوتی۔

ابن ابی اویس کہتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔ اور میں بدوں وضو اور بیٹھنے کے حدیث نہیں بیان کرتا۔

راوی کہتا ہے کہ امام موصوف اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کہ راستہ میں یا کھڑے ہو کر یا جلدی حدیث بیان کریں۔ اور کہتے ہیں کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سمجھا کر سناؤں۔

ضرار بن مرہ کہتے ہیں محدثین مکروہ سمجھتے تھے کہ بے وضو حدیث بیان کریں اور ایسا ہی قتادہ سے مروی ہے۔ اعمش کا یہ حال تھا کہ جب بے وضو حدیث بیان کرتے تو تیمم کر لیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے پاس تھا وہ ہم کو حدیث بیان کرتے تھے اور سولہ دفعہ ان کو بچھو نے کاٹا۔ ان کا چہرہ زرد ہو ہو جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قطع نہ کیا۔ جب مجلس ختم ہو چکی۔ اور لوگ چلے گئے۔ تو میں نے کہا۔ کہ اے ابا عبداللہ میں نے آپ سے عجیب بات دیکھی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے صبر کیا۔

ابن مہدی کہتے ہیں کہ میں ایک دن عقیق کی طرف گیا۔ اور ان سے حدیث کی نسبت پوچھا۔ تو مجھے جھڑکا۔ اور کہا کہ تم میرے نزدیک اس بات سے بڑے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسے حال میں پوچھو کہ ہم چلتے ہیں۔ اور ان سے جریر بن عبدالحمید قاضی نے حدیث کی نسبت پوچھا۔ بحالیکہ وہ کھڑے تھے۔ تو اس کے قید کر دینے کا حکم دیا۔ ان سے کہا گیا کہ یہ قاضی ہے۔ تو آپ نے کہا کہ قاضی زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ ہشام بن غازی نے امام مالکؒ سے حدیث پوچھی بحالیکہ وہ

کھڑے تھے تو اس کو بیس درے لگائے۔ پھر اس پر مہربانی کی۔ اور بیس حدیثیں بیان کیں۔ تب ہشام نے کہا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ کوڑے مارتے اور حدیث بیان کرتے۔

عبداللہ بن صالح نے کہا کہ امام مالک و لیث بے وضو حدیث نہیں لکھا کرتے تھے۔

اور قتادہ اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ حدیث باوضو ہو کر ہی لکھیں اور حدیث باوضو ہی بیان کریں۔

اعمش جب بے وضو ہوتے اور حدیث بیان کرنا چاہتے تو تیمم کر لیا کرتے تھے۔

فصل ۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور نیکی میں سے آپ کی آل و اولاد و امہات المومنین آپ کی بیویوں سے نیکی کرنا ہے جیسا کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے۔ اور اس پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم چلے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (پ ۲۲ ع ۱)

ترجمہ :۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ اور آپؐ کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔

خبر دی ہم کو شیخ ابو محمد بن احمد عدل نے اپنی کتاب سے اور میں نے اس کی اصل کتاب سے لکھ لیا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن مقری فرغانی نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے ام القاسم بنت شیخ ابی بکر خفاف نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم نے اور وہ ابن عقیل ہیں۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحیٰ نے اور وہ ابن اسمٰعیل ہیں کہا حدیث بیان کی ہم سے یحیٰ نے وہ ابن حمانی ہیں۔ کہا حدیث بیان کی وکیع نے اپنے باپ سے وہ سعید بن سروق سے وہ یزید بن حبان سے وہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے کہ اَنْشُدُکُمُ اللّٰہَ اَھْلَ بَیْتِی ثَلَاثًا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تین دفعہ فرمایا۔ ہم نے زید سے کہا کہ آپ کے اہل بیت کون لوگ ہیں۔ کہا اولاد علی اور اولاد جعفر اولاد عقیل اور اولاد عباس۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَااِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَمْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت کو چھوڑتا ہوں جب تک تم اس پر عمل کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ پس تم سوچو کہ کیسے ان دونوں کے بارہ میں میرے خلیفہ بنتے ہو۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعْرِفَۃُ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَالْوِلَایَۃُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ۔ کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت کو پہچاننا آگ دوزخ سے برات ہے۔ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرنا پلصراط پر گذرنا ہو گا۔ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا عذاب سے امان ہے۔

بعض علما کہتے ہیں کہ ان کی معرفت ان کے مرتبہ کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے پہچاننا مراد ہے۔ اور جب ان کو اس کے ساتھ پہچان لے گا تو ان کے حق و عزت کے وجوب کو آپ کے سبب سے پہچان لے گا۔

عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے (پ ۲۲ ع ۱)

اور یہ آیت ام سلمہ کے گھر میں اتری تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ حسن حسین کو بلایا اور ان کو کمبل میں لپیٹ لیا۔ اور علی کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا۔ اور پھر کہا خداوندا یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی دور کر اور اچھی طرح ان کو پاک کر دے۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب مباہلہ کی آیت اتری۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حسن حسین فاطمہ رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ اور کہا خداوندا یہ

لوگ میرے اہل ہیں۔ خداوندا جو ان کا دوست ہو تو ان کا دوست بن اور جو ان کا دشمن ہے تو ان کا دشمن بن۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا۔ کہ تجھ کو مومن ہی دوست رکھے گا۔ اور تیرا منافق ہی دشمن ہو گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مجھ کو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ تم کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے دوست نہ سمجھے۔ جو شخص میرے چچا کو ایذا پہنچائے گا۔ اس نے مجھے ایذا دی۔ اور مرد کا چچا اس کے باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ عباسؓ سے کہا۔ اے چچا اپنے فرزندوں کے ساتھ کل صبح کو آنا۔ پھر ان کو جمع کیا۔ اور اپنی چادر سے ان کو ڈھانک لیا۔ اور کہا کہ یہ میرا چچا ہے اور باپ کے مشابہ ہے۔ اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پس ان کو آگ سے اس طرح چھپائے رکھ جیسے کہ میں نے ان کو چھپایا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹوں اور دیواروں نے آمین آمین کہا۔ آپ اسامہؓ بن زید اور حسنؓ کے ہاتھ کو پکڑتے اور کہتے خداوندا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت اس کی اہل بیت میں کرو (یعنی ان کی عزت حضورؐ کی سی کرو) اور یہ بھی کہا ہے کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میرے نزدیک اس سے زیادہ پیاری ہے کہ اپنی قرابت سے صلہ رحمی کروں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حسنؓ کو دوست رکھے خدا اس کو دوست رکھے۔ اور فرمایا کہ جو مجھ کو دوست رکھے اور ان دونوں کو دوست رکھے اور حسنؓ و حسینؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں کے باپ اور ماں کو دوست رکھے۔ تو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔

اور فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قریش کی اہانت کرے۔ خدا اس کی اہانت کرے۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریش کو آگے بڑھاؤ۔ اور

اس کے آگے مت بڑھو۔ ام سلمہؓ کو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو عائشہؓ کے بارہ میں ایذا نہ پہنچا۔

عقبہ بن حارث سے مروی ہے کہ میں نے ابوبکرؓ کو دیکھا بحالیکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر سوار کیا ہوا ہے۔ یہ کہتے تھے۔ کہ میرا باپ قربان ہو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے علیؓ کے مشابہ نہیں۔ اور علیؓ ہنستے تھے۔

عبداللہ بن حسنؓ بن حسینؓ سے مروی ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس کسی ضرورت کے لئے آیا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب آپ کو کوئی ضرورت ہو تو میری طرف کسی کو بھیجو یا خط لکھو کیونکہ بے شک مجھے خدا سے اس بارہ میں شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازہ پر دیکھے۔

شعبیؒ کہتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ نے اپنی ماں کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ پھر اس کے لئے خچر قریب کی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں۔ اتنے میں ابن عباسؓ آئے اور انہوں نے ان کی رکاب تھام لی۔ تب زید نے کہا۔ اے چچا زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے' آپ چھوڑ دیجئے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم علما کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے ہیں۔ تب زید نے ابن عباسؓ کا ہاتھ چوم لیا۔ اور کہا کہ ہم کو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ ایسے پیش آئیں۔

اور ابن عمرؓ نے محمد بن اسامہ بن زید کو دیکھا۔ تو کہا۔ کاش یہ میرا غلام ہوتا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ محمدؐ بن اسامہ ہیں۔ تب ابن عمرؓ نے اپنا سر نیچا کر لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے زمین کو کریدنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو محبت کرتے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئی۔ اور اس کے ساتھ اس کا ایک مولیٰ (غلام آزاد) تھا کہ اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑا ہوا تھا۔ تب اس بچی کے لئے عمر بن عبدالعزیز کھڑے ہو گئے۔ اور اس کی طرف چلے۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھوں کو اپنے کپڑے میں رکھا (یعنی کپڑے سے ہاتھ کو لپیٹ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور یہ

نہایت تقویٰ تھا) اور اس کو لے چلے حتیٰ کہ اپنی مجلس میں اس کو بٹھلایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور اس کی جو ضرورت تھی پوری کر دی۔

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے ۳۰۰۰ درہم مقرر کیا۔

اور اسامہ کے لئے ۳۵۰۰ مقرر کئے۔ عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا کہ آپؓ نے اس کو کیوں فضیلت دی۔ خدا کی قسم مجھ سے اس نے کسی جنگ میں سبقت نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس لئے کہ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ پیارا تھا تیرے باپ سے اور اسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی ہے اور امیر معاویہؓ کو یہ بات پہنچی کہ کابس بن ربیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے اور جب وہ امیر کے پاس دروازہ میں سے آیا۔ تو امیر معاویہ اپنے تخت پر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس سے ملے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور زمین مرغاب اس کے لئے مقرر کر دی کیونکہ اس کی شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔

اور روایت ہے کہ امام مالکؒ کو جب جعفر بن سلیمان نے کوڑے مارے اور ان پر غصہ ہوا جو ہوا اور بیہوشی میں ان کو گھر اٹھا کر لے گئے۔ تو لوگ ان کے پاس آئے۔ ون کو ہوش آیا تو فرمایا۔ کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد آپ سے پوچھا گیا۔ تو کہا میں اس بات سے ڈرا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گا۔ تو مجھے اس سے اس امر کی شرم آئے گی۔ کہ میرے باعث اس کی آل میں سے کوئی دوزخ میں جائے۔

اور کہتے ہیں کہ منصور نے جعفر سے امام کے بدلہ لینے کا ارادہ کیا تو امام نے اس سے کہا۔ کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ واللہ اس کے کوڑوں میں سے جو کوڑا میرے جسم سے ہٹتا تھا۔ میں اسی وقت معاف کر دیتا تھا۔ اس لئے کہ اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔

ابوبکر بن عیاشؒ کہتے ہیں کہ اگر میرے پاس ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ آئیں۔ تو ان دونوں سے پہلے حضرت علیؓ کی ضرورت شروع کروں۔ کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔ اور بیشک آسمان سے زمین پر میرا گر جانا اس سے بہتر ہے کہ میں اس کو ان دونوں پر مقدم کروں (مطلب یہ کہ اگرچہ شیخین کو ان پر فضیلت ہے لیکن بوجہ قرابت میں ان کو مقدم کرتا ہوں' کذافی الشرح)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی فوت ہو گئیں۔ تب آپ نے سجدہ کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے انتقال سے بڑھ کو کون سی نشانی ہو گی۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ام ایمن کی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم کی مولی تھیں زیارت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کیا کرتے تھے اور جب حلیمہ سعدیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ اور ان کی ضرورت کو پورا کر دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا۔ اور وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں تو ان دونوں نے بھی ایسا ہی کیا (یعنی ویسے ہی تعظیم کی)۔

فصل ۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و خیر خواہی میں سے آپ کے اصحاب کی عزت و خیر خواہی ہے۔ ان کے حق کو پہچاننا اور ان کی اقتدا کرنا ان کی تعریف کرنا ان کے لئے استغفار کرنا اور جو ان میں باہمی جھگڑے اختلاف ہوئے ہیں ان سے اعراض کرنا اور رک رہنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا مورخین اور جاہل راویوں' گمراہ شیعوں۔ اور ان مبتدعین کی اخبار سے جو کہ ان میں سے کسی میں جرح قدح کرتے ہیں' اعراض کرنا اور جو باتیں ان کی طرف سے نقل کی گئی ہیں۔ اور ان میں جو باہمی

فتنے ہوئے تھے ان کی اچھی تاویل کا تلاش کرنا اور ان کے لئے اچھے مخرج نکالنا چاہئے۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ ان میں سے کسی کو برائی سے یاد نہ کیا جائے۔ کسی پر عیب نہ لگایا جائے بلکہ ان کی نیکیوں و فضیلتوں اور اچھی عادات کو یاد کیا جائے اور ان کے سوا اور امور سے سکوت کیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذا ذکر اصحابی فامسکوا جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو چپ رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔ پ ۲۶ ع ۱۲

ترجمہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا۔

اور فرمایا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ۔ اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں

باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور فرمایا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (پ ۲۶ ع ۱۱)

ترجمہ۔ بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

اور فرمایا۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۔ (پ ۲۱ ع ۱۹)

ترجمہ۔ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسین اور ابو الفضل نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن صباح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے زائدہ سے وہ عبدالملک بن عمیر سے وہ ربعی بن حراش سے وہ حذیفہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ پیروی کرو میرے بعد ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی۔

اور فرمایا اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَثَلُ اَصْحَابِيْ كَمَثَلِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِهٖ میرے اصحاب کی مثال طعام کے نمک کی طرح ہے اور کھانا بدوں نمک کے درست نہیں ہوتا۔

اور فرمایا کہ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَ

مَنْ اٰذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ

ترجمہ۔ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نہ نشانہ بناؤ۔ اب جو شخص ان کو دوست رکھے گا سو میری محبت کی وجہ سے دوست رکھے گا۔ اور جو ان کو تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا اور جو مجھ کو تکلیف دے گا اس نے خدا کو تکلیف دی اور جو خدا کو تکلیف دے گا عنقریب وہ اس کو پکڑے گا۔

اور فرمایا کہ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ وَلَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ

ترجمہ۔ میرے اصحاب کو گالی مت دو کیونکہ اگر تم میں سے (یعنی صحابہ نہ ہو) کوئی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے ایک مد (دو رطل) یا اس کے نصف کے برابر نہ پہنچے گا۔

اور فرمایا کہ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا

ترجمہ۔ جو میرے اصحاب کو گالی دے تو اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس سے خدائے تعالیٰ فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

اور فرمایا کہ اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِكُوْا جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو چپ رہو۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ۔

اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلٰى جَمِيْعِ الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاخْتَارَ لِیْ مِنْهُمْ اَرْبَعَةً اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمٰنَ وَعَلِيًّا فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ اَصْحَابِیْ وَفِیْ اَصْحَابِیْ كُلُّهُمْ خَيْرٌ۔

ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو تمام جہان پر پسند کیا ہے سوائے نبیوں اور مرسلوں کے اور ان میں سے میرے لئے چار پسند کئے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم) پس ان کو میرے اصحاب میں سے بہتر بنایا۔ اور میرے تمام صحابہ میں بہتری

اور فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔

ترجمہ۔ جو شخص عمر کو دوست رکھتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جس نے عمرؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

اور امام مالکؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ جو شخص صحابہ رضوان اللہ علیہم کا دشمن ہو۔ اور ان کو گالی دے اس کو مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے کوئی حق نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ آیت سورہ حشر سے نکالا گیا ہے' فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ۔ اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان لانے والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (پ ۲۸ ع ۴)

اور کہا امام مالک نے جس شخص کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ دلائیں (یعنی ان سے وہ ناراض ہو' تو وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (پ ۲۶ ع ۴) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

اور عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ نجات پائے گا۔ ایک سچ اور دوسری اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ جس نے ابوبکر کو دوست سمجھا تو اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے عمر سے دوستی رکھی۔ تو اس نے راستہ کو واضح کر دیا۔ اور جس نے عثمانؓ کو دوست رکھا تو اس نے خدا کے نور سے روشنی حاصل کی۔ جس نے حضرت علیؓ کو دوست رکھا۔ اس نے مضبوط کڑے کو پکڑا۔ اور جس نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی تعریف کی۔ تو وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ اور جو ان میں سے کسی کا عیب بیان کرے وہ بدعتی ہے۔ سنت اور سلف صالح کے برخلاف ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ اس کے عمل آسمان تک نہ چڑھیں۔ حتی کہ ان سب کو دوست رکھے۔ اور

اس کا دل سالم ہو۔

خالد بن سعیدؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے راضی ہوا۔ تم بھی اس کو پہچان لو' اے لوگو! میں عمرؓ اور عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ سعیدؓ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنھم سے راضی ہوں تم بھی ان کو پہچان لو۔ اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر و حدیبیہ کو بخش دیا ہے' اے لوگو میری حفاظت کرو میرے اصحاب میرے سسرال میں میرے دامادوں کے بارہ میں حفاظت کرو (یعنی ان کی عزت کا خیال کرو) ان میں سے کوئی تم سے اپنا ظلم طلب نہ کرے۔ کیونکہ یہ ایسا ظلم ہے کہ قیامت کو نہ بخشا جائے گا۔ اور ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا کہ کہاں عمر بن عبدالعزیز اور کہاں معاویہؓ (یعنی عمر بن عبدالعزیز کو بوجہ عدل کے فضیلت ہے) تو وہ خفا ہوئے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاتا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابی تھے آپ کے سسرال تھے (یعنی سالے) کاتب تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا۔ تو آپ نے اس کی نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ شخص عثمان کا دشمن تھا۔ پس خدا بھی اس کا دشمن ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں کہ تم لوگ ان کی برائیوں کو معاف کرو۔ اور ان کی نیکیوں کو قبول کرو۔ اور فرمایا کہ حفاظت کرو میری میرے اصحاب اور سسرال کے بارہ میں۔ کیونکہ جو شخص ان میں میری حفاظت کرے گا۔ تو خدائے تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں حفاظت کرے گا۔ اور جو ان میں میری حفاظت نہ کرے گا۔ تو خدا اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اور جس سے خدا علیحدہ ہوا قریب ہے کہ اس کو وہ پکڑے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو میرے اصحاب میں میری حفاظت کرے گا۔ میں اس کا قیامت کے دن محافظ ہوں گا۔ اور فرمایا جو شخص میرے اصحاب میں میری حفاظت کرے گا وہ میرے پاس حوض پر آئے گا۔ اور جو میرے

اصحاب میں میری حفاظت نہ کرے گا تو وہ میرے پاس حوض پر نہ آئے گا۔ اور مجھ کو دور ہی دیکھے گا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں' یہ وہ نبی ہیں کہ لوگوں کو ادب سکھانے والے ہیں' یہ وہ نبی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب ہم کو ہدایت دی ہے۔ اور آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت کر کے بھیجا ہے۔ آدھی رات کو بقیع کی طرف نکلتے ہیں۔ امت کے لئے دعا مانگتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں جیسا کوئی ان کو رخصت کرتا ہے۔ اور اسی بات کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی محبت و نصرت کا اور جو ان کا دشمن ہو ان کی دشمنی کا حکم دیا ہے۔

کعبؓ سے مروی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہر ایک صحابی قیامت کے روز شفاعت کرے گا۔ اور کعبؓ نے مغیرہ بن نوفل سے سوال کیا کہ قیامت کے دن میری شفاعت کرنا۔ سہل بن عبداللہ تستری کہتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی توقیر نہیں کرتا۔ اور آپ کے احکام کی عزت نہیں کرتا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔

فصل ۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و بڑائی میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام تعلقات کی عزت ہو۔ آپ کے مجالس و مکانوں مکہ و مدینہ اور دیگر مکانات اور جہاں جہاں آپؐ نے ہاتھ مبارک لگایا ہے یا جو آپ کے ساتھ مشہور ہو گئی ہیں (مثلاً غار حرا وغیرہ) ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔

صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ ابی محذورہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال تھے۔ جب بیٹھتا اور ان کو چھوڑتا۔ تو وہ زمین تک پہنچ جاتے۔ ان سے کہا گیا کہ تم ان کو منڈاتے نہیں۔ تو کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ ان بالوں کو منڈاؤں۔ کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا۔

اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند

بال مبارک تھے۔ ان کی ٹوپی ایک لڑائی میں گر پڑی۔ تب وہ بہت جلدی اس کے لینے کو دوڑے۔ اور اس لڑائی میں چونکہ بہت لوگ شہید ہوئے۔ اس لئے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتراض کیا۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ میں نے ٹوپی کے لئے یہ تگ و دو نہیں کی۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے (مجھے ڈر تھا) کہ کہیں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور وہ مشرک کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کی جگہ میں پھیرتے۔ پھر اس کو اپنے چہرہ پر ملتے۔

اور اسی لئے امام مالکؒ مدینہ شریف میں سواری پر نہ چڑھتے اور فرماتے کہ مجھ کو خدا سے اس بات کی شرم معلوم ہوتی ہے کہ میں اس مٹی کو اپنی سواری کے پاؤں سے پامال کروں۔ جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور ان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے امام شافعیؒ کو بہت سے گھوڑے دیئے۔ جو ان کے پاس تھے۔ تو امام شافعیؒ نے ان سے کہا کہ آپ ان میں ایک تو اپنے پاس رہنے دیں۔ تب انہوں نے ان کو اس طرح کا جواب دیا۔

اور بیشک حکایت کی ابو عبدالرحمٰن نے احمد بن فضلویہ زاہد سے اور وہ غازیوں تیر اندازوں سے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے کمان کو بے وضو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ جب سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا (اس کمان کو یا مطلق کمان کو)۔

اور امام مالکؒ نے اس شخص کے بارہ میں جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ شریف کی زمین ردی ہے (نعوذ باللہ) یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس کو تیس درہ مارے جائیں۔ اور اس کی قید کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ وہ ایک معزز شخص تھا۔ اور فرمایا کہ یہ شخص گردن مارنے کا کیا ہی محتاج ہے (یعنی قابل گردن زدنی ہے) جس زمین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں یہ کہتا ہے کہ وہ پاک نہیں ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کے بارہ

میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس میں نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرض قبول نہ کرے گا۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ جہجاہ غفاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اس لئے لی کہ اس کو اپنے گھٹنے پر توڑ ڈالے۔ تب لوگ چلائے۔ پھر اس کے گھٹنے میں آکلہ کا مرض ہو گیا (آکلہ جس سے عضو گل جاتا ہے) اور اس کو کاٹ ڈالا اور وہ سال سے پہلے مر گیا۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میرے منبر پر جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔ اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابو الفضل جوہری جب مدینہ شریف میں زیارت کے لئے آیا۔ اور اس کے مکانات کے قریب پہنچا۔ تو پا پیادہ ہو گیا۔ اور روتا ہوا چلا اور یہ شعر پڑھے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُومِ وَلَا لُبًّا

نَزَلْنَا عَنِ الْأَكْوَارِ نَمْشِي كَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ أَنْ نُلِمَّ بِهِ رَكْبًا

یعنی جب ہم نے اس شخص کے نشانات و کھنڈر کو دیکھا۔ جس نے کہ ہمارے دلوں اور عقلوں کو نشانات کے پہچاننے کے لئے نہ چھوڑا۔ تو ہم پالانوں سے اتر پڑے۔ اور ایسے محبوب کی بزرگی کی خاطر جو اس دربار سے جدا ہو گیا تھا۔ اس بات کے بچنے سے کہ ہم اس کی زیارت سوار ہو کر کریں۔ پیادہ پا چلنے لگے (یعنی ادبا" پیادہ ہوئے ہیں)۔

اور یہ اشعار دراصل متنبی کے ہیں جو سیف الدولہ کے قصیدہ میں کہے ہیں۔

بعض مریدین یعنی طالبان حق سے مروی ہے کہ جب اس نے مدینہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو یہ اشعار پڑھنے لگا۔

رُفِعَ الْحِجَابُ لَنَا فَلَاحَ لِنَاظِرٍ قَمَرٌ تَقَطَّعُ دُونَهُ الْأَوْهَامُ

ہم سے پردہ اٹھایا گیا' پھر دیکھنے والے کے لئے ایک ایسا چاند چمکا کہ جس کے ورے اوہام ماند ہوتے ہیں۔

وَإِذَا الْمَطِيُّ بِنَا بَلَغْنَ مُحَمَّدًا ۔ فَظُهُورُهُنَّ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ

اور جبکہ ہماری سواریاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔ پھر ان کی پیٹھ کجاووں پر یا مردوں پر حرام ہے۔

قَرَّبْنَنَا مِنْ خَيْرِ مَنْ وَطِئَ الثَّرٰى ۔ فَلَهَا عَلَيْنَا حُرْمَةٌ وَذِمَامٌ

ہم کو انہوں نے ایسے حضرت کے قریب کر دیا ہے کہ جو ان لوگوں سے بہتر ہے جنہوں نے زمین کو پامال کیا ہے۔ پس ان اسواریوں کی ہم پر عزت و امان و ذمہ ہے۔

بعض مشائخ سے بیان کیا گیا ہے کہ اس نے پیدل حج کیا۔ اس سے اس بارہ میں کہا گیا۔ تو کہا کہ کیا نافرمان غلام اپنے مولی کے گھر کی طرف سوار ہو کر آئے۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ سر کے بل چل سکتا تو میں قدم پر نہ چلتا۔

قاضی کہتے ہیں کہ وہ مقام بھی اس تعظیم کے لائق ہیں کہ جو وحی و تنزیل سے آباد ہیں۔ اور جن میں جبرئیل میکائیل آیا کرتے تھے۔ ان سے فرشتے اور روح چڑھتے تھے۔ اور اس کے میدانوں میں تسبیح و تقدیس کی گونج پڑتی تھی۔ اس کی مٹی سردار بشر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مشتمل ہے۔ اور وہیں سے خدا کا دین اور اس کے رسول کی نسبت پھیلی جو کچھ کہ پھیلی۔ وہ آیات کے مدارس مسجد میں ہیں۔ نمازیں فضائل و خیرات کے مشاہد براہین و معجزات کے مقالات عہد۔ دین کے محل عبادت مسلمانوں کے مشہور مقامات سید المرسلین ؐ کے قیام کے مواقع۔ خاتم النبیین ؐ کے ٹھکانے کے مقامات جہاں سے نبوت کے چشمے پھوٹ کر نکلے ہیں۔ اور جہاں کہ کثرت سے فیضان ہوا ہے۔ وہ مکانات کہ جن میں رسالت لپیٹی گئی وہ پہلی زمین ہے کہ جس میں جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک نے مس کیا ہے۔ یہ کہ ان کے میدانوں کی تعظیم کی جائے۔ ان کی خوشبوؤں کی ہوا لی جائے۔ ان کے مکانوں' دیواروں کو چوما جائے۔

يَا دَارَ خَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ بِهٖ ۔ هُدِيَ الْاَنَامُ وَخُصَّ بِالْاٰيَاتِ

اے بہتر مرسلین کے گھر اور اس کے کہ جس کے باعث لوگوں نے ہدایت پائی اور معجزات سے خاص کیا گیا۔

عندي لأجلك لوعة وصبابة وتشوق متوقد الجمرات

میرے پاس تیرے سبب سے سوزش اور عشق اور شوق ہے جو کہ انگاروں کو جلانے والا ہے۔

وعلي عهد إن ملأت محاجري من تلكم الحجرات والعرصات

مجھے قسم ہے کہ میں اپنی آنکھوں کو تمہاری دیواروں اور میدانوں سے بھر لوں گا۔

لأعفرن مصون شيبي بينها من كثرة التقبيل والرشفات

البتہ غبار آلودہ کروں گا۔ اپنی سیاہ داڑھی کو ان کے درمیان کثرت بوسوں اور چوسنے سے

لولا العوادي والأعادي زرتها أبدا ولو سحبا على الوجنات

اگر موانع اور دشمن نہ ہوتے تو میں ان کی ہمیشہ زیارت کرتا۔ اگرچہ میرے رخسار ذلیل ہوتے۔

لكن ما أهدي من حسن تحيتي لقطين تلك الدار والحجرات

لیکن میں عنقریب اپنے کثرت سلام کو ان گھروں اور حجروں کے رہنے والوں پر تحفہ بھیجوں گا۔

أزكى من المسك المفتق نفحة تغشاه بالآصال والبكرات

جو کہ زیادہ پاک مشک سے ہے' جس کی خوشبو کی لپٹیں اس کو شاموں اور صبحوں کو ڈھانکتی ہیں۔

وتخصه بزواكي الصلوات ونوامي التسليم والبركات

اور اس کو پاکیزہ درودوں اور بڑھنے والے تسلیم و برکات سے خاص کرتی ہیں۔

باب چہارم

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و تسلیم بھیجنے کے حکم اور اس کی فرضیت و فضیلت کے بارہ میں)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برکت دیتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کرتا ہے اور اس کے ملائکہ آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔

مبرد کہتے ہیں اصل صلوٰۃ کا معنی رحم کرنا ہے۔ پس وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے رحمت ہے اور ملائکہ سے نرمی اور اللہ تعالٰی سے رحمت کا طلب کرنا۔

اور حدیث میں اس شخص پر جو کہ نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو فرشتوں کے درود کا حال بیان ہوا ہے (کہ وہ کہتے ہیں) خداوندا اس کو بخش دے' خداوندا اس پر رحم کر۔ پس یہ دعا ہے۔

اور بکر قشیری" کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعریف و بزرگی کی زیادتی ہے۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ خدا کی صلوٰۃ یہ ہے کہ فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف کرتا ہے۔ اور فرشتوں کا درود دعا ہے۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درود کی تعلیم میں لفظ صلوٰۃ و لفظ برکت میں فرق کر دیا ہے پس یہ اس پر دلیل ہے۔ کہ دونوں کے دو

معنے ہیں۔ لیکن سلام کا جو بندوں کو خدا نے حکم دیا ہے۔ تو قاضی ابوبکر بکیر نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تو خدا نے آپ کے اصحاب کو حکم دیا کہ اس پر سلام پڑھیں۔ اور ایسا ہی ان کو جو ان کے بعد آئیں حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی قبر پر حاضر ہو کر اور ان کے ذکر کے وقت سلام پڑھیں۔

اور آپؐ پر سلام کہنے میں تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم کو اور تمہارے ساتھی کو سلامتی ہو۔ اور سلام مصدر ہے جیسے لذاذ اور لذاذۃ

دوسری یہ کہ تمہارے محافظین و رعایت کرنے والوں اور متولیوں و کفیلوں پر سلام ہے۔ اور یہاں سلام اللہ کا نام ہو گا۔

تیسری صورت یہ کہ سلام کے معنی صلح اور فرمانبرداری کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پ ۵ ع ۶)۔

ترجمہ۔ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو وہ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

فصل ۱

جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پہنچانا فی الجملہ فرض ہے کسی وقت کے ساتھ محدود نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا حکم دیا ہے۔ اور آئمہ و علماء نے اس کو وجوب پر محمول کیا ہے۔ ان کا اس پر اجماع ہے۔

ابو جعفر طبری نے کہا ہے کہ بیشک آیت کا محل میرے نزدیک استحباب پر ہے اور اس میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اور شاید کہ ایک مرتبہ سے زائد کے بارے میں کہا ہے' اور وہ واجب جس سے کہ تنگی ساقط ہو جاتی ہے۔ اور وہ گناہ جو ترک فرض سے لازم آتا ہے ایک مرتبہ ہے۔ (یعنی وجوب صلوٰۃ ایک مرتبہ ہے۔ اور ترک فرض کا گناہ

جب لازم ہے کہ ایک دفعہ بھی نہ پڑھا جاوے) جیسے کہ نبوت کی شہادت (ایک دفعہ فرض ہے) اور اس کے سوا مستحب ہے۔ محبوب ہے۔ اسلام کے طریقوں اور اہل اسلام کی علامات میں سے ہے۔

قاضی ابو الحسن بن قصار کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب سے یہ مشہور ہے کہ انسان پر فی الجملہ درود شریف واجب ہے۔ اور فرض ہے کہ ساری عمر میں ایک دفعہ باوجود قدرت کے پڑھے۔

اور قاضی ابوبکر بن بکیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر فرض کیا ہے کہ اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھیں۔ اور اس کو کسی خاص وقت کے لئے نہیں کیا۔ پس ضرور ہے کہ انسان کثرت سے درود پڑھا کرے۔ اور اس سے غافل نہ رہے۔

قاضی ابو عبداللہ محمد بن سعید کہتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ اور ان کے اصحاب وغیرہ اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود فی الجملہ عقد ایمان کے ساتھ فرض ہے۔ نماز میں متعین نہیں۔ اور یہ کہ جو شخص ایک مرتبہ اپنی عمر میں درود شریف پڑھ لے گا اس سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

اور اصحاب شافعیؒ کہتے ہیں کہ درود شریف جس کی نسبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ وہ نماز میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ نماز کے سوا بالاتفاق واجب نہیں ہے۔ اور نماز کے بارہ میں دو اماموں ابو جعفر طبریؒ اور طحاویؒ وغیرہما نے تمام متقدمین و متاخرین علماء امت کا اس پر اجماع بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نماز میں واجب نہیں ہے۔ اور امام شافعیؒ اس میں تنہا ہیں اور کہا ہے کہ جو شخص تشہد آخر کے بعد اور سلام سے پہلے درود شریف نہ پڑھے۔ تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے اس کے درود شریف پڑھے تو جائز نہیں۔ اور اس قول میں ان کا کوئی پیشوا نہیں۔ اور نہ سنت ہے کہ جس کی اتباع وہ کرتے ہیں۔ اور ان پر ایک جماعت نے اس مسئلہ پر انکار کیا ہے کہ یہ متقدمین کے برخلاف ہے ان میں سے طبری اور قشیری اور بہت سے علماء

ہیں۔

ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جو نماز پڑھے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ اور اگر کوئی درود شریف کو چھوڑ دے۔ تو امام مالکؒ اور اہل مدینہ سفیان ثوری' اہل کوفہ اصحاب رائے وغیرہم کے مذہب میں نماز جائز ہو گی۔ اور یہی قول تمام اہل علم کا ہے۔ اور امام مالک و سفیانؒ سے منقول ہے۔ تشہد کے آخر میں درود شریف مستحب ہے۔ اور تشہد میں اس کا تارک گنہگار ہے۔ اور امام شافعیؒ اس میں تنہا ہیں جو کہتے ہیں کہ تشہد میں درود شریف چھوڑنے والے پر نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اور اسحٰق نے عمداً" چھوڑنے پر دوبارہ نماز پڑھنے کو کہا ہے۔ اور بھول سے چھوڑنے میں نہیں کہا۔

ابو محمد بن ابی زید نے محمد بن مواز سے حکایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے۔ ابو محمد نے کہا ہے کہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے اس کو محمد بن عبدالحکم وغیرہ نے کہا ہے۔ ابن القصار اور عبدالوہاب نے کہا ہے کہ محمد بن مواز نماز میں اس کو فرض کہتے تھے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔

اور ابو یعلیٰ عبدی مالکی نے درود شریف میں مالکی مذہب سے تین قول نقل کئے ہیں۔ وجوب۔ سنت۔ مستحب اور خطابی اصحاب شافعی وغیرہ نے اس مسئلہ پر امام شافعیؒ کے خلاف کیا ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ نماز میں درود شریف واجب نہیں ہے اور یہی قول فقہا کی ایک جماعت کا ہے مگر شافعی اس کے خلاف ہیں۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس میں ان کا کوئی پیشوا ہو۔ اور دلیل اس پر کہ یہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے۔ ان سلف صالحین کا عمل ہے جو امام شافعیؒ سے پہلے گزرتے ہیں۔ اور ان کا اس پر اجماع ہے۔ لوگوں نے اس مسئلہ میں ان پر بہت ہی گرفت کی ہے۔ اور یہ تشہد ابن مسعودؓ کا ہے۔ جس کو امام شافعیؒ نے پسند کیا ہے۔ اور یہ وہی تشہد ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

ایسا ہی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کو روایت کیا ہے جیسے ابو ہریرہؓ

ابن عباس جابر ابن عمر ابو سعید حذری' ابو موسیٰ اشعری' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ان سب نے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

ابن عباس اور جابر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تشہد سکھلایا کرتے تھے۔ جیسے کہ ہم کو قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح ابو سعید سے مروی ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم کو منبر پر تشہد سکھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ بچوں کو مکتب میں سکھایا کرتے ہیں اور اس کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی منبر پر سکھایا تھا۔

حدیث شریف میں ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اس شخص کی نماز نہیں جس نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا۔

ابن قصار کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہے یا اس شخص کی نماز جس نے کہ مجھ پر اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی درود شریف نہیں پڑھا۔ اور تمام اہل حدیث نے اس حدیث کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔

ابو جعفر کی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یُصَلِّ فِیْھَا عَلَیَّ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ جس نے کوئی نماز پڑھی۔ اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود شریف نہیں پڑھا۔ تو اس کی نماز مقبول نہیں۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ صواب یہ ہے کہ یہ قول ابو جعفر محمد بن علی بن حسین کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو نماز میں ایسی پڑھوں کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر درود شریف نہ پڑھوں تو میرا یہ خیال ہے کہ وہ نہ ہو گی (لیکن شارح نسیم الریاض نے اپنے دلائل سے امام شافعیؒ کے قول کو قوی ثابت کیا ہے۔ اور شیخ مصنف کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھا۔

فصل ۲

(ان مقامات کے بیان میں کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام

پڑھنا مستحب ہے)

اور اس میں سے کہ نماز کے تشہد میں رغبت دلائی جاتی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اور یہ تشہد کے بعد اور دعا کے پہلے ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی رحمتہ اللہ علیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے امام ابو القاسم بلخی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے فارسی نے ابو القاسم خزاعی سے وہ ابو الہیثم بن کلیب سے وہ ابو عیسیٰ حافظ سے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمود بن غیلان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن یزید مقری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حیوہ بن شریح نے کہا۔ حدیث بیان کی مجھ سے ابوہانی خولانی نے کہ ابالصنور عمرو بن مالک جنبی نے اس کو خبر دی کہ بیشک اس نے فضالہ عبید سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ نماز میں دعا مانگتا ہے۔ مگر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی۔ پھر اس کو بلایا۔ اور اس کو اور دوسروں کو فرمایا۔

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ۔

ترجمہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثنا کرے پھر چاہئے۔ کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

اور اس سند کے سوا روایت کیا گیا ہے کہ خدا کی بزرگی کے ساتھ (شروع کرے) اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دعا اور نماز آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہیں۔ اللہ کی طرف اس میں سے کچھ نہیں چڑھتا۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطلب بیان کیا

ہے اور علیؓ سے مروی ہے کہ اور آل محمدؐ پر۔

اور روایت کی گئی ہے کہ دعا پردہ میں رہتی ہے حتی کہ دعا مانگنے والا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو چاہئے کہ خدا کی مدح و ثنا کہے۔ جس کا وہ صاحب ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر سوال کرے۔ کیونکہ وہ اس امر کے زیادہ لائق ہے کہ کامیاب ہو جائے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھ کو سوار کے پیالہ کی طرح مت بناؤ۔ کیونکہ بلاشبہ سوار اپنے پیالہ کو بھر لیتا ہے پھر اس کو رکھ لیتا ہے اور اپنے اسباب کو اٹھاتا ہے۔ پھر اگر پینے کا محتاج ہوتا ہے تو پیتا ہے یا وضو کا محتاج ہوتا ہے تو وضو کرتا ہے ورنہ گرا دیتا ہے لیکن مجھ کو تم دعا کے اول اور آخر یاد رکھو (یعنی درود شریف تین دفعہ پڑھو)۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ دعا کے ارکان ہیں' پر ہیں' اسباب' ہیں' اوقات ہیں' اگر وہ ارکان کے موافق ہوئی تو قوی ہو گی۔ اور اگر پروں کے موافق ہوئی تو آسمان پر اڑے گی' اور اگر وقتوں کے موافق ہوئی۔ تو کامیاب ہو گی۔ اور اگر اسباب کے موافق ہوئی تو وہ کمال تک پہنچے گی۔ اس کے ارکان یہ ہیں حضور دل و رقت و سکون و خشوع دل کا تعلق خدائے تعالیٰ سے ہو۔ اسباب سے دل کو قطع کر دیتا ہے' اس کے پر صدق ہیں' اس کے اوقات صبح کے اوقات ہیں' اس کے اسباب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے کہ دو درودوں کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ہر ایک دعا آسمان پر جانے سے پہلے پردہ میں ہوتی ہے۔ اور جب مجھ پر درود آتا ہے تو دعا چڑھ جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس دعا میں جس کو حنش نے روایت کیا ہے' اور اس کے آخر میں کہا ہے اور میری دعا قبول کر۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود

شریف پڑھے اور کہے کہ خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر درود بھیجے جو تیرا بندہ ہے۔ اور تیرا نبی ہے۔ تیرا رسول ہے۔ ان درودوں سے افضل جو تو نے تمام مخلوق میں سے کسی پر بھیجا ہے آمین۔

آپ پر درود شریف بھیجنے کے مقامات میں سے یہ ہے کہ آپ کے ذکر کے وقت آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت یا آپ کے نام مبارک لکھنے کے وقت یا ان کے پڑھانے کے وقت (درود شریف پڑھا جائے)۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ر غم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی کہ اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

اور ابن حبیب نے ذبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو مکروہ کہا ہے۔

اور سحنون نے آپ پر درود شریف کا تعجب کے وقت پڑھنا مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بطریق احتساب و طلب ثواب ہی درود شریف پڑھا جائے۔

اصبغ نے ابن القاسم سے روایت کی ہے دو مقام ہیں کہ ان دونوں میں سوائے ذکر اللہ اور کچھ ذکر نہ کیا جائے۔ ذبیحہ اور چھینک کے وقت کہ ان دونوں میں ذکر اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ کہو۔ اور اگر بعد ذکر اللہ کے صلی اللہ علی محمد کہا تو اس کے درود کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ نہ ہو گا (بلکہ آپ پر درود پڑھنا بہ نیت تقرب خدا ہو گا جو مکروہ نہیں) اس کو اشہب نے کہا ہے اور اشہب کہتا ہے کہ یہ مناسب نہیں کہ درود شریف ذبیحہ و چھینک کے وقت بطریق مسنون پڑھا جائے (کیونکہ یہ تشریع ہو گی جو غیر منقول ہے)۔

نسائی نے اوس بن اوس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

صلوٰۃ وسلام کے مقاموں میں سے مسجد میں داخل ہونے کا وقت ہے۔ (اسحٰق بن شعبان کہتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اس کو چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کی آل پر درود شریف اور پورے طور پر سلام بھیجے اور کہے کہ خداوندا میرے گناہ بخش اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو ایسا ہی کرے۔ اور (لفظ) رحمت کی جگہ (لفظ) فضل مقرر کیا ہے۔

عمرو بن دینار اس آیت کی تفسیر میں کہ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ (پ ۱۸ ع ۱۴)۔ ترجمہ:۔ پھر جب کسی گھر میں جاؤں تو اپنوں کو سلام کرو۔ کہا ہے کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہہ دے۔ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں مکانوں سے مراد مسجدیں ہیں' نخعی کہتے ہیں کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہو۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور جب گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

علقمہ سے مروی ہے کہ جب میں مسجد سے جاتا ہوں تو میں کہتا ہوں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ عَلٰى مُحَمَّدٍ اسی طرح کعبؓ سے مروی ہے کہ جب داخل ہو' اور جب نکلو۔ اور درود کا ذکر نہیں کیا۔

ابن شعبان نے جو ذکر کیا ہے اس کی دلیل حدیث فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ جب مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے۔

اسی طرح ابوبکر بن عمرو بن حزم سے مروی ہے اور سلام و رحمت کا ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے اس حدیث کو آخر قسم میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے الفاظ کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے' درود شریف کے مواقع میں جنازوں پر درود شریف پڑھنا بھی ہے۔ اور ابو امامہؓ سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ سنت ہے۔

اور ان مقامات میں سے جس پر امت کا عمل چلا آتا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی آل پر رسالوں اور خطبوں میں اور جو بسم اللہ کے بعد لکھا جاتا ہے۔ اور یہ درود شریف پہلے زمانہ میں نہ تھا بلکہ بنی ہاشم کے حاکم ہونے کے وقت ظاہر ہوا (یعنی خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں) پھر اس پر تمام اطراف

زمین میں عمل شروع ہو گیا۔ اور بعض وہ ہیں کہ درود شریف سے خطبوں کو ختم کرتے ہیں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَا دَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِكَ الْكِتَابِ

ترجمہ۔ جو شخص مجھ پر کتاب میں درود شریف لکھے ہمیشہ فرشتے اس کے لئے استغفار مانگتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں موجود ہے۔

اور درود شریف کے مواقع میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کے تشہد میں درود شریف کا پڑھنا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم خلف بن ابراہیم مقری خطیب رحمتہ اللہ وغیرہ نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے کریمہ بنت محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الہیثم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو نعیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے وہ عبداللہ بن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو چاہئے کہ یہ کہے (التحیات میں) اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ کیونکہ بیشک جب تم یہ کہو گے تو اس کی رحمت ہر ایک بندہ کو جو آسمان و زمین میں ہے پہنچے گی۔

یہ سلام کے مواقع میں سے ایک موقع ہے اور سنت یہ ہے کہ یہ تشہد سے پہلے کہے۔

اور امام مالک نے ابن عمر سے بیشک روایت کی ہے کہ وہ یہ جب کہا کرتے تھے۔ کہ تشہد سے فارغ ہوتے تھے۔ اور سلام کا ارادہ کرتے تھے۔ اور امام مالک نے مبسوط میں یہ مستحب کہا ہے کہ ایسا ہی سلام سلام سے پہلے کہے۔

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ اس کا ارادہ وہ ہے جو کہ عائشہ و ابن عمرؓ سے منقول ہے

وہ دونوں سلام کے نزدیک اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرتے تھے۔ اور اہل علم اس امر کو مستحب سمجھتے ہیں۔ کہ انسان اپنے سلام کے نزدیک ہر نیک بخت بندہ کی جو آسمان و زمین میں ہے فرشتوں بنی آدم و جن کی نیت کیا کرے۔ امام مالک نے مجموعہ میں کہا ہے کہ میں مقتدی کو مستحب کہتا ہوں کہ اس کا امام سلام کہے تو وہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

فصل ۳

(درود شریف و سلام کی کیفیت کے بارہ میں)

حدیث بیان کی ہم سے ابو اسحٰق ابراہیم بن جعفرؒ فقیہ نے میں نے ان کے سامنے حدیث پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو الاصبغ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ بن عتاب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن واقد وغیرہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالکؒ نے عبداللہ نے ابی بکر بن حزم سے وہ اپنے باپ سے وہ عمرو بن سلیم زرقی سے اس نے بیشک یہ کہا کہ خبر دی ہم کو ابو حمید ساعدی نے بیشک ان سب نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود شریف پڑھیں'

تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یہ کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اور امام مالکؒ کی روایت میں ابی مسعود انصاریؓ سے ہے' کہ فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور سلام وہی ہے جو تم کو

سکھلایا گیا ہے یا تم نے سیکھ لیا ہے۔

کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

عقبہ بن عمرو سے اس کی حدیث میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اور ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ہے' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ اور اس کا معنی ذکر کیا۔

اور حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ تمیمی نے۔ لوگ پڑھتے تھے اور اس نے سنا اور ابو علی حسن بن شریف نحوی نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ بن سعدون فقیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر مطوعی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ حاکم نے ابوبکر بن ابی دارم حافظ سے وہ علی بن احمد عجلی سے وہ حرب بن حسن سے وہ یحییٰ بن مساور سے وہ عمرو بن خالد سے وہ زید بن علی بن الحسین سے وہ اپنے باپ علیؓ سے وہ اپنے باپ حسینؓ سے وہ اپنے باپ علی بن ابی طالبؓ سے انہوں نے کہا کہ ان کلمات کو میرے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ نے شمار کیا۔ اور فرمایا کہ ان کلمات کو جبرئیل علیہ السلام نے میرے ہاتھ میں شمار کیا۔ اور کہا کہ ایسا ہی رب العزۃ کے پاس سے اترا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ وَ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس سے خوش ہو کر اس کو پورا ناپ (ثواب کا) دیا جائے جبکہ وہ ہم اہل بیت پر درود پڑھے۔ تو اس کو چاہیے کہ یہ کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَ اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ [illegible] اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

زید بن خارجہ انصاری کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ کہ آپ پر کیسے درود پڑھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ درود بھیجو اور دعا میں سعی کرو۔ پھر کہو۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

سلامہ کندی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا سکھاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِیَ الْمَسْمُوْکَاتِ اِجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِکَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَرَأْفَةَ تَحَنُّنِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ کَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِکَ لِطَاعَتِکَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِکَ دَاعِیًا لِوَحْیِکَ حَافِظًا لِعَھْدِکَ مَاضِیًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِکَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ اٰلَاءُ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَھْلِهٖ اَسْبَابُهٗ بِهٖ ھُدِیَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْھَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْکَامِ وَمُنِیْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَھُوَ اَمِیْنُکَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِکَ الْمَخْزُوْنِ وَشَھِیْدُکَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَبَعِیْثُکَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُکَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً اَللّٰھُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِیْ عَدْنِکَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَیْرِ مِنْ فَضْلِکَ مُھَنَّآتٍ لَّهٗ غَیْرَ مُکَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِکَ الْمَحْلُوْلِ وَجَزِیْلِ عَطَائِکَ الْمَعْلُوْلِ اَللّٰھُمَّ اَعْلِ عَلٰی بِنَاءِ النَّاسِ بِنَاءَهٗ وَاَکْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَیْکَ وَنُزُلَهٗ وَاَتِمَّ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِکَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّھَادَةِ وَمَرْضِیَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَخُطَّةٍ فَصْلٍ وَبُرْھَانٍ عَظِیْمٍ

اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ درود بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے' کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ رَبِّیْ وَسَعْدَیْکَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَکَ مِنْ شَیْءٍ یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الشَّاھِدِ الْبَشِیْرِ الدَّاعِیْ اِلَیْکَ بِاِذْنِکَ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَبَرَکَاتِکَ

وَرَحْمَتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُہٗ فِیْہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اس بات کا ارادہ کرے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے پورا پیالہ پیوے۔ تو اس کو چاہیے کہ یہ کہے' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْھَارِہٖ وَاَنْصَارِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَمُحِبِّیْہِ وَاُمَّتِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اور طاؤس سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک وہ کہا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَۃَ مُحَمَّدٍ الْکُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَہُ الْعُلْیَا وَاٰتِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی کَمَا اٰتَیْتَ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی۔

اور وہب بن ورد سے مروی ہے کہ وہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے' اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَاَلَکَ لِنَفْسِہٖ وَاَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مَسْؤُلٌ لَّہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہا کرتے تھے۔ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا کرو تو آپ پر بہت اچھا درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائے گا اور کہو' اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُہٗ فِیْہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اور جو لمبے لمبے درود شریف اور تعریفیں اہل بیت وغیرہ سے منقول ہیں وہ بہت

ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کا کہ سلام وہ ہے جو تم کو سکھلایا گیا ہے یہ مطلب ہے کہ جو تم کو تشہد میں سکھلایا گیا ہے۔ یعنی آپ کا یہ قول! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تشہد میں یوں آیا ہے' اَلسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَنْبِیَاءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مَنْ غَابَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَهِدَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ وَاغْفِرْ لِاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَمَا وَلَدَا وَارْحَمْهُمَا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بخشش کی دعا بھی آئی ہے۔ اور ان سے درود کی حدیث میں بھی اس سے پہلے آپ کے لئے دعا رحمت آچکی ہے۔ لیکن دوسری احادیث مرفوعہ مشہورہ میں نہیں آئی۔ اور بیشک ابو عمر بن عبداللہ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا رحمت نہیں مانگنی چاہئے۔ اور آپ کے لئے صرف درود و برکت کی دعا مانگنی چاہئے کہ جو آپ سے خاص ہے۔ اور دوسروں کے لئے رحمت و بخشش کی دعا مانگنی چاہئے اور بیشک ابو محمد بن ابی زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ذکر کیا ہے' اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِیْمَ' اور یہ بات صحیح حدیث میں نہیں آئی۔ اور اس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سلام کے بارہ میں ہے' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ'

فصل ۴

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف و سلام و دعاء کی فضیلت کے بارہ میں)

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن محمد شیخ صالح نے اپنی کتاب سے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی یونس بن مغیث نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن معاویہ نے کہا

حدیث بیان کی ہم سے نسائی نے۔ کہا خبر دی ہم کو سوید بن نصر نے کہا خبر دی ہم کو عبداللہ نے حیوہ بن شریح سے کہا خبر دی مجھ کو کعب بن علقمہ نے کہ بیشک اس نے عبدالرحمٰن بن جبیر مولیٰ نافع سے سنا کہ اس نے عبداللہ بن عمرو سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ کہ۔

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

ترجمہ۔ جب تم موذن کو سنو تو جیسا وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ اور مجھ پر درود شریف بھیجو کیونکہ بلاشبہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ مانگو۔ کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے وہ سوائے ایک بندہ کے خدا کے بندوں میں سے اور کسی کے لئے نہ ہو گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کرے اس پر (میری) شفاعت حلال ہو گئی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَفِي رِوَايَةٍ وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

ترجمہ۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے اور اس کے دس گناہ دور کرتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکارا اور کہا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اور اس کے دس درجے بڑھاتا ہے۔

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے مروی ہے یہ ہے۔ کہ میں جبرئیل علیہ السلام سے ملا۔ تو اس نے مجھے کہا کہ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص تم پر سلام کہتا ہے میں اس کو سلام کہتا ہوں۔ اور جو تم پر درود بھیجتا ہے میں اس پر درود بھیجتا ہوں۔

اور اسی طرح ابو ہریرہ مالک بن اوس بن حدثان۔ عبید اللہ بن ابی طلحہ کی روایت سے ثابت ہے۔ اور زید بن حباب سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس نے یہ کہا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تو میری شفاعت اس کے لئے واجب ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً

ترجمہ۔ قیامت کے دن میرے زیادہ نزدیک وہی شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَا بَقِيَ اِسْمِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْكِتَابِ جو شخص مجھ پر کتاب میں درود شریف بھیجتا ہے (لکھتا ہے) تو جب تک میرا نام اس کتاب پر رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا صَلّٰى عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ مِنْ ذٰلِكَ عَبْدٌ اَوْ لِيُكْثِرْ۔ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس پر جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے درود بھیجتے رہتے ہیں پھر چاہے تو تھوڑا بھیجے چاہے زیادہ۔

ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب چوتھا حصہ رات گزر جاتی تو کھڑے ہوتے تو فرماتے۔ کہ لوگو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو فتنہ و فساد آگئے۔ اور اس کے پیچھے قیامت یا قرب قیامت کے آثار آگئے۔ موت اپنی تکلیفوں کے ساتھ آگئی۔ پھر ابی بن کعبؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ بیشک میں آپ پر

بکثرت درود شریف بھیجتا ہوں۔ سو میں کس قدر وقت اپنے درود کا مقرر کروں۔ فرمایا جس قدر تو چاہے' کہا چوتھا حصہ۔ فرمایا جس قدر تو چاہے اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ کہا تیسرا حصہ' فرمایا کہ جس قدر چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے' کہا کہ نصف وقت۔ فرمایا جس قدر تو چاہے۔ اگر تو زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ کہا کہ ثلث۔ فرمایا۔ جس قدر چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ کہا یا رسول اللہ! تو پھر میں سارا وقت آپ کے درود پر لگا دوں۔ فرمایا کہ اس وقت تجھے کافی ہو گا۔ اور تیرے گناہ بخشے جائیں گے۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ کے چہرہ مبارک پر رونق و بشاشت دیکھی۔ جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں نے آپ سے اس کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ مجھے ایسی خوشی سے کون روک سکتا ہے بحالیکہ بیشک ابھی جبرائیل میرے پاس خوشخبری میرے رب عزوجل کی طرف سے لایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ میں آپ کو اس امر کی خوشی سناؤں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص درود بھیجے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا مانگے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ اِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ اِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ تو اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن ثابت ہو گی۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جس نے موذن کی اذان سن کر کہا۔ اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا غُفِرَ لَہٗ تو وہ بخشا گیا۔

اور ابی وہب نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ سَلَّمَ عَلَیَّ عَشْرًا فَکَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَۃً جو شخص مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہے گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ بیشک میرے پاس ایسے لوگ آئیں گے کہ جن کو

میں ان کے بکثرت درود پڑھنے ہی سے پہچان لوں گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے قیامت کے خوفوں اور سختی سے زیادہ نجات والا وہی ہو گا جو مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھتا رہا ہو گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹاتا ہے کہ ٹھنڈا پانی آگ بجھائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجنا غلاموں کے آزاد کرنے سے افضل ہے۔

فصل ۵

(اس شخص کی برائی اور گناہ کے بارہ میں جو آپ پر درود شریف نہیں بھیجتا)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل بن خیرون اور ابوالحسن صیرفی نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سنجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن ابراہیم ورقی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ربعی بن ابراہیم نے عبدالرحمن بن اسحٰق سے وہ سعید بن ابی سعید سے وہ ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَ لَہٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ

ترجمہ:۔ اس شخص کی ناک خاک آلودہ (ذلیل) ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ پھر وہ مجھ پر درود نہ بھیجے' اور اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو کہ رمضان شریف آئے۔ پھر وہ پہلے اس کے کہ وہ شخص بخشا نہ جائے گذر جائے' اور اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو کہ جس کے سامنے اس کے والدین بوڑھے ہو جائیں۔ پھر انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا ہو (یعنی اس سے ناراض رہے ہو) عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ فرمایا یا ان دونوں میں سے ایک بوڑھا ہو۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آمین

کہا۔ پھر منبر پر چڑھے اور آمین کہا۔ پھر منبر پر چڑھے اور آمین کہا۔ تب آپ سے معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

اِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَنْ سُمِّیْتَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ قُلْ اٰمِیْنَ فَقُلْتُ اٰمِیْنَ وَقَالَ فِیْمَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُقْبَلْ مِنْهُ فَمَاتَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَمَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیْهِ اَوْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا فَلَمْ یَبَرَّهُمَا فَمَاتَ مِثْلَهٗ

ترجمہ :۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا اے محمد! جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا اور مر گیا تو دوزخ میں جائے گا۔ اس کو خدا دور کرے۔ آپ آمین کہیں' اور اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے رمضان پایا اور اس کے روزے مقبول نہ ہوئے اور مر گیا۔ ایسا ہی کہا۔ اور جس نے والدین یا ایک کو پایا اور اس نے نیکی نہ کی۔ وہ ایسا ہی مر گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اَلْبَخِیْلُ کُلَّ الْبَخِیْلِ الَّذِیْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ بخیل وہ شخص ہے۔ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ تو مجھ پر درود نہ بھیجے۔

جعفر بن محمد! پنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اُخْطِیَ بِهٖ طَرِیْقَ الْجَنَّةِ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ تو اس پر جنت کا راستہ بھول جاتا ہے۔

اور حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَیُّمَا قَوْمٍ جَلَسُوْا مَجْلِسًا ثُمَّ تَفَرَّقُوْا قَبْلَ اَنْ یَّذْکُرُوا اللّٰهَ وَیُصَلُّوْا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَتْ عَلَیْهِمْ مِّنَ اللّٰهِ تِرَةٌ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ

ترجمہ :۔ جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر وہ پہلے اس سے کہ خدا کا ذکر کریں۔ اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں متفرق ہو جائیں تو ان پر خدا کی حسرت ہو گی۔ اگر خدا چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو بخش دے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کہ مجھ پر درود کہنا بھول گیا ہو وہ جنت کا راستہ بھول گیا ہے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے متفرق ہو جائے' تو وہ مردار کی بدبو کے ساتھ جاتی ہے۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو قوم مجلس میں بیٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے تو ان پر حسرت ہو گی۔ اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ وہ (درود کے) ثواب کو دیکھیں گے۔

ابو عیسیٰ ترمذی نے بعض اہل علم سے حکایت کی ہے کہ اس نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے۔ تو اس کی طرف سے درود مجلس والوں کو کافی ہوتا ہے۔

فصل ۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص اس شخص کے درود و سلام بھیجنے کے ساتھ جو آپ پر درود بھیجتا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ تمیمی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن داسہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عوف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حیوہ نے ابو صخر حمید بن زیاد سے وہ یزید بن عبداللہ بن قسیط سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

ترجمہ :۔ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے' یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (رد روح سے مراد نیند سے بیداری ہے نہ موت سے زندگی۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہدا سے بڑھ کر زندہ ہیں۔ کذاقال الشارح نسیم الریاض وبواضح التاویلات)

اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا بُلِّغْتُہٗ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا۔ میں اس کو سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین کی سیر کرتے پھرتے ہیں۔ مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں' اور اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم اپنے نبی پر ہر جمعہ کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ ہر جمعہ تمہاری طرف سے وہ لایا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کیونکہ تم میں سے جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ جب اس سے فارغ ہوتا ہے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

حسن بن علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جہاں تم ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ بلاشبہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو کوئی سلام و درود آپ پر بھیجتا ہے' وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔

اور بعض نے ذکر کیا ہے۔ کہ بندہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اس کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

حسن بن علی سے روایت ہے کہ جب تم مسجدوں میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا تَتَّخِذُوْا بَیْتِیْ عِیْدًا وَلَا تَتَّخِذُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُ کُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ

حضنتم: میرے گھر کو عید نہ بناؤ۔ اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ۔ اور جہاں کہیں تم ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

سلیمان بن سحیم سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ لوگ آپؐ کی خدمت میں آتے ہیں۔ اور آپؐ پر سلام بھیجتے ہیں۔ کیا آپؐ ان کے سلام کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں میں ان کو جواب دیتا ہوں۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر روشن رات اور روشن دن میں اکثر درود بھیجا کرو (یعنی جمعرات و جمعہ کو اور ان کو روشن باعتبار کثرت برکت کے فرمایا ہے) کیونکہ یہ دونوں مجھ کو درود پہنچا دیتے ہیں۔ اور یہ کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسم کو نہیں کھاتی۔ اور جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے ایک فرشتہ اس کو اٹھا کر میرے تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس کا نام لیتا ہے۔ حتیٰ کہ کہتا ہے کہ فلاں شخص ایسا ایسا کہتا ہے۔

فصل ۷

(غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام پر درود بھیجنے میں)

قاضی کو خدا توفیق دے۔ کہتا ہے کہ عام اہل علم غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر متفق ہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا جائز نہیں۔ اور ان سے روایت ہے کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کسی پر درود جائز نہیں۔

سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبیؐ کے سوا درود مکروہ ہے۔

اور میں نے اپنے مشائخ کے خط سے امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب لکھا پایا ہے۔ کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبیؐ پر درود نہ بھیجا جائے۔ اور یہ ان کا مشہور مذہب نہیں ہے۔ اور بلاشبہ امام مالک رحمہ اللہ نے مبسوط میں یحییٰ ابن اسحق

سے کہا ہے کہ میں غیر انبیاء علیہم السلام پر درود مکروہ جانتا ہوں۔ اور یہ مناسب نہیں۔ کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے اس سے تجاوز کریں۔

یحیٰی ابن یحیٰی کہتے ہیں کہ میں ان کے قول پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے دوسروں پر درود بھیجنے کا مضائقہ نہیں۔ اور حدیث عمر کو حدیث میں پیش کیا ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی تعلیم میں ذکر ہوا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَعَلٰی اٰلِهٖ اور بے شک میں نے ابی عمران فارسی سے "تعلیقاً" پایا ہے اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود مکروہ ہے۔ کہا کہ ہم یہی کہتے ہیں اور پہلے لوگوں میں اس پر عمل نہ تھا۔

اور عبدالرزاق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء و رسولوں پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ایسا ہی مبعوث فرمایا ہے جس طرح مجھے بھیجا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابن عباس سے جو سندیں ہیں وہ ضعیف ہیں۔ اور صلوٰۃ عرب کی زبان میں معنے رحم و دعا کے ہے۔ اور یہ مطلق ہے حتیٰ کہ اس سے کوئی صحیح حدیث یا اجماع منع کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بے شک فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔

ترجمہ :۔ وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

اور فرمایا :۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ :۔ اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے

دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اور فرمایا۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ (پ ۲ ع ۳)

ترجمہ :۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔ اور جب آپ کے پاس قوم صدقہ لے کر آتی تھی۔ تو فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ۔

اور درود کی حدیث میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ

اور دوسری حدیث میں ہے۔ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

بعض کہتے ہیں کہ آل سے مراد آپؐ کے متبعین ہیں' اور بعض کہتے ہیں کہ امت مراد ہے۔ اور بعض کہتے ہیں آپ کے اہل بیت مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ متبعین اور جماعت و قبیلہ۔ بعض کہتے ہیں کہ مرد کی آل اس کی اولاد ہے' بعض کہتے ہیں کہ آپ کی قوم' بعض کہتے ہیں کہ آپ کے گھر کے وہ لوگ مراد ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آل محمد کون ہیں۔ فرمایا۔ ہر پرہیزگار۔

اور حسن کے مذہب میں یہ بات آئے گی کہ مراد آل محمدؐ سے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درود میں کہا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اس سے ارادہ اپنی ذات شریف کا ہے۔ کیونکہ آپ فرض کو چھوڑتے نہ تھے۔ اور نفل بجالاتے تھے اس لئے کہ وہ فرض جس کا خدا نے حکم دیا ہے وہ تو خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے موافق ہے کہ بے شک وہ (ابو موسیٰ اشعریؓ) آل داؤد کے راگوں میں سے راگ دیا گیا ہے۔ یعنی خوش آوازی آپ کا مقصد داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی ہے۔

اور ابو حمید ساعدی کی درود والی حدیث میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمرؓ پر درود بھیجا کرتے تھے۔ اس کا ذکر امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے موطا میں کیا ہے جو کہ یحییٰ اندلسی کی روایت سے ہے۔ اور دوسرے کی صحیح روایت میں ہے کہ ابوبکر و عمرؓ کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔

ابن وہب نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ہم اپنے اصحاب کے لئے غائبانہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خداوندا اپنی طرف سے فلاں شخص پر نیکوکار قوم کی صلوات بھیج۔ جو کہ راتوں کو کھڑے رہتے ہیں۔ اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔

قاضی نے کہا وہ امر کہ جس کی طرف محقق گئے ہیں۔ اور میرا اس طرف میلان یہ ہے کہ جس کو مالک سفیان رحمہا اللہ نے کہا ہے۔ اور ابن عباس سے روایت کیا گیا۔ اور بہت سے فقہا و متکلمین نے اس کو پسند کیا ہے۔ کہ غیر انبیاء علیہم السلام پر ان کے ذکر کے وقت درود نہ بھیجا جائے۔ بلکہ یہ ایک بات ہو جو انبیاءؑ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ ان کی عزت و توقیر کے لحاظ سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت پاکیزگی اور تقدس اور تعظیم کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اس میں اس کا غیر شریک نہیں ہوتا۔ ایسا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی صلوٰۃ وسلام کے ساتھ تخصیص ضروری ہے۔ اس میں ان کے سوا اور کوئی ان کا شریک نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور یوں فرمایا ہے۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کہ اس پر صلوۃ وسلام بھیجو۔ اور ان کے سوا دوسرے اماموں وغیرہ کے لئے بخشش اور رضوان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ:۔ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اور فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ :۔ اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی۔

اور یہ بھی ہے کہ یہ امر پہلے طبقہ کے لوگوں میں مشہور نہ تھا۔ جیسا کہ ابو عمران نے کہا ہے۔ اور اس کو صرف رافضیوں اور شیعوں نے بعض اماموں کے بارہ میں نیا پیدا کیا۔ پس انہوں نے آئمہ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ درود میں شریک کیا۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو برابر کر دیا۔

اور یہ بھی ہے کہ بدعتوں کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے۔ اب ان کی مخالفت ضروری ہے جس میں انہوں نے التزام کر لیا ہے۔ اور آل و ازواج پر درود کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر اور ان کے ساتھ منسوب ہو کر رہے نہ خصوصیت کے ساتھ۔

علماء کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر درود بھیجا ہے۔ وہ قائم مقام دعا اور رحم سے ان پر متوجہ ہونے کے ہے۔ اس میں تعظیم و توقیر کا معنے نہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (پ ۱۸ ع ۱۵)

ترجمہ :۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک' دوسرے کو پکارتا ہے۔

ایسا ہی آپ کی دعا لوگوں کی دعا سے مخالف ہونی چاہیے۔

اور یہ امام ابی المظفر اسفرائنی کا پسندیدہ ہے جو ہمارے مشائخ میں سے ہیں' اور اسی کے قائل ہیں عمر بن عبداللہ۔

فصل ۸

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کی زیارت کے بارہ میں اور اس شخص کی فضیلت میں جو آپ' کی زیارت کرے اور سلام کہے اور کس طرح سلام اور

دعا کرے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت مسلمانوں کی سنت میں سے ہے۔ جس پر ان کا اتفاق ہے اور یہ ایک فضیلت ہے۔ جس کی ترغیب دی گئی ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل بن خیرون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن جعفر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی نے' کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی محاملی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبدالرزاق نے کہا حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن ہلال نے عبیداللہ عمر سے وہ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من زار قبری وجبت له' شفاعتی' جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من زارنی فی المدینة محتسبا" کان فی جواری وکنت له' شفیعا" یوم القیمته' جو شخص میری زیارت مدینہ میں ثواب کے لئے کرے وہ میری پناہ میں ہو گا یا اس کا مرتبہ بڑا ہو گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

اور دوسری حدیث میں ہے۔ من زارنی بعد موتی فکانما زار نی فی حیاتی' جس نے میری زیارت میری موت کے بعد کی۔ گویا کہ اس نے میری زیارت میری زندگی میں کی۔

اور امام مالک رحمہ اللہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے' اور اس کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس نام کی کراہت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لعن اللہ زوارات القبور اللہ تعالیٰ قبر کی زیارت کرنے والوں پر لعنت کرتا ہے' اور اس کو آپ کا یہ قول رد کرتا ہے۔ کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا۔ اب ان کی زیارت کرو۔ اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ سو زیارت کا لفظ بولا۔

اور بعض کہتے ہیں۔ اس لئے مکروہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہے۔ زائر زیارت کئے گئے سے افضل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ ہر زیارت کرنے والا اس صفت کا نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ عام طور پر ہے۔ اور حدیث اہل جنت میں جنت والوں کا اپنے رب کی زیارت کرنا آیا ہے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے حق میں منع نہیں کیا گیا۔

اور ابو عمران رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے طواف زیارت اور زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے مکروہ کہا ہے۔ کہ یہ لفظ لوگ ایک دوسرے کے لئے باہمی استعمال کرتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کے ساتھ اس لفظ میں برابری مکروہ کی ہے۔ اور مستحب سمجھا ہے کہ خاص کر یہ کہا جائے۔ کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہا ہے۔

اور یہ بھی کہ زیارت لوگوں میں مباح ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف سواریوں کو لے جانا واجب ہے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ارادہ وجوب سے وجوب استحباب و ترغیب و تاکید ہے نہ وجوب فرضی (مگر یہ توجیہ ٹھیک نہیں کیونکہ وجوب کا اطلاق شرعی معنے پر ہی آتا ہے' یہ امام مالک کا مذہب ہے ورنہ وہ مستحب صاف کہہ دیتے۔ اور اس کی زیادہ تحقیق دیکھنی ہو۔ تو مولانا عبدالحی لکھنوی کی تصانیف میں دیکھو۔ جو نواب بھوپال کے مقابلہ میں لکھے گئے ہیں) اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ امام مالک کا لفظ زیارت کو منع کہنا اور مکروہ سمجھنا بہ نسبت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ تو اس کو وہ مکروہ نہ سمجھتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ بَعْدِیْ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ

ترجمہ :۔ خداوندا میری قبر کو بت نہ بنائیو۔ کہ میرے بعد اس کی عبادت کی جائے۔ خدائے تعالیٰ کا اس قوم پر بڑا غضب ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجدیں بنایا ہے یعنی ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

پس امام نے اس لفظ کی نسبت کو قبر کی طرف کرنے اور ان لوگوں کی مشابہت

سے ذریعہ قطع کرنے اور اس کے دروازہ کے توڑنے کے لئے بچایا۔ واللہ اعلم۔

اسحٰق بن ابراہیم فقیہ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ جو شخص حج کرے وہ مدینہ شریف جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے کا قصد کرے۔ اور آپ کے روضہ۔ منبر۔ قبر شریف' مجلس اور جہاں پر آپ کے ہاتھ مبارک لگے ہیں اور قدم شریف پہنچے ہیں۔ اور وہ ستون جس سے آپ تکیہ لگایا کرتے تھے۔ اور جس میں کہ آپ پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اور ان لوگوں کی جو اس میں آباد ہیں اور جنہوں نے اس کا قصد کیا (صحابہ و آئمہ مسلمین نے) ان سب کی زیارت سے تبرک حاصل کرے۔ ان سب امور سے عبرت حاصل کرے۔ ان سب مقامات کی عزت کرے۔

ابن علی فدیک کہتے ہیں کہ میں نے بعض علماء سے جن سے میں ملا ہوں سنا ہے وہ کہتے تھے۔ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس کھڑا ہو اور یہ آیت پڑھے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ پھر کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَامُحَمَّدُ جو شخص یہ ستر دفعہ کہے تو اس کو فرشتہ پکارتا ہے۔ کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَافُلَانُ وَلَمْ تَسْقُطْ لَہٗ حَاجَۃٌ اے فلاں شخص تجھ پر خدا تعالیٰ رحمت بھیجے اس کی حاجت ضائع نہ ہو گی۔

یزید بن ابی سعید مہری سے مروی ہے کہ میں عمر بن العزیز کے پاس آیا۔ پھر جب میں ان سے رخصت ہوا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ تم سے مجھ کو ایک کام ہے۔ جب تم مدینہ شریف جاؤ گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو جلد دیکھو گے۔ میری طرف سے آپ کو سلام کہنا اور وہ شام کے ملک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجا کرتے تھے (یعنی صرف سلام پہنچانے کے لئے اپنا خاص آدمی بھیجتے تھے)

بعض کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہوئے۔ وہاں ٹھہرے اور دونوں ہاتھ اٹھائے۔ حتیٰ کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے درود و سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع کیا۔ پھر وہ لوٹے۔

امام مالک نے ابن وہب کی روایت میں کہا ہے۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہے۔ اور دعا مانگے تو کھڑا ہو بحالیکہ اس کا چہرہ قبر شریف کی طرف ہو۔ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اور قریب ہو کر سلام کہے۔ اور اپنے ہاتھ سے قبر شریف کو نہ چھوئے۔

امام مالک نے مبسوط میں کہا ہے کہ میں نہیں مناسب سمجھتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑا ہو اور دعا مانگے لیکن سلام کہے اور چل دے۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس بات کو درست رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو۔ تو اس کو چاہئے کہ اس قندیل کو جو قبر شریف کے پاس ہے اپنے اپنے سر کے اوپر رکھے۔

اور نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر قبر شریف پر سلام کہا کرتے تھے۔ میں نے اس کو سو مرتبہ دیکھا ہے۔ وہ اکثر قبر شریف کی طرف آتے پھر کہتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِیْ بَکْرٍ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِیْ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ابوبکر پر سلام۔ میرے باپ پر سلام ہو۔ پھر لوٹ جاتے۔

اور ابن عمر کو دیکھا گیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھتے اور پھر اس کو اپنے منہ پر رکھتے تھے۔

ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا۔ کہ جب مسجد میں آتے۔ تو منبر کے آس پاس انار (یعنی اس گروہ کو جو انار کی طرح ہے) کو جو قبر شریف کے متصل ہے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور دعا مانگتے تھے۔

اور موطا میں جو کہ یحیٰی لیثی کی روایت سے یہ ہے کہ ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے کھڑے ہوتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر پر درود بھیجتے۔ ابن القاسم اور قعنبی کے نزدیک یہ ہے کہ ابوبکر و عمرؓ کے لئے دعا مانگتے تھے۔

امام مالک بن وہب کی روایت میں ہے کہ سلام کہنے والا یہ کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ مبسوط میں کہا ہے کہ ابوبکر و عمر پر سلام کہے۔

قاضی ابوالولید باجی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ صلواۃ سے دعا مانگے۔ اور ابوبکر کے لئے بھی جیسا کہ حدیث ابن عمر میں خلاف ہے۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَصَلَّى اللّٰهُ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَجَنَّتِكَ وَاحْفَظْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پھر روضہ شریف کا قصد کر۔ وہ منبر اور قبر کے درمیان ہے۔ اس میں قبر شریف کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھ۔ ان میں اللہ کی تعریف کر اور اس کے تمام وہ مقاصد مانگ جس کی طرف تو نکلا ہے۔ اور اس پر مدد مانگ۔ اور اگر تیری رکعتیں روضہ شریف کے سوا اور جگہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔ مگر روضہ شریف میں بہتر ہیں۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَابَيْنَ مِنْبَرِيْ وَبَيْتِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے یا درجوں میں سے ایک درجہ ہے' پھر قبر شریف کے پاس تواضع اور وقار کے ساتھ کھڑا رہو۔ آپ پر درود شریف پڑھ اور تعریف کر جو تجھے یاد ہو' اور سلام کہو ابوبکر و عمر پر اور ان دونوں کے لئے دعا مانگ اور رات دن کثرت سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درود پڑھ' مسجد قبا اور قبور شہدا کی زیارت کو نہ چھوڑ۔

امام مالک کتاب محمد (یعنی امام محمد شاگرد امام اعظم کی موطا) میں کہتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہے۔ جب داخل ہو۔ اور نکلے یعنی مدینہ شریف میں اور اس کے درمیان کہا محمد نے۔ اور جب نکلے تو سب سے آخر قبر شریف کے سامنے کھڑا ہو' اور ایسا ہی وہ شخص جو کہ مدینہ شریف سے مسافرانہ طور پر نکلے۔

ابن وہب نے حضرت فاطمہ دختر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب تو مسجد میں داخل ہو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ اور کہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب نکلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ۔ اور یہ کہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

اور دوسری روایت میں ہے کہ سلام کے درود کی جگہ۔ اور جب نکلے تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ' اور دوسری روایت میں ہے اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہے۔

اور محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے۔ صَلَّی اللّٰہُ وَمَلٰئِکَتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ بِاسْمِ اللّٰہِ دَخَلْنَا وَبِاسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا اور جب نکلا کرتے تھے ایسا ہی کہا کرتے تھے۔

حضرت فاطمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو کہا کرتے تھے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ پھر حدیث فاطمہ کی طرح جو اس سے پہلے گذری ہے ذکر کیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعریف کرتے اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے۔ اور اس کے مثل ذکر کیا اور ایک روایت میں ہے۔ بِاسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اور اس کے دوسرے راوی سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَیَسِّرْ لِیْ اَبْوَابَ رِزْقِکَ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور کہے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ۔

امام مالک نے مبسوط میں کہا ہے کہ اہل مدینہ کے لئے یہ لازم نہیں کہ جب مسجد میں داخل ہوں یا نکلیں تو قبر شریف کے سامنے کھڑے ہوں۔ اور یہ بات مسافروں ہی کے لئے ہے۔ اور اس میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ جو شخص سفر سے آئے یا سفر کی طرف نکلے اس کو مضائقہ نہیں کہ قبر شریف کے پاس کھڑا ہو۔ اور درود شریف پڑھے۔ آپ کے لئے اور ابوبکر و عمر کے لئے دعا کی۔ پھر ان سے کہا گیا کہ مدینہ کے لوگ نہ تو سفر سے آتے ہیں اور نہ ارادہ سفر کا رکھتے ہیں۔ لیکن وہ ہر روز ایک یا کئی دفعہ اور اکثر جمعہ میں یا کئی دنوں میں ایک یا دو مرتبہ یا زیادہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہوتے ہیں سلام کہتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہیں۔ ایک گھڑی تک آپ نے کہا کہ مجھ کو یہ بات

ہمارے شہر کے کسی اہل فقہ سے پہنچی۔ اور اس کا ترک اکثر اور بہتر ہے۔ اور اس امت کے آخر لوگ ویسے ہی جب درست ہو سکتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی اصلاح و درستی پر عمل کریں اور مجھ کو اس امت کے پہلے لوگوں سے یہ بات نہیں پہنچی۔ کہ وہ ایسا کرتے تھے۔ اور یہ امر مکروہ ہے مگر اس شخص کے لئے جو کہ سفر سے آئے یا سفر کا ارادہ کرے تو جائز ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں میں نے اہل مدینہ کو دیکھا ہے کہ وہ جب مدینہ سے نکلتے یا اس میں داخل ہوتے۔ تو قبر شریف کے پاس آتے اور سلام کہتے۔ کہا کہ یہ ایک رائے ہے (امام مالکؒ کی) باجی کہتے ہیں پس انہوں نے اہل مدینہ اور مسافروں میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ مسافر لوگوں نے اس کے لئے قصد کیا ہے۔ اور مدینہ کے لوگ وہیں رہتے ہیں۔ انہوں نے اس کا قصد بوجہ قبر شریف و سلام نہیں۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَقَالَ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا خداوندا میری قبر کو بت نہ بنائیو جو پوجا جائے۔ خدا کا ایسی قوم پر بڑا غضب ہے جنہوں نے اپنے انبیا علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنایا۔ اور فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

احمد بن سعید ہندی کی کتاب میں ہے اس شخص کے بارہ میں جو کہ قبر شریف کے پاس کھڑا ہو۔ کہ نہ اس سے چمٹے اور نہ اس کے پاس دیر تک ٹھہرے۔ اور عتبیہ میں ہے کہ پہلے مسجد میں داخل ہو کر سلام سے پہلے دوگانہ پڑھے۔ اور نفل پڑھنے کی بہتر جگہ وہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی ہے اور وہ ستون ہے جو کہ خوشبودار ہے۔ لیکن نماز فرض میں صفوں کی طرف بڑھنا یعنی اول صف میں کھڑا ہونا افضل ہے۔ اور مسافروں کے لئے مسجد میں نفل پڑھنا گھروں کی نسبت بہتر ہے۔

فصل ۹

(اس بارہ میں کہ اس شخص کو جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو' ادب لازم ہے سوا اس کے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اس کی فضیلت اور اس میں اور

مسجد مکہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں آپ کی قبر اور منبر اور مدینہ و مکہ کے رہنے والوں کی فضیلت کے بارہ میں۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ:۔ بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ وہ کون سی مسجد ہے آپ نے فرمایا کہ میری مسجد ہے۔ اور یہ قول ابن مسیب و زید بن ثابت ابن عمر مالک بن انس وغیرہم کا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ مسجد قبا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ہشام بن احمد فقیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر نمری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن درسہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوداؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسدد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے زہری سے وہ سعید بن المسیب سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَ مَسْجِدُ الْاَقْصٰى۔

ترجمہ:۔ سواریاں کس کر سوائے تین مسجدوں کے اور کسی کی طرف مت جاؤ۔ مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

(یہ حصر مطلقاً" نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان مسجدوں کے علاوہ دوسری مسجدوں کی طرف بہ نیت عبادت مت کرو اس سے عموماً" سفر اور زیارت روضہ شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر اولیائے کرام منسوخ نہیں اس کی تحقیق مبسوط تصانیف مولانا عبدالحیؒ دیکھنی چاہئے جو کہ نواب بھوپال کے رد میں لکھی گئی ہیں و باللہ التوفیق مترجم)

اور مسجد میں داخل ہونے کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے آثار گزر چکے ہیں۔

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو کہا کرتے تھے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

اور کہا مالک نے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آواز سنی تو ملنے والے کو بلایا۔ اور کہا کہ تم کس قبیلہ سے ہو۔ کہا کہ میں بنی ثقیف سے ہوں۔ کہا تم ان دونوں بستیوں (مکہ مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ بلاشبہ ہماری ان مسجدوں میں آواز بلند نہیں کی جاتی۔

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ کسی کو لائق نہیں کہ قصداً اس میں بلند آواز کرے۔ اور کوئی ایذا دینے والی چیز ہو (مثلاً بدبودار وغیرہ)

کہا قاضی نے کہ ان سب امور کو قاضی اسمٰعیل نے اپنی مبسوط میں مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے باب میں بیان کیا ہے۔ اور تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ باقی حکم میں برابر ہیں۔

قاضی اسمٰعیل کہتے ہیں اور کہا محمد بن مسلمہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نمازیوں پر پکار کر بولنا جس میں ان کی نماز میں گڑبڑ ہو مکروہ ہے۔ اور اس پکارنے میں کچھ مسجدیں ہی خاص نہیں۔ بیشک جماعتوں کی مسجدوں میں لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا مکروہ ہے مگر مسجد حرام اور ہماری مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں (حج کے دنوں میں لبیک کہنا جائز ہے)

اور کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

ترجمہ :- میری اس مسجد میں نماز پڑھنا بہ نسبت اور مسجد کے پڑھنے کے ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ مگر مسجد حرام (کیونکہ اس میں ایک نماز کا ثواب ہے)۔

قاضی کہتا ہے لوگوں کا استثناء کے معنی میں اختلاف ہے۔ کہ مکہ میں افضل ہے یا مدینہ میں۔

امام مالک ایک روایت میں جو اشہب نے ان سے کی ہے اور ان کے شاگرد ابن نافع نے یہ کہا ہے۔ اور اس کے اصحاب کی ایک جماعت یہ کہتی ہے۔ کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے ہزار نماز سے بہتر ہے۔ مگر مسجد حرام کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا مکہ میں نماز پڑھنے سے ہزار سے کم افضل ہے۔ یعنی ۹۰۰ درجہ (یہ تاویل بعید ہے اور خلاف ہے دوسری احادیث کے) اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں کی نسبت سو درجہ بڑھ کر ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنی ۹۰۰ درجہ (مکہ کی مسجد میں نماز سے) افضل ہوئی۔ اور دوسری مساجد پر ہر نماز کے برابر ہوئی۔ اور اس پر مبنی ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور یہی قول عمر بن الخطاب و امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا ہے۔

اہل مکہ و کوفہ' مکہ کی فضیلت کی طرف گئے ہیں اور یہی قول عطاء بن وہب ابن حبیب کا ہے۔ جو کہ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ اور اس کو ساجی نے شافعی سے حکایت کی ہے۔ اور اوپر کی حدیث میں استثناء کو اپنی ظاہری معنے پر محمول کیا ہے اور یہ کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنی افضل ہے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح مروی ہے دلیل لائے ہیں۔ اور اس میں یہ ہے کہ صَلٰوةٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا بِمِائَةِ صَلٰوةٍ مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے سو مرتبہ زیادہ ہے' اور قتادہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ پس مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس بنا پر باقی مساجد سے ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

اور اس میں اختلاف نہیں۔ کہ آپ کی زیر کی جگہ زمین کے تمام حصوں (بلکہ آسمانوں اور کعبہ و عرش سے بھی افضل ہے جیسا کہ شرح میں ہے۔ مترجم) سے افضل

ہے۔ قاضی ابوالولید ساجی کہتے ہیں۔ کہ جس کو حدیث چاہتی یہ ہے کہ مسجد مکہ باقی مساجد سے تالف ہے۔ اور اس سے اس کا حکم مدینہ کے ساتھ نہیں معلوم ہوتا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ تفصیل نماز فرض میں ہے۔ اور مطرف ہمارے اصحاب میں سے ادھر گئے ہیں کہ یہ نفلوں میں بھی ہے۔ کہا طحاوی یا مطرف نے کہ (وہاں کے) جمعہ کا ثواب دوسری جگہ کے جمعہ سے اور (وہاں کے) رمضان کا ثواب دوسرے مقام کے رمضان سے بہتر ہے۔

اور عبدالرزاق نے مدینہ وغیرہ کے رمضان کی فضیلت میں ایک حدیث اس قسم کی نقل کی ہے۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور اس کی طرح ابوہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے مروی ہے اور زیادہ کیا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ میرا منبر جنت کے درجوں سے ایک درجہ ہے۔

طبری کہتے ہیں کہ اس کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ گھر سے آپ کے رہنے کا گھر ظاہرا مراد ہے۔ باوجودیکہ روایت کیا گیا ہے جو اس کو بیان کرتا ہے کہ میرے حجرے اور منبر کے درمیان' اور دوم یہ کہ گھر سے مراد قبر ہے۔ اور یہ قول زید بن اسلم کا اس حدیث میں ہے۔ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان۔ طبری کہتے ہیں کہ جب آپ کی قبر آپ کے گھر میں ہے تو ساری روایات متفق ہوگئیں۔ ان کے درمیان خلاف نہ رہا۔ کیونکہ آپ کی قبر شریف آپ کے حجرہ میں ہے۔ اور وہی آپ کا گھر ہے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ آپ کا وہی منبر بعینہ ہو۔ جو دنیا میں تھا۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ دوم یہ وہاں پر منبر ہوگا۔ سوم یہ کہ منبر کا قصد کرنا اور اس کے پاس اعمال صالحہ کی بجا آوری کے لئے حاضری ہونا حوض پر لے آئے گا۔ اور اس سے پانی پینا ضروری کر دے گا۔ اس کو ساجی نے کہا ہے۔

اور آپؐ کا فرمانا کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ دو معنی کا متحمل

ہے ایک تو یہ کہ وہ موجب دخول جنت ہے اور یہ کہ اس میں دعا مانگنا نماز پڑھنا اس ثواب کا مستحق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بہشت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔ اور دوم یہ کہ اس جگہ کو خدائے تعالٰی لے جائے گا۔ پھر وہ جنت میں بسیۃ ہو گی۔ اس کو داؤدی نے کہا ہے۔

ابن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بارہ میں فرمایا ہے۔ کہ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَاْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جو شخص مدینہ کی سختیوں پر صبر کرے گا۔ میں اس کا قیامت کے دن گواہ یا شفیع بنوں گا۔

اور اس شخص کے بارہ میں کہا کہ فِيْمَنْ تَحَوَّلَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ جو مدینہ سے نکل گیا کہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا اگر وہ جانتے۔

اور فرمایا کہ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيْبُهَا بے شک مدینہ بھٹی کی طرح ہے۔ اس کی ناپاکی کو دور کر دیتا ہے اور اس کی خوشبو کو خالص کر دیتا ہے (یعنی بروں کو نکالتا اور اچھوں کو رکھتا ہے)

اور فرمایا کہ لَا يَخْرُجُ اَحَدٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَهَا اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهُ کوئی شخص مدینہ سے بیزار ہو کر نہیں نکلے گا۔ مگر اس کو خدائے تعالٰی اس سے بہتر بدل دے گا (یعنی کوئی اور اس سے اچھا آرہے گا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مَنْ مَّاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ وَلَا عَذَابَ جو شخص دو حرموں میں سے ایک میں حج کرتا ہوا یا عمرہ کرتا ہوا مرے گا۔ تو اس کو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اٹھائے گا جس پر نہ کوئی حساب ہو گا نہ عذاب۔

اور دوسرے طریق میں ہے کہ امن والوں میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے (مرفوعاً) کہ جس میں یہ طاقت ہو کہ مدینہ میں فوت ہو جائے تو وہیں مرے کیونکہ بے شک میں اس شخص کے لئے شفاعت کروں گا جو کہ اس میں مرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (پ ۴ ع ۱)

ترجمہ :۔ بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آگ دوزخ سے اس کو امان ہو گی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو کہ جس نے حرم سے باہر آگ کو طلب کیا اور جہالت کے زمانہ میں نئی بات جاری کی۔ اور اس کی طرف پناہ لے گیا پناہ دیتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مثل ہے۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (پ ۱ ع ۱۵)

ترجمہ :۔ اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنایا اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے۔

یہ بعض کا قول اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ سعدون خولانی کے پاس مقام منستر میں آئے اور اس کو بتلایا۔ کہ قبیلہ کنانہ نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ اس کو آگ لگا دی۔ آگ ساری رات جلتی رہی۔ لیکن اس میں کچھ اثر نہ ہوا۔ اور مرد سفید رنگ رہا۔ سعدون نے کہا کہ شائد اس نے تین حج کئے ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ۔

إِنَّ مَنْ حَجَّ حَجَّةً أَدَّى فَرْضَهُ وَمَنْ حَجَّ ثَانِيَةً دَايَنَ رَبَّهُ وَمَنْ حَجَّ ثَلٰثَ حِجَجٍ حَرَّمَ اللّٰهُ شَعْرَهُ وَبَشَرَهُ عَلَى النَّارِ۔

ترجمہ :۔ جس نے ایک حج کیا تو اس نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور جس نے دوبارہ حج

کیا تو اس نے اپنے رب کو قرض دیا۔ اور جس نے تیسری دفعہ حج کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں اور بدن کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا مَرْحَبًا بِکَ مِنْ بَیْتٍ مَا اَعْظَمَکَ وَاَعْظَمَ حُرْمَتَکَ تجھ کو ایک گھر کی وجہ سے مرحبا" تو کتنا معظم ہے۔ اور کیا ہی تیری عزت ہے۔

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی شخص بھی ہو' رکن اسود کے نزدیک خدا سے دعا مانگے خدا اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ ایسا ہی پرنالہ کے نزدیک۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ جس شخص نے مقام (ابراہیم) کے پاس دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور قیامت کے دن امن والوں سے ہوگا۔

کہا فقیہہ قاضی ابوالفضل نے کہ میں نے قاضی حافظ ابو علی کے سامنے پڑھی' کہا حدیث' بیان کی ہم سے ابوالعباس عذری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو اسامہ محمد بن الحسن بن راشد نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن ادریس سے سنا۔ کہا کہ میں نے حمیدی سے سنا کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے سنا کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ مَا دَعَا اَحَدٌ بِشَیْءٍ فِیْ ھٰذَا الْمُلْتَزَمِ اِلَّا اسْتُجِیْبَ لَہٗ۔ اس ملتزم میں (ملتزم وہ مقام ہے جو کہ باب کعبہ اور حجر اسود کے مابین ہے جہاں دعا مقبول ہوتی ہے) جس شخص نے دعا مانگی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جب سے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ اس ملتزم میں جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ جب سے میں نے ابن عباس سے سنا ہے اس مقام پر جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔

سفیان نے کہا ہے کہ میں نے جب سے عمرو سے یہ حدیث سنی ہے اس مقام پر

جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔

حمیدی کہتے ہیں کہ جب سے میں نے سفیان سے یہ سنا ہے اس مقام پر جو دعا مانگی ہے وہ مقبول ہوئی ہے۔

محمد بن ادریس کہتے ہیں کہ میں نے جب سے حمیدی سے یہ سنا ہے۔ اس مقام پر میری دعا مقبول ہوئی ہے۔

ابو اسامہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے یاد نہیں کہ حسن بن رشیق نے اس میں کچھ کہا ہو' اور میں نے جب سے حسن بن رشیق سے یہ سنا ہے۔ جو دعا خدا سے اس مقام پر مانگی ہے۔ وہ قبول ہوئی ہے۔ دنیا کے امر میں سے اور امر آخرت کی مجھے امید ہے کہ مقبول ہو گی۔

عذری کہتے ہیں کہ جب سے میں نے ابو اسامہ سے سنا ہے اس مقام پر میری دعا مقبول ہوئی ہے۔

ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے اس مقام پر بہت سی چیزیں مانگی ہیں۔ بعض تو مقبول ہوئی ہیں۔ اور مجھے خدا کی وسیع مہربانی سے امید ہے۔ کہ باقی بھی مقبول ہو جائیں گی۔

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ اس فصل میں ہم نے تھوڑے سے نکات بیان کئے ہیں۔ اگرچہ وہ باب میں سے نہ تھے۔ کیونکہ ان کا تعلق اس سے پہلے فصل سے تھا۔ مگر پورے قاعدہ کی حرص سے ایسا کیا۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ بِرَحْمَتِہٖ۔

تیسری قسم

(اس بارہ میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واجب ہے اور اس بارہ میں جو آپ کے حق میں محال ہے یا آپ پر جائز ہے یا منع ہے یا احوال انسانی سے آپ کی طرف اس کا نسبت کرنا صحیح ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (پ ۴ ع ۶)

ترجمہ:۔ اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (پ ۶ ع ۴)

ترجمہ:۔ مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے۔

اور فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (پ ۱۸ ع ۱۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

اور فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (پ ۱۶ ع ۳)

ترجمہ :۔ تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام انسان ہیں وہ لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ ان سے مقابلہ و لڑائی کی طاقت نہ رکھتے۔ نہ ان کی باتیں قبول کرتے نہ ان سے ملتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا (پ ۷ ع ۷) اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے۔ یعنی وہ انسان کی صورت میں ہوتا کہ جس سے تم کو ملنے کی طاقت ہوتی۔ کیونکہ تم فرشتہ کے مقابلہ اور کلام کرنے اور دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ جب کہ وہ اپنی شکل پر ہوتا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (پ ۱۵ ع ۱۰)

ترجمہ :۔ تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔

یعنی خدا کی سنت میں فرشتہ کا رسول بنانا اسی کے لئے ہے جو اسی کی جنس سے ہو۔ یا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ خاص کرے اور پسند کرے اور اس کے مقابلہ پر طاقت دے۔ جیسے انبیا اور رسول۔ پس انبیاء اور رسول علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں جو کہ ان کو ان کے احکام اور منہیات اور وعدہ و وعید پہنچاتے ہیں۔ اور ان کو وہ باتیں بتلاتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتے۔ یعنی اس کا جلال' اس کا غلبہ۔ اس کا جبروت و ملکوت۔ پس ان کے ظاہری اعضا اور اجسام اور بناوٹ انسانی اوصاف سے متصف ہیں۔ ان پر وہ باتیں آتی ہیں جو کہ انسان پر آیا کرتی ہیں۔ یعنی عارضے۔ بیماریاں۔ موت۔ فنا اور انسانی صفات اور ان کے ارواح اور باطنی حالات' اعلیٰ درجہ کے اوصاف انسانی سے موصوف ہیں ملاء اعلیٰ کے متعلق ہیں۔ فرشتوں کی

صفات کے مشابہ ہیں۔ تغیر و آفات سے بچے ہوئے ہیں۔ انسانی عجز اور ضعف انسانی غالباً وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اگر ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح خالص انسانی ہوتے۔ تو بلاشبہ وہ ملائکہ سے (احکام) لینے کی طاقت نہ رکھتے نہ ان کو دیکھ سکتے نہ ان سے مل سکتے نہ دوستی پیدا کرتے جیسا کہ دوسرے لوگوں کو ان کی طاقت نہیں۔ اور اگر ان کے جسم اور ظاہری حالات فرشتوں کے صفات پر ہوتے اور بشری صفات کے خلاف ہوتے تو بالضرور انسان اور جس کی طرف وہ گئے ہوتے۔ ان کے ملنے کی طاقت نہ رکھتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول گذر چکا ہے۔ پس وہ اجسام اور ظواہر کی وجہ سے انسان کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ارواح اور باطن کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ ملتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ لَكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ اگر امت میں سے میں کسی کو دوست بناتا تو بے شک ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن یہ اسلام کا بھائی بنا ہے۔ اور تمہارا دوست رحمٰن کا دوست ہے۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اور فرمایا کہ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ بے شک مجھے میرا پروردگار کھلاتا ہے۔ مجھے پلاتا ہے۔

پس ان کے باطن آفات سے پاک ہیں۔ نقائص اور علتوں سے بری۔ اور یہ ایک ایسا مجمل قضیہ ہے کہ اس کے مضمون پر ہر ایک صاحب ہمت ہرگز کافی نہ ہو گا بلکہ اکثر لوگ بسط و تفصیل کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ ہم آئندہ اس کے بعد دو بابوں میں بیان کریں گے۔ خدا کی مدد سے وہی مجھے کافی ہے اور اچھا وکیل ہے۔

پہلا باب

(اس بارہ میں کہ دینی امور سے خاص ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارہ میں کلام صلوات اللہ علیہم)

قاضی ابوالفضل خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے۔ جان لے کہ جو تغیرات و آفات لوگوں پر آتے ہیں۔ وہ اس سے خالی نہیں۔ کہ اس کے جسم پر آتے ہیں یا اس کے حواس پر بلاقصد و اختیار جیسے کہ بیماریاں یا بہ قصد و اختیار آتے ہیں اور وہ سب حقیقت میں عمل و فعل ہیں۔ لیکن مشائخ کی عادت ہے کہ اس کی تفصیل تین قسم کی طرف۔ کرتے ہیں۔ عقد قلبی قول بزبان عمل باعضاء اور تمام لوگوں پر آفات و تغیرات باختیار و غیراختیار ان تمام وجوہ میں آتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ انسان تھے۔ اور آپ کی طبیعت پر وہ باتیں جائز ہیں جو انسان کی طبیعت پر ہوتی ہیں۔ لیکن بلاشبہ براہین قاطعہ اس پر قائم ہیں۔ اور کلمہ اجماع اس پر پورا ہوا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے باہر ہیں۔ اور آپؐ ان بہت سی آفات سے پاک ہیں۔ جو اختیار اور غیراختیار سے واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم ان کو بیان کریں گے۔ اور اس کی تفصیل بتلائیں گے۔

فصل ۱

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی پختگی کے حکم کے بارہ میں نبوت کے وقت سے)

جان لے ہم کو اور خاص تم کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی تعلق۔ توحید کے طریق اور خدا کے علم و صفات اور اس پر ایمان لانے اور جو کچھ آپ پر وحی کی گئی ہے اور اعلیٰ درجہ کی معرفت اور علم و یقین کے ظہور پر تھا۔ ان میں نہ کسی قسم کی جہالت تھی نہ شک و شبہ تھا۔ اور ہر اس چیز سے وہ معصوم ہیں۔ جو کہ اس معرفت و یقین کے مخالف ہو۔ یہ وہ بات ہے کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور براہین واضح سے یہ امر صحیح نہیں ہوا۔ کہ انبیا علیہم السلام کے عقائد

میں اس کے سوا کچھ اور ہو۔ اور اس اعتقاد پر ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے اعتراض نہ کیا جائے کہ انہوں نے کہا کیوں نہیں (ایمان تو ہے) ولیکن اس لئے کہ میرا دل اطمینان پا جائے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اس خبر میں کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے شک نہیں تھا۔ لیکن دل کے اطمینان کا ارادہ اور جھگڑے کا چھوڑنا بوجہ مشاہدہ زندوں کے تھا۔ ان کو اس کے وقوع کا پہلے علم تو حاصل تھا۔ لیکن ارادہ کیا کہ دوسرا علم اس کی کیفیت و مشاہدہ سے حاصل ہو۔

دوسری وجہ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے نزدیک ارادہ کیا۔ کہ اپنا مرتبہ آزمائیں اور معلوم کریں کہ اپنے رب سے سوال کرنے سے ان کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور خدا کے قول کا کہ تو ایمان نہیں رکھتا۔ یہ معنے ہوا کہ کیا تجھ کو اپنے مرتبہ کا جو مجھ سے ہے۔ اور اپنی دوستی و برگزیدگی کا یقین نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یقین کی زیادتی کا اور اپنی اطمینان کی قوت کا سوال کیا۔ اگرچہ دل میں شک نہیں تھا۔ کیونکہ علم ضروریہ اور نظریہ کبھی اپنی قوت میں بڑھتے رہتے ہیں۔ اور شکوک کا ضروریات پر جاری رہنا محال ہے۔ اور نظریات میں جائز ہے۔ پس نظر سے انتقال یا خبر سے مشاہدہ تک جانے اور علم الیقین سے عین الیقین تک ترقی کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ خبر مشاہدہ جیسی نہیں ہوتی۔ اسی لئے مسہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ ظاہری پردہ کھلنے کا سوال کیا۔ تاکہ نور یقین کے ساتھ اپنے حال میں تمکن اور پوری بصیرت حاصل ہو۔

چوتھی وجہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین پر یہ حجت قائم کی۔ کہ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ تو اپنے رب سے یہ امر طلب کیا۔ تاکہ اس کی حجت علانیہ درست ہو جائے۔

پانچویں وجہ یہ کہ بعض کہتے ہیں یہ سوال بطریق ادب تھا اور مقصود یہ تھا کہ مجھے مردوں کے زندہ کرنے کی قدرت دے (جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا) اور ان کا یہ کہنا اس لئے تھا۔ کہ میرا دل اس آرزو سے تسلی پائے۔

چھٹی وجہ یہ کہ انہوں نے اپنے نفس سے شک ظاہر کیا حالانکہ (حقیقتاً) شک نہ

تھا۔ لیکن اس لئے کہ ان کو جواب دیا جائے۔ پھر ان کا قرب بڑھ جائے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت زیادہ شک کے مستحق ہیں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے شک کی نفی کرتا ہے۔ اور ضعیف طبیعتوں کا اس سے دور رکھنا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ گمان کریں۔ یعنی ہم بعث اور خدائے تعالیٰ کے زندہ کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ پھر اگر ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا۔ تو ہم ان سے بدرجہ اولیٰ شک کریں گے۔ یہ آپ نے بطریق ادب فرمایا۔ یا اس سے آپ کی وہ امت مراد ہے کہ جن پر شک جائز ہے۔ یا بطریق تواضع اور شفقت فرمایا۔

اگر ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کو ان کے حال کی آزمائش یا یقین کی زیادتی پر محمول کیا جائے۔ اگر تم یہ کہو کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں۔

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (پ ۱۱ ع ۱۵)

ترجمہ:۔ اور اے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہ ہو جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں بے شک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں ہو جائے گا۔

پس تو ڈر' خدا تیرے دل کو ثابت رکھے۔ کہ تیرے دل میں وہ خطرہ گذرے جس کا ذکر بعض مفسرین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے کیا ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارہ میں شک کا اثبات کیا ہے۔ اور وہ کہ آپ انسان ہیں۔ پس ایسے تمام خطرات کا آپ پر اطلاق ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ بلاشبہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک نہیں کیا۔ اور آپ نے کسی سے سوال کیا۔

اسی طرح ابن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے۔ اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَآ اَشُكُّ وَلَآ اَسْئَلُ نہ مجھے شک ہے اور نہ میں

سوال کرتا ہوں۔

اور عام مفسرین اس بات پر ہیں اور آیت کے معنے میں ان کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شک کرنے والے کو کہہ دے کہ اگر مجھے شک ہے۔

کہتے ہیں کہ اس سورت میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو اس تاویل پر دلالت کرتی ہو۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ ۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (پ ۱۱ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ تم فرماؤ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو تو میں تو اسے نہ پوجوں گا جسے تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہاں اس اللہ کو پوجتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ ایمان والوں میں ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود عرب کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں کو خطاب ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ترجمہ کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا (پ ۲۴ ع ۴)

خطاب تو آپ کو ہے۔ لیکن مراد دوسرے لوگ ہیں۔ اور ایسا ہی ہے۔ کہ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰۤؤُلَاۤءِ ترجمہ۔ تم اس سے کہ یہ لوگ عبادت کرتے ہیں شک میں نہ پڑو۔ و نظیرہ کثیر۔ اور اس کی نظیریں بہت ہیں۔

بکر بن علاء کہتے ہیں کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (پ ۱۱ ع ۱۵)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں کہ جس کی طرف آپ بلاتے تھے' آپ کو جھٹلایا جاتا تھا۔ پھر آپ کیسے ان لوگوں سے ہوتے جو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ پس

یہ تمام امور اس پر دلیل ہیں کہ خطاب سے مقصود اور لوگ ہیں۔ اور اسی آیت کی طرف یہ آیت کی طرح خدا کا یہ قول ہے اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا وہ رحمٰن ہے پس اس سے خبردار ہو کر سوال کر' مامور یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور لوگ ہیں۔ تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دینے والے ہیں۔ اور سوال کئے گئے نہ خبر طلب کرنے والے سوال کرنے والے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ بے شک جس کے ساتھ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو کتاب پڑھتے ہیں۔ سو وہ اس بارہ میں ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان کیا ہے یعنی امتوں کی خبریں نہ وہ امر جس کی طرف آپ کو بلایا ہے یعنی توحید و شریعت۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (پ ۲۵ ع ۱۰)

ترجمہ۔ اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

اس سے مراد مشرکین (یعنی علماء اہل کتاب جو شرک میں مبتلا ہیں) ہے اور ظاہرا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے' یہ حسی کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم سے ان پیغمبروں کی بابت پوچھ کہ جو تجھ سے پہلے ہم نے بھیجے ہیں۔ پس خافض (یعنی مَن میں عن جارہ کو حذف کیا۔ عامل زیر دینے والے) کو حذف کیا گیا۔ اور کلام پورا ہو گیا۔ پھر شروع کیا کہ ہم نے سوائے رحمٰن کے معبود کہ عبادت کئے جائیں' بطریق انکار یعنی ہم نے نہیں کیا۔ اس کو مکی نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیئے گئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام سے شب معراج اس کی بابت پوچھیں۔ لیکن آپ کا یقین بہ نسبت اس کے کہ آپ سوال کے محتاج ہوں نہایت قوی تھا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں سوال نہ کروں گا۔ مجھے کافی ہے (میرا یقین) اس کو ابن زید نے کہا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہمارے رسولوں کی امتوں سے پوچھ کہ کیا وہ ان کے پاس توحید کے بغیر آئے تھے۔ اور یہی معنے قول مجاہد سدی ضحاک قتادہ کا ہے۔

اور اس آیت اور پہلی آیت سے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کی خبر دے کہ جن کے ساتھ رسول بھیجے گئے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا کسی کو حکم نہیں دیا۔

اور مشرکین عرب وغیرہ کا اس قول میں جو کہتے ہیں کہ ہم ان کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس کے قریب کر دیں رد کیا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ۔

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ

ترجمہ: تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری۔

یعنی اگر ان کے علم میں یہ شک ہو کہ بے شک آپ رسول اللہ ہیں۔ اگرچہ وہ اس کا اقرار نہیں کرتے۔ اور اس سے مقصود وہ شک نہیں۔ جو کہ پہلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے اور کبھی یہ آیت بھی پہلی طرح ہے یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لمن امترى فيه ذلك لاتكونن من الممترين' ان لوگوں سے کہو جو اس میں شک کرتے ہیں کہ تم شک والوں سے نہ بنو' اور اس پر پہلی آیت دلیل ہے۔ کہ أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (پ ۸ ع ۱) تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غیر کو مخاطب کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ تقریر اور بیان ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قول کہ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بناؤ' حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس نے نہیں کہا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنے یہ ہے کہ تم کو تو شک نہیں ہے اور سوال کر (جس سے) اپنے اطمینان اور علم کو اپنے علم اور یقین کے ساتھ بڑھائے گا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ اگر تم اس بارہ میں کہ ہم نے تم کو مشرف کیا ہے اور بزرگی دی ہے شک میں ہو۔ تو ان سے اپنی صفت اور اپنے فضائل کی شہرت کی بابت جو کتابوں میں ہے ان سے پوچھ لو۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ مقصود یہ ہے۔ اگر تم کو اپنے غیر سے اس بارہ میں شک ہے جو ہم نے اتارا ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول کا کیا معنی ہے۔ (حَتّٰی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (پ ۱۳ ع ۶) حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہو گئے۔ اور ان کا یہ گمان ہوا۔ کہ ان کو جھٹلایا گیا ہے۔ تخفیف کی قرات کے موافق تو ہم کہیں گے۔ کہ اس کا معنی وہ ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے۔ کہ اس سے معاذ اللہ کہ رسول اپنے رب سے یہ گمان کریں۔ اس کا معنی یہی ہے۔ کہ رسول جبکہ ناامید ہو گئے تھے تو گمان کرنے لگے۔ کہ جن تابعداروں نے ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا۔ اسی پر اکثر مفسر ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ظنوا کی ضمیر تبعین اور امتوں کی طرف لوٹتی ہے۔ انبیاء اور رسولوں کی طرف نہیں لوٹتی۔ اور یہی ابن عباس نخعی ابن جبیر اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔ اور اسی وجہ سے مجاہد نے کذبوا فتح سے پڑھا ہے۔ پس اس کے سوا شاذو نادر تفسیر سے اپنے دل کو مشغول نہ کر جو کہ علماء کے منصب کے لائق نہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام کے کیسے لائق ہو گی۔

اور ایسا ہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سیرۃ اور شروع وحی کے حال میں آیا ہے۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا تھا۔ کہ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ بیشک میں اپنے نفس پر خوف زدہ ہو گیا تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ آپ کو بعد فرشتہ دیکھنے کے آئندہ جو اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا اس میں کوئی شک تھا۔ لیکن شاید اس نئے ڈر سے کہ آپ کی قوت فرشتہ کے مقابلہ اور وحی کے بوجھ کے اٹھانے کی متحمل نہ

ہو۔ پھر آپ کا دل نکل جائے یا آپ کی جان نکل جائے۔ یہ اس بناء پر ہے۔ کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے یہ بات فرشتے کی ملاقات کے بعد فرمائی تھی' یا یہ کہ اس کی ملاقات اور نبوت سے خدا کی خبر دینے سے پہلے جبکہ آپ پر عجائبات پیش ہوئے ہوں۔ پتھر اور درخت نے آپ کو سلام کہا ہو۔ آپ کو خوابیں اور بشارتیں آنی شروع ہوئی ہوں۔ فرمایا ہو جیسا کہ اس حدیث سے بعض طریقوں میں روایت کیا گیا ہے۔ کہ یہ باتیں پہلے خواب میں ہوتی تھیں' پھر بیداری میں۔ اسی طرح دوبارہ دکھائی گئیں۔ تاکہ آپ کو ایک دم علانیہ اور بالمشافہ دیکھنے سے گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ اور پھر آپ اس کو پہلی بشری حالت کی بناوٹ کی وجہ سے اٹھا نہ سکیں۔

صحیح حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نظر آنے لگا وہ سچی خواب تھی۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ پھر آپؐ کو خلوت پسند آئی۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آگیا۔ بحالیکہ آپ غار حرا میں تھے' الحدیث۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ سال تک رہے' آواز سنتے تھے۔ اور سات سال تک روشنی دیکھتے تھے۔ اور کوئی شے نہ دیکھتے تھے۔ آٹھ سال تک آپ کی طرف وحی کی گئی۔

ابن اسحٰق نے بعض سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور اپنے پڑوس کا غار حرا میں ذکر کیا۔ فرمایا کہ پھر میرے پاس (فرشتہ) آیا بحالیکہ میں سویا ہوا تھا۔ پھر کہا کہ پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرح ذکر کیا۔ کہ اس نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ اور آپ کو پڑھایا کہ۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ (السورة العلق پ ۳۰)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا۔ آدمی کو

سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

فرمایا کہ پھر میرے پاس سے چلا گیا۔ اور میں نیند سے جاگ اٹھا۔ گویا کہ وہ سورت میرے دل میں تصویر بن گئی۔ میرے نزدیک شاعر یا دیوانہ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن نہ تھا۔ میں نے (دل میں) کہا کہ میری بابت قریش ہرگز ایسا نہ کہیں۔ میں ضرور اونچے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ اور اپنے آپ کو وہاں سے گرا دوں گا۔ اور قتل کر دوں گا۔ پھر میں اس ارادہ میں تھا کہ میں نے کسی پکارنے والے کو سنا کہ وہ آسمان کی طرف سے پکارتا ہے۔ اے محمدؐ! تو رسول اللہ ہے اور میں جبرئیل ہوں مرد کی شکل پر۔ اور حدیث کا ذکر کیا۔ اب اس میں آپ نے یہ بیان کیا۔ کہ آپ نے جو کچھ فرمایا یا جو کچھ قصد کیا۔ تو وہ جبرئیل علیہ السلام کے دیکھنے اور آپ کو خدا کی طرف سے نبوت کی اطلاع دینے اور رسالت سے برگزیدہ کرنے سے پہلے تھا۔

اسی طرح عمرؓ بن شرجیل کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب میں اکیلا ہوتا ہوں۔ تو آواز کو سنتا ہوں۔ اور بلاشبہ خدا کی قسم میں ڈر گیا ہوں۔ کہ یہ کسی (اہم) معاملہ کے لئے نہ ہو۔

حماد بن سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہؓ سے کہا کہ بیشک میں آواز سنتا ہوں اور روشنی دیکھتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو جائے۔

اور اس بنا پر تاویل کی جائے گی۔ اگر آپ کا قول ان بعض احادیث میں صحیح ہو یہ کہ بڑا بعید شاعر یا مجنون ہوتا ہے۔ اور اس میں ایسے الفاظ ہیں جن سے شک کے معانی اس امر کی تصحیح میں جس کو آپ نے دیکھا ہے سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ ساری باتیں آپ کے امر کی ابتداء میں اور فرشتے کے ملنے اور خدا کے بتلانے سے کہ وہ رسول اللہ ہیں پہلے تھیں۔ اور ان الفاظ کے بعض طریقے صحیح نہیں ہیں۔ لیکن خدا کی اطلاع اور فرشتے کے ملنے کے بعد آپ کو اس میں کوئی شک نہ ہوا تھا۔ اور جو کچھ آپ کے دل میں خدا نے ڈال دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

اور بیشک ابن اسحاق نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو پہلے نزول وحی کے مکہ میں آنکھ کا منتر کیا جاتا تھا۔ اور جب آپ پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اور آپ کو وہی تکلف ہوئی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ تو حضرت خدیجہؓ نے آپ سے کہا کہ میں ایسے شخص کو آپ کی طرف بھیجوں جو آپ پر منتر کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اب کوئی ضرورت نہیں۔ اور حدیث خدیجہؓ اور ان کا اپنا سر کھول کر جبرئیلؑ کا امتحان لینا۔ الحدیث۔

تو صرف خدیجہؓ کے حق میں ہے۔ تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت کی تحقیق کریں۔ اور یہ کہ جو شخص آپ کے ساتھ آتا ہے۔ وہ جبرئیلؑ ہے۔ اور ان کا شکوک جاتا رہے نہ یہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا تھا۔ یا کہ آپ نے اس کے حال کا امتحان کیا تھا۔

بلکہ عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ کی حدیث میں جو کہ ہشام سے اور وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتا ہے کہ ورقہ نے خدیجہؓ کو حکم دیا تھا کہ تم اس معاملہ کا اس طرح امتحان کرو۔

اور اسماعیل بن ابی حکیم کی حدیث میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کہ اے میرے چچا کے بیٹے کیا تم یہ کر سکتے ہو۔ کہ جب تمہارا دوست (جبرائیلؑ) آئے تو مجھے خبر کر دو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اور جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ نے ان کو خبر دی۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ میرے پہلو میں بیٹھ جائیں۔ اور حدیث کا ذکر کیا۔ آخر تک۔

اور اس میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ یہ شیطان نہیں ہے یہ فرشتہ ہے۔ اے میرے چچا زاد! تم ثابت قدم رہو اور خوش ہو۔ وہ آپ پر ایمان لائی۔ اب یہ اس پر دلیل ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے لئے طلب ثبوت کیا تھا۔ اور اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہتی تھیں نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

اور انقطاع وحی میں معمر کا یہ قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے اس قدر غم کھایا۔ کہ کئی دفعہ ارادہ کیا کہ اونچے پہاڑوں سے گر پڑیں۔ اس اصل میں قدح نہیں کرتا۔ کیونکہ معمر کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

جہاں تک ہم کو پہنچا ہے اس نے نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کو اسناد کیا ہے۔ نہ اس کے راوی بیان کئے ہیں۔ نہ اس کا ذکر کیا ہے۔ جس نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا ہے۔ اور نہ اس جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت کے سوا پہچانا نہیں جاتا۔ باوجودیکہ یہ احتمال ہے کہ شروع امر میں ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے یا آپ نے اس لئے یہ کیا کہ آپ کو ان لوگوں نے تنگ کیا تھا۔ جن کو آپ نے (احکام الٰہی) پہنچائے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (پ ۱۵ ع ۱۳) ترجمہ۔ تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

اس تاویل کے معنے کو وہ حدیث صحیح کرتی ہے۔ جس کو شریک نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اس نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب مشرکین دارالندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی۔ کہ وہ یہ کہیں بیشک وہ جادوگر ہے۔ تو آپ پر یہ بات سخت معلوم ہوئی۔ آپ نے کمبل اوڑھ لیا۔ اور اس میں چھپ گئے۔ پھر آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا۔ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

یا اس بات سے ڈرے کہ انقطاع وحی میری کسی بات کے لئے یا میرے کسی سبب سے ہے۔ اور ڈرے کہ کہیں میرے رب کی طرف سے عذاب نہ آئے۔ پھر اپنے نفس کے لئے یہ کہا۔ اور اس کے بعد یہ حکم نہیں آیا۔ کہ اس سے آپ کو منع کیا گیا ہو۔ اور آپ پر اس سے اعتراض ہو سکے۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کا بھاگنا تھا۔ کہ وہ اپنی قوم کے جھٹلانے کے خوف سے بھاگے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ان کو عذاب کا وعدہ دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول یونس علیہ السلام کے بارہ میں کہ فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ اس نے گمان کیا کہ ہم پر ... نہ ہوں گے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ ہم اس پر تنگی نہ ڈالیں گے۔

کسی نے کہا کہ اس نے خدا کی رحمت میں طمع کی۔ اور یہ کہ اس نے نکلنے میں

راستہ میں اس پر تنگی نہ کی جائے' بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مولا کے ساتھ حسن ظن کیا۔ کہ وہ اس پر عذاب نہ کرے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم پر وہ بات مقدر کریں گے جو اس کو پہنچے گی۔ اور بے شک نقدر علیہ تشدید سے پڑھا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اس کے غصہ اور چلے جانے کی وجہ سے اس پر مواخذہ کریں گے۔

ابن زید کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کیا اس نے گمان کیا تھا کہ ہم اس پر ہر گز قادر نہ ہوں گے بطور استفہام کے۔ اور کسی نبی کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے رب کی کسی صفت سے جاہل رہے۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ جب وہ غصہ ہو کر چلا' صحیح یہ ہے کہ اپنی قوم پر اس کے کفر کی وجہ سے غصہ ہو کر چلا۔ اور یہی قول ابن عباس ضحاک وغیرہما کا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے غصہ ہو کر چلے گئے تھے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ پر غصہ ہونا اس کی دشمنی کرنا ہے۔ اور خدا کی دشمنی کفر ہے۔ مومنین کے لائق نہیں۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام۔

بعض کہتے ہیں کہ اپنی قوم سے ان کو شرم آتی تھی۔ کہ اس کو جھوٹ کی طرف منسوب کریں گے۔ یا قتل کر ڈالیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ان کو ایک بادشاہ پر غصہ تھا۔ کہ اس نے ان کو حکم دیا تھا کہ اس امر کی طرف جس کا خدا نے ان کو دوسرے نبی کی زبان پر دیا ہے متوجہ ہوں۔ تو اس کو یونس علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہ میرے سوا دوسرا کوئی اس امر پر زیادہ قوی ہو گا۔ اس نے ان کو اس پر قسم دی تھی۔ تب وہ غصہ میں آکر نکلے تھے۔

ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ یونس علیہ السلام کی رسالت و نبوت تو صرف اس وقت ہوئی تھی۔ کہ جب ان کو مچھلی نے باہر پھینکا تھا۔ اس نے آیت سے اس قول کے ساتھ دلیل لی ہے۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ ۝ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۝ (پ ۲۳ ع ۹)

ترجمہ : پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا

پڑ اگایا۔ اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔

پس یہ قصہ اس وقت اس کی نبوت سے پہلے ہو گا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ۔

اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ

ترجمہ: بیشک میرے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے ہر دن سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اور ایک طریق میں ہے۔

فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً دن میں ستر مرتبہ سے بڑھ کر۔

پس اس بات سے ڈر کہ تیرے دل میں یہ خطرہ آئے کہ یہ پردہ وسوسہ یا شک تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آتا تھا۔ بلکہ اصل غین (پردہ) اس میں یہ ہے۔ جو دل کو ڈھانکے۔ اور اس کو چھپائے۔ اس کو ابو عبیدہ نے کہا ہے۔ اور اس کی اصل غین السماء ہے۔ یعنی ابر کا آسمان پر چھا جانا۔

اور دوسرے نے کہا ہے کہ غین ایک شے ہے جو کہ دل کو ڈھانکتی ہے۔ اور پورے طور پر چھپاتی نہیں۔ جیسے کہ پتلا بادل جو کہ ہوا میں ہوتا ہے اور آفتاب کی روشنی کو نہیں روکتا۔ ایسا ہی حدیث سے یہ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ آپ کے دل مبارک پر سو دفعہ یا دن میں ستر دفعہ سے زائد پردہ آتا تھا۔ کیونکہ اس کو وہ لفظ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تقاضا نہیں کرتا۔ اور اس میں بہت سی روایات ہیں۔ اور یہ تو استغفار کا عدد ہے نہ پردہ کے لئے۔ پس اس پردہ سے مقصود یہ ہے کہ یہ پردہ آپ کے دل کی غفلتوں اور نفس کی سستیوں اور ہمیشہ ذکر و مشاہدہ حق کے سہو سے تھا۔ بوجہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انسانی تکلیف امت کی حکومت۔ اہل و عیال کی خبر گیری۔ دوست دشمن کا مقابلہ۔ مصلحت نفس۔ رسالت کی گٹھڑی کا مکلف بننا۔ امانت کی برداشت کے متعلق تھا۔ آپ ان سب امور میں اپنے رب کی اطاعت اپنے خالق کی عبادت میں مصروف تھے۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک

مخلوق میں سے بلند مرتبے اعلیٰ درجہ پر اور کامل تر معرفت میں تھے اور آپ کا حال خلوص دل و قصد اور اپنے رب کے ساتھ تنہا ہونے کے وقت بالکل اس پر متوجہ تھا۔ وہاں پر آپ کا مقام دونوں حالتوں میں سے بلند تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مقام اعلیٰ کی سستی کی حالت اور اس کے سوا اور امور میں مشغول ہونے میں اپنے اعلیٰ حال کی چشم پوشی اور بلند مقام کے تنزل کو دیکھا تب اللہ تعالیٰ سے اس بات سے استغفار کیا۔

یہ حدیث کی عمدہ اور مشہور تر وجوہ میں سے ہے۔ اور جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس طرف بہت سے لوگوں کا میلان ہے۔ اور اس کے گرد چکر لگایا ہے۔ لیکن قریب ہوئے اور (وہاں تک) پہنچے۔ ہم ان کے باریک معنی کے قریب ہوئے ہیں۔ اور مستفید کے لئے اس کے چہرہ کو کھول دیا ہے۔ وہ اس پر مبنی ہے۔ کہ سستیاں و غفلتیں سہو بلاغ کے غیر طریق میں جائز ہیں۔

اہل دل اور مشائخ صوفیہ کا ایک گروہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب باتوں سے منزہ ہیں۔ اور یہ بڑی بات ہے کہ یہ آپ پر حالت سہو یا سستی میں جائز ہو۔ وہ گروہ اس طرف گیا ہے کہ حدیث کا یہ معنی ہے کہ جو آپ کی طبیعت کو امت کے معاملے میں پریشان کرتی تھی۔ اور آپ کو فکر میں ڈالتی تھی۔ کیونکہ آپ کو اس کا اہتمام ہے۔ اور اس پر بہت مہربانی ہے۔ تب آپ ان کے لئے استغفار کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کبھی پردہ یہاں پر آپ کے دل پر تسکین ہے جو آپ کو ڈھانکتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فانزل اللہ سکینۃ علیہ(پ ۱۰ ع ۱۲) تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا (اپنی تسلی اس پر نازل کی) اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار عبودیت و احتیاج کا اظہار ہو گا۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ آپ کا استغفار اور یہ فعل امت کی تعلیم ہے۔ کہ ان کو استغفار پر برانگیختہ کرتا ہے۔

اور دوسرے نے کہا ہے کہ وہ خوف اور گناہ سے بچنے کو معلوم کرتے ہیں۔ اور بے خوفی دامن کی طرف نہیں جھکتے۔

کبھی یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ یہ پردہ خوف و عظمت الٰہی کی حالت ہے۔ جو آپ کے دل کو ڈھانکتی ہے۔ تب آپ اللہ تعالیٰ کے شکریہ اور عبودیت کی ملازمت کے لئے شکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے عبودیت کی پابندی میں فرمایا ہے۔ کیا میں بندہ شکرگزار نہیں ہوں۔ اور انہیں آخری وجوہ پر وہ حدیث محمول ہو گی۔ جو اس حدیث کے بعض طرق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ میرے دل پر دن میں ستر مرتبہ سے بڑھ کر پردہ پڑتا ہے اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں" اگر تم کہو کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کیا معنی ہیں۔ " وَلَوْشَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (پ ۷ ع ۱۰) اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن۔

اور خدا کا یہ قول نوح علیہ السلام کے لئے کہ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ (پ ۱۲ ع ۴) تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔

سو جان لے کہ اس شخص کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آیت کے بارہ میں کہتا ہے۔ کہ تم ان لوگوں میں سے مت بنو' کہ جو اس سے جاہل ہیں۔ کہ اگر خدا چاہتا تو ضرور ان کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

اور نوح علیہ السلام کی آیت میں کہ تم ان لوگوں میں سے مت بنو۔ کہ جو اس سے جاہل ہیں۔ کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ ان وعدک الحق بیشک تیرا وعدہ حق ہے' اور یہ التفات اس لئے نہ ہو گا۔ کہ اس میں خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت کی جہالت کا اثبات ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام پر جائز نہیں۔ اور مقصود ان کو وعظ کرنا ہے۔ کہ اپنے امور میں جاہلوں کی روش کی مشابہت نہ کریں۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہ انی اعظک بیشک میں تم کو نصیحت کرتا ہوں' اور ان آیتوں میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کہ وہ اس صفت پر تھے۔ جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ اور کیسے ہو گا۔ حالانکہ آیت نوحؑ اس سے پہلے ہے۔ یعنی فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ تو مجھ سے وہ بات نہ پوچھ کہ جس کا تم کو علم نہیں ہے' پس اس کے مابعد کا اس کے ماقبل پر حمل

کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا مثل اذن کا محتاج ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ اس میں سوال کا مباح ہونا شروع میں جائز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے منع کیا۔ کہ اس سے اس کے علم کو لپیٹا اور اپنے غیب سے اس کو چھپایا۔ کہ وہ ایسا سبب تھا کہ اس کے بیٹے کی ہلاکت کا موجب تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت اس پر یہ جتلا کر پوری کی۔ اور فرمایا کہ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ بیشک وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے' بیشک اس کا عمل اچھا نہیں' اس کو (علامہ) مکی نے بیان کیا ہے۔

ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری آیت میں التزام صبر کا اس کی قوم کے اعراض پر حکم دیا۔ وَلَا يُحْرَجُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَيُقَارِبُ حَالَ الْجَاهِلِ بِشِدَّةِ التَّحَسُّرِ اور اس وقت تنگی میں نہ پڑیں۔ کہ جاہل کے حال کے قریب بوجہ سخت حسرت کے ہو جائیں' اس کو ابوبکر بن فورک نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود خطاب امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنی تم لوگ جاہلوں میں سے نہ بنو۔ اس کو ابو محمد مکی نے بیان کیا ہے۔ اور کہا کہ قرآن میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔ اور اسی فضیلت کی وجہ سے نبوت کے بعد قطعاً" اس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا قائل ہونا ضروری ہے اگر تم کہو کہ جب تم نے انبیا علیہم السلام کی عصمت اس سے ثابت کی۔ اور یہ کہ ان پر ان باتوں سے کوئی بھی جائز نہیں۔ تو پھر اس وقت اللہ تعالیٰ کی وعید کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا معنی ہوں گے۔ اگر وہ اس کو کریں۔ اور اس ڈرانے کے کیا معنی ہوں گے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (پ ۲۴ ع ۴)

ترجمہ: کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ

(پ ۱۱ ع ۱۴)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا۔ پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ۔

إِذًا لَّأَذَقْنَٰكَ ضِعْفَ الْحَيَوٰةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا (پ ۱۵ ع ۸)

ترجمہ: اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول۔

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (پ ۲۹ ع ۶)

ترجمہ: ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے۔

اور خدائے پاک کا یہ قول۔

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (پ ۸ ع ۱)

ترجمہ: اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول۔

فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ (پ ۲۵ ع ۴)

ترجمہ: اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے۔

اور اس کا یہ قول۔

وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (پ ۶ ع ۴)

ترجمہ: اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا۔

اور خدا کا یہ قول۔

اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ۔

ترجمہ: خدا سے ڈر اور کافروں اور منافقوں کی اتباع نہ کر

(اس قسم کی آیات میں) تم سمجھو کہ خدا ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امر جائز نہیں۔ کہ تبلیغ رسالت نہ کریں۔ اور نہ یہ کہ اپنے

رب کی مخالفت کریں۔ یا گمراہ ہو جائیں۔ یا آپ کے دل پر مہر لگ جائے یا کافروں کی اطاعت کریں۔ لیکن آپ کے معاملہ کو مکاشفہ اور بیان کے ساتھ بلاغ میں مخالفین کے ساتھ آسان کر دیا۔ اور یہ کہ اگر آپ کی تبلیغ اس طریق پر نہ ہو گی۔ تو گویا کہ آپ نے پہنچایا نہیں۔ اور آپ کی طبیعت کو خوش کیا۔ آپ کے دل کو قوی کیا اپنے اس قول سے کہ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔

جیسا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا کہ لَا تَخَافَا تم دونو ڈرو مت۔ تاکہ تبلیغ اور خدا کے دین کے اظہار میں ان کی عقلیں قوی ہوں۔ اور ان سے دشمن کا خوف جو نفس کو ضعیف کر دینے والا ہے جاتا رہے۔

لیکن خدا کا یہ قول کہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ (پ ۲۹ ع ۶)

ترجمہ: اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔

اور خدا کا یہ قول کہ اس وقت البتہ ہم تم کو دنیا کا عذاب دگنا چکھاتے سو اس کا یہ معنی ہے کہ یہ بدلہ اس شخص کا ہے کہ جو ایسا کرے۔ اور تمہارا بدلہ ہے اگر تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جو یہ کرے۔ حالانکہ وہ ایسا نہ کرے گا۔

اور ایسا ہی خدا کا یہ قول کہ اگر تو اکثر زمین والوں کی بات مان لے گا۔ تو وہ تم کو سیدھے راستہ سے بہکا دیں گے۔ اور اس کے مشابہ اور آیات سو مراد اس سے آپ کے سوا اور لوگ ہیں۔ اور یہ کہ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو کہ شرک کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات جائز نہیں۔

اور خدا کا یہ قول کہ خدا سے ڈر اور کافروں کی اطاعت نہ کر۔ سو اس میں یہ نہیں۔ کہ آپ نے ان کی اطاعت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ جس سے چاہے آپ کو منع کرے۔ اور جس کا چاہے حکم دے جیسا کہ فرمایا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (پ ۷ ع ۲)

ترجمہ: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔ تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں۔ پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

حالانکہ ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جھڑکا تھا۔ نہ آپ ظالموں میں سے تھے۔

فصل ۲

لیکن انبیاء علیہم السلام کی عصمت اس طریق نبوت سے پہلے سو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ اور صواب یہ ہے کہ وہ نبوت سے پہلے خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کی جہالت اور اس میں شک کرنے سے پاک ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام سے اخبار و آثار قوی ثابت ہوئے ہیں۔ کہ جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان نقصانوں سے پاک رہے ہیں۔ وہ توحید و ایمان پر پرورش پائے ہیں بلکہ انوار معارف و الطاف سعادت کی خوشبوؤں پر پلے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے قسم اول کے باب دوسرے میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ اور کسی اہل اخبار نے یہ نقل نہیں کیا۔ کہ کوئی شخص جو نبی ہوا ہو اور پسند کیا گیا ہو۔ وہ پہلے اس سے کفر و شرک سے مشہور ہوا ہو۔ اور اس باب میں دلیل نقل کی ہے۔ اور بعض اہل علم نے (عقلی) یہ دلیل پیش کی ہے کہ جس کا یہ طریق ہو۔ اس سے دل نفرت کیا کرتے ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ قریش نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے افترا کئے اور کفار امت نے اپنے انبیاء کو ہر ممکن طریق سے عار دلائی۔ اور ان پر وہ وہ باتیں گھڑیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے صاف طور فرمایا۔ راویوں نے ہم تک اس کو نقل کیا ہے۔ لیکن ہم ان تمام عیوب میں کہیں نہیں پاتے کہ کسی نے ان میں سے کسی پیغمبر کو یہ عار دلائی ہو کہ تم نے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اور نہ ان کی برائی اس طرح کی ہے۔ کہ تم نے وہ بات چھوڑ دی جس پر

لوگوں کے ساتھ متفق تھے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو اس پر وہ جلدی کرتے۔ اور اس کے معبود کے بارہ میں اس کی تلون مزاجی سے حجت پکڑتے۔ اور بلاشبہ اپنے پیغمبر کو بوجہ معبودوں کے ترک کے ان کی جھڑک زیادہ بری اور زیادہ دلیل میں قاطع ہوتی۔ بہ نسبت اس کے کہ ان کو ان کے معبودوں اور ان بتوں کی جو ان کے آباؤ اجداد اس سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔ چھوڑنے پر جھڑکتے۔ منع کرتے۔ اب ان کا اس سے اعراض کرنے پر اتفاق اس بات کی دلیل ہے۔ کہ انہوں نے اس امر کی طرف راستہ نہیں پایا۔ کیونکہ اگر یہ ہوتا تو ضرور نقل کیا جاتا۔ اور وہ اس سے چپ نہ رہتے۔ جیسا کہ قبلہ کے بدلنے میں وہ چپ نہیں رہے تھے۔ اور کہہ دیا تھا کہ اس کو کس بات نے اپنے پہلے قبلہ سے جس پر وہ تھے پھیر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایت کی ہے۔

قاضی قشیریؒ نے انبیاء علیہم السلام کی پاکیزگی پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل بیان کی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (پ ۲۱ ع ۱۷)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

اور خدا کے اس قول سے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (پ ۳ ع ۱۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

قاضی کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو میثاق میں پاک کیا۔ اور بعید ہے کہ آپ سے آپ کی پیدائش کے پہلے عہد لیا ہو۔ پھر نبیوں سے آپ پر ایمان لانے اور

آپ کو مدد دینے کا آپ کے پیدا ہونے سے مدتوں پہلے عہد لیا ہو۔ پھر آپ پر شرک جائز ہو یا اس کے سوا دوسرے گناہ۔ یہ وہ بات ہے کہ جس کو سوائے بے دین کے اور کوئی جائز نہ سمجھے گا۔ یہ مطلب اس کے کلام کا ہے۔ اور یہ کیسے ہو گا۔ حالانکہ آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپ کے دل کو بچپنے میں چاک کیا۔ اس سے پھٹکی خون کی نکالی اور کہا کہ یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اس کو دھویا۔ اور حکمت و ایمان سے بھر دیا۔ جیسا کہ ابتدائی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

اور تم کو ابراہیم علیہ السلام کی بات ستارے اور چاند و آفتاب کے بارہ میں شک میں ڈالے کہ انہوں نے کہا تھا۔ یہ میرا رب ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا کہنا بچپنے اور ابتدائی نظر و استدلال میں تھا۔ اور تکلیف کے لزوم کے پہلے تھا۔ اور علماء و مفسرین کے بڑے دانا لوگ اس طرف گئے ہیں۔ کہ یہ آپ نے اپنی قوم کے چپ کرانے کو اور ان پر دلیل قائم کرنے کو کہا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی استفہام ہے۔ جو کہ انکار کے قائم مقام ہے' اور مقصود یہ ہے کہ کیا یہ میرا رب ہے؟

زجاج کہتے ہیں کہ یہ میرا رب تمہارے قول کے مطابق ہے۔ جیسا کہ کہا ہے' میرے شریک کہاں ہیں۔ یعنی تمہارے نزدیک اور اس پر دلیل کہ آپ نے ان میں سے کسی کی عبادت نہیں کی۔ اور نہ کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی شرک کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ ماتعبدون تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

پھر فرمایا۔ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (پ ۱۹ ع ۹) تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (پ ۲۳ ع ۷) جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

اور اس کا یہ قول کہ وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (پ ۱۳ ع ۱۸) اور مجھے اور

میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اگر تو کہے کہ ان کے اس قول کے کیا معنے کہ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (پ ۷ ع ۱۵)۔ اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ خدا میری تائید نہ کرتا۔ تو میں تمہاری طرح گمراہی اور تمہاری عبادت میں ہوتا۔ یہ کلام اپنی قوم پر شفقت و خوف کی وجہ سے تھا۔ ورنہ وہ ازل میں گمراہی سے معصوم ہیں۔

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کے کیا معنے کہ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (پ ۱۳ ع ۱۵)

ترجمہ: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ۔

پھر اس کے بعد رسولوں کی طرف سے کہا کہ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔ (پ ۹ ع ۱) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے۔

تو اب تم پر لوٹنے کا لفظ اشکال نہ ڈالے۔ اور یہ کہ یہ لفظ اس کا مقتضی ہے کہ بیشک انبیاء علیہم السلام اس دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔ جس میں کہ وہ تھے۔ ان کے مذہب میں' کیونکہ یہ لفظ کلام عرب میں اس معنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہ جس کی ابتداء ہی نہ ہو۔ معنے ہو جانے کے جیساکہ جہنمیوں کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ کوئلہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ پہلے اس سے ایسے نہ تھے۔ اسی طرح شاعر کا یہ قول ہے۔

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَّبَنٍ ۔ شِيْبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ اَبْوَالًا

یعنی یہ آپ کے مکارم اخلاق اس دودھ کے دو برتن نہیں ہیں۔ کہ جن میں پانی لایا گیا ہو۔ پھر اس کے بعد بول بن گئے ہوں۔ حالانکہ اس سے بول نہ تھا۔

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کے کیا معنے۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (پ ۳۰ ع ۱۸) ترجمہ: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ نبوت سے گمراہ تھے۔ پس خدا نے اس کی طرف آپ کو ہدایت دی۔ اس کو طبری کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو گمراہوں کے درمیان پایا۔ پھر اس سے بچایا۔ اور ایمان اور ارشاد کی ہدایت کی۔

اسی طرح سدی اور بہت سے علماء سے مروی ہے

بعض کہتے ہیں اپنی شریعت سے گمراہ پایا۔ یعنی آپ اس کو پہچانتے نہ تھے۔ پس اس کی طرف آپ کو ہدایت کی۔

اور گمراہی یہاں پر حیرانی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اس چیز کی طلب میں تھے۔ جو آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرے۔ اور جس سے شرع کے پابند ہو جائیں۔ یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت کی۔ اس کا مطلب قشیری نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ حق کو پہچانتے نہ تھے۔ تب اس کی طرف ہدایت کی۔ اور یہ خدا کے اس قول کی طرح ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ جانتے نہ تھے' اس کو علی بن عیسیٰ نے کہا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو گمراہی گناہوں کی نہ تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ ہدایت کی یعنی آپ کے معاملہ کو براہین کے ساتھ بیان کیا'

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو مکہ اور مدینہ کا راستہ بھولے ہوئے پایا۔ پھر آپ کو مدینہ کی ہدایت کی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو پایا۔ پھر آپ کے سبب گمراہ کو ہدایت دی۔

جعفر بن محمد سے مروی ہے کہ آپ کو اپنی محبت سے جو تمہارے ساتھ ازل میں تھی گمراہ پایا۔ یعنی تم اس کو پہچانتے نہ تھے۔ پھر میں نے تم پر احسان کیا۔ کہ اپنی معرفت عنایت کی۔

حسن بن علی نے وَوَجَدَكَ ضَالٌّ فَهَدٰى پڑھا ہے۔ یعنی گمراہ نے تم کو پایا۔ پھر ہدایت کی یعنی وہ تمہارے سبب ہدایت پا گیا۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ آپ کو گمراہ پایا۔ یعنی میری معرفت کا دوست اور گمراہ کے معنے دوست کے آتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے فرزندوں کی زبان سے) اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ بیشک آپ اپنی قدیمی گمراہی میں ہو۔ یعنی اپنی قدیمی محبت میں ہو۔ اور یہاں دین میں گمراہی مراد نہیں۔ اس لئے کہ وہ یہ بات نبی اللہ کے بارہ میں کہتے تو ضرور کافر ہو جاتے اور ابن عطاء کے نزدیک اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (جو کہ زنان مصر کی زبان سے کہا ہے) اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ہم بیشک زلیخا کو کھلی گمراہی میں پاتی ہیں۔ یعنی کھلی محبت میں۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو اس شے کے بیان میں جو آپ کی طرف اتاری گئی۔ حیران پایا۔ پھر آپ کو اس کے بیان کی ہدایت کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (پ ۱۴ ع ۴)

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان نہ کریں۔

بعض کہتے ہیں' اور پایا تجھ کو کہ نبوت کے ساتھ۔ تم کو کوئی پہچانتا نہ تھا یہاں تک کہ تم کو ظاہر کر دیا۔ اور تجھ سے نیک بختوں کو ہدایت دی۔

اور میں کسی مفسر کو نہیں جانتا۔ کہ جس نے ایمان سے گمراہ کیا ہو۔ ایسا ہی موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اس کا قول ہے کہ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ (پ ۱۹ ع ۶) میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ یعنی خطا کاروں میں سے جو کہ کوئی کام بغیر قصد کے کر لیتے ہیں۔ اس کو ابن عرفہ نے کہا ہے۔ ازہری کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے بھولنے والے۔ اور بیشک یہ بات اس کے اس قول میں کہی گئی ہے وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی (پ ۳۰ ع ۱۸) اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا ان دونوں میں سے ایک بھول جائے۔ (یعنی گواہی میں عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے)

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کے کیا معنے ہیں۔ کہ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ

ولا ایمان(پ ۲۵ ع ۶) اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ سمرقندی نے کہا ہے۔ اس کا معنی ہے کہ تم وحی سے پہلے نہیں جانتے تھے۔ کہ قرآن کو پڑھو گے۔ اور نہ جانتے تھے۔ کہ مخلوق کو کیسے ایمان کی طرف بلاؤ گے۔ اور قاضی ابوبکر اسی طرح کہتے ہیں کہا کہ نہ وہ ایمان جانتے تھے۔ کہ جو فرائض و احکام ہیں۔ کہا پس آپ پہلے سے توحید کے ساتھ مومن تھے۔ پھر وہ فرائض اترے کہ جن کو پہلے آپ نہ جانتے تھے۔ پس تکلیف کے ساتھ ایمان کو بڑھایا۔ اب یہ بات تاویلات سے ہے۔

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کا کیا معنی ہے۔ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ (پ ۱۲ ع ۱) اگرچہ بیشک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی' سو جان لے کہ یہ اس قول کے معنے کو نہیں۔ اور وہ لوگ کہ ہماری آیات سے غافل نہیں۔ بلکہ ابو عبداللہ ہروی نے حکایت کی ہے کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ آپ یوسف علیہ السلام کے قصہ سے بیشک غافل تھے۔ کیونکہ تم نے ہماری وحی سے اس کو معلوم کیا ہے۔

اور ایسا ہی وہ حدیث کہ جس کو عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے ساتھ ان کے جلسوں میں جاتے تھے۔ تو دو فرشتوں کو آپ نے سنا جو آپ کے پیچھے تھے۔ ان میں سے ایک فرشتہ دوسرے سے کہنے لگا۔ تم جاؤ۔ حتیٰ کہ اس کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس کے پیچھے کیسے کھڑا ہوں۔ حالانکہ اس کا زمانہ بتوں کے چھونے کے قریب ہے (یعنی وہ بتوں کی طرف جا رہے ہیں' اور یہ بھی بچپنے میں آپ کو چچا ابو طالب اصرار سے لے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد آپ کبھی ان کے جلسوں میں حاضر نہیں ہوئے۔

اور یہ حدیث بھی وہ ہے جس کا احمد بن حنبل نے سختی سے انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ موضوع ہے یا موضوع کے مشابہ ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے۔ کہ عثمان نے اپنی اسناد میں وہم کیا ہے اور حدیث فی الجملہ منکر ہے۔ اس کی اسناد پر اتفاق نہیں۔ سو اس کی طرف التفات نہ کی

بائے۔ اور مشہور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف ہے۔ اہل علم کے نزدیک جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ بُغِضَتْ اِلَیَّ الْاَصْنَامُ بت پرستی مجھے طبعاً بری معلوم ہوتی تھی۔

اور آپ نے دوسری حدیث میں جس کو ام ایمن نے روایت کیا ہے۔ کہ جب آپ کے چچا اور اس کی اولاد نے ان کے عید میں حاضر ہونے کے لئے کلام کیا۔ اور آپ کی کراہت کے بعد آپ کو قسم دلائی۔ تب آپ ان کے ساتھ نکلے اور ڈرتے ہوئے لوٹے۔ اور فرمایا کہ جب میں کسی بت کے قریب ہوتا تو میرے سامنے ایک شخص سفید رنگ۔ دراز قد ظاہر ہوتا۔ اور مجھ پر چلاتا۔ کہ پیچھے ہو۔ اس کو مت چھونا۔ پھر اس کے بعد آپ ان کی کسی عید میں شامل نہ ہوئے۔

اور بحیرا کے قصہ میں آپ کا فرمانا۔ جبکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لات و عزیٰ کی قسم دلائی ایسے وقت میں کہ آپ شام کے سفر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ لڑکپن میں گئے تھے۔ اور آپ میں نبوت کی علامات پائی تھیں۔ اور اس سے آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ تب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان دونوں کی قسم دلا کر مت پوچھو۔ کیونکہ واللہ میرا ان دونوں سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں۔ پھر آپ کو بحیرا نے کہا تھا۔ خدا کی قسم تم مجھ کو وہ بات بتلاؤ جو میں تم سے پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پوچھ جو پوچھتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور خدا کی توفیق سے یہ بات مشہور ہے۔ کہ آپ نبوت سے پہلے مشرکوں کے حج میں مزدلفہ میں ان کے کھڑے ہونے کے مخالف تھے۔ اور آپ عرفہ میں کھڑے ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کا مقام تھا۔

فصل ۳

قاضی ابوالفضل خدا ان کو توفیق دے کہتے ہیں۔ بلاشبہ جو پہلے ہم نے بیان کیا اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام توحید و ایمان و وحی میں مضبوط تھے۔ وہ

اس میں معصوم تھے۔ لیکن اس باب کے ماسوا ان کے دلوں کا یقین تو بالکل علم و یقین سے فی الجملہ بھرا ہوا ہے۔ اور یہ کہ وہ امور دین و دنیا کی معرفت و علم کو اس قدر حاوی ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ اور جس نے اخبار کا مطالعہ کیا ہو۔ اور حدیث میں مشغول رہا ہو۔ اور جو ہم نے کہا ہے اس قول میں تاویل کیا ہو۔ جو ہم نے کہا ہے۔ تو اس کو محقق پائے گا۔ اور ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اس کتاب کے چوتھے باب قسم اول میں وہ ان معارف میں مختلف ہیں۔ لیکن جو ان میں سے امر دنیا کے متعلق ہے تو انبیاء علیہم السلام کے حق میں مصلحت شرط نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ کو ان میں بعض امور کی اطلاع نہیں ہے۔ یا ان کا اعتقاد ان کے برخلاف ہے۔ اور اس میں ان پر کوئی عیب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے ارادے آخرت اور ان کی خبروں اور امر شریعت اور اس کے قوانین سے متعلق رہتے ہیں۔ اور دنیا کے امور اس کے مخالف ہیں بخلاف ان دنیا داروں کے جو کہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کو دوسرے باب میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ لیکن یوں نہیں کہا جاتا کہ وہ دنیا کے کوئی امور نہیں جانتے۔ کیونکہ یہ امر غفلت اور نادانی تک لے جاتا ہے۔ حالانکہ یہ حضرات اس سے پاک ہیں بلکہ وہ اہل دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ان کی حکومت و ہدایت اور ان کے دین دنیا کی اصلاحات کے لئے حاکم بنائے گئے ہیں۔ اور یہ امور دنیا سے بالکل لاعلم ہونے سے انجام ہو نہیں سکتے۔

انبیاء علیہم السلام کے حالات و عادات اس باب میں معلوم ہیں۔ اور آپ کی ان سب سے واقفیت مشہور ہے۔ لیکن اگر یہ ان کا اعتقاد دین کے متعلق ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا علم ہی کہنا صحیح ہے۔ اس پر آپ کا جہل فی الجملہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے خالی نہیں کہ آپ کو اس کا علم خدائے تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوا ہو۔ سو یہ وہ امر ہے۔ کہ آپ سے اس میں شک جائز نہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ پھر جہل کیسے بلکہ آپ کو علم یقینی حاصل ہوا۔ یا آپ سے یہ فعل جس میں کہ آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ اجتہادی ہوا ہے۔ اس قول کی بناء پر کہ محققین کے

نزدیک آپ سے اجتہاد جائز ہے۔

اور ام سلمہؓ کی حدیث کے موافق کہ آپ نے فرمایا ہے تم میں اپنی رائے سے ہی جس میں کہ مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ فیصلہ کرتا ہوں۔ اس کی تخریج معتبر راویوں نے کی ہے۔ اور جیسے کہ بدر کے قیدیوں کا قصہ اور پیچھے رہنے والوں کو حکم دینا بعض کی رائے پر پس یہ بھی جس کا آپ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ آپ کا اجتہادی ثمرہ ہے۔ حق اور صحیح ہی ہو گا۔ اور یہ وہ حق ہے کہ اس کے خلاف کی طرف جو اس میں مخالف ہے اور خطاء و اجتہادی کو جائز کہتا ہے۔ التفات نہ کی جائے گی نہ اس شخص کے قول کے موافق جو کہ مجتہدین کے صواب کی طرف گیا ہے۔ جو کہ ہمارے نزدیک حق و صواب ہے۔ اور نہ دوسرے قول پر کہ حق ایک طرف میں گیا ہو گا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعیات میں اجتہادی خطا سے عصمت ثابت ہے۔ اور اس لئے کہ مجتہدین کے خطا کا قول تو شرع کے استقرار کے بعد بھی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر و اجتہاد تو ان معاملات میں ہے جس میں کہ آپ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ اور پہلے اس سے جو آپ نے دل میں ٹھان لیا۔ شروع نہ ہوا تھا۔ لیکن جن واقعات شرعیہ پر آپ کا دل مضبوط نہیں ہوا۔ سو بیشک شروع میں ان کو نہیں جانتے تھے۔ مگر اسی قدر کہ خدا نے آپ کو بتلایا تھا۔ حتیٰ کہ ان سب کا علم آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا۔ یا تو خدائے تعالیٰ کی وحی سے یا اذان سے کہ آپ اس میں شروع کریں۔ اور حکم دیں۔ اور جو آپ کو خدا دکھلائے۔ اور آپ وحی کا انتظار اکثر امور میں کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ نے اس وقت تک انتقال نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ ان سب کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو گیا۔ اور احکام شریعہ کے معاملات آپ کے نزدیک متحقق ہو گئے۔ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا۔ جہل کی نفی ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفصیل شرع سے جس کی دعوت دینے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ پر جہل کا کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ان امور کی طرف جن کو آپ جانتے نہ ہوں صحیح نہیں۔ لیکن وہ امور جو آپ کے اعتقاد سے متعلق ہیں۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے ملکوت اور

خدا کی مخلوق اس کے اسماء حسنیٰ اور آیات کبریٰ کا تعین اور آخرت میں علامات قیامت' نیک بختوں بدبختوں کے حالات جو ہو چکے اور جو ہوں گے ان سب کا علم جو آپ نے خدا کی وحی سے ہی جانا ہے۔ سو اس میں پہلے بیان کے موافق آپ معصوم ہیں۔ جو علم آپ کو دیا گیا۔ اس میں آپ کو شک و شبہ نہیں۔ بلکہ آپ کو اس میں پورا یقین ہے۔ لیکن اس میں یہ شرط نہیں کہ ان سب کی تفصیل کا آپ کو علم ہو۔ اگرچہ آپ کو اس کا اتنا علم ہے کہ اور تمام لوگوں کو اتنا نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔ میں نہیں جانتا۔ مگر اسی قدر جتنا کہ مجھے رب نے بتلایا ہے۔

اور آپ نے (حدیث قدسی میں) فرمایا ہے کہ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّ لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ نہ کسی انسان کے دل پر گذرا ہے۔ پس کوئی نفس وہ باتیں نہیں جانتا۔ کہ جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا تھا۔ کہ میں تیرے پیچھے چلوں۔ اس شرط پر کہ تو مجھ کو وہ عمدہ علم سکھائے جو تجھ کو سکھایا گیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ اسئلک باسمائک الحسنی ما علمت منہا ومالم اعلم خدا وندا میں تجھ سے تیرے عمدہ ناموں سے سوال کرتا ہوں۔ جو ان میں سے جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔

اور آپ کا یہ قول ہے۔ اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ هُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر ایک اسم سے جو تیرا ہے۔ تو نے اپنا نام رکھا ہے یا اس کو ترجیح دی علم غیب میں جو تیرے پاس ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (پ ۱۳ ع ۳) اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

زید بن اسلم وغیرہ کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ علم اللہ تعالیٰ تک ختم ہو جاتا ہے یہ وہ امر ہے کہ جس میں کوئی خفا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ ان کی کچھ انتہا ہے۔ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید و شرع و

معارف امور دینیہ کے اعتقاد کے بارہ میں ہے۔

فصل ۴

جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان سے بچنے اور عصمت پر امت متفق ہے۔ خدا اس سے کافی ہے نہ تو اس کو آپ کے جسم پر طرح طرح کی تکلیف دینے سے اور نہ آپ کے دل پر وسواس پہنچانے سے غالب آتا ہے۔

بیشک ہم کو خبر دی قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن دار قطنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اسمٰعیل صفار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عباس ترقفی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے منصور سے۔ وہ سالم بن ابی الجعد سے وہ مسروق سے وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔

مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ

ترجمہ: تم میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا ہم نشین جن نہ بنایا گیا ہو۔ اور ایک ہم نشین فرشتہ نہ ہو۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپ کے ساتھ بھی یارسول اللہ؟ فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد کی ہے۔ وہ مسلمان ہو گیا۔

اس کے سوا دوسرے نے منصور سے روایت کی ہے۔ فَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ۔ پس وہ مجھ کو نیکی کے سوا اور کچھ حکم نہیں دیتا۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا معنی بیان کیا گیا ہے اور ان سے روایت کیا گیا ہے فاسلم یعنی میں اس سے بچتا ہوں۔

بعض علماء نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے۔ کہ وہ اسلام لے آیا ہے۔ یعنی میرا ہم نشین اپنے حال کفر سے اسلام کی طرف آگیا ہے۔ پھر وہ سوا نیکی کے کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔ جیسا کہ فرشتہ اور یہ ظاہر حدیث کا مطلب ہے۔

مجتش نے روایت کی ہے فاستسلم یعنی وہ فرمانبردار ہو گیا ہے۔

قاضی ابوالفضل خدا اس کو توفیق خیر دے۔ کہتا ہے اب جبکہ آپ کے شیطان کا جو آپ کا ہم نشین ہے اور بنی آدم پر غالب ہے یہ حکم ہے۔ تو اس کا کیا حال ہو گا۔ جو آپ سے دور ہو گا۔ اور جس نے آپ کی صحبت کو لازم نہیں کر لیا۔ اور نہ آپ کے نزدیک آنے پر قادر ہے۔

بیشک حدیثیں اس بارہ میں آئیں ہیں۔ کہ شیطانوں نے کئی موقعوں پر آپ کے نور کے بجھانے اور آپ کے ہلاک کرنے اور شغل میں ڈالنے کی خواہش سے آپ کا پیچھا کیا تھا۔ لیکن آپ کے اغوا سے ناامید ہو گئے۔ اور ناکام ہو کر لوٹے۔ جیسا کہ نماز کی حالت میں آپ کا تعرض کیا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ لیا تھا۔ اور قید کر دیا تھا۔

صحاح میں ہے کہ کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ صلی علیہ وسلم نے بیشک شیطان میرے سامنے پیش ہوا۔ عبدالرزاق نے کہا کہ بلی کی شکل میں پھر اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ کہ میری نماز کو قطع کرے۔ تب خدا نے مجھے اس پر قدرت دی۔ مگر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ تم صبح کے وقت اس کو دیکھ لو۔ پھر میں نے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی بات یاد کی (جو انہوں نے دعا مانگی تھی کہ

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (پ ۲۳ ع ۱۲)

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو ہی بڑی دین والا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام واپس کیا۔

اور ابودرداء کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بیشک خدا کا دشمن ابلیس میرے پاس آگ کا شعلہ لایا۔ تاکہ اس کو میرے منہ میں رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ آپؐ نے اعوذباللہ پڑھتے اور اس پر لعنت کرنے کا ذکر کیا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑ لوں۔ اور اسی طرح ذکر کیا (جو پہلے بیان کیا) اور فرمایا۔ کہ بیشک وہ صبح کے وقت تک بندھا ہوا ہوتا۔ جس سے مدینہ کے بچے

کھیلتے۔

اور ایسا ہی حدیث معراج میں ہے۔ جس میں ایک جن کا آپ کے لئے آگ کا شعلہ تلاش کرتا آیا ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو وہ کلام سکھلایا۔ جس سے آپؐ نے اس سے پناہ مانگی۔ اس کو موطا میں ذکر کیا ہے۔

اور جب شیطان خود آپ کو تکلیف دینے پر قادر نہ ہوا۔ تو پھر آپ کے دشمنوں کو سبب اور واسطہ بنایا۔ جیسا کہ اس کا معاملہ قریش کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مشورہ میں ہوا۔ اور وہ شیخ نجدی کی صورت میں آیا تھا۔ اور دوسری دفعہ جنگ بدر میں سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا تھا۔

اور یہ خدا کا قول ہے کہ۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

(پ ۱۰ ع ۲)

ترجمہ: اور جب کہ شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے کام بھلے کر دکھائے اور بولا آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو تو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں تم سے الگ ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اور ایک دفعہ بیعت عقبہ کے وقت قریش کو آپ کی حالت سے ڈراتا تھا۔ اور ان سب واقعات میں اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملہ سے آپ کو کفایت کی۔ اور اس کے ضرر و شرارت سے آپ کو بچا لیا۔

بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كُفِيَ مِنْ لَمْسِهٖ فَجَاءَ لِيَطْعَنَ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِهٖ حِيْنَ وُلِدَ فَطَعَنَ فِي

ترجمہ: کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے چھونے سے بچائے گئے۔ وہ آیا تھا کہ اپنے

ہاتھ سے ان کے پہلو میں چھوئے۔ جبکہ وہ پیدا ہوئے مگر اس نے پردہ میں چھوا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ اور آپ کے منہ میں جب دوائی ڈالی گئی۔ اور آپ سے کہا گیا۔ ہم ڈر گئے تھے کہ آپ کو کہیں ذات الجنب نہ ہو۔ تب آپ نے فرمایا کہ اِنَّهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ وَلَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیُسَلِّطَهٗ عَلَیَّ یہ تو شیطان کی طرف سے اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر غلبہ نہ دے گا' پھر اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پ ۹ ع ۱۴)

ترجمہ : اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

تو اس کے جواب میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ خدا کے اس قول کی طرف راجع ہے۔ کہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (پ ۹ ع ۱۴) اور جاہلوں سے منہ پھیر۔

پھر فرمایا کہ اگر تجھے نزغ پہنچے یعنی تجھ کو غضب ہلکا کرے۔ جو کہ تجھ کو ان سے اعراض کے ترک پر برانگیختہ کرے۔ تو اللہ کے ساتھ پناہ مانگ۔

بعض کہتے ہیں کہ نزغ کے معنے یہاں فساد کے ہیں۔ جیسا کہ کہا بعد اس کے کہ شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈالے۔

بعض کہتے ہیں یَنْزَغَنَّکَ تجھے برانگیختہ کرے۔ اور حرکت دے اور برانگیختہ کرنا کم درجہ کا وسوسہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ جب دشمن پر غصہ اس کو حرکت دے یا شیطان آپ کے اغوا کا ارادہ کرے۔ اور خطرات تو ادنیٰ وساوس ہے۔ کہ جس کا آپ کی طرف راستہ نہیں کہ آپ اس سے پناہ مانگیں۔ پھر اس کے معاملہ کی کفایت کی جائے گی۔ اور یہ آپ کی پوری عصمت کا سبب ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ آپ پر اس سے بڑھ کر کہ آپ کا تعرض کرے غلبہ نہیں پا سکتا۔ اس کو آپ پر قدرت نہیں دی جاتی۔

اس آیت میں بعض نے کچھ اور کہا ہے۔ اور ایسے ہی یہ بات صحیح نہیں۔ کہ شیطان آپ کے سامنے فرشتہ کی صورت میں ظاہر ہو اور آپ پر شبہ ڈالے۔ نہ تو

شروع رسالت میں نہ اس کے بعد اور اس پر اعتبار کرنا معجزہ کی دلیل ہے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں شک نہیں ہوتا۔ کہ جو کچھ اس کے پاس آتا ہے وہ خدا کا فرشتہ لاتا ہے۔ وہ اس کا حقیقتاً" رسول ہے۔ یا تو ضروری علم کے ساتھ جس کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پیدا کر دیتا ہے یا برہان کے ساتھ کہ جس کو اپنے نزدیک ظاہر کر دیتا ہے۔ تاکہ تیرے رب کا کلمہ صدق و عدل کے طور پر پورا ہو جائے۔ اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنے۔ قولہ تعالیٰ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (پ ۱۷ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

پس جان لے کہ اس آیت میں لوگوں کے بہت سے قول ہیں۔ ان میں سے بعض نرم ہیں بعض سخت۔ بعض موٹے اور بعض دبلے ہیں۔ اور سب سے بہتر اس میں وہ قول ہے۔ جس پر کہ جمہور مفسرین ہیں۔ وہ یہ کہ تمنی کے معنے یہاں پر تلاوت کے ہیں۔ اور شیطان کا القا اس میں یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو پریشان کرنا اور قاری کے لئے دنیا کی باتیں یاد دلانا حتیٰ کہ اس پر اپنی پڑھائی میں وہم و نسیان آجائے یا سننے والوں پر اس کے سوا تحریف اور بری تاویلیں داخل کر دے۔ جن کو اللہ تعالیٰ زائل اور منسوخ کر دیتا ہے اس کا اشتباہ اس پر کھول دیتا ہے۔ اس کی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔ اور اس آیت پر عنقریب اس کے بعد ایسا کلام ہو گا کہ اس سے زیادہ ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور بالضرور سمرقندی نے اس قول کا انکار کیا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے۔ کہ ملک سلیمان پر شیطان کا تسلط و غلبہ ہو گیا تھا۔ اور ایسے قصے صحیح نہیں۔ اور ہم نے سلیمان

علیہ السلام کا قصہ اس کے بعد اچھی طرح بیان کیا ہے۔ اور اس شخص کا قول بھی ذکر کیا ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جسم سے مراد وہ لڑکا ہے جو ان کا پیدا ہوا تھا۔

ابو محمدؒ کمی نے ایوب علیہ السلام کے قصے اور ان کے اس قول میں کہ "بیشک مجھ کو تکلیف و عذاب پہنچا ہے" کہا ہے کہ کسی کو یہ جائز نہیں۔ کہ یہ تاویل کرے کہ شیطان نے بلاشبہ اس کو بیمار کر دیا۔ اور برائی کو اس کے بدن میں ڈال دیا تھا۔ یہ بات سوائے اللہ تعالیٰ کے فعل و امر کے نہیں ہوتی۔ تاکہ ان کو آزمائے۔ اور ثواب دے۔

کمی کہتے ہیں کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ شیطان نے اس کو جو تکلیف دی تھی وہ اس کی بیوی کو وسوسہ تھا۔ جو اس نے اس کو ڈالا تھا۔

اگر تو کہے کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں۔ جو کہ یوشع علیہ السلام کی طرف سے ہے کہ "نہیں بھلایا مجھے مگر شیطان نے" اور اس کا فرمانا یوسف علیہ السلام کی طرف سے کہ پھر بھلا دیا اس کو شیطان نے اپنے رب کا ذکر۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول جبکہ آپ نماز سے جنگل کے دن سو گئے تھے (اور دن چڑھ گیا) کہ یہ وہ وادی ہے جس میں شیطان ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کا گھونسہ مارنے میں فرمانا کہ یہ شیطان کا کام ہے۔

سو جان لے کہ یہ ایسا کلام ہے کہ عرب کے کلام میں ہر ایک بری بات کو جو کسی سے واقع ہو یا کوئی ایسا فعل ہو جائے تو وہ ہمیشہ شیطان کی طرف سے اور اس کے فعل سے سمجھا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ (پ ۲۳ ع ۲) اس کا پھل گویا کہ شیطانوں کے سر ہیں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے (نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے لئے فرمایا تھا)۔

اور یہ بھی ہے کہ یوشع علیہ السلام کے قول کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ کیونکہ اس وقت تک ان کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا الخ اور روایت کی گئی ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد نبی ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ

ان کی موت سے کچھ پہلے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نبوت سے پہلے تھا۔

اور مفسرین کے اس قول کے بارے میں کہ بھلایا اس کو شیطان نے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بھولنے والا قید خانہ کے دو شخصوں میں سے ایک شخص تھا۔ اور اس کا رب بادشاہ تھا۔ یعنی شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ بادشاہ سے اس کا ذکر کرے کہ یوسف علیہ السلام کا یہ حال ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس قسم کے شیطان کے فعل میں یوسف علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام پر وساوس و خلش کا غلبہ نہیں۔ اور اس میں صرف ان کے دلوں کو دوسرے امور کے ساتھ مشغول کرنا مقصود ہے۔ اور ان کو وہ باتیں یاد دلانا کہ جو ان کو شیطان نے بھلا دی تھیں۔ اور وہ بھول گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ جنگل شیطان کا ہے۔ اس میں اس کا ذکر نہیں۔ کہ وہ آپ پر غالب آگیا۔ اور نہ یہ کہ آپ نے اس کا وسوسہ دیا۔ بلکہ اگر یہ اپنے ظاہری معنے پر ہے تو آپ نے اس شیطان کا کام ظاہر کر دیا۔

اس قول سے کہ بلاشک شیطان بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس کو تھپک کر سلاتا رہا جیسا کہ بچے کو سلایا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سو گیا۔ سو جان لے کہ شیطان کا اس جنگل میں غلبہ صرف بلال رضی اللہ عنہ پر تھا جو کہ فجر کے پہرہ پر مقرر تھا۔

یہ تاویل جب ہے کہ ہم آپ کے اس قول کو کہ یہ شیطان کا جنگل ہے۔ نماز کے سو جانے کے سبب پر تنبیہ بتائیں۔ لیکن اگر اس کو کوچ کے سبب پر تنبیہ اور وہاں پر نماز نہ پڑھنے کی علت ٹھہرائیں۔ تو یہ دلیل زید بن اسلم کی حدیث کے انداز و جریان کی ہے۔ پس اب اس پر اس باب میں کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ امر ظاہر ہے اور اشکال جاتا رہتا ہے۔

فصل ۵

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سو معجزہ کی صحت کے ساتھ آپ کے صدق دلائل واضح پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جس میں کہ آپ کا طریقہ پہنچانے کا قطعی اس میں امت اس پر متفق ہے۔ کہ بے شک آپ اس میں ان خبروں کے دینے سے

جو خلاف واقع ہیں معصوم ہیں۔ نہ قصداً" نہ عمداً" نہ سہواً" نہ غلطاً" لیکن عمداً" خلاف کہنا تو بالکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ معجزہ کی دلیل خدا کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میرے رسول نے جو کہا ہے سچ ہے۔ بالاتفاق اور تمام اہل ملت کا اس پر اجماع ہے۔ اور جو غلطی و سہو سے واقع ہو جائے۔ تو استاد ابو اسحٰق اسفرائنی کے نزدیک اور جو ان کا تابع ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

قاضی ابوبکر باقلانی اور اس کے موافق کے نزدیک فقط اجماع کی وجہ اور شریعت کے ورود کی وجہ سے ہے نہ فقط نفس معجزہ سے کیونکہ ان میں دلیل معجزہ کے مقتضی میں اختلاف ہے۔ اور ہم اس کے ذکر سے طول کلام نہیں کرتے۔ کیونکہ غرض کتاب سے ہم نکل جائیں گے۔

اب ہم مسلمانوں کے اجماع پر اعتماد کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت کے پہنچانے کی باتوں اور اپنے رب کی طرف سے خبر دینے اور اس بارہ میں کہ خدا نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے نہ عمداً" نہ بلا عمد نہ خوشی میں نہ غصہ میں۔ نہ صحت میں نہ مرض میں خلاف واقع جائز نہیں۔

اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں ہے۔ کہ میں نے کہا یارسول اللہ کیا میں وہ سب باتیں لکھ لوں۔ کہ جو آپ سے سنتا ہوں۔ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا خوشی اور غصہ میں۔ فرمایا۔ ہاں۔ کیونکہ میں ان سب حالتوں میں سچ ہی کہتا ہوں۔ اور ہم کو دلیل معجزہ کے بیان میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے زیادہ بیان کرنا چاہئے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ جب معجزہ آپ کے صدق پر قائم ہے۔ اور یہ کہ آپ سچ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ خدا کی طرف سے سچ ہی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور معجزہ خدا کے اس قول کے قائم مقام ہے۔ کہ آپ جو کچھ میری طرف سے کہتے ہیں سچ ہی کہتے ہیں۔

اور آپ فرماتے ہیں۔

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ لِأُبَلِّغَكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَأُبَيِّنَ لَكُمْ مَا نُزِّلَ إِلَيْكُمْ

ترجمہ :۔ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف تاکہ میں تم کو وہ بات پہنچا دوں جس کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور تمہارے لئے وہ بیان کروں

جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی (پ ۲۷ ع ۵)

ترجمہ:۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَقَدۡ جَآءَکُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ (پ ٦ ع ۳)

ترجمہ:۔ تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ:۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

پس آپ کی طرف سے اس باب میں ایسی خبر پائی جانی صحیح نہیں ہے۔ کہ جو خلاف واقع ہو۔ خواہ کسی وجہ سے ہو۔ اب اگر ہم آپ پر غلط اور سہو جائز رکھیں۔ تو غیر سے آپ کی تمیز ہم کو نہ ہو گی۔ اور بالضرور حق باطل کے ساتھ مل جائے گا پس معجزہ آپ کی تصدیق پر تمام بدوں تخصیص کے شامل ہے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب امور سے پاک کر دینا برہان اور اجماع سے واجب ہے۔ جیسا کہ ابو اسحق رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

فصل ٦

یہاں پر بعض طعن کرنے والوں کے سوالات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورہ نجم پڑھی۔ اور کہا۔

اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی (پ ۲۷ ع ۵) تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو۔ تو کہا تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھَا لَتُرۡتَجٰی اور یہ بھی مروی ہے تُرۡتَضٰی اور ایک روایت میں ہے۔ اِنَّ شَفَاعَتَھَا تُرۡتَجٰی وَاِنَّھَا لَمَعَ الۡغَرَانِیۡقِ الۡعُلٰی اور ایک روایت میں ہے وَالۡغَرَانِقَۃُ الۡعُلٰی تِلۡکَ الشَّفَاعَۃُ تُرۡتَجٰی یعنی کیا تم نے

لات و عزیٰ اور تیسرے منات کو دیکھا یہ (بت) بڑے آبی پرندہ ہیں۔ اور بے شک ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ اور جب آپ نے سورت ختم کی تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور کفار نے سجدہ کیا جبکہ آپ کو سنا کہ ان کے معبودوں کی تعریف کرتے ہیں۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ شیطان نے آپ کی زبان پر یہ القا کر دیا۔ اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے خواہشمند تھے۔ کہ اگر آپ پر کوئی ایسی آیت نازل ہو جو کہ آپ میں اور آپ کی قوم میں قرب پیدا کر دے۔ (تو بہتر ہے)

اور دوسری روایت میں کہ آپ چاہتے تھے کہ آپ پر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہو۔ کہ ان کو اس سے نفرت دلائے۔ اور اس قصہ کو بیان کیا۔

اور بے شک جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آیا۔ پھر اس پر سورت پیش کی۔ جب آپ ان دونوں کلموں پر پہنچے۔ تو اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس یہ نہ لایا تھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غمزدہ ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل کی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (پ ۱۷ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے۔ سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وَإِن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ (پ ۱۵ ع ۸) اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے۔

سو جان لے خدا تم کو بزرگی دے۔ کہ ہمارے لئے اس حدیث کے مشکل الفاظ پر کلام کرنے کے لئے دو ماخذ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا اصل ہی ضعیف ہے اور دوسرا یہ کہ اس کو تسلیم کیا جائے' پہلے ماخذ میں تجھے یہ کافی ہے کہ اس حدیث کو کسی صحت

والے نے تخریج نہیں کیا۔ اور نہ کسی ثقہ راوی نے معتبر متصل سند سے بیان کیا ہے۔
صرف ان مفسرین مورخین نے جو عجیب خبروں سے شیفتہ اور کتابوں میں سے ہر صحیح و
ضعیف بات کو لے لیتے ہیں نقل کیا ہے قاضی بکر بن علاء مالکی نے سچ کہا ہے کہ بے
شک لوگ بعض اہل ہوا و تفسیر کی وجہ سے مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور اس سے بعض ملحد
باوجود راویوں کے ضعف اور اضطراب روایات و انقطاع اسناد و اختلاف کلمات کے
چمٹ گئے ہیں۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ نماز میں واقع ہوا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اپنی قوم
کے جلسہ میں کہا ہے جبکہ آپ پر یہ سورت اتری۔ تیسرا کہتا ہے کہ یہ اس وقت کہا
تھا۔ جب کہ آپ کو اونگھ آگئی تھی۔ چوتھا کہتا ہے بلکہ آپ اپنے نفس سے باتیں
کرتے تھے۔ تب بھول گئے۔ پانچواں کہتا ہے کہ شیطان نے آپ کی زبان پر یہ کہہ
دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبرائیل علیہ السلام پر پیش کیا۔ تو اس نے کہا
میں نے آپ کو یہ نہیں پڑھایا تھا۔ ایک اور کہتا ہے بلکہ شیطان نے ان کو سکھا دیا کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا۔ اور جب یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ کہ واللہ اس طرح نہیں نازل ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

راویوں کے اختلاف اور جس مفسر اور تابعی نے یہ حکایت آپ سے بیان کی ہے
اس نے اس کو سنداً اور مرفوعاً کسی صحابی تک نہیں پہنچایا۔ اور ان کی طرف سے اکثر
طریقے ضعیف واہی ہیں۔

اور اس میں مرفوع شعبہ کی حدیث ہے جو کہ ابی بشر سے ہے' وہ سعید بن جبیر
سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے کہا مجھے گمان ہے یہ شک اصل
حدیث میں ہے' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ اور قصہ کا ذکر کیا ہے۔

ابوبکر بزار کہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے اس
حدیث کے اور کوئی حدیث متصل اسناد سے روایت کی گئی ہو۔ جس کا ذکر جائز ہو۔ اور
شعبہ سے امیہ بن خالد وغیرہ کے سوا کسی نے اسناد نہیں کیا۔ جس کو وہ سعید بن جبیر
سے بطور ارسال روایت کرتا ہو۔ صرف کلبی سے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباسؓ سے
پہچانی جاتی ہے۔ اب تم کو ابوبکر رحمتہ اللہ نے بیان کر دیا ہے۔ کہ یہ حدیث کسی لیسے

طریق سے نہیں پہچانی جاتی۔ جس کا ذکر جائز ہو سوا اس طریق کے اور اس میں ضعف ہے۔ جس پر اس نے تنبیہ کی ہے۔ اور اس کے ساتھ اس میں وہ شک ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ جس پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ اور اس کے ساتھ یقین نہیں ہے۔

اور حدیث کلبی کی وہ ہے کہ جس سے روایت جائز نہیں۔ اور نہ اس کا ذکر جائز ہے۔ کیونکہ وہ بہت ضعیف اور بڑا جھوٹا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف بزارؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اور جو آپ سے صحیح حدیث میں ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم پڑھی۔ اور آپ مکہ میں تھے۔ پھر مسلمانوں اور مشرکوں جن و انس نے سجدہ کیا۔ یہ تو اس حدیث کا ضعف بطریق نقل تھا۔ لیکن بلحاظ معنی تو بلاشبہ حجت قائم ہے اور امت اس پر متفق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی رذیل باتوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ اور یہ کہنا کہ آپ اس بات کی خواہش کرتے تھے۔ کہ آپ پر معبودان باطلہ غیر اللہ کی تعریف کی آیات اتاری جائیں۔ سو یہ تو کفر ہے یا یہ کہ آپ پر شیطان غالب ہو جائے آپ پر قرآن کو مشتبہ کر دے۔ حتیٰ کہ اس میں وہ آیت ملا دے جو اس میں سے نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کا اعتقاد کر لیں۔ کہ قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں جو کہ قرآن میں سے نہیں حتیٰ کہ آپ کو جبرائیل علیہ السلام خبردار کر دے۔ سو یہ ساری باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محال ہیں یا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے عمداً کہتے ہوں۔ سو کفر ہے یا سہواً کہتے ہوں۔ حالانکہ آپ ان سب باتوں سے معصوم ہیں۔ اور ہم نے براہین اور اجماع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کے جاری ہونے سے آپ کے دل پر یا زبان پر نہ عمداً نہ سہواً معصوم ہونا بیان کر دیا ہے۔ یا کہ آپ پر اس امر میں جو فرشتہ آپ کو سکھلائے اس سے مشتبہ ہو جائے جو شیطان آپ کے دل میں ڈالے یا شیطان کو آپ پر راستہ ملے یا اللہ تعالیٰ پر عمداً یا سہواً کوئی بات بولیں جو خدا نے انہیں اتاری۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ○ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ○ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ○ (پ ۲۹ ع ۷)

ترجمہ :۔ اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝

(پ ۱۵ ع ۸)

ترجمہ :۔ اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

دوسری وجہ یہ کہ اس قصہ کا عقلاً" و عرفاً" محال ہونا ظاہر ہے۔ اور یہ اس طرح کہ بے شک یہ کلام اگر ایسا ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے۔ تو اس کا جوڑ بعید ہو گا کیونکہ یہ از قسم تناقص ہو گا۔ تعریف و برائی ملی ہوئی ہو گی۔ جس کی تالیف و نظم غیر مناسب ہو گی۔ اور بالضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مسلمانوں اور سرداران مشرکین پر جو اس وقت حاضر تھے یہ امر بھی مخفی نہ رہتا۔ اور یہ امر ادنے تامل کرنے والے پر مخفی نہیں۔ پس اس شخص کا کیا حال کہ جس کی عقل اعلیٰ درجہ کی ہو۔ جس کا علم بیان کے باب اور فصیح کلام کی معرفت میں وسیع ہو۔

تیسری وجہ یہ کہ منافقوں اور دشمن مشرکوں اور ضعیف دل و جاہل مسلمانوں کی عادت ہے کہ پہلی ہی دفعہ ان کے دل نفرت کر جاتے ہیں۔ اور تھوڑے فتنہ کے لئے دشمن لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور باتیں ملا دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کو عار دلاتے تھے۔ اور ان کے پے در پے مصائب پر خوش ہوا کرتے تھے۔ اور وہ لوگ کہ جن کے دل بیمار ہوتے تھے۔ اور اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ ادنیٰ شبہ پڑ جانے سے مرتد ہو جایا کرتے تھے۔

اور اس قصہ میں کسی نے سوائے اس ضعیف روایت کے کچھ بیان نہیں کیا۔ اور اگر یہ امر ہوتا۔ تو بالضرور قریش اس کے سبب مسلمانوں پر غلبہ پاتے۔ اور یہود ایک حجت ان پر قائم کرتے جیسا کہ انہوں نے مکابرہ سے معراج کے قصہ میں بیان کیا تھا۔

یہاں تک کہ بعض ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور ایسا ہی ہوا جو صلح حدیبیہ کے قصہ میں واقع ہوا۔ اور اس بلا سے اگر پائی جاتی اور کوئی بڑھ کر فتنہ نہ تھا۔ اور دشمنوں کے لئے اگر موقعہ پاتے تو اس سے بڑھ کر شور کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ اور کسی دشمن سے اس بارہ میں ایک کلمہ بھی وارد نہیں ہوا۔ اور نہ کسی مسلمان سے اس کے باعث کوئی منہ سے بات نکلی۔ اب یہ اس قصہ کے بطلان اور اس کو جڑ سے اکھیڑنے پر دلیل ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ انس و جن کے شیطانوں نے اس حدیث کو بعض بے وقوف محدثین کے دل میں ڈال دیا۔ تاکہ ضعیف مسلمانوں کے دل میں شک ڈال دیں۔

چوتھی وجہ یہ کہ راویوں نے اس قصہ میں ذکر کیا ہے کہ اس بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ○ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ○ (پ ۱۵ ع ۸)

ترجمہ :۔ اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کر دو اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔

اور یہ دونوں آیتیں اس خبر کو رد کرتی ہیں جن کو وہ روایت کرتے ہیں۔

اب اس کا مضمون و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امر سے معصوم رکھا۔ کہ آپ افترا کریں۔ اور ثابت قدم رکھا۔ حتیٰ کہ ان کی طرف تھوڑا سا بھی نہ جھکے۔ بہت کا تو کیا حال۔

وہ اپنی واہی اخبار میں روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میلان اور افتراء سے زیادہ کام کیا۔ کیا ان کے معبودوں کی تعریف کی۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے خدا پر افترا کیا ہے۔ اور میں نے وہ بات کہی ہے۔ جو اس نے نہیں کہی (نعوذ باللہ منہ) حالانکہ یہ آیت کے مفہوم کے برخلاف ہے۔ اور یہ حدیث کو ضعیف بتاتا ہے اگر وہ صحیح ہو۔

پس اس کا کیا حال ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اور یہ مثل اس آیت کے ہے جو دوسری جگہ آیا ہے کہ اگر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی آپ پر نہ ہوتی۔ تو بیشک ایک گروہ نے ان میں سے ارادہ کر ہی لیا تھا۔ کہ آپ کو گمراہ کریں۔ اور نہیں گمراہ کریں گے۔ مگر اپنے آپ کو۔ اور آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے۔

بیشک ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس قدر قرآن میں کاد کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ واقع نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ یعنی قریب ہے کہ اس کی بجلی کی روشنی آنکھوں کو لے جائے حالانکہ وہ نہیں لے گئی۔ اور آیت اَكَادُ اُخْفِيْهَا یعنی میں عنقریب اس کو مخفی کر دوں گا۔ حالانکہ نہیں کیا۔

قاضی کہتے ہیں۔ کہ بیشک قریش و ثقیف نے جبکہ آپ کے معبودوں کے پاس سے گزرے۔ آپ سے التجا کی۔ کہ آپ اپنے چہرہ سے ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ایسا کریں۔ تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ لیکن آپ نے ایسا نہ کیا۔ اور ایسا نہ کرنے والے تھے۔

انباری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ان کے قریب ہوئے اور نہ ادھر جھکے۔

اور اس آیت کے معنے میں اور تفسیریں بھی بیان کی گئی ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ کا صاف طور پر اپنے رسول کی عصمت کا بیان کرنا ہے۔ جو ایسی بیہودہ ضعیف باتوں کو رد کرتا ہے۔ اب آیت میں سوا اس کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر عصمت کو ثابت رکھنے کا احسان کرتا ہے۔ کہ اس نے کفار کے مکرو فتنہ کے ارادہ سے آپ کو بچایا ہے۔ اور اس سے ہمارا مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور معصوم بتانا ہے۔ اور یہی آیت کا مقصود ہے۔ لیکن دوسرا ماخذ حدیث کی تسلیم سے اگر صحیح ہے۔ اور بالضرور خدائے تعالیٰ نے ہم کو اس کی صحت سے پناہ دی ہے۔ لیکن بہرحال اس سے آئمہ مسلمین نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے ضعیف اور قوی ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو قتادہ اور مقاتل نے روایت کی ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی۔ جبکہ آپ نے یہ سورت پڑھی تھی۔ تب یہ کلام آپ کی زبان پر جاری ہوا۔ نیند کے غلبہ کی وجہ سے اور یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی حال میں یہ بات جائز نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ اس کو آپ کی زبان پر پیدا نہیں کرتا۔ اور نیند و بیداری میں آپ پر شیطان کو غالب نہیں کرتا۔ کیونکہ اس باب میں ہر ایک عمد و سہو سے آپ کی عصمت ہے۔

کلبی کے قول میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس سے بات کی تب یہ بات شیطان نے آپ کی زبان پر کی۔

اور ابن شہاب کی روایت میں جو ابی بکر بن عبدالرحمن سے ہے کہا ہے کہ آپ کو سہو ہو گیا۔ اور جب آپ کو اس کی خبر دی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور یہ صحیح نہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سہواً یا قصداً کہیں۔ نہ شیطان آپ کی زبان پر کہہ سکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کے درمیان کفار کے ثابت رکھنے اور جھڑکنے کی تقدیر پر اس کو کہا ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول تھا کہ یہ میرا رب ہے۔ تاویلوں میں سے ایک تاویل کے موافق هٰذَا رَبِّیْ (یعنی کیا یہ میرا رب ہے) اور جیسا کہ ان کا یہ قول بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيرُهُمْ هٰذَا (بلکہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے) سکوت اور دونوں کلاموں میں مہمل کرنے کے بعد (یعنی آپ نے آیت پڑھ کر سکوت کیا اور پھر ان کے جھڑکنے کو کلام مستقل پڑھا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا) پھر اپنی تلاوت کی طرف رجوع کیا۔ اور یہ فصل بیان کے ساتھ ممکن ہے۔ اور قرینہ مراد پر دلالت کرتا ہے۔

اور یہ آیت مسکون یعنی قرات میں داخل نہیں۔ یہ وہ معنی ہے کہ قاضی ابوبکر نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اور اس پر اسی روایت سے اعتراض نہیں کیا جاتا کہ یہ بات نماز میں ہوئی تھی۔ کیونکہ بیشک پہلے نماز میں بات کرنا منع نہ تھا)

اور وہ بات جو قاضی ابوبکر وغیرہ محققین کے نزدیک اس کے تسلیم کرنے میں ظاہر اور مرجح ہے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ آپ کے رب کا حکم تھا قرآن کو

ترتیل سے پڑھا کرتے تھے۔ اور آیات کو اپنی قرات میں مفصل پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ ثقہ راویوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔ پس ممکن ہے کہ شیطان ان سکتات کے لئے گھات میں لگا رہا ہو۔ اور خفیہ اس میں وہ باتیں خود بنائی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ بنا کر داخل کر دیں۔ اس طرح پاس کے کفار سن لیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سمجھ لیں۔ اور کیونکہ انہوں نے پہلے ہی سے وہ سورت جو خدا نے اتاری تھی حفظ کر لی تھی۔ اور وہ یقیناً جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے کہ بتوں کی مذمت و عیب کرتے ہیں۔ جو آپ کی طرف سے مشہور امور تھا۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اس طرح بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں نے یہ سنا نہ تھا۔ اور شیطان نے اس کو مشرکین کے کانوں اور دلوں میں ڈالا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اشاعت اور شبہ و فتنہ سے غم ہوا تھا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (پ ۱۷ ع ۱۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

پس تمنی کا معنی یہ ہے کہ تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کتاب کو سوا آرزوؤں یعنی تلاوت کے اور کچھ نہیں جانتے۔ اور خدا کا یہ قول ہے۔ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ (پ ۱ ع ۹ ترجمہ۔ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا) اللہ تعالیٰ وہ بات مٹا دیتا ہے کہ جو شیطان ڈالتا ہے۔ یعنی اس کو لے جاتا ہے۔ اور اس اشتباہ کو دور کرتا ہے۔ اور اس کی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سہو پڑھنے کے وقت ہو جاتا تھا۔

تو آپ اس سے بیدار ہو جاتے تھے۔ اور اس سے رجوع کرتے تھے۔ اور یہ کلبی کے قول کی طرح ہے۔ جو آیت میں ہے۔ کہ آپ نے اپنے آپ سے باتیں کیں۔ اور فرمایا کہ اس نے تمنی کی یعنی اپنے آپ سے باتیں کیں۔

اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن کی روایت میں اس طرح ہے۔ اور یہ سہو قرات میں جب ہی صحیح ہوتا ہے۔ کہ جس کا طریق معانی کا تبدل اور تبدیل الفاظ نہ ہو۔ نیز وہ امر زائد نہ ہو۔ جو کہ قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ کسی آیت کا سہو ہو وہ آیت ساقط ہو جائے۔ یا اس کا کوئی کلمہ۔ لیکن اس سہو پر قرار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر آپ کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ اور اسی وقت آپ کو یاد دلایا جاتا ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس سہو کا جو آپ پر جائز ہے۔ اور اس کا جو آپ پر جائز نہیں ذکر کریں گے۔ اور اس کی تاویل میں جو ظاہر ہوتی ہے یہ بھی ہے کہ مجاہد نے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔ والغرانقتہ العلیٰ۔ سو اگر اس قصہ کو تسلیم کر لیں۔ تو ہم کہیں گے کہ بیشک یہ قرآن تھا۔ اور مقصود غرانقتہ العلیٰ اور اس سے کہ ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ فرشتے ہیں۔

اس روایت کے موافق اور اسی کے ساتھ کلبی نے تفسیر کی ہے کہ غرانقہ فرشتے ہیں۔ اور یہ اس طرح کہ کفار کا اعتقاد تھا۔ کہ بت اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے حکایت کی ہے۔ اور ان کا اس سورت میں رد کیا ہے اپنے قول سے کیا تمہارے لڑکے ہیں۔ اور اس کی لڑکیاں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ سب باتیں رد کر دیں۔ اور فرشتوں سے شفاعت کی امید صحیح ہے اور جب مشرکوں نے اس کی یہ تاویل کی۔ کہ اس ذکر سے مراد ان کے معبود ہیں۔ اور یہ بات شیطان نے ان پر مشتبہ کر دی۔ اور ان کے دل میں اچھی معلوم کرائی۔ اور ان کی طرف ڈال دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔ جسے شیطان نے ڈال دیا تھا۔ اپنی آیات کو مضبوط کیا۔ اور ان دونوں لفظوں کی تلاوت کو جن کی وجہ سے شیطان نے راستہ پایا تھا۔ اشتباہ کی وجہ سے اٹھا دیا۔ جیسا کہ قرآن میں سے اکثر آیات منسوخ کر دی ہیں۔ اور ان کی تلاوت دور کر دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس اتارنے میں حکمت تھی۔ اور اس کے منسوخ کرنے میں حکمت تھی۔ تاکہ اس کے باعث جس کو چاہتا گمراہ

کرتا اور جس کو چاہتا ہدایت کرتا۔ اور سوائے فاسقوں کے اور کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

وَلِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ○ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○ (پ ۱۷ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ اور تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کردے ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ستم گار دھر کے جھگڑالو ہیں۔ اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے کہ وہ تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو جھک جائیں اس کے لئے ان کے دل۔ اور بے شک اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھی راہ چلانے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس سورت کو پڑھا اور لات و عزیٰ اور تیسرے مناۃ کے ذکر تک پہنچے۔ تو کفار اس سے ڈرے کہ کوئی ایسی بات نہ کہیں۔ جس سے ان کی مذمت نکلے۔ تب وہ ان دونوں کلموں سے ان کی مدح جلدی سے کرنے لگے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں خلط ملط کردیں۔ اور آپ پر اپنی عادت کے موافق برائی کریں۔ یا شور مچائیں۔ جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (پ ۲۴ ع ۱۸) یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

اور ان کا یہ فعل شیطان کی طرف اس لئے نسبت کیا گیا کہ اس نے ان کو اس پر برانگیختہ کیا تھا۔ اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا تھا پھر اس وجہ سے کہ انہوں نے آپ پر جھوٹ و افترا کیا تھا۔ آپ کو غم پیدا ہوا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔ اور یہ فرمایا کہ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ (پ ۱۷ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف

سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور لوگوں کو حق و باطل الگ کر کے بتلا دیا۔ اور قرآن کو محفوظ کر دیا۔ اس کی آیات کو مضبوط کیا۔ اور جو دشمن نے مشتبہ کر دیا تھا اس کو دور کر دیا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ آپ اس کا ضامن ہوا اور یہ فرمایا کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (پ ۱۴ ع ۱) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور ان میں سے یونس علیہ السلام کا قصہ ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ اپنے رب کی طرف سے دیا۔ اور جب انہوں نے توبہ کی۔ تو ان سے عذاب دور ہو گیا۔ تب اس نے کہا کہ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ كَذَّابًا أَبَدًا میں ان کی طرف جھوٹا بن کر کبھی نہ جاؤں گا۔ اور غصہ ہو کر چل دیا۔ سو جان لے خدا تجھے کرم کرے کہ یہ بات کسی حدیث میں جو اس بارہ میں ہیں وارد نہیں ہوئی۔ کہ یونس علیہ السلام نے ان سے کہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے بلکہ اس میں صرف یہ آیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی تھی۔ اور دعا کوئی خبر نہیں۔ جس کی تصدیق یا تکذیب طلب کی جائے لیکن ان سے یہ کہا تھا کہ تم پر فلاں فلاں وقت عذاب آجائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا تھا جیسا کہ کہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب دور کیا۔ اور ان پر مہربانی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ○
(پ ۱۱ ع ۱۵)

ترجمہ :۔ ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائی ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔

اور اخبار میں آیا ہے کہ انہوں نے عذاب کے دلائل و علامت دیکھے تھے۔ اس کو ابن مسعود نے بیان کیا ہے۔

اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ان کو عذاب نے اس طرح ڈھانک لیا تھا جیسا کہ

کپڑا قبر کو ڈھانک لیتا ہے۔

اگر تم کہو اب روایت کے کیا معنے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ پھر مشرک ہو کر مرتد ہو گیا۔ اور قریش کی طرف چلا گیا۔ اور ان سے جا کر کہنے لگا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جدھر چاہتا تھا۔ پھیر لیا کرتا تھا۔ آپ مجھ کو عزیز حکیم لکھاتے تھے۔ اور میں کہتا تھا یاعلیم حلیم تو آپ کہتے تھے ہاں سب درست ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرمایا کرتے کہ ایسا لکھو تو وہ کہتا ایسا لکھ دوں۔ تو آپ فرماتے جیسا چاہتا ہے لکھ لے۔ آپ کہتے کہ لکھ علیما حکیما اور وہ کہتا میں سمیعا" بصیرا لکھوں۔ تو اس کو فرماتے کہ جیسا چاہے لکھ لے۔

اور صحیح حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ پھر وہ مرتد ہو گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی جانتے ہیں جو میں لکھ دیا کرتا تھا۔

جان لے کہ خدا ہم کو اور تم کو حق پر ثابت رکھے۔ اور شیطان کو حق و باطل کے ساتھ ملانے میں ہماری طرف راستہ نہ دے۔ کہ اول تو یہ حکایت مومن کے دل میں کسی قسم کا شک نہیں ڈال سکتی۔ کیونکہ یہ ایک مرتد کا بیان ہے جو کہ خدا کا منکر ہو گیا۔ اور ہم تو اس مسلمان کی خبر نہیں قبول کرتے جو متہم ہو۔ تو پھر اس کافر کی بات کیسی مانیں۔ جو کہ اللہ و رسول پر اس سے بڑھ کر افترا کرتا ہے۔ اور سلیم العقل پر تعجب ہے کہ ایسی حکایت کی طرف اس کا دل متوجہ ہو۔ حالانکہ وہ بات ایک دشمن کافر دین سے بغض رکھنے والے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے والے سے صادر ہوئی ہو۔ اور کسی مسلمان سے منقول نہ ہوئی ہو۔ نہ کسی صحابی نے اس کا ذکر کیا ہو کہ وہ اس امر کا شاہد ہے جو اس نے کہی ہے یا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا ہے۔ اور بیشک جھوٹ اور افترا وہی لوگ بولا کرتے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اور جو اس کا ذکر انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہوا ہے۔ اور اس کی ظاہر

حکایت ہے۔ سو اس میں اس امر پر دلالت نہیں۔ کہ وہ اس کا شاہد ہے۔ اور شاید کہ انہوں نے جو سنا حکایت کر دیا۔ حالانکہ بزار نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کو ثابت نے انس سے روایت کیا ہے۔ اور اس پر اس کا کوئی تابع نہیں ہے۔ اور اس کو حمید نے انس سے روایت کیا ہے اور کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حمید نے ثابت سے سنا ہے۔

قاضی ابوالفضل خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے اور اسی وجہ سے واللہ اعلم۔ اہل صحیح نے ثابت کی حدیث اور حمید کی حدیث کی تخریج نہیں کی۔ اور صحیح حدیث عبداللہ بن عزیز میں رفع کی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس کو اہل صحت نے تخرج کیا ہے اور ہم نے اس کا ذکر کیا ہے اس میں انسؓ سے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں ہے صرف ایک مرتد نصرانی کی حکایت بیان کی ہے اور اگر حدیث صحیح ہوتی ہے تو اس میں کوئی نقصان نہ تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس امر میں جو آپ کی طرف وحی ہوتی ہے وہم کا گمان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ نسیان و غلطی و تحریف کا جس میں آپ تبلیغ فرماتے ہیں جواز ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کی نظم اور اس میں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کوئی طعن نہیں۔ کیونکہ اگر یہ قصد صحیح ہے۔ تو اس میں اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں۔ کہ کاتب نے آپ سے کہا علیم حکیم لکھ دیا۔ تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ اس کی زبان یا قلم ایک دو کلمہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ آپ کے اظہار سے پہلے سبقت کر گئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے آیات لکھا دی تھیں۔ جو اس پر دلالت کرتی تھیں۔ اور اسی کلمہ کا تقاضا کرتی تھیں۔ اس میں کاتب کے کلام کی معرفت و قوت ذہانت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ اکثر سمجھ دار آدمی جب کسی شعر کو سنتا ہے۔ تو قافیہ کی طرف اس کا ذہن دوڑتا ہے یا عمدہ کلام کے شروع کو سنے۔ تو ایسے جملہ کی طرف اس کا ذہن دوڑتا ہے۔ کہ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اور یہ اتفاق پورے کلام میں نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ایک آیت اور ایک سورت میں اتفاق نہیں ہوتا۔ اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اگر صحیح ہے صواب اور ٹھیک ہے۔ پس

کبھی آیت کے آخر میں دو وجہیں اور دو قرآتیں ہوتی ہیں۔ جو دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکی ہیں۔ آپ نے ایک تو لکھا دیا۔ اور کاتب کا اپنی دانائی اور ذہانت سے مقتضائے کلام کے موافق دوسری قرات کی طرف ذہن دوڑ گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے ذکر کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صحیح فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا محکم کر دیا۔ اور جس کو چاہا منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ بعض آیات کے آخر میں پایا گیا ہے۔ مثلاً" اللہ کا یہ قول اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور یہ جمہور کی قرات ہے۔ اور ایک جماعت نے یہ پڑھا ہے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ حالانکہ قرآن میں یہ نہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات ہیں جو آیات کے مقاطع کے سوا ہیں (یعنی آیات کے درمیان ہیں) وہ دو طرح کے ہیں۔ جمہور نے ان دونوں کو پڑھا ہے۔ اور وہ دونوں قرآن میں ثابت ہیں۔ جیسے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا اور ننشرها دونوں ہیں۔ اور يَقُصُّ الْحَقَّ اور یہ سارے اختلاف شک کا موجب نہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلطی اور وہم کا موجب ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ صورت ان تحریروں میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قرآن کے سوا لوگوں کی طرف لکھ کر بھیجا کرتا تھا۔ پھر وہ خدا کی تعریف کرتا تھا۔ اور اس میں جس طرح چاہتا تھا لکھ دیتا تھا۔

فصل ۷

یہ تو اس کلام میں ہے کہ جس کا طریقہ تبلیغ کا ہے۔ اور جس میں تبلیغ نہیں ہے یعنی وہ اخبار ہیں۔ کہ جن کی سند احکام کی طرف نہیں۔ اور نہ وہ آخرت کے اخبار ہیں۔ نہ وحی کی طرف منسوب ہے۔ بلکہ امور دنیا اور آپ کے حالات میں وارد ہیں۔ سو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات سے پاک سمجھنا ضروری ہے کہ آپ کی کوئی خبر خلاف واقع نہ ہو۔ عمداً" نہ سہواً" نہ غلطاً"۔ اور یہ کہ آپ خوشی اور غصہ قصد و ہنسی۔ صحت مرض کی حالت میں بھی معصوم تھے۔ اس کی دلیل ہے۔ کہ سلف کا اس

پر اتفاق و اجماع ہے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ ہم یقیناً" صحابہ کے دین و علوات کو جانتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے تمام حالات کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی تمام باتوں پر ان کو بھروسہ ہوا کرتا تھا۔ خواہ کسی امر میں ہوں اور جس طرف سے واقع ہوں۔ اور یہ کہ ان کو ان میں سے کسی امر میں توقف و تردد نہ ہوتا تھا۔ اور نہ وہ اس وقت اس بات کا ثبوت مانگا کرتے تھے۔ کہ کہیں اس میں سہو" ہے یا نہیں۔

اور جب ابن ابی الحقیق یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حجت کی۔ بلکہ انہوں نے اس کو خیبر سے نکال دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں برقرار رہنے کو کہا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ حجت پیش کی تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے فرمایا تھا۔ کہ تیرا اس وقت کیا حال ہو گا۔ جبکہ تو خیبر سے نکالا جائے گا۔ تو یہودی نے کہا۔ کہ یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی تھی۔ تب اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے خدا کے دشمن تو نے جھوٹ بولا۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ کے اخبار و آثار سیرت و شمائل وہ ہیں جن کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان کو تفصیل سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں کہیں نہیں آیا۔ کہ آپ نے اپنی غلطی کا تدارک کیا ہو۔ کسی قول میں جو آپ نے فرمایا ہو یا کسی خبر میں جو آپ نے دی ہے۔ وہم کا اقرار کیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو منقول ہوتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ کھجوروں کے پیوند کرنے میں اس امر سے جو آپ نے انصار کو فرمایا تھا۔ رجوع کرنا منقول ہے اور یہ ایک رائے تھی۔ کوئی خبر نہیں تھی۔ اور سوائے اس کے بہت سے امور ہیں۔ جو اس باب سے نہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰہِ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا فَعَلْتُ الَّذِیْ حَلَفْتُ عَلَیْہِ وَکَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ۔

ترجمہ :- واللہ اگر میں کسی امر میں قسم کھا بیٹھوں اور پھر اس کے سوا کسی دوسری بات کو بہتر دیکھوں۔ تو جس طرح پر قسم کھائی وہ کر لوں گا۔ اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دے دوں گا۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ اِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ الحدیث کہ تم لوگ میرے پاس جھگڑا

لے کر آتے ہو۔ الحدیث۔

اور آپ کا فرمانا کہ اِسْقِ یَازُبَیْرُ حَتّٰی یَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ اے زبیر اتنا پانی اپنی کھیتی کو دے لے کہ دیوار تک پہنچ جائے۔

جیسا کہ ہم کو وہ قصہ جو اس باب میں مشکل نظر آتا ہے اور جو اس کے بعد ہے مع ان دونوں کے انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

اور یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی خبر جھوٹی خلاف واقع معلوم ہو جائے تو اس کی باتوں میں شک پڑ جائے گا۔ اور وہ حدیث میں متہم ہو گا۔ اس کی بات لوگوں کے دلوں میں نہیں پڑے گی۔ اسی لئے محدثین و علماء نے اس شخص کی حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ جس میں وہم غفلت۔ خراب حافظہ۔ کثرت غلط ہو باوجود اس کے ثقہ ہونے کے ترک کر دیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ عمداً" امور دنیا میں جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ اور بہت جھوٹ بالا جماع گناہ کبیرہ ہے۔ مروت کو ساقط کرتا ہے۔ اور ان سب امور سے منصب نبوت پاک ہے۔ اور ایک دفعہ کا جھوٹ بولنا جس میں کہ برائی اور سخاوت ہو ایسا ہے کہ اس کے صاحب کو مخل ہے۔ اس کے قائل کو عیب دار بناتا ہے۔ وہ اسی کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن جو اس مرتبہ پر نہ پہنچے۔ پھر اگر ہم اس کو صغائر میں شمار کریں۔ تو کیا اس کا حکم ایک دفعہ جھوٹ بولنے کے حکم میں ہو گا۔ (کہ آیا بعثت سے پہلے صادر ہونے یا بعد) مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور بہتر ہے کہ نبوت کو اس کے تھوڑے بہت سے سہو عمد سے پاک رکھا جائے۔ کیونکہ نبوت سے مقصود پہنچانا اور خبر دینا اور بیان کرنا ہے۔ اور اس امر کی تصدیق ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اور پھر اس قسم کی تجویز اس بات میں عیب لگانے والی ہے۔ اور اس میں شک پیدا کرنے والی ہے۔ معجزہ کے مناقض ہے۔

سو ہم یقیناً" اعتقاد رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر ان کے بات کرنے میں کسی وجہ سے خلاف نہیں۔ نہ قصداً" نہ بدوں قصد اور ہم ان لوگوں کے ساتھ جو اس میں سستی کرتے ہیں۔ کہ سہو کی حالت میں جس کا طریقہ تبلیغ کا نہیں۔ ان پر یہ امر جائز ہے سستی نہیں کرتے۔ ہاں اور بعد نبوت کے ہرگز نہیں' اور بایں طور کہ ان پر نبوت

سے پہلے جھوٹ جائز نہیں۔ اور نہ اس کی طرف نسبت کرنی ان کے امور اور ان کی دنیا کے حالات میں جائز نہیں۔ کیونکہ یہ بات ان کو عیب دار اور شکی بناتی ہے۔ لوگوں کے دل ان کی تصدیق سے رسالت و تبلیغ کے بعد نفرت کرتے ہیں۔ اور تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریش وغیرہ امت کے حالات اور ان کے سوال کرنے کو آپ کے حال سے آپ کے صدق کلام میں اور جو کچھ ان کو اس سے معلوم کرایا گیا تھا۔ انہوں نے مشہور امر کا اقرار کیا تھا۔ دیکھو اہل نقل کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر اس سے اور بعد پر اتفاق ہے۔ اور ہم نے بیشک اول کتاب کے دوسرے باب میں وہ آثار نقل کئے ہیں۔ جو اس بات کی صحت کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے بیان کرتے ہیں۔

فصل ۸

اگر تو کہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا جو سہو کی اس حدیث میں ہے کیا مطلب ہے جس کو ہم سے فقیہ ابواسحٰق ابراہیم بن جعفر نے بیان کیا کہا حدیث بیان کی ہم سے۔ قاضی ابوالاصبغ بن سہل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبداللہ بن الفخار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبیداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے مالک سے وہ داؤد بن حصین سے۔ وہ ابو سفیان سے جو کہ مولیٰ ابن ابی احمد کا ہے۔ کہ اس نے کہا میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور دو رکعت میں سلام پھیر دیا۔ تب ذوالیدین کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ کیا نماز کم ہو گئی۔ یا آپ بھول گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ نہ نماز کم ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں۔ الحدیث۔

پس آپ نے دونوں حالتوں کی نفی کی۔ اور یہ کہ کوئی بات نہیں ہوئی حالانکہ ان

میں سے ایک بات ضرور ہوئی۔ جیسا کہ ذوالیدین نے کہا ہے کہ یارسول اللہ بیشک ان میں سے کچھ تو ہوا ہے۔

سو جان لے کہ ہم کو اور تم کو خدائے تعالیٰ نیک توفیق دے کہ علماء کے اس میں کئی جواب ہیں۔ بعض تو انصاف کے درپے ہیں اور بعض ظلم و ناانصافی کی نیت سے پر ہیں۔ اور دیکھو میں کہتا ہوں کہ اس قول کے موافق جس میں کہ آپ پر وہم و غلط کا جواز ہے جس کا طریق بلاغ کا نہیں ہے۔ سو اس کو تو ہم نے دو قولوں میں سے ضعیف کر دیا ہے۔ پس اس پر اس حدیث سے اور جو اسی قسم کی ہے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے مذہب کے موافق جو آپ پر سہو و نسیان آپ کے تمام افعال میں جائز نہیں کہتا۔ اور جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسی صورت میں قصداً" کیا۔ جو کہ نسیان کی صورت میں ہے۔ تا کہ (سہو میں) سنت ہو جائے۔ پس آپ اپنی خبر میں صادق ہیں۔ کیونکہ آپ بھولے نہیں۔ او . نہ نماز کم ہوئی۔ لیکن اس قول پر آپ نے اس فعل کو اس صورت میں عمداً" کیا ہے تا کہ اس شخص کو جو ایسی صورت پیش آئے۔ سنت ہو جائے۔ اور یہ قول پسندیدہ نہیں۔ ہم اس کو اپنے موقع پر بیان کریں گے۔ لیکن اقوال میں آپ سے سہو کا محال ہونا اور غیر قول میں سہو کا جواز ہونا جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔ اس میں بھی کئی جواب ہیں۔

ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعتقاد اور دل سے خبر دی اب انکار قصر کا تو باطن و ظاہر میں حق و صدق ہے۔ لیکن نسیان سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعتقاد سے خبر دی ہے۔ اور یہ کہ آپ اپنے گمان میں بھولے نہیں۔ گویا آپ نے اس خبر کا اپنے ظن سے ارادہ کیا۔ اگرچہ اس اعتقاد اور ظن کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ بھی سچ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ قول کہ میں بھولا نہیں۔ سلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی میں نے قصداً" سلام کہا ہے۔ اور شمار میں بھول گیا ہوں۔ یعنی نفس سلام میں نہیں بھولا ہوں۔ اور یہ محتمل ہے اور اس میں بعد ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے اور وہ سب سے بعید ہے۔ جس کی طرف بعض علما گئے ہیں۔

اور الفاظ اس کا احتمال رکھتے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ساری باتیں نہیں ہوئیں یعنی کمی و نسیان دونوں جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ ان میں سے ایک تھا۔ اور لفظ مفہوم اس کے خلاف ہے مع دوسری صحیح روایت کے۔ وہ آپ کا قول کہ نہ نماز میں کمی ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جس کو میں نے اپنے اماموں سے دیکھا ہے۔ اور یہ ساری وجوہ لفظ کے لئے محتمل ہیں۔ باوجود اس کے کہ بعض بعید ہیں۔ اور بعض میں تعسف ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے خدا اس کو توفیق دے۔ کہ جو میں کہتا ہوں اور جو مجھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ ان تمام وجوہ سے زیادہ قریب ہے یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بھولا نہیں ہوں۔ اس لفظ کا انکار ہے۔ کہ جس کو اپنے آپ سے نفی کی ہے۔ اور دوسروں پر آپ نے اپنے اس قول سے اس کا انکار کیا ہے۔ کہ تمہیں یہ بات بری ہے۔ کہ یوں کہو کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا ہوں۔ لیکن یوں کہو کہ میں بھلایا گیا ہوں۔

اور آپ نے دوسری حدیثوں کی روایات میں یہ فرمایا ہے۔ کہ میں بھولا نہیں کرتا ولیکن بھلایا جایا کرتا ہوں۔ پھر جب سائل نے آپ سے پوچھا کہ کیا نماز میں کمی ہوئی ہے۔ یا آپ بھول گئے ہیں۔ تو آپ نے اس کے کم کرنے کا انکار کیا جیسا کہ تھا۔ اور آپ کا نسیان اپنے نفس کی طرف سے تھا۔ اگر کوئی بات اس میں جاری ہو گئی تو بیشک آپ بھلائے گئے۔ یہاں کہ دوسرے سے آپ نے سوال کیا۔ پس ثابت ہوا کہ آپ بھلائے گئے یا آپ پر یہ بات واقع ہو گئی۔ تاکہ یہ طریق مسنون ہو جائے۔ پس آپ کا اس پر یہ فرمانا کہ بھولا نہیں اور نماز میں قصر ہوا ہے۔ اور یہ امور نہیں ہوئے۔ صدق و حق ہے۔ نہ تو قصر ہوا اور نہ حقیقتاً" بھولے۔ لیکن بھلائے گئے۔

اور ایک اور وجہ ہے کہ جس کو میں نے بعض مشائخ کے کلام سے اشارہ سمجھا۔ وہ کہ اس نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوتا تھا اور ہوتے نہ تھے۔ اور اپنے آپ سے اپنے بھول کی نفی کی ہے۔ کیونکہ نسیان ایک غفلت و آفت ہے سہو ایک قسم کا دلی شغل ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سہو کرتے تھے۔ اور اس

سے غافل نہ ہوتے تھے۔ اور آپ کو نماز کی حرکات سے وہ (محویت) جو نماز میں ہوتی تھی۔ اس میں مشغول رہنے کی وجہ سے فارغ اور بے پرواہ کرتی تھی۔ نہ یہ کہ آپ سے غافل ہوتے تھے۔ پس اگر یہ اس معنی پر ثابت ہو جائے تو آپ کے اس قول میں کہ نہ کمی ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں کوئی مخالف نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ نہ نماز کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ اس ترک کے معنی میں ہے جو کہ نسیان کی دو وجہوں میں سے ایک وجہ ہے واللہ اعلم۔ آپ کا یہ ارادہ ہے کہ میں نے دو رکعتوں میں اس لئے سلام نہیں دی ہے کہ کمال نماز کا تارک ہوا ہوں۔ لیکن بھول گیا ہوں۔ اور یہ میری طرف سے نہیں تھا۔ اور اس پر دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث صحیح میں فرمانا ہے۔ کہ میں البتہ بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت بناؤں۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ کلمات کہ وہ تین جھوٹ تھے۔ اور قرآن میں ان میں سے دو مذکور ہیں۔ ایک تو ان کا یہ قول کہ میں بیمار ہوں۔ دوسرا بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے۔ اور بادشاہ کو آپ کا اپنی بیوی کی طرف سے یہ کہنا کہ بیشک وہ میری بہن ہے۔

سو جان لے تجھ کو اللہ تعالیٰ عزت دے کہ تمام باتیں جھوٹ سے خارج ہیں۔ نہ قصہ میں نہ غیر قصہ میں۔ بلکہ معاریض و اشارات میں داخل ہیں۔ جن میں گنجائش ہے کہ جھوٹ نہ ہو۔ آپ ان کا یہ قول کہ میں بیمار ہوں۔ سو حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔ یعنی ہر مخلوق بیمار ہوا کرتی ہے۔ اور اپنی قوم کے سامنے ان کے ساتھ نکلنے میں ان کی عید کی طرف یہ عذر کر دیا۔

بعض کہتے ہیں بلکہ ان کو ایک ستارہ معلوم کے طلوع کے وقت بخار ہو جایا کرتا تھا۔ اور جب اس کو دیکھ لیا۔ تو اپنی عادت کے موافق عذر کر دیا۔ اور ان سب صورتوں میں جھوٹ نہیں۔ بلکہ ایک خبر صحیح اور سچی ہے۔

بعض کہتے ہیں بلکہ آپ نے اپنی ضعف دلیل اور اس بیان کے ضعف کی وجہ

سے جو ان کے سامنے ستاروں کی وجہ سے کیا تھا۔ جس میں وہ مشغول رہا کرتے تھے۔
اور یہ کہ آپ اس کے دیکھنے کی حالت میں اور پہلے اس کے کہ آپ کی حجت ان پر قائم ہو۔ بیماری و مرض کی حالت میں ہیں تعریفیں و اشارہ کیا باوجودیکہ خود آپ کو شک نہ تھا۔ نہ آپ کا ایمان ضعیف تھا۔ لیکن جو استدلال ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس میں ضعف تھا۔ اور اس کی دلیل ضعیف تھی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ دلیل سقیم اور بیمار ہے۔ اور یہ نظر معلول ہے یعنی بیمار ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو استدلال و صحت دلیل کا ان کے سامنے ستاروں۔ آفتاب و چاند سے الہام کیا۔ جس کا خدا نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم پہلے اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور آپ کا یہ قول بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ بلکہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ یہ کہ پوچھو ان سے اگر ہیں بولتے۔

سو آپ نے اس خبر کو شرط کلام کیا ہے۔ گویا کہ یوں کہا ہے کہ اگر وہ بولتا ہے۔ سو یہ آپ کا قوم کے جھڑکنے کے طور پر تھا۔ اور یہ بھی سچ ہے۔ اس میں کوئی خلاف واقع بات نہیں۔

اور آپ کا یہ قول کہ یہ میری بہن ہے۔ سو اس کی وجہ تو حدیث میں بیان ہو چکی ہے آپ نے کہا تھا کہ تم اسلام میں میری بہن ہو۔ اور یہ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کہ سب مومن بھائی ہیں۔

اب اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو تین جھوٹ بتلایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین دفعہ جھوٹ بولا ہے۔ اور شفاعت کی حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے جھوٹوں کو یاد کریں گے۔ سو اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے سوائے ان کلمات کے ایسا کوئی کلام نہیں کیا۔ کہ جس کی صورت جھوٹ کی ہو۔ اگرچہ باطن میں وہ حق تھا۔ اور جبکہ ان کے ظاہری معنے اس کے باطن کے خلاف تھے۔ اس لئے ابراہیم ان کے مواخذہ سے ڈر گئے۔

لیکن وہ حدیث جس میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب کسی جنگ کا ارادہ کیا کرتے تھے۔ اس کے سوا دوسری طرف کا توریہ کے طور پر ذکر کیا کرتے

تھے۔ یہ قول بھی خلاف واقع کوئی امر نہیں۔ یہ تو اپنے مقصد کا چھپانا ہے تاکہ آپ کا دشمن اپنے بچاؤ کا سامان نہ تیار کر لے۔ اور جانے کی وجہ چھپالی۔ اور دوسری جگہ کا ذکر بطریق سوال کرتے تھے۔ اس کے حالات کی بحث کرتے تھے۔ اس کے ذکر کا توریہ کرتے تھے۔ اور یہ نہیں کہتے تھے۔ کہ فلاں جنگ کے لئے چلو۔ اور ہمارا ارادہ کہ خلاف پایا جائے۔

اب اگر تم یہ کہو کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے کیا معنے ہے بجائیکہ ان سے سوال کیا گیا تھا۔ کہ لوگوں میں سے کون شخص زیادہ عالم ہے۔ تو کہا میں زیادہ عالم ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا۔ کیونکہ انہوں نے اس کا علم خدا کی طرف نہ لوٹایا۔ الحدیث' اور اس میں کہا ہے بلکہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے۔ جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ اور یہ خبر ہے جس کو بیشک اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

سو جان لے کہ اس حدیث کے بعض طریق میں ابن عباسؓ سے یہ آیا ہے کہ کیا تم ایسے شخص کو جو تم سے زیادہ عالم ہے جانتے ہو۔ اور جب ان کا جو' . ان کے علم سے تھا۔ اور ان کا جواب ان کے علم کے موافق تھا۔ تو یہ خبر سچ اور حق ہے۔ اس میں کوئی خلاف واقع نہیں نہ کچھ شبہ ہے۔ اور دوسرے طریق پر اس کا محمل ان کے گمان اور اعتقاد پر ہے۔ جیسا کہ اگر آپ اس کی تصریح کر دیتے۔ کیونکہ آپ کا حال نبوت اور برگزیدگی میں اس امر کا متقاضی ہے۔ پس ان کا اس کی بابت خبر دینا بھی اپنے اعتقاد اور گمان کے موافق سچ تھا۔ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ اور کبھی اپنے قول سے کہ میں زیادہ جانتا ہوں۔ ان کا ارادہ نبوت کے وظائف کا تھا۔ جو کہ علوم توحید اور امور شریعت و سیاست امت تھے۔ اور خضر علیہ السلام ان سے دوسرے علوم میں زیادہ عالم تھے۔ جن کو کوئی شخص بدوں خدا کے بتلائے ہوئے علوم غیبیہ کے کوئی نہیں جان سکتا۔ جیسا کہ وہ قصے جو کہ ان دونوں کے حال میں مذکور ہیں۔ سو موسیٰ علیہ السلام سے بالخصوص ان علوم سے جو کہ ان کو سکھلائے گئے تھے زیادہ عالم تھے۔ اور اس پر خدا کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا۔ اور خدا کا ان کو اس پر عتاب کرنا جیسا کہ علما نے کہا ہے سو ان کے اس

قول کے اقرار پر ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے علم کو خدا کی طرف رد نہ کیا۔ جیسا کہ ملائکہ نے کہا تھا۔ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کہ ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا کہ تو نے ہم کو سکھلایا ہے۔ یا اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے شرعاً اس قول کو پسند نہ کیا۔ واللہ اعلم' تاکہ اس قول سے وہ شخص جو کہ ان کے کمال تک تزکیہ نفس و اعلیٰ درجہ میں ان کی امت میں سے نہیں پہنچا۔ ان کی اقتدا کرے گا۔ تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں انسان کا اپنے نفس کی تعریف کرنا شامل ہے۔ جس سے اس کو کبر عجب تزکیہ نفس اور دعویٰ پیدا ہو جائے گا۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کا گروہ ان رذائل سے پاک ہے۔ لیکن دوسرے لوگ اس راستہ پر چلتے ہیں۔ اور اس اندھیرے پر پڑتے ہیں۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ پس اس سے خود بچنا اپنے نفس کے لئے اور تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ بہتر ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جیسی باتوں کے حفظ ماتقدم کے لئے ان باتوں میں جن کو آپ نے جان لیا تھا فرمایا تھا۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ کہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور فخر نہیں کرتا۔ الحدیث۔

اور یہ حدیث ان لوگوں کے لئے جو اس کے قائل ہیں کہ خضر علیہ السلام نبی تھے۔ دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ کہ اس میں یہ ہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ عالم ہوں۔ حالانکہ ولی نبی سے بڑھ کر عالم نہیں ہوتا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام معرفت میں ایک دوسرے سے فضیلت رکھتے ہیں۔ (اور ان کے نبی ہونے پر) اس قول سے دلیل لی ہے کہ یہ کام میں نے حکم سے نہیں کئے۔ سو معلوم ہوا کہ یہ ان کو وحی ہوئی تھی۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ لیکن یہ ضعیف ہیں کیونکہ ہم کو یہ معلوم نہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی اور نبی سوائے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کے نہ تھا۔

اور اہل اخبار نے اس میں کوئی ایسی بات نقل نہیں کی۔ جس پر بھروسہ ہو۔ اور جب ہم نے خدا کا یہ قول کہ تم میں سے زیادہ عالم ہے عموم پر نہیں رکھا۔ بلکہ خاص اور معینہ واقعات میں ہے۔ تو اس بات کی حاجت نہیں کہ خضر علیہ السلام کی نبوت

ثابت کی جائے۔ اسی لئے بعض استادوں نے کہا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے اس بارہ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے (احکام) لیتے تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ اور خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ان قضایا میں زیادہ عالم تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ (بعض بینات) اور بعض نے یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف ادب سکھانے کے لئے مجبور کئے گئے تھے نہ تعلیم کے لئے۔

فصل ۹

لیکن جو آپ کی عصمت اعضاء کے اعمال کے متعلق ہے۔ اور ان میں سے زبان کی باتیں ہیں سوائے اس خبر کے کہ جس میں کلام ہوا ہے۔ اور سوائے دلی اعتقاد کے جو توحید کے سوائے ہے۔ اور جو ہم نے پہلے آپ کے معارف مخصوصہ بیان کئے ہیں مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام فواحش اور گناہان کبیرہ سے جو ہلاک [illegible] ہیں معصوم ہوا کرتے ہیں۔ اس میں جمہور کی دلیل وہ اجماع ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہی مذہب قاضی ابوبکر کا ہے۔ اور دوسروں نے اجماع کے ساتھ عقلی دلیل [illegible] ان سب امور کو محال رکھا ہے۔ یہی سب کا قول ہے۔ اور اسی کو استاد ابو [illegible] اختیار کیا ہے۔ اور ایسا ہی ان میں اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ یہ گروہ انبیاء علیہم السلام اس امر سے معصوم ہے۔ کہ رسالت کو چھپائے اور تبلیغ میں [illegible] کیونکہ یہ سب کچھ عصمت کو چاہتا ہے۔ اس پر معجزہ تمام سب کے اتفاق [illegible] کرتا ہے۔ اور جمہور اس کا قائل ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے [illegible] معصوم ہیں۔ اپنے اختیار و کسب سے یہ امر لازم کئے ہوئے ہیں۔ کہ [illegible] ہیں کہ ان کو گناہوں پر ہرگز طاقت نہیں۔ مگر چھوٹے گناہوں کو بعض [illegible] نے انبیاء علیہم السلام سے جائز سمجھا ہے۔ یہی مذہب [illegible] و متکلمین کا ہے۔ اس کے بعد ہم عنقریب وہ دلائل [illegible] لاتے ہیں۔

ایک دوسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں [illegible]

ثابت کی جائے۔ اسی لئے بعض استادوں نے کہا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے اس بارہ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے (احکام) لیتے تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ اور خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ان قضایا میں زیادہ عالم تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ (بعض جنات) اور بعض نے یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف ادب سکھانے کے لئے مجبور کئے گئے تھے نہ تعلیم کے لئے۔

فصل ۹

لیکن جو آپ کی عصمت اعضاء کے اعمال کے متعلق ہے۔ اور ان میں سے زبان کی باتیں ہیں سوائے اس خبر کے کہ جس میں کلام ہوا ہے۔ اور سوائے دلی اعتقاد کے جو توحید کے سوائے ہے۔ اور جو ہم نے پہلے آپ کے معارف مخصوصہ بیان کئے ہیں مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام فواحش اور گناہان کبیرہ سے جو مہلک ہیں معصوم ہوا کرتے ہیں۔ اس میں جمہور کی دلیل وہ اجماع ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہی مذہب قاضی ابوبکر کا ہے۔ اور دوسروں نے اجماع کے ساتھ عقلی دلیل سے ان سب امور کو محال رکھا ہے۔ یہی سب کا قول ہے۔ اور اسی کو استاذ ابواسحٰق نے اختیار کیا ہے۔ اور ایسا ہی ان میں اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ یہ گروہ انبیاء علیہم السلام اس امر سے معصوم ہے۔ کہ رسالت کو چھپائے اور تبلیغ میں قصور کرے۔ کیونکہ یہ سب کچھ عصمت کو چاہتا ہے۔ اس پر معجزہ مع سب کے اجماع کے دلالت کرتا ہے۔ اور جمہور اس کا قائل ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ان باتوں سے معصوم ہیں۔ اپنے اختیار و کسب سے یہ امر لازم کئے ہوئے ہیں۔ کہ حسین نجار کہتے ہیں کہ ان کو گناہوں پر ہرگز طاقت نہیں۔ مگر چھوٹے گناہوں کو سلف وغیرہ کی جماعت نے انبیاء علیہم السلام سے جائز سمجھا ہے۔ یہی مذہب ابو جعفر طبری وغیرہ فقہا و محدثین و متکلمین کا ہے۔ اس کے بعد ہم عنقریب وہ دلائل بیان کریں گے۔ جن سے وہ دلیل لاتے ہیں۔

ایک دوسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عقل ان سے واقع

ہونے کو محال نہیں جانتی۔ اور شرع میں کئی ایک وجہ پر قاطع دلیل نہیں۔ محققین کا ایک گروہ جو فقہا و متکلمین میں اس طرف گیا ہے۔ کہ جس طرح وہ کبائر سے معصوم ہیں صغائر سے بھی معصوم ہیں۔ کیونکہ صغائر و کبائر کے تعین میں لوگوں کا اختلاف و اشکال ہے۔

ابن عباسؓ وغیرہ کا یہ قول ہے۔ کہ جس سے خدا کی نافرمانی ہو وہ کبیرہ ہے۔ اور ان میں سے صغیرہ اس کو کہتے ہیں جو کبیرہ کی نسبت چھوٹا ہو۔ اور خدا کی مخالفت جس امر میں ہو ضروری ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہو۔

قاضی ابو محمد عبدالوہاب کہتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ یوں کہا جائے خدا کے گناہ صغیرہ ہیں۔ مگر اس معنی کہ کبیرہ سے بچنے کے ساتھ وہ بخشے جاتے ہیں۔ اور خدا کی مغفرت کے ساتھ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ بخلاف کبیرہ گناہوں کے جبکہ ان سے توبہ نہ کی جائے پھر ان کو کوئی چیز نہیں مٹاتی۔ ان کو معاف کر دینا خدا کی مرضی پر ہے۔ یہی قول قاضی ابوبکر اور آئمہ اشعرین کی ایک جماعت اور بڑے بڑے آئمہ فقہا کا ہے۔

ہمارے بعض امام کہتے ہیں کہ دونوں قول پر اس میں اختلاف ثابت نہیں کہ یہ حضرات صغائر کے تکرار و کثرت سے معصوم ہیں۔ کیونکہ اس کا تکرار کبائر تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس صغیرہ میں بھی اختلاف نہیں کہ جس میں حیا و عزت و مروت جاتی رہے۔ برائی و کمینہ پن کو واجب کر دے۔ کیونکہ یہ بھی وہ باتیں ہیں۔ کہ جن سے انبیاء علیہم السلام اجماعاً معصوم ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات معزز مرتبہ کو گواہی دیتی ہے۔ اور اس شخص کو عیب دار بناتی ہے۔ لوگوں کے دل اس سے نفرت کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان باتوں سے پاک ہیں۔ بلکہ منزہ و بچاؤ کے ساتھ مباح چیزیں مل جاتی ہیں۔ پھر اس مباح کے کرنے سے اسم مباح سے نکل کر حرام تک نوبت پہنچتی ہے۔

بعض اس طرف گئے ہیں کہ مکروہات میں قصداً پڑنے سے معصوم ہیں۔

بعض آئمہ نے انبیاء علیہم السلام کے صغائر سے معصوم ہونے پر اس سے دلیل پکڑی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے افعال کی پیروی اور ان کے آثار و خصائل کے اتباع

مطلقاً کرنی چاہئے۔ اور جمہور فقہا یعنی امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب بدوں التزام قرینہ شرعیہ کے اسی پر ہیں۔ (بعض مستحب کہتے ہیں۔ بعض مباح)۔

ابن خویز منداد امام مالکؒ سے اس کا التزام وجوباً بیان کرتے ہیں۔ اور یہی قول ابہری ابن قصار اور ہمارے اکثر اصحاب کا ہے۔ اور یہ قول اکثر اہل عراق ابن سریج اصطخری ابن خیران کا ہے جو شافعیہ سے ہیں۔ اور اکثر شافعیہ اس پر ہیں کہ یہ مستحب ہے۔ ایک گروہ مباح کی طرف گیا ہے۔ بعض نے یہ قید لگائی ہے کہ جو امور دینیہ ہیں۔ اور اس سے قربت کا مقصد پایا جائے۔ اس میں اتباع ہے۔ اور جس نے آپ کے افعال میں اطاعت کو مباح کہا ہے اس نے کوئی قید نہیں لگائی۔ اس نے کہا ہے اگر ہم ان پر صغائر جائز رکھیں۔ تو ان کے افعال میں اقتدار جائز نہ ہو گا۔ کیونکہ آپ کے افعال میں کوئی ایسا فعل نہیں ہے کہ جس میں آپ کے مقصد میں تمیز ہو سکے۔ کہ اس میں قربت ہے یا اباحت ہے یا منع یا گناہ ہے۔ اور یہ صحیح نہیں۔ کہ کسی مرد کو کسی امر کے ماننے کا حکم دیا جائے۔ شاید وہ گناہ ہو خصوصاً ان اصولوں کے قول پر جو کہ فعل کو قول پر مقدم جانتے ہیں۔ جبکہ دونوں متعارض ہوں۔ اور ہم اس دلیل کو اور بڑھاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں۔ کہ جس نے صغائر گناہ کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جائز رکھا اور جس نے نفی کی سب اس پر متفق ہیں۔ کہ آپ کسی منکر یا قول کے فعل پر کسی اور کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شے کو دیکھ کر چپ رہتے تھے۔ تو یہ اس کے جواز کی دلیل ہوتی تھی۔ اب یہ کیونکر ہو۔ کہ غیر کے حق میں تو آپ کا یہ حال ہو۔ لیکن اس منکر کے وقوع کو آپ سے اپنے لئے تجویز کیا جائے۔ اور اس ماخذ پر آپ کی عصمت مکروہ کے متعلقات سے واجب ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اور اس لئے کہ آپ کے فعل کی پیروی کا وجوب یا استحباب جھڑکنے اور فعل مکروہ کے منع کرنے کے منافی ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ صحابہ کے طریق سے قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیا کرتے تھے۔ خواہ کیسے ہوں اور کسی قسم کے ہوں۔ جیسا کہ آپ کے افعال [illegible]۔ اور بلاشبہ جب آپ نے

انگوٹھی اتار ڈالی۔ تو سب نے اپنی انگوٹھیاں اتار ڈالیں۔ اور جب آپ نے اپنی نعلین اتاری۔ تو سب نے اپنی نعلین اتار ڈالیں۔

اور صحابہ نے ابن عمرؓ کے دیکھنے کو دلیل ٹھیرایا۔ جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کے لئے بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھا دیکھا تھا۔ اور بہت سے صحابہ نے عبادت و عادت کے بہت سے امور میں ابن عمرؓ کے قول سے دلیل لی ہے۔ کہ میں نے یہ کام رسول اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو نے اس کو خبر نہ دی تھی۔ کہ میں روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتا ہوں۔ اور حضرت عائشہؓ نے دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ میں اور رسول اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی پر خفا ہوئے۔ جو کہ آپ کی طرف سے اس قسم کی خبر دے گیا تھا۔ پھر اس نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لئے جو چاہے حلال کر دے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ بے شک میں تم سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ اور خدا کے حدود کا زیادہ عالم ہوں۔ اس میں آثار و احادیث بکثرت ہیں۔ جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کے مجموعہ سے یہ بات قطعاً معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ حضرت آپ کے افعال کی اتباع و پیروی کرتے تھے۔ اگر وہ اس میں آپ کی مخالفت کسی فعل میں جائز سمجھتے۔ تو یہ انتظام نہ ہوتا۔ بالضرور ان سے منقول ہوتا۔ اور ان کی اس سے بحث ظاہر ہوتی۔ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر اس کے قول و عذر کا انکار نہ کرتے۔ جیسا کہ ہم نے اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن امور مباحات کا وقوع ان سے جائز ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی جرح قدح نہیں۔ بلکہ اس میں ان کا حکم ہے۔ اور ان کے ہاتھ غیروں کے ہاتھ کی طرح ہیں۔ جن پر ان کا غلبہ ہے۔ مگر انبیاء علیہ السلام اس سے بلند درجہ کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں۔ ان کے سینے انوار معرفت سے کھول دیئے گئے ہیں۔ وہ خدا اور دار آخرت سے اپنے دلی تعلق کی وجہ سے برگزیدہ کئے گئے۔ وہ مباحات سے بقدر ضرورت کے سوائے اس کے کہ ان کو راستہ کے چلنے کی قوت دے۔ ان کے دین کی اصلاح کرے۔ ان کی دنیا کی ضرورت پورا کرے نہیں لیتے [illegible] اطاعت کے ساتھ

مل جایا کرتی ہے۔ اور قربت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کا بیان اول کتاب میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارک میں بیان کیا ہے۔

اب تم کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیا علیہم السلام پر خدا کا بڑا فضل ہے کہ ان کے افعال کو قربات و طاعت بنا دیا ہے جو مخالفت و گناہ کے طریق سے بعید ہیں۔

فصل ۱۰

انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے پہلے آپ کے گناہوں سے عصمت میں اختلاف ہے۔ بعض نے تو محال کہا ہے۔ اور بعض نے جائز کہا ہے۔ اور صحیح انشاء اللہ یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ ہر اس عیب سے جو شک کا موجب ہے معصوم ہیں اور کیسے نہ ہوں۔ حالانکہ اس مسئلہ کا تصور محال کی طرح ہے۔ کیونکہ گناہ اور منہیات تو شروع کے تقرر کے بعد ہوتے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں وحی اترنے سے پہلے کے بارہ میں لوگ مختلف ہیں۔ کہ آیا آپ پہلی شرع کے تابع تھے یا نہیں۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ کسی شرع کے پابند نہ تھے۔ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ پس اس قول پر گناہ موجود نہ تھے۔ اور اس وقت آپ کے حق میں معتبر نہ تھے۔ کیونکہ شرعیہ اور امرو نواہی اور تقرر شرع کے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ پھر جو لوگ اس امر کے قائل ہیں ان کے دلائل میں اختلاف ہے۔

سیف السنۃ اور تمام فرقوں کے پیشوا قاضی ابوبکرؒ اس طرف گئے ہیں۔ کہ اس پر علم کا طریقہ نقل ہے۔ اور بطریق سماعت خبر کا وارد ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ بات ہوتی۔ تو البتہ منقول ہوتی۔ اس کا چھپنا ممکن نہ تھا عادتاً۔ کیونکہ آپ کی روش میں یہ ایک مہتم بالشان اور بڑا معتبر امر تھا۔ اس شریعت والے اس سے فخر کرتے۔ اور آپ پر اس سے حجت لاتے۔ لیکن اس میں سے کچھ بھی منقول نہیں ہوا۔

ایک گروہ عقلاً اس کے محال ہونے کی طرف گیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جو شخص تابع مشہور ہو جائے اس کا متبوع ہونا بعید ہے۔ انہوں نے اس کی بنا حسن و قبح پر رکھی ہے۔ (یعنی حسن و قبح عقلی ہیں) لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ اور اس کی نسبت نقلی کی طرف کرنا جیسا کہ قاضی ابوبکر نے کیا ہے بہت بہتر ہے۔ اور زیادہ ظاہر ہے۔

ایک فرقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توقف کیا ہے۔ اور اس میں قطعی حکم لگانے کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں وجہوں کو عقل محال نہیں جانتی۔ اور ان دونوں میں ان کے نزدیک طریق نقل ظاہر نہیں ہوا۔ یہی مذہب ابو المعالی کا ہے۔

تیسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ آپ پہلی شرع پر عامل تھے۔ پھر ان کا اختلاف ہے کہ یہ کوئی معین شرع ہے یا نہیں۔ بعض نے اس کے مقرر کرنے میں توقف اور تاخیر کی ہے۔ بعض نے معین کرنے پر دلیری اور جزم کیا ہے۔ پھر یہ معین فرقہ مختلف ہوا ہے۔ کہ آپ نے کس کی اتباع کی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی اتباع کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی صلوات اللہ علیہم۔ پس یہ سب خلاصہ مذاہب کا اس مسئلہ میں ہے۔ اور زیادہ ظاہر اس میں مذہب قاضی ابوبکر کا ہے۔ اور زیادہ بعید مقرر کرنے والوں کا مذہب ہے۔ کیونکہ اگر ان میں سے کچھ ہوتا تو ضرور منقول ہوتا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور کسی سے یہ سب مخفی نہ رہتا۔ ان کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں کہ آخر نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جو نبی اس کے بعد آیا۔ اس نے اس کی شریعت کو لازم پکڑا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی بالعموم دعوت ثابت نہیں ہوئی۔

اور دوسرے کے لئے خدائے تعالیٰ کے اس قول میں کہ دین ابراہیمؑ حنیف کی اتباع کر۔ کوئی حجت نہیں۔ اور نہ دوسروں کے لئے خدا کے اس قول میں کہ

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ۔ تمہارے لئے دین میں سے جو نوح علیہ السلام کو وصیت کی تھی مقرر ہے۔

حجت ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اس کا محل یہ ہے۔ کہ ان کی اتباع توحید میں

ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالٰی فرماتا ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو خدا نے ہدایت دی ہے۔ پس ان کی ہدایت کے ساتھ اتباع کر۔

اور ان میں خدائے تعالٰی نے ایسے نبی کا بھی نام لیا ہے کہ کسی شریعت خاص کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا۔ جیسے کہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام اس شخص کے قول کے موافق جو یہ کہتا ہے۔ کہ وہ رسول نہ تھے۔ اور بیشک اللہ تعالٰی نے ان میں سے ایک ایک جماعت کا ایک آیت میں نام لیا ہے جن کی شریعتیں مختلف تھیں۔ ان میں جمع ہونا ناممکن تھا۔ اب یہ اس پر دلیل ہے کہ جس پر وہ متفق تھے۔ یعنی توحید اور خدا کی عبادت اور اس کے بعد کیا اس شخص پر جو یہ کہتا ہے کہ اتباع منع ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام پر یہ قول لازم ہے یا وہ اس بارہ میں مختلف ہیں۔ لیکن جس نے عقلاً" ان کو منع کہا ہے۔ سو اس کا عمل ہر رسول کے بارہ میں بلاشبہ جاری ہو گا۔ اور جو شخص نقل کی طرف مائل ہوا ہے۔ تو جہاں اس کے لئے متصور اور مقرر ہو گا۔ اس کی اتباع کرے گا۔ اور جس نے وقف کہا ہے۔ وہ اصل پر ہے۔ اور جس نے ماقبل کی اتباع کو واجب کہا۔ تو اس نے اس کا التزام کیا۔ کہ اپنی دلیل ہر نبی میں جاری کرے۔

فصل ॥

یہ حکم تو وہ ہے کہ جس میں اعمال کی مخالفت قصداً" ہو۔ اور اس کا نام گناہ رکھا جاتا ہے۔ وہ تکلیف کے نیچے داخل ہے۔ لیکن جو بدوں قصد و ارادہ کے ہو جیسا کہ وظائف شرعیہ میں جن کو شرع نے مقرر کیا ہے۔ جن کا تعلق خطاب سے نہیں۔ اور ان پر کوئی مواخذہ نہیں سہو و نسیان ہو۔ پس انبیاء علیہم السلام کے حالات اس پر مواخذہ کے چھوڑنے اور ان کے لئے گناہ نہ ہونے میں امتوں کے ساتھ برابر ہیں۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو پہنچانے کا طریق شرع کا مقرر کرنا احکام کا تعلق امت کو (شرعی) فعل کی تعلیم اور ان کو آپ کی اتباع (اور عدم اتباع) میں مواخذہ کرنا اور نہ

اس سے خارج ہے وہ آپ کی ذات سے مخصوص ہے۔ لیکن اول قسم (بلاغ) کا حکم خدا کی ایک جماعت کے نزدیک اس باب میں قول میں سہو کرنے کا ہے۔ اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کا محال ہونا اور آپ پر قصداً و سہواً جائز ہونے سے آپ کا معصوم ہونا بیان کر دیا ہے۔

اسی طرح علماء کہتے ہیں۔ کہ اس باب میں افعال کی مخالفت جائز نہیں۔ نہ عمداً نہ سہواً۔ کیونکہ یہ افعال تبلیغ و ادا کی جہت سے بہ معنی قول ہیں۔ اور ان عوارض کا ان پر جاری ہونا شک کا موجب ہے۔ اور طعنوں کا باعث ہے۔ اور سہو کی احادیث سے توجیہات کے ساتھ علماء نے عذر کیا ہے۔ اس کے بعد ہم ان کا ذکر کریں گے۔

اسی کی طرف ابو اسحق نے میلان کیا ہے۔ اور اکثر فقہا و متکلمین اس طرف گئے ہیں۔ کہ افعال بلاغیہ و احکام شرعیہ میں مخالفت سہواً و غیر قصداً آپ پر جائز ہے۔ جیسا کہ نماز میں احادیث سہو مقرر ہو چکا ہے۔ اور اس میں اور اقوال بلاغیہ میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ معجزہ قول کے صدق پر قائم ہے۔ اور اس کی مخالفت اس کے برخلاف ہے (یعنی قول میں صدق سہو بلاقصد کو نہ ماننا معجزہ کے برخلاف ہے۔ کیونکہ معجزہ دلیل صدق ہے) لیکن افعال میں سو اس کے برخلاف ہے اور نہ نبوت میں عیب لگاتا ہے۔ بلکہ فعل کی غلطیاں اور دل کی غلطیاں انسان کے صفات لازمہ سے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی كَمَا تَنْسَوْنَ وَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِیْ

ترجمہ۔ بیشک میں انسان ہوں۔ بھولتا ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو۔ جب میں بھول جاؤں تو تم مجھ کو یاد دلا دو۔

ہاں بلکہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کے حق میں نسیان و سہو افادہ علم اور بیان شرع کا باعث ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ تمہارے لئے ایک امر کی تعلیم دوں اور سنت بناؤں۔

بلکہ روایت کیا گیا ہے کہ لَسْتُ اَنْسٰی وَلٰكِنْ اُنَسّٰی لِاَسُنَّ کہ میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت کروں۔

اور یہ حالت آپ کی تبلیغ کی زیادتی اور آپ پر نعمت کا پورا ہونا ہے۔ نقصان کے صفات اور طعن کی غرضوں سے دور ہے۔ کیونکہ اس تجویز کے قائل یہ شرط لگاتے ہیں۔ کہ رسول سہو و غلط پر برقرار نہیں رکھے جاتے۔ بلکہ اس پر ان کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ وہ فوراً" اس کے حکم کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور دوسرے کہتے ہیں کہ انتقال سے پہلے آگاہ کئے جاتے ہیں۔ کہ جس کا طریق بلاغ کا نہیں۔ اور نہ بیان احکام کا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ کے امور دین و افکار قلبی آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جن کو آپ نے اس لئے نہیں کیا کہ آپ کی اس میں اتباع کی جائے۔ سو امت کے طبقہ کے اکثر علماء اس میں غلط سستی و غفلت دلی جائز رکھتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی گئی ہے۔ کہ لوگوں کی تکلیفیں امت پر حکومت گھر کے لوگوں پر عنایت معنوں کا لحاظ کریں۔ لیکن یہ بطریق تکرار و اتصال نہیں۔ بلکہ شاذو نادر ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ بیشک میرے دل پر پردہ آجاتا ہے۔ اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں۔

اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جس سے آپ کے مرتبہ میں کمی واقع ہو۔ اور آپ کے معجزہ کے منافی ہو۔

اور ایک گروہ سہو و نسیان و غفلات و سستی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بالکل منع کرتا ہے۔ اور یہی مذہب صوفیہ کی جماعت اور دلوں اور مقامات کے عالموں کا ہے۔ اور ان احادیث میں ان کے اقوال ہیں۔ جن کا ہم اس کے بعد انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

فصل ۱۲

(ان احادیث میں کلام جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو واقع ہوا ہے)

اس سے پہلی فصلوں میں ہم وہ افعال و احوال بیان کر آئے ہیں جن میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو جائز ہے اور جن میں جائز نہیں۔ اور ہم نے تمام اخبار میں اور اقوال دینیہ میں سہو کو محال کہا ہے۔ اور افعال دینیہ میں اس وجہ پر کہ ہم نے اس کو ترتیب دیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو اس میں وارد ہوا ہے۔ وقوع سہو کو جائز کہا ہے۔ ہم اس کو بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کے بارہ میں جو احادیث صحیحہ وارد ہیں' تین ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث ذی الیدین کی ہے۔ جو دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے کی ہے'

دوسری حدیث ابن لحینہ کی ہے۔ جو دو رکعت کے بعد قیام کے بارہ میں ہے

تیسری ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھیں۔

اور یہ احادیث اس سہو پر مبنی ہیں جو کہ اس فعل میں ہوا ہے۔ جس کو ہم نے مقرر کیا ہے۔ اس میں خدا کی یہ حکمت ہے۔ کہ آپ کی سنت مقرر ہو۔ کیونکہ فعل کے ساتھ تبلیغ بہ نسبت قول کے زیادہ روشن اور احتمال کو زیادہ اٹھانے والا ہے۔ اور اس کی شرط یہ ہے۔ کہ سہو برقرار نہیں رہتا۔ بلکہ آپ کو اس کا شعور ہوتا ہے تاکہ اشتباہ جاتا رہے۔ اور حکمت کا فائدہ ظاہر ہو۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور نسیان و سہو فعل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي

ترجمہ :۔ میں انسان ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ جب میں بھول جاؤں۔ تو مجھ کو یاد دلاؤ۔

اور فرمایا کہ رَحِمَ اللّٰهُ فُلَانًا لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أُسْقِطُهُنَّ۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم کرے۔ کہ اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیت یاد دلا دی۔ جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا (سہواً)

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ أُنْسِيتُهُنَّ مجھے وہ بھلائی گئی تھیں۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

انی لا نسی او انسی لا من ۔ بیشک میں بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت کر دوں'

بعض کہتے ہیں کہ راوی کا شک ہے۔ اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ سنت بتاؤں۔

ابن نافع اور عیسیٰ بن دینار اس طرف گئے ہیں۔ کہ یہ شک نہیں ہے۔ اور یہ کہ اس کے معنے تقسیم کے ہیں۔ بعض میں بھول جاتا ہوں یا اللہ تعالیٰ مجھے بھلاتا ہے۔

قاضی ابوالولید باجی کہتے ہیں۔ ان دونوں کے کہنے کا یہ احتمال ہے کہ آپ کا یہ ارادہ ہے کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں۔ اور نیند میں بھلایا جاتا ہوں۔ یا میں انسان کی عادت کے موافق بھولتا ہوں۔ یعنی شے سے ذہول و سہو ہو جاتا ہے باوجود ادھر متوجہ ہونے اور فارغ بالی کے بھلایا جاتا ہوں۔ پس دو نسیانوں میں ایک کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ آپ کے لئے اس میں ایک سبب تھا۔ اور دوسرے کو اپنے نفس سے دور کیا۔ کیونکہ آپ اس میں مضطر کی طرح تھے۔

اور ایک گروہ اصحاب معانی و کلام کا حدیث میں اس طرف گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سہو کیا کرتے تھے۔ اور بھولتے نہ تھے۔ کیونکہ نسیان ذہول غفلت و آفت تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب باتوں سے پاک ہیں۔ اور سہو ایک شغل ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں سہو کیا کرتے تھے۔ اور وہ آپ کو حرکات نماز سے وہ شے (یعنی نور معرفت) کہ جس سے آپ مشغول رہتے روک رکھتے تھے۔ نہ اس وجہ سے کہ آپ اس سے غافل تھے۔ اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حجت پکڑی ہے۔ جو کہ دوسری روایت میں ہے کہ بیشک میں بھولتا نہیں۔

اور ایک گروہ آپ سے ان سب امور کو منع کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو عمداً و قصداً تھا۔ تاکہ مسنون ہو جائے۔ اور یہ قول پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کے مقاصد متناقض ہیں۔ اس سے فائدہ نہیں۔ کیونکہ ایک ہی حال میں آپ کیونکر جان کر بھولنے والے ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو اپنے قول میں یہ کوئی حجت نہیں۔ کہ آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ صورت نسیان کو عمداً کریں تاکہ سنت ہو جائے۔

کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں۔ اور دونوں حالوں میں سے ایک حال کو ثابت کیا۔ اور عمداً" و قصداً" تناقض کو دور کیا۔

اور فرمایا کہ تمہاری طرح میں بھی انسان ہی ہوں۔ جیسا تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ اور اس طرف بڑے بڑے محقق مائل ہوئے ہیں۔ جو ہمارے اماموں میں سے ہوئے ہیں۔ وہ ابو المظفر السفرائنی ہیں۔ اور ان میں سے اس کے سوا اس سے اور کوئی راضی نہیں۔ اور نہ میں راضی ہوتا ہوں۔ اور ان دونوں گروہوں کو آپ کے اس قول میں کہ میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں حجت نہیں کیونکہ اس میں بالکل نسیان کے حکم کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو صرف لفظ کی نفی ہے۔ اور اس لفظ کی کراہت ہے۔ جیسا کہ آپ کا قول کہ تمہارے لئے یہ بری بات ہے۔ کہ یوں کہو کہ میں فلاں آیت بھول گیا ہوں۔ لیکن بھلایا گیا ہوں یا امر نماز میں دل سے غفلت اور کم اہتمام کی نفی ہے۔ لیکن نماز کی وجہ سے اس سے مشغول ہو گئے۔ اور اس کے بعض حصہ کو بعض کی وجہ سے بھول گیا۔ جیسا کہ خندق کے دن نماز کو چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا۔ اور دشمن کے بچاؤ میں نماز سے غافل ہو گئے۔ پس آپ ایک بندگی کی وجہ سے دوسری بندگی سے علیحدہ ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ خندق کے دن چار نمازیں ظہر عصر مغرب عشا ترک کی تھیں۔ اور اسی سے اس شخص نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ خوف کی حالت میں نماز میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ جب کہ اس کے ادا کرنے کی قدرت نہ پائے۔ اس کے وقت تک۔ یہ مذہب شامیوں کا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ نماز خوف کا حکم اس کے بعد آیا ہے۔ پس وہ اس کے لئے ناسخ ہے۔

اگر تم کہو۔ کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو جنگل کے دن نماز سے سو گئے تھے۔ کیا کہتے ہو۔ اور بیشک آپ نے فرمایا ہے کہ ان عینی تنا" مان ولا ینام قلبی۔ میری آنکھیں تو سوتی ہیں۔ اور دل نہیں سوتا۔

سو جان لے کہ علماء نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے دل کا نیند کے وقت اور آپ کی آنکھوں کا اکثر اوقات میں یہ حال ہے۔

اور نادر وقت میں آپ کا اور حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے غیر سے خلاف عادت نادر ہوتا ہے۔ اور اس تاویل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نفس حدیث میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا۔ اور قول بلال رضی اللہ عنہ کا اس حدیث میں کہ ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ تصحیح کرتا ہے۔ لیکن اس قسم کی بات آپ سے ایک امر کے لئے ہوتی ہے۔ جس کا خدا ارادہ کرتا ہے۔ کہ اثبات حکم ہو۔ سنت کی بنیاد پڑے۔ شرع کا اظہار ہو۔

اور جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَا يَقَظَنَا وَلٰكِنْ اَرَادَ لِمَنْ يَكُوْنُ بَعْدَكُمْ اگر خدائے تعالیٰ چاہتا۔ تو ضرور ہم کو جگا دیتا۔ لیکن اس نے ارادہ کیا کہ یہ مابعد آنے والوں کے لئے طریقہ ہو۔

دوم یہ کہ آپ کے دل کو نیند مستغرق نہ ہوا کرتی تھی۔ تاکہ آپ سے اس میں حدیث پیدا ہو۔ کیونکہ مروی ہے کہ آپ اس سے محفوظ تھے۔ اور آپ سو جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا سانس تیز ہوتا تھا۔ اور آپ کی آواز سنی جاتی تھی۔ پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔ اور وضو نہ کیا کرتے تھے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں آپ کے سونے کے بعد وضو کا ذکر ہے۔ آپ کا سونا اپنی بیوی کے ساتھ ہے۔ اب اس سے نیند کے بعد وضو کرنے سے دلیل لانا ممکن نہیں۔ کیونکہ بیوی کے چھونے کی وجہ سے یا کسی اور حدیث کی وجہ سے ہو۔ اور یہ کیسے ہو۔ حالانکہ اسی حدیث کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ پھر آپ سوئے حتیٰ کہ میں نے آپ کی آواز سن لی۔ پھر نماز قائم ہوئی۔ تو آپ نے نماز پڑھی۔ اور وضو نہ کیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا دل اس لئے نہیں سوتا تھا۔ کہ نیند میں آپ پر وحی آیا کرتی تھی۔ اور جنگل کے قصہ میں تو صرف یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کی نیند آفتاب کے دیکھنے سے تھی۔ اور یہ دل کا فعل نہیں۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَنَا وَلَوْ شَاءَ لَرَدَّهَا اِلَيْنَا فِيْ حِيْنٍ غَيْرِ هٰذَا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کیا۔ اور اگر چاہتا

تو ان کو ہماری طرف اس سے دوسرے وقت لوٹا دیتا (یعنی وقت پر جگا دیتا)۔

اگر کہا جائے۔ کہ اگر آپ کی عادت نیند میں مستغرق ہونے کی نہ تھی۔ تو بے شک بلال رضی اللہ عنہ کو یوں نہ فرماتے۔ کہ اکلا لنا الصبح ہمارے لئے صبح کی حفاظت کرنا۔ اس کے جواب میں یوں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ صبح کو اندھیرے میں نماز پڑھ لیا کریں۔ اور جس کی آنکھ سو جائے۔ اس سے اول وقت فجر کی رعایت آسان نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ جو کہ یہ بات ظاہری اعضا سے معلوم ہوتی ہے۔ تب بلال کو آپ نے اول فجر کی رعایت کرنے کے لئے وکیل بنایا۔ تاکہ آپ کو اطلاع دے۔ جیسا کہ نیند کے سوا رعایت فجر سے کسی اور کام میں آپ مشغول ہو جائیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے منع کرنے کا کیا مطلب کہ میں بھول گیا ہوں۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنِّیْ اُنسٰی کَمَا تُنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ کہ میں بھی بھولتا ہوں۔ جیسا کہ تم بھولتے ہو۔ اور جب میں بھول جاؤں۔ تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

اور آپ نے فرمایا ہے۔ کہ لَقَدْ اَذْکَرَنِیْ کَذَا وَ کَذَا اٰیَۃً کُنْتُ اُنْسِیْتُھَا مجھ کو اس نے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جو مجھے بھلا دی گئی ہیں'

سو جان لے کہ خدا تجھ کو معزز کرے کہ ان الفاظ میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ کا اس سے منع فرمانا۔ کہ یوں کہا جائے کہ میں فلاں آیت بھول گیا ہوں۔ سو اس پر یہ محمول ہے۔ کہ اس کی تلاوت قرآن منسوخ ہو گئی ہو۔ (یعنی اگر میں تلاوت آیت بھول جاؤں تو یہ مت کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے) یعنی غفلت اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالی نے آپ کو اس کی طرف مجبور کیا۔ تاکہ جس کو چاہے ثابت رکھے۔ اور جس کو چاہے مٹا دے۔ اور جو سہو یا غفلت آپ کی طرف سے ہو۔ جس کو آپ یاد رکھتے ہوں۔ تو اس میں اس کی صلاحیت ہے۔ کہ یوں کہا جائے کہ میں بھول گیا ہوں (یا بھلایا گیا ہوں)۔

اور بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بطریق استحباب

ہے۔ کہ فعل کو اپنے خالق کی طرف نسبت کریں۔

اور دوسری حدیث (جس میں جواز بھولنے کا ہے) بطریق جواز ہے۔ کیونکہ اس میں بندہ کا عمل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد تبلیغ شریعت اور بندوں تک پہنچا دینے کے کسی آیت کا ساقط کرنا اور بھولنا اور پھر امت کا یاد دلانا یا اپنی طرف سے یاد آجانا جائز ہے۔ مگر جس کے منسوخ اور دلوں سے محو کر دینے کا اور اس کے ذکر کے ترک کا خدائے تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہو۔ اور جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی آیت کو جس کا طریق ہو۔ کسی وقت بھول جائیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلاغ سے پہلے وہ آیت بھلا دے۔ جس کی نظم میں تبدیلی نہ ہو۔ اور اس کا حکم خلط ملط نہ ہو۔ جس سے خبر میں خلل واقع ہو۔ پھر وہی اس کو یاد دلا دے۔ اور اس کا ہمیشہ بھلا دینا محال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کے پہنچانے کی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) تکلیف دیتا ہے۔

فصل ۱۳

ان لوگوں پر رد جو انبیاء علیہم السلام پر صغائر گناہ جائز کہتے ہیں۔ اور اس میں جس کے ساتھ انہوں نے استدلال کیا ہے۔ اس میں کلام۔

جان لے کہ جو فقہا و محدثین اور ان کے موافق متکلمین نے انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا صدور جائز کہا ہے۔ انہوں نے اس میں قرآن کی بہت سی آیات صریحہ و احادیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ اگر ظاہر آیت و حدیث کا التزام کریں۔ تو اس سے کبیرہ گناہوں اور خرق اجماع تک نوبت پہنچتی ہے۔ جس کو کوئی مسلمان نہ کہے گا اور کیسے یہ بات ہو۔ حالانکہ جن آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ جن کے معنے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اس کے معنے میں اور احتمالات کا مقابلہ ہے اور ان میں سلف کے وہ اقوال آئے ہیں۔ جو ان کے لازمی معنے کے برخلاف ہیں۔ اور جب ان کے مذہب پر اجماع نہیں۔ اور قدیم سے ان کے دلائل میں اختلاف چلا آتا ہے۔ اور ان کے قول کے خطا اور دوسرے قول کی صحت پر دلیل موجود ہے۔ تو اس کا

ترک واجب ہے۔ اور جو امر صحیح ہو۔ اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ دیکھو ہم انشاء اللہ ان کے دلائل میں بحث کرتے ہیں۔

ان کی ایک دلیل یہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (پ ۲۶ ع ۹) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (پ ۲۶ ع ۶) اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اور خدائے تعالیٰ کا یہ فرمانا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ اور ہم نے تجھ سے وہ بوجھ اتار دیا کہ جس نے آپ کی پیٹھ بوجھل کر دی تھی۔

اور خدا کا یہ فرمان کہ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ (پ ۱۰ ع ۱۴) اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔

اور خدا کا یہ قول لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۱۰ ع ۵) اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

اور خدا کا یہ قول عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى (پ ۳۰ ع ۵) تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے۔

جو قصص کہ انبیاء علیہم السلام کے منقول ہیں۔ جیسے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قول کہ عَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى (پ ۱۶ ع ۱۶) اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی۔

اور اس کا یہ قول فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (پ ۹ ع ۱۴) پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہئے بچہ عطا فرمایا انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے ان کے شرک سے۔

اور اس کا آدم علیہ السلام کی طرف سے یہ قول کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (پ ۸ ع ۹) اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

اور اس کا یہ قول یونس علیہ السلام کی طرف سے۔ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (۱۷ ع ۶) پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

اور جو کچھ داؤد علیہ السلام کا قصہ بیان کیا۔ اور اس کا قول۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ (پ ۲۳ ع ۱۱)

ترجمہ۔ اور اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

اور اس کا یہ قول کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا وَمَا قَصَّ مِنْ قِصَّتِهٖ مَعَ اِخْوَتِهٖ۔ بیشک اس نے (زلیخا نے) اس کا قصد کیا۔ اور اس نے (یوسف علیہ السلام نے) اس کا قصد کیا۔ اور جو اس کا قصہ اس کے بھائیوں کے ساتھ بیان کیا۔

اور اس کا قول موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ۔ پس اس کو موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مارا۔ پھر وہ مر گیا کہا کہ یہ شیطان کے کام میں سے ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دعا میں یہ کہنا خداوند اِغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ میرے اگلے اور پچھلے اور جو چھپے ہوئے اور ظاہر گناہ ہیں معاف کر دے۔

اور اسی قسم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دعائیں اور شفاعت کی حدیث میں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا اپنے گناہوں کا ذکر کرنا اور آپ کا فرمانا کہ میرے دل پر پردہ آجاتا ہے۔ پھر میں اللہ تعالیٰ سے استغفار مانگتا ہوں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اس کی طرف

دن میں اکثر ستر مرتبہ سے زائد توبہ کرتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کا نوح علیہ السلام کی طرف سے فرمانا۔ اِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَ تَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور نہ رحم کرے تو میں ہو جاؤں گا نقصان پانے والوں سے۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا تھا۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ کہ مجھ سے ظالموں کے بارہ میں مخاطب نہ ہونا۔ بے شک وہ ڈوبیں گے۔

اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کہنا۔ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ مجھے اس امر کی طمع ہے کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے۔

اور خدا کا فرمان موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہ تُبْتُ اِلَیْکَ میں نے تیری طرف توبہ کی۔

اور خدا کا یہ قول وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ اِلٰی مَا اشبہ۔ اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا۔

اس قسم کی اور بہت سی آیات ظاہرہ۔ (اب ان سب کے جواب سنئے) ان کی دلیل (پہلی آیت) لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے پہلے گناہ اور پچھلے گناہ بخشے۔

ان کے معانی میں مفسرین کا بیشک اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ جو پہلے نبوت کے تھے اور جو اس کے بعد۔ بعض کہتے ہیں کہ جو تجھ سے گناہ ہوئے اور جو نہیں ہوئے آپ کو جتلا دیا۔ کہ وہ بخشے ہوئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نبوت سے جو پہلے ہوئے اور جو پیچھے ہیں۔ ان سے آپ کی عصمت ہے۔ اس کو احمد بن نضر نے بیان کیا۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہ ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ جو گناہ آپ سے سہو و غفلت و تاویل سے ہو گئے ہیں۔ اس کو طبری نے بیان کیا ہے۔ اور قشیری نے اس پسند کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلے گناہوں سے مراد آدم علیہ السلام کا گناہ ہے۔ اور پچھلے سے آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ اس کو سمرقندی اور سلمی نے ابن عطاء سے بیان کیا ہے۔

اور اس تاویل اور پہلی تاویل کی طرح جو گزری ہے خدائے تعالیٰ کا یہ قول تاویل کیا جائے گا۔ کہ اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ آپ اپنے اور مومنین و مومنات کے گناہوں کے لئے استغفار کریں۔ مکی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں پر مخاطب کرنا آپ کی امت کا مخاطب کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم دیا گیا کہ آپ یوں کہیں۔ کہ مَا اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ تو اس سے کفار خوش ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے بخش دے۔

اور دوسری آیت میں جو مومنین کے انجام کے بارہ میں اس کے بعد ہے اس کو ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ پس آیت کا مقصود یہ ہے۔ کہ آپ بخشے ہوئے ہیں۔ اور کوئی گناہ ہو بھی تو آپ سے مواخذہ نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ مغفرت سے یہاں پر آپ کا عیوب سے پاک ہونا مراد ہے۔ اور خدا کا یہ قول وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ ہم نے آپ کے بوجھ کو آپ سے اٹھا دیا۔ جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل اور توڑنے کے قریب کر دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ جو آپ کے گناہ نبوت سے پہلے تھے۔ یہی قول زید بن اسلم اور حسن بصری کا ہے۔ اور یہی قتادہ کے قول کا مطلب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہیں۔ اور اگر یہ نہ ہوتا۔ تو وہ آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیتے۔ اس معنی کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مقصود رسالت کا بوجھ ہے۔ جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے اس کو پہنچا دیا۔ اس کو ماوردی اور سلمی نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ اس کو مکی

نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے اندرونی شغل و حیرت و طلب شریعت کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ یہاں تک کہ اس شریعت کو آپ کے لئے مقرر کر دیا۔ اس کو قشیری نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ پر وہ بوجھ ہلکا کر دیا جو آپ پر لادا گیا تھا۔ کیونکہ ہم نے اس کی حفاظت کی۔ جس کا آپ کو محافظ بنایا گیا تھا۔

اور آپ کی پیٹھ کو بوجھل کرنے کے معنے یہ ہیں کہ عنقریب تھا کہ آپ کی پیٹھ بوجھل ہو جائے۔ اور جس نے اس کے معنے نبوت سے پہلے کے کئے ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور کے اہتمام میں لگے رہنا ہے۔ جو نبوت سے پہلے تھے۔ اور نبوت کے بعد آپ پر حرام کئے گئے۔ پھر اس کو بوجھ شمار کیا۔ وہ آپ پر بوجھل ہوا اور اس سے آپ ڈرے یا ہلکا کرنے سے آپ کا بچانا اور گناہوں سے کافی ہونا ہے۔ اگر وہ ہوتے تو وہ آپ کی پیٹھ کو بوجھل اور دوتا کر دیتے۔ یا وہ رسالت کا بوجھ تھا یا امور جاہلیت سے جو آپ کا دل بوجھل و مشغول تھا۔

اور خدائے تعالیٰ کا آپ کو خبر دینا کہ وحی کی حفاظت جو آپ سے چاہی گئی ہے۔ اس کی خدا حفاظت کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ خدا نے تم سے معاف کر دیا۔ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی' سو یہ بات وہ ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے اس سے کوئی ممانعت نہ ہوئی تھی۔ تاکہ اس کو گناہ نہ سمجھا جائے اور نہ خدا نے اس کو گناہ قرار دیا ہے۔ بلکہ اس کو کسی اہل علم نے عتاب نہیں شمار کیا۔ اور جو اس طرف گئے ہیں انہوں نے غلطی کی ہے۔

نفطویہ کہتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری کیا ہے۔ بلکہ آپ دو امروں میں اختیار دیئے گئے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ آپ اس امر میں کہ آپ پر وحی نازل نہ کی گئی ہو مخیر تھے۔ جو چاہتے کرتے۔ اور کیسے نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاذن لمن شئت منهم کہ جس کو آپ چاہیں ان میں سے اجازت دے دیں۔ اور جب

آپ ان کے دلوں سے واقف نہ تھے۔ کہ اگر آپ ان کو اذن نہ دیتے تو البتہ وہ بیٹھ رہتے (یعنی اذن کے بغیر بھی وہ نہ نکلتے) اور یہ کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہاں پر معافی کے معنے بخشنے کے نہیں۔ بلکہ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عَفَا اللّٰهُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ گھوڑے اور غلاموں کی زکوۃ سے خدا نے تم کو معاف کر دیا۔ حالانکہ ان پر کبھی واجب نہ ہوا تھا۔ یعنی تم پر یہ لازم نہیں۔

اسی طرح قشیری کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ بات وہی شخص کہتا ہے کہ جو کلام عرب سے واقف نہیں۔ کہ "معافی گناہ ہی سے ہوا کرتی ہے۔" کہا کہ خدا نے تم کو معافی کے یہ معنی ہیں کہ تم پر گناہ لازم نہیں کیا۔

داؤدی کہتے ہیں روایت کی گئی ہے کہ یہ آپ کی عزت ہے۔

مکی کہتے ہیں کہ یہ شروع کلام ہے جیسا کہ یوں کہیں۔ کہ خدا آپ کی اصلاح کرے۔ آپ کو عزت دے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ اس کے معنے ہیں آپ کو خدا عافیت دے (اور خالص کر دے)۔

لیکن خدا کا قول بدر کے قیدیوں میں کہ۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ترجمہ۔ کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے۔ تو لوگ دنیا کا مال چاہتے ہیں۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔ (پ ۱۰ ع ۵)

سو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ کا کوئی الزام نہیں بلکہ اس میں اس کا بیان ہے کہ خدا نے آپ کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ کو فضیلت دی ہے۔ گویا کہ یوں کہا ہے کہ یہ بات کسی نبی کو آپ کے سوا

جائز نہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کر دیا ہے۔ اور کسی نبی کو مجھ سے پہلے حلال نہیں کیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ خدا تعالیٰ کے اس قول کی کیا معنے ہیں۔

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ:۔ تم دنیا کے اسباب کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود خطاب ان لوگوں سے ہے جو اس کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور جس کی غرض صرف دنیا اور اس کا بڑھانا ہے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیل القدر صحابہ مقصود نہیں۔ بلکہ بے شک ضحاک سے مروی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی۔ جبکہ مشرکین بدر کے دن بھاگے تھے۔ اور لوگ لڑائی چھوڑ کر لوٹ میں مشغول ہوئے تھے۔ اور غنیمت جمع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے ڈر گئے تھے۔ کہ دشمن ان پر لوٹ آئیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے لکھا نہ ہوتا۔

سو مفسرین آیت کے معنے میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اگر میری طرف سے یہ بات نہ گزری ہوتی۔ کہ میں کسی کو جب تک منع نہ کر لوں عذاب نہ دونگا۔ تو البتہ تم کو عذاب دیتا۔ پس یہ تفسیر قیدیوں کے معاملہ کو گناہ نہیں قرار دیتی۔

بعض کہتے ہیں یہ معنی ہے کہ اگر تمہارا ایمان قرآن پر نہ ہوتا۔ اور وہ پہلی کتاب ہے پھر تم نے درگزرنے کو واجب کر لیا۔ تو البتہ تم غنیمت کے مال لینے پر مواخذہ کئے جاتے۔ اور اس قول کی تفسیر اور اس کا بیان زیادہ کیا جاتا ہے۔ بایں طور کہ یوں کہا جائے۔ کہ اگر تم قرآن پر ایمان نہ رکھتے۔ اور لوگوں میں سے ہوتے جن کے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے ہیں۔ تو البتہ تم عذاب دیئے جاتے۔ جیسا کہ ظالموں کو سزا دی گئی۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ اگر لوح محفوظ میں لکھا نہ ہوتا۔ کہ غنیمتوں کا مال تم پر حلال ہے۔ تو ضرور تم کو عذاب دیا جاتا۔

پس یہ سب دلائل گناہ و عصیاں کی نفی کرتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص وہ کام کرے جو اس کو حلال ہے۔ تو وہ نافرمان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا پس تم کھاؤ مال غنیمت سے حلال طیب۔

اور بعض کہتے ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اختیار دیئے گئے تھے۔

اور بیشک حضرت علی کرم اللہ وجہ' سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنگ بدر کے دن آئے اور کہا کہ آپ کو قیدیوں کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے۔ اگر چاہیں تو قتل کریں۔ اور چاہیں تو فدیہ لے لیں۔ اس شرط پر کہ ان میں سے آئندہ سال ان کے برابر قتل کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو فدیہ منظور ہے۔ اور ہم میں قتل کئے جائیں۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جو ہم نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ اور انہوں نے وہی کیا جو ان کو حکم دیا گیا تھا۔

لیکن ان میں سے بعض صحابہ نے دو وجہوں سے زیادہ ضعیف وجہ کی طرف میلان کیا۔ اور اس کے سوا دوسری وجہ زیادہ صحیح تھی۔ کہ ان کو سرگرمی سے قتل کیا جائے۔ تب وہ اس پر عتاب کئے گئے۔ اور ان کے ضعف اختیار اور اس کے غیر کے اختیار کرنے کی عمدگی کو واضح کر دیا۔ اور یہ سب نافرمان اور گنہگار نہیں ہوئے۔ اسی کی طرف طبری نے اشارہ کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جھگڑے میں یہ فرمانا کہ لَوْ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ عَذَابٌ مَا نَجَا مِنْهُ إِلَّا عُمَرُ اگر عذاب آسمان سے اترتا تو سوائے عمر کے اور کوئی نہ بچتا' ان کی رائے کی عمدگی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس شخص کی رائے کی طرف کہ جو ان کے موافق ہوا کہ دین کی عزت ہو اس کے کلمہ کا اظہار ہو۔ اس کے دشمن کی ہلاکت ہو۔ اور یہ کہ یہ معاملہ اگر عذاب کا موجب ہوتا۔ تو اس سے عمر رضی اللہ عنہ اور اس جیسے نجات پاجاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس لئے معین کیا کہ وہ ان سب سے اول تھے۔ کہ جس نے اس کے قتل کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن

اللہ تعالیٰ نے اس میں ان پر عذاب کرنا مقدر نہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ ان کو پہلے ہی حلال تھا۔

داؤدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اختیار کی ثابت نہیں ہے۔ اور اگر ثابت ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گمان جائز نہیں۔ کہ آپ نے اس بات کا حکم دیا جس میں کوئی (حکم) نہیں۔ اور نہ کوئی نص سے دلیل ہے۔ اور نہ اس میں آپ کی طرف حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک کیا ہے۔

اور قاضی بکر بن العلا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس آیت میں خبر دی ہے کہ آپ کی تاویل اس کے موافق ہے جو کہ غنیمتوں کا مال حلال کرنے اور فدیہ لینے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا۔ اور بلاشبہ اس سے پہلے عبداللہ بن جحش کے لشکر میں جس میں کہ ابن الحضرمی مقتول ہوا تھا۔ تو حکم بن کیسان اور اس کے ساتھی سے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ نے فدیہ لے لیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اس بات کا کوئی عتاب نہیں کیا۔ اور یہ واقعہ بدر سے پہلے ایک سال سے زائد کا ہے۔ اور یہ سب اس پر دلیل ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل قیدیوں کے بارہ میں تاویل و عقل مندی پر تھا۔ اور جو پہلے گزرا وہ بھی ایسا ہی تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر انکار نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بدر کے معاملہ کو بڑا خیال کیا کہ اس میں قیدی زیادہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اظہار اور اپنے احسان کی تاکید کو خوب جانتا ہے۔ ان کی تعریف لوح محفوظ میں لکھی ہے۔ کہ ان کو مال غنیمت حلال ہے۔ کہ جس میں عتاب و انکار و گناہ نہیں۔

اور قاضی کے کلام کا یہ مقصد ہے (جو بیان ہوا) لیکن خدائے تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ عبس و تولی یعنی آپ نے ترش روئی کی اور منہ پھیر لیا۔ سو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کا اثبات نہیں۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کا یہ اطلاع دینا ہے کہ آپ کا مقابل ان لوگوں میں سے ہے جو پاک نہ ہو گا۔ اور اگر آپ کو اصل حال معلوم ہوتا۔ تو دو مردوں میں سے اولیٰ اور بہتر اندھے کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل جو آپ نے کیا۔ اور کافر کی طرف توجہ کی۔ تو یہ خدا کی اطاعت اور تبلیغ

احکام اور اس کی خاطر کا میلان دلانا تھا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو شروع کیا نہ یہ گناہ تھا۔ نہ مخالفت تھی۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیان کیا ہے۔ وہ دو مردوں کے حال کی خبر دینا۔ اور آپ کے سامنے کافر کی توہین کرنا اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اس سے اعراض کریں۔ اور فرمایا۔ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى اور آپ پر اس سے کچھ حرج نہیں۔ کہ وہ پاک نہ ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ عَبَسَ وَ تَوَلّٰى سے وہ کافر مردا ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس کو ابو تمام (صاحب دیوان حماسہ) نے کہا ہے۔ (مگر یہ قول نہایت ضعیف ہے کذافی الشرح)۔

لیکن آدم علیہ السلام کا قصہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا فَاَكَلَا مِنْهَا کہ ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا۔ بعد اس کے یہ کہہ دیا تھا۔ کہ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ ورنہ ظالموں میں سے ہوئے۔ اور خدا کا یہ قول کہ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ۔ کیا میں نے تم کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا گناہ کو صاف بیان کر دینا۔ اور یہ فرمانا کہ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ اور گمراہ ہوا یعنی جاہل بنا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ خطا کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کی خبر دی۔ اور فرمایا کہ ہم نے گیہوں کے کھانے سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا۔ سو وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس کا پختہ ارادہ نہ پایا۔

ابن زید کہتے ہیں کہ وہ ابلیس کی عداوت کو بھول گئے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى (پ ۱۶ ع ۱۶) بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کو حلال جان کر مخالفت کا قصد نہیں کیا۔ لیکن دونوں ابلیس کی قسم سے دھوکہ میں پڑ گئے۔ کہ اس نے کہا تھا۔ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ اور ان کو یہ وہم ہوا کہ کوئی شخص خدا کی جھوٹی قسم نہ کھائے گا۔

اور آدم علیہ السلام کا عذر اس طرح کا بعض آثار میں آیا ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس نے ان کے سامنے خدا کی قسم کھائی۔ حتی کہ ان کو دھوکہ دے دیا۔ اور مومن دھوکہ میں آجایا کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ بھول گئے۔ اور مخالفت کی نیت نہ کی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کا عزم بالجزم نہ پایا۔ یعنی مخالفت قصداً" نہیں کی۔ اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ عزم کے معنے یہاں ہوشیاری اور صبر کے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ جب انہوں نے نشہ کی چیز کھائی تھی۔ اس وقت یہ بھی کھایا تھا۔ اس قول میں ضعف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ اس میں نشہ ہو گا۔ اور جب یہ بھول کر ہوا۔ تو یہ گناہ نہ تھا۔ اور ایسا ہی اگر غلطی سے ان پر مشتبہ ہوا۔ اس لئے کہ بھولنے والے اور سہو والے کا تکلیف کے حکم سے نکل جانا بالاتفاق ہے۔

اور شیخ ابوبکر بن فورک وغیرہ کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ امر نبوت سے پہلے ہو۔ اور اس کی دلیل خدا کا یہ قول ہے۔ کہ وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پھر گمراہ ہوا۔ پھر اس کو اس کے رب نے اختیار کیا۔ اور اس پر رجوع کیا اور ہدایت دی۔ اب ذکر کیا کہ اختیار و ہدایت بعد گناہ کے تھی۔

بعض کہتے ہیں۔ بلکہ وہ دانہ تاویلاً" کھایا۔ بحالیکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ وہی درخت ہے جس سے منع کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کو خاص درخت کے ساتھ رکھا نہ مطلق جنس درخت سے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ توبہ ترک تحفظ سے تھی نہ مخالفت سے۔

بعض کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے یہ تاویل کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تحریم کی وجہ سے منع نہیں کیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی اور گمراہ ہوا۔ اور فرمایا کہ پھر خدا نے اس کی توبہ قبول کی اور ہدایت دی۔ اور آدم علیہ السلام کا یہ قول حدیث شفاعت میں کہ وہ اپنے گناہ کو یاد

اور ظلم کو اپنی طرف منسوب کر کے اقرار کیا۔ اور اپنے کو اس کا مستحق سمجھا۔

اسی طرح آدم اور حوا کا قول ہے کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کیونکہ یہ دونوں جس میں اتارے گئے تھے اس کے غیر موقع پر پڑنے اور جنت سے نکلنے اور زمین پر اترنے کا سبب بنے تھے۔ (یعنی جنت میں گیہوں کا دانہ کھالیا تھا)۔

داؤد علیہ السلام کے قصہ کی طرف جس کو اہل اخبار اور بعض مفسرین نے ان اہل کتاب سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے اس میں تغیر و تبدل کر دیا ہے توجہ نہ کرنی چاہئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی تصریح نہیں کی۔ اور نہ وہ کسی صحیح حدیث میں آیا ہے۔ جس پر قرآن کی آیت صاف طور پر نص ہے۔ وہ خدا کا یہ قول ہے۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ

ترجمہ۔ (پ ۲۳ ع ۱۱) اور اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

اور اس کا یہ قول کہ اواب کا یہ معنی ہے کہ وہ مطیع ہے۔ اور یہ بہتر تفسیر ہے۔

ابن عباس اور ابن مسعود کہتے ہیں۔ کہ داؤد علیہ السلام نے ایک شخص سے اس سے زیادہ نہیں کہا۔ کہ میری خاطر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جا۔ اور مجھے اس کا ذمہ دار بنا دے پھر اللہ تعالے نے اس پر عتاب کیا۔ اور خبردار کیا۔ اور ان کے دنیا میں مشغول ہونے پر انکار کیا۔ اور یہی وہ امر ہے کہ جس پر اعتماد کیا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی منگنی پر اپنی منگنی کی۔

بعض کہتے ہیں بلکہ دل سے اس کو دوست جانا۔ کہ وہ شہید کیا جائے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ جس گناہ سے انہوں نے استغفار کی تھی۔ ان کا دونوں جھگڑالوؤں کو یہ کہنا تھا کہ اس نے بیشک تم پر ظلم کیا۔ سو انہوں نے خصم کے قول سے ہی اس کو ظالم بنایا۔

بعض کہتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اپنی جان پر خوف کھایا۔ اور آزمائش سے گمان کیا۔ کہ جو مجھ کو ملک اور دنیا دیا گیا ہے۔ اور جو کچھ اخبار میں داوٗد علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی نفی کی طرف احمد بن نصراور ابو تمام وغیرہ محققین گئے ہیں۔

داوٗدی کہتے ہیں کہ داوٗد علیہ السلام اور اوریا کے قصہ میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اور کسی نبی میں یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی مسلمان کے قتل کی اس کو محبت ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ دو جھگڑالووٗں نے ان سے جھگڑا کیا تھا۔ ظاہر آیت میں یہ ہے۔ کہ وہ دو مرد تھے جو کہ بکریوں کے بچوں میں جھگڑے تھے۔

لیکن یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ سو اس میں یوسف علیہ السلام پر تو کوئی گرفت نہیں۔ اب رہے ان کے بھائی سو ان کی نبوت ثابت نہیں ہوئی۔ تاکہ ان کے افعال میں کلام کیا جائے۔ اور اولاد کا ذکر اور ان کا قرآن میں انبیا علیہم السلام کے ذکر کے وقت انبیاء میں شمار ہونا۔ سو مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے وہ نبی مراد ہے جو اس اولاد میں ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ یہ کام کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمریں چھوٹی تھیں۔ اسی لئے انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ملنے کے وقت پہچانا نہ تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے کہا تھا۔ کہ آپ اس کو ہمارے ساتھ بھیجیں۔ کہ کل ہم دوڑیں اور کھیلیں گے۔ اور اگر ان کے لئے نبوت ثابت ہوئی تو اس کے بعد ہو گی۔ واللہ اعلم۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا قول یوسف علیہ السلام کے بارہ میں کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا اس نے ان کا قصد کیا۔ اور انہوں نے اس کا قصد کیا تھا۔ لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔

سو بہت سے فقہاء اور محدثین کے مذہب کے موافق نفس کی خواہش پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور یہ گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی

طرف سے فرماتے ہیں کہ اِذَا ھَمَّ عَبْدِیْ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کُتِبَ لَہٗ حَسَنَۃً جب میرا بندہ کوئی گناہ کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اس کو نہیں کرتا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ پس اس کے ارادہ میں اس وقت گناہ نہیں۔

لیکن محققین فقہاء و متکلمین کے مذہب کے موافق یہ ہے کہ جب خطرہ پر نفس کا پختہ ارادہ ہو جائے۔ تو وہ گناہ ہے۔ اور جس پر اس کا نفس پختہ نہ ہو تو وہ معاف ہے۔ اور یہی حق ہے۔ پس انشاء اللہ یوسف علیہ السلام کا خطرہ اس قسم کا ہو گا۔ اور ان کا یہ قول کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ اس سے مراد بھی خطرہ ہو گا۔ یا یہ ان کا کہنا بطریق تواضع ہو گا۔ اور اس بات کا اقرار ہے۔ کہ میں نفس کی مخالفت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ پہلے سے پاک اور بری ہے۔ اور کیسے یہ نہ ہو حالانکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے حکایت بیان کی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام نے کوئی ارادہ نہ کیا تھا۔ اور کلام میں مقدم و موخر ہے۔ یعنی بیشک زلیخا نے ان کا ارادہ کیا تھا۔ اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل واضح نہ دیکھتے۔ تو البتہ ان کا قصد کرتے۔ اور بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورت کی طرف سے کہا ہے۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ فَاسْتَعْصَمَ اور بیشک میں نے اس کو اس کے نفس سے ورغلایا تھا۔ سو وہ بچ گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اسی طرح تاکہ اس سے برائی اور بے حیائی کو دور کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ ھَیْتَ لَکَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (پ ۱۲ ع ۱۳)

ترجمہ۔ اور دروازے سب بند کر دیئے اور بولی آؤ تمہیں سے کہتی ہوں کہا اللہ کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا بے شک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مراد ہے' بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کا قصد کیا۔ یعنی اس کو جھڑکا اور وعظ کیا۔ بعض کہتے ہیں

کہ اس کو اس بات نے غم میں ڈالا۔ کہ وہ اس سے رک گئے کہ بعض کہتے ہیں کہ اس کا قصد کیا۔ یعنی اس کی طرف دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے مارنے اور دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں ان کی نبوت سے پہلے کی ہیں۔

بعض ذکر کرتے ہیں کہ عورتیں یوسف علیہ السلام کی طرف برابر شہوت کا میلان کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی اور خبردار کیا۔ اور ان پر نبوت کی ہیبت ڈالی۔ پس نبوت کی ہیبت نے اس تمام حسن سے جو دیکھا تھا ان کو فارغ کر دیا تھا (یعنی وہ تمام حسن بھول گئے)۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس مقتول کے ساتھ جس کو آپ نے گھونسا مارا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ ان کا دشمن تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ان قبطیوں میں سے تھا۔ کہ جو فرعون کے دین پر تھے۔ ان سب میں واقع کی دلیل یہ ہے کہ یہ نبوت سے پہلے تھا۔

قتادہ کہتے ہیں۔ کہ اس کو لکڑی سے مارا تھا۔ لیکن قصداً اس کو قتل نہ کیا تھا۔ پس اس تقدیر سے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اور ان کا یہ عمل کہ یہ شیطان کا قول ہے۔ اور کہ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ میں نے اپنے جان پر ظلم کیا سو مجھے بخش دے۔

ابن جریر کہتے ہیں یہ اس لئے کہا کہ نبی کو یہ مناسب نہیں کہ قتل کرے۔ حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جائے۔

نقاش کہتے ہیں کہ اس کو عمداً ارادہ سے قتل نہ کیا تھا۔ اس کو صرف گھونسا مارا تھا۔ جس سے اس کے ظلم کے دفع کرنے کا ارادہ تھا۔ کہا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نبوت سے پہلے تھا۔ اور یہی تلاوت کا مفہوم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس کے قصہ میں یہ کہنا کہ فَتَنّٰکَ فُتُوْنًا ہم نے تم کو پورے طور پر آزمایا۔ یعنی ہم نے تم کو یکے بعد دیگرے آزمایا۔

بعض کہتے ہیں۔ اس قصہ میں اور جو کچھ کہ ان کو فرعون کے ساتھ واقع پیش آیا۔

بعض کہتے ہیں کہ ان کا صندوق اور دریا میں گرانا وغیرہ۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو پورے طور پر چھڑایا۔ اس کو ابن جبیرو مجاہد کہتے ہیں۔ عرب بولا کرتے ہیں کہ میں نے چاندی کو آگ میں خالص کیا۔ اور اصل فتنہ کا معنی آزمائش اور اظہار باطن ہے۔ مگر یہ کہ عرف شرع میں اس آزمائش میں مستعمل ہوتا ہے کہ جو مکروہ شے تک پہنچاوے۔

اور ایسا ہی وہ ہے کہ جو صحیح حدیث میں ہے۔ کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو اس کی آنکھ پر تھپڑ مارا۔ اور اس کو نکال دیا۔ اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر تعدی اور غیرواجب امر کا حکم لگایا جائے۔ کیونکہ یہ ظاہر امر ہے اس کی وجہ ظاہر ہے اس کا فعل جائز تھا۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس سے اس شخص کو روکا کہ جو ان کے ہلاک کو آیا تھا۔ اور وہ آدمی کی شکل میں آیا تھا۔ اور ممکن نہیں کہ انہوں نے اس کو ملک الموت معلوم کیا ہو۔ سو اس کو اپنے آپ سے دفع کیا۔ لیکن اس مدافعت سے اس صورت کی آنکھ جاتی رہی۔ کہ جس میں فرشتہ امتحاناً متشکل ہو کر آیا تھا۔ اور یہ خدا کا امتحان تھا۔ اور جب وہ ان کے پاس اس کے بعد آیا اور خدا نے ان کو جتلایا۔ کہ یہ اس کا رسول اور قاصد ہے۔ تو مان لیا۔

اور متقدمین اور متاخرین کے اس میں کئی جواب ہیں۔ میرے نزدیک یہ جواب ان سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور یہ تاویل ہمارے شیخ امام ابو عبداللہ مازری کی ہے۔ اور بیشک ابن عائشہ وغیرہ نے اس کی تاویل پہلے سے یہ کی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا اس کو ہاتھ سے تھپڑ مارنا یہ تھا۔ کہ اس سے حجت سے کلام لیا تھا۔ اور اس کی حجت کی آنکھ پھوڑی تھی۔ اور یہ کلام اس باب میں لغت (عرب) میں مشہور ہے۔

لیکن سلیمان علیہ السلام کا قصہ اور جو اس میں اہل تفاسیر نے اس کے گناہ کا بیان کیا ہے۔ اور اس کا یہ قول کہ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ۔ بیشک ہم نے سلیمان کو فتنہ میں ڈالا۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم نے اس کو آزمایا۔ اور اس کو آزمانا وہ ہے۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے کہا تھا۔ آج کی رات بالضرور سو بیوی یا ننانوے بیویوں سے جماع کروں گا۔ کہ ان سے ہر ایک شہسوار جنے گی۔ جو

خدا کے راستہ میں جہاد کرے گا۔ اس کے دوست نے ان سے کہا کہ کہو انشاء اللہ مگر انہوں نے کہا۔ سو ان میں سے سوائے ایک کے اور کوئی بیوی حاملہ نہ ہوئی۔ جو کہ مرد کا ایک حصہ جنی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر انشاء اللہ کہتے تو وہ سب خدا کی راہ میں جہاد کرتے۔

اصحاب معانی کہتے ہیں۔ شق سے مراد وہ جسم ہے۔ جو کہ ان کی کرسی پر ڈال کر پیش کیا گیا تھا۔ یہ ان کی سزا اور آزمائش تھی۔

بعض کہتے ہیں بلکہ وہ مر گیا تھا۔ تو اسی مردہ کو اس کی کرسی پر ڈالا گیا تھا۔

بعض کہتے ہیں ان کا گناہ یہ تھا۔ کہ اس کی حرص اور آرزو کرنی۔

بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے انشاء اللہ بوجہ حرص میں غرق ہونے اور آرزو کرنے کے نہیں کہی تھی۔

بعض کہتے ہیں۔ ان کی سزا یہ تھی۔ کہ ان کا ملک چھن گیا تھا۔ اور گناہ یہ تھا کہ اپنے دل سے اس بات کو دوست رکھا۔ کہ ان کی سسرال کا ان کے دشمن پر حق ثابت ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ اس گناہ سے پکڑے گئے۔ کہ جو ان کی ایک عورت نے کیا تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ جو اخباری لوگ نقل کرتے ہیں۔ کہ شیطان ان کے ہم شکل بن گیا اور آپ کے ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اور ان کی امت پر ظلم ڈھلانے لگ کیونکہ شیطانوں کو اس قسم کا غلبہ نہیں دیا جاتا۔ اور انبیاء علیہم السلام ان باتوں سے معصوم ہیں۔

اور اگر یوں کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام نے قصہ مذکورہ میں انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔ تو اس کے کئی جواب ہیں۔

اول تو وہ جو صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ یہ کہنا بھول گئے۔ اور یہ اس لئے کہ خدا کا مقصود پورا ہوا۔

دوم یہ کہ اپنے ساتھی سے یہ بات نہ سنی اور اس سے غافل رہا۔

اور اس کا یہ قول کہ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مجھ کو ایسا ملک دے کہ میرے بعد اور کسی کو مناسب نہ ہو۔

سو سلیمان علیہ السلام نے یہ بات دنیا پر غیرت اور اس کی نفاست کی وجہ سے نہیں کی۔ لیکن جیسا کہ مفسرینؒ نے ذکر کیا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس پر کوئی غالب نہ کیا جائے۔ جیسا کہ ان پر اس شیطان کو غلبہ دیا گیا تھا۔ جس مدت میں کہ ان کا امتحان ہوا تھا۔ یہ اس قول کے مطابق ہے کہ جو یہ کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں بلکہ انہوں نے ارادہ کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو فضیلت ہو۔ اور ایک خصوصیت ہو۔ جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے خواص دیئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں یہ اس لئے کہا تھا۔ کہ ان کی نبوت پر دلیل و حجت رہے جیسا کہ ان کے باپ (داؤد علیہ السلام) کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا تھا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کے ساتھ خاص کر دیا۔ اور علیٰ ہذا۔

لیکن نوح علیہ السلام کا قصہ کا عذر تو ظاہر ہے۔ انہوں نے اس میں تاویل اور ظاہر لفظ پر حمل کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم تم کو اور تمہارے اہل کو بچا لیں گے۔ اس لفظ کا معنی مراد لیا۔ اور اس علم کا ارادہ کیا کہ جو ان کے بیٹے کا علم ان سے چھپایا گیا تھا۔ اور یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں شک کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ظاہر کیا۔ کہ وہ ان اہل میں سے نہیں جن کی نجات کا خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ ان کو جتا دیا کہ وہ ان ڈوبنے والوں میں سے ہے۔ جو ظالم ہیں۔ اور ان کو ظالموں کے بارہ میں خطاب کرنے سے منع کیا۔ پھر وہ اس تاویل سے مواخذہ کئے گئے۔ ان پر عتاب کیا گیا۔ وہ اپنے رب سے اس سوال کرنے پر ڈرے۔ جن کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ اور نوح علیہ السلام اس روایت کی بنا پر جس کو نقاش نے بیان کیا ہے اپنے فرزند کے کفر کو جانتے نہ تھے۔

آیت میں بعض نے اور معنے اس کے سوا بیان کئے ہیں۔ اور یہ سب معنے نوح

علیہ السلام پر سوائے اس کے کہ ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے۔ یعنی ان کے ایسی بات کے سوال کرنے پر متوجہ ہونا جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ نہ اس سے منع کیا گیا تھا گناہ کا فیصلہ نہیں کرتے۔

اور جو صحیح حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو اس نے چیونٹی کے گروہ کو جلا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا اور تم نے ایک گروہ کو جلا دیا۔ جو خدا کی تسبیح کرتا تھا۔ سو اس حدیث میں یہ نہیں ہے۔ کہ یہ اس نے کیا ہے۔ گناہ ہے۔ بلکہ اس نے وہ کام کیا۔ جس کو اس نے مصلحت سمجھا۔ کہ ایسے موذیوں کو قتل کرنا چاہئے۔

جو کہ درخت کے نفع سے جس کو خدا نے مباح کیا ہے روکتے ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ نبی درخت کے نیچے اترا ہوا تھا۔ اور جب اس کو چیونٹی نے تکلیف پہنچائی۔ تو وہ وہاں سے اس خوف سے کوچ کر گیا کہ کہیں دوبارہ ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور خدا کی وحی میں کوئی بات نہیں جو اس کو گناہ قرار دے۔ بلکہ اس کو صبر کی برداشت اور انتقام کے ترک کی رغبت دلائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ اور اگر تم صبر کرو۔ تو یہ صابرین کے لئے بہتر ہے۔ اس لئے کہ ظاہر فعل اسی لئے تھا کہ چیونٹی نے خاص ان کو تکلیف پہنچائی تھی۔ پس یہ انتقام اپنے نفس کے لئے اور ان کی تکلیف کو قطع کرنے کے لئے کیا تھا۔ جو باقی چیونٹیوں کے وہاں پر رہنے سے متوقع تھا۔ اور اس تمام معاملہ میں کوئی ایسا حکم امتناعی صادر نہیں ہوا تھا۔ جس کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ اور خدا کی وحی میں اس بارہ میں ان کو کوئی حکم نہیں آیا تھا۔ اور نہ یہ کہ اس فعل سے توبہ استغفار کرو۔ واللہ اعلم۔

اگر یوں کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ مگر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام یا ایسا ہی فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس اس کا جواب گذر چکا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ بلاقصد سہو و غفلت سے ہوئے ہیں۔

فصل ۱۴

اگر تم کہو کہ جب تم نے انبیاء صلوات اللہ علیہم سے گناہوں کو دور کیا۔ اور مفسرین کا اختلاف و محققین کی تاویل بیان کر دی۔ تو خدا کے اس قول کے کیا معنے ہیں۔ کہ وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پس گمراہ ہوا' اور قرآن و حدیث میں بھی بار بار آیا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے۔ توبہ و استغفار گریہ و زاری کی ہے جیسا کہ ان سے گذر چکا ہے۔ اور وہ ڈرتے رہے ہیں۔ اور کیا وہ شخص جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو ڈرتا رہتا ہے توبہ کرتا ہے۔ استغفار کرتا ہے۔

سو جان لے خدا ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ بڑائی بلندی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے سنت کی معرفت میں جو اس کے بندوں کے درمیان میں ہے۔ اس کی حکومت کی عظمت اور اس کی قوی گرفت یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ان کو خدا کے خوف پر برانگیختہ کرتی ہیں۔ وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ کہ وہ ایسی باتوں سے پکڑے جائیں۔ جن پر ان کے سوا دوسرے لوگ نہیں پکڑے جاتے۔ اور وہ بعض ایسے کاموں میں جو ممنوع نہ تھے۔ اور نہ ان کا حکم دیا گیا تھا۔ مواخذہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سبب ان پر عتاب کیا جاتا ہے۔ اس کے مواخذہ سے ان کو ڈرایا جاتا ہے۔ ان کو وہ تاویل یا سہو یا دنیا کے زائد مباح امور سمجھ کر بجا لاتے ہیں۔ لیکن ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کے مراتب عالیہ کی نسبت گناہ ہیں۔ ان کے کمال اطاعت کے لحاظ سے معاصی ہیں۔ نہ یہ کہ اوروں کے گناہوں کی طرح وہ گناہ ہیں۔ کیونکہ گناہ کمینی اور رذیل شے سے لیا گیا ہے۔ اور اسی سے ہے کہ ہر شے کی ذنب ہے۔ یعنی آخر لوگوں کے اذناب پر رذیل لوگ ہیں۔ پس گویا کہ ان کے یہ ادنیٰ افعال اور ان کے برے حالات ہیں۔ کیونکہ وہ پاک اور صاف ہیں۔ ان کے باطن و ظاہر اعمال صالحہ و پاکیزہ کلمات ذکر ظاہر و خفی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ وہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اس کو بڑا جانتے ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے لوگ کبیرہ گناہوں سے آلودہ ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں وگناہ بہ نسبت اوروں کے نیکیاں ہوتے

ہیں۔ جیسا کہ یوں کہا گیا ہے۔ نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔ یعنی وہ اپنے اعلیٰ شان و بزرگ حالات کے گناہوں کی طرح ہوا کرتی ہیں۔ علیٰ ہذا۔

عصیان و ترک مخالفت پس لفظ کے لحاظ سے کیسے بھی سو یا تاویل ہو۔ مخالفت و ترک ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ فغویٰ وہ گمراہ ہوا۔ یعنی اس امر سے جاہل ہوا۔ کہ یہ وہی درخت ہے۔ جس سے کہ منع کیا گیا تھا۔ غی کے معنے جہالت کے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے خطا کی جو ہمیشگی کو طلب کیا۔ جو اس کو کھا لیا۔ اور اس کی امیدیں ناکام رہیں۔

اور یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے قول سے مواخذہ کئے گئے۔ کہ قید خانہ کے دو قیدیوں میں سے ایک کو کہا۔ کہ مجھ کو اپنے بادشاہ کے پاس یاد کرنا۔ پھر اس کو شیطان نے اپنے بادشاہ کے پاس ذکر کرنے سے بھلا دیا۔ تب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں چند سال تک رہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو خدا کا یاد کرنا بھلا دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے دوست کو اس سے بھلا دیا کہ وہ اپنے سردار بادشاہ کے پاس ان کا ذکر کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر یوسف علیہ السلام یہ بات نہ کہتے۔ تو اس قدر قید خانہ میں نہ رہتے۔

ابن دینار کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ بات کہی تو ان سے (خدا کی طرف سے) یہ کہا گیا۔ کہ تم نے میرے سوا دوسرے کو وکیل بنایا ہے تو بالضرور میں تمہاری قید کو لمبا کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ اے میرے پروردگار میرے دل کو بڑی مصیبت نے بھلا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو ذرہ ذرہ سی بات پر گرفت کی جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے باوجودیکہ وہ ان سے دگنی بے ادبی کریں درگزر کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔ اور پہلے گروہ نے (جو انبیاء علیہم السلام کو ہر ایک سہو و زیان سے بھی معصوم کہا ہے) اس ...

اعتراض کیا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سہو و نسیان سے بھی مواخذہ کئے جاتے ہیں۔ اور جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ ان کا حال ارفع اور بلند ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا اوروں سے بڑا حال ہے۔

اس کا جواب یہ سمجھ لے خدا تم کو عزت دے۔ کہ ہم نے یہ تو ثابت نہیں کیا کہ اس میں ان کو مواخذہ اوروں کے مواخذہ کے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس لئے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس میں ان کے مدارج بڑھیں۔ ان کو اس میں آزمایا جاتا ہے کہ اس کے باعث ان کے مراتب بلند ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى پھر اس کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ اور اس پر رجوع کیا۔ اور ہدایت دی۔

اور داؤد علیہ السلام کو فرمایا کہ

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (پ ۲۳ ع ۱)

ترجمہ۔ تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تبت الیک خداوندا میں نے تیری طرف رجوع کیا۔ تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بیشک میں نے تم لوگوں پر پسند کیا۔

اور سلیمان علیہ السلام کے فتنہ اور رجوع کے ذکر کے بعد یہ کہا۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ○ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ○ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ○ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ○ (پ ۲۳ ع ۲)

ترجمہ۔ تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

بعض متکلمین کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں ظاہر میں لغزشیں ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ کرامات اور قرب ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسرے لوگوں کو یا ان کو جو ان کے درجہ میں نہیں ہیں (یعنی متقی لوگ) خبردار کیا جاتا ہے۔ کہ ایسی باتوں پر ان سے مواخذہ ہوتا ہے۔ تو وہ بھی ڈریں۔ اور باز پرس کا اعتقاد رکھیں۔ تاکہ نعمتوں پر شکریہ کا التزام کریں۔ اور تکلیفوں پر جبکہ ایسے بڑے مقامات والوں کو جو معصوم ہیں مصیبتیں آتی ہیں۔ صبر کریں۔ اور جب انبیاء علیہم السلام کا یہ حال ہے۔ تو ان کے سوا اوروں کا کیا حال ہو گا۔

اس لئے صالح مری فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کا ذکر تائبین کے لئے بڑی گنجائش ہے۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام (مچھلی والے) کے قصہ کو ان کے نقصان کے لئے بیان نہیں کیا۔ لیکن اس لئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صبر میں زیادتی حاصل ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ ان لوگوں سے جو کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر گناہوں کا صدور جائز رکھتے ہیں' یہ کہا جائے کہ تم اور تمہارے موافق لوگ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ کبائر سے بچنے کی وجہ سے ان کے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں تو کوئی خلاف نہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے معصوم ہیں۔ سو اب جو تم لوگ ان سے صغائر کا صدور جائز رکھتے ہو۔ تو تمہارے قول پر وہ بخشے جاتے ہیں۔ لیکن اب ان پر مواخذہ کے تمہارے نزدیک کیا معنے ہیں۔ علیٰ ہذا۔

انبیاء علیہم السلام کا خوف ان کی توبہ جبکہ وہ معاف شدہ ہیں۔ کیوں ہے؟ سو جو جواب اس کا وہ دیں گے۔ وہی ہمارا جواب ہے۔ کہ سہو و تاویل افعال پر مواخذہ ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی کثرت توبہ و استغفار جس میں کسی عاجزی عبودیت قصور کا اقرار پایا جاتا ہے۔ خدا کی نعمتوں کے

شکر یہ پر تھی۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کیا میں بندہ شکر گزار نہیں ہوں حالانکہ پہلے پچھلے گناہوں کے مواخذہ سے آپ بے خوف ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور زیادہ جاننے والا ہوں۔ کہ کس کس بات سے مجھے ڈرنا ہے۔

حارث بن اسد کہتے ہیں۔ کہ ملائکہ و انبیاء کا خوف خدا کے جلال کا خوف، اور اس کی عبادت ہے۔ کیونکہ بلاشبہ وہ امن میں ہیں (خدا نے ان کو جتلا دیا ہے کہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ میں تم سے راضی ہوں اور تمہیں بہت کچھ دوں گا)۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ یہ کام اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی امت ان کی اتباع کرے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا اگر تم لوگ وہ باتیں جانتے جن کو میں جانتا ہوں تو بالضرور تھوڑا ہنسا کرتے اور بہت رویا کرتے۔

اور یہ بھی ہے کہ توبہ استغفار میں ایک لطیف معنے ہیں۔ جس کی طرف بعض علماء نے اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی محبت کی طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو اور بڑے پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ پس رسولوں اور نبیوں کا ہر وقت استغفار اور توبہ پر رجوع کرنا خدا کی محبت کی طلب ہے۔ اور استغفار میں توبہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیشک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر کے فرمایا۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ (پ ۱۱ ع ۴)

ترجمہ :۔ بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۔

ترجمہ:۔ پس تو اپنے رب کی تعریف کر اور اس سے استغفار مانگ۔ کیونکہ بے شبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

فصل ۱۵

تم کو ہمارے پہلے بیان سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب امور۔ سے عقلاً" شرعاً" مطلقاً" نقلاً" سمعاً" معصوم ہیں۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے جاہل ہوں۔ نبوت سے پہلے یا بعد یا یہ کہ امور شرعی جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی پہنچے ہوں اس کے ادا کرنے میں قاصر رہے ہوں یا کبھی آپ نے جب سے خدا نے آپ کو نبی بنایا ہے۔ اور رسول کر کے بھیجا ہے قصداً" یا غیر قصداً" جھوٹ بولا ہے۔ اور یہ سب امور شرعاً" اور چھوٹوں سے تحقیقاً"۔ اور تحقیقاً" عقلاً" آپ پر محال ہیں۔ آپ نبوت سے پہلے قطعاً" اور کبائر سے آپ کا پاک رہنا اجماعاً" اور صغائر سے تحقیقاً"۔ اور جو آپ کی امت کے لئے خدا نے مشروع کیا ہے۔ اس سے ہمیشہ سہو غفلت غلط نسیان سے پاک ہیں۔ آپ جمیع حالات خوشی۔ غضب۔ عمد مزاح میں معصوم ہیں۔

اب تم کو لازم ہے کہ ان امور کو یقیناً" قبول کرو۔ اور ان کو بخیل کے ہاتھ سے پکڑو۔ (یعنی چھوڑو مت) ان فصول کی اچھی طرح قدر کرو اور اس کے بڑے فائدہ کو معلوم کرو۔ کیونکہ جو شخص ان باتوں سے جاہل ہو کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہیں یا جائز ہیں یا آپ پر محال ہیں۔ اس کے احکام کی صورتیں نہ جانتا ہو۔ تو وہ اس امر سے بے خوف نہ ہو گا۔ بعض امور خلاف واقع اعتقاد کرے۔ اور آپ کو ان باتوں سے پاک نہ سمجھے۔ جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرنی جائز نہیں۔ پھر اس طرح ہلاک ہو گا کہ اس کو خبر تک نہ ہو گی۔ اور دوزخ کے سب سے نیچے گڑھے میں گرے گا۔ کیونکہ آپ کی نسبت باطل ظن کرنا اور آپ پر وہ اعتقاد رکھنا جو آپ پر

جائز نہیں۔ ایسے شخص کو ہلاکت کے گھر میں داخل کر دے گا۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً رات کے وقت ان دو شخصوں کو پکارا جنہوں نے آپ کو رات کے وقت جبکہ آپ مسجد میں معتکف تھے۔ اور آپ کے پاس حضرت صفیہؓ آپ کی بیوی تھی۔ اور فرمایا کہ یہ صفیہ (میری بیوی) ہے۔ پھر (جب انہوں نے تعجباً سبحان اللہ کہا) ان سے فرمایا۔ کہ بیشک شیطان ابن آدم میں خون کی طرح جاری رہتا ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں۔ کہ تمہارے دلوں میں اس قسم کا شک ڈال دے۔ جس سے تم ہلاک ہو جاؤ۔

خدا تم کو عزت دے۔ یہ ان فوائد میں سے ایک فائدہ ہے جس پر ان فصول میں ہم نے کلام کیا ہے۔ اور شاید کہ جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے جب ان باتوں کو سنے تو کہے کہ یہ باتیں ہیں۔ ان سے سکوت بہتر ہے۔ اور تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ اس فائدہ کے لئے متعین ہے کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس میں ایک اور فائدہ بھی ہے۔ جس کی طرف اصول فقہ میں احتیاج پڑتی ہے۔ اور اس پر وہ مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ کہ جو فقہ میں شمار نہیں کئے جاتے۔ اور ان کے باعث چند مسائل میں فقہا کے مختلف اقوال کے شور و شغب سے خلاصی ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال میں یہی حکم ہے۔ یہ ایک بڑا باب اور بڑی اصل اصول فقہ سے ہے اس کی بنا اس پر ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبار و تبلیغ میں سچا مانا جاوے۔ اور یہ کہ آپ پر سہو جائز نہیں۔ آپ اپنے افعال میں عمداً مخالفت سے معصوم ہیں۔ اور چونکہ آپ سے صغائر کے وقوع میں ان کا اختلاف ہے۔ اس لئے آپ کے فعل کی اتباع میں اختلاف ہے۔ اس کا بیان اس علم کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے۔ جس کو ہم طول دینا نہیں چاہتے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان مسائل کی طرف حاکم و مفتی اس شخص کے بارہ میں محتاج ہوتے ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان امور سے کوئی امر منسوب کرے۔ اور ان سے آپ کو موصوف کرے۔ اب جو قاضی ان باتوں کو جو آپ پر جائز ہیں۔ اور جو محال ہیں۔ اور جن پر اجماع ہو چکا ہے۔ جن میں خلاف ہے پھر نہ جانے تو

اس بارہ میں وہ یقیناً کیسے فتویٰ دے سکے گا۔ اور کہاں سے معلوم کرے گا کہ جو وہ کہتا ہے۔ اس میں نقصان ہے یا تعریف ہے۔ پھر یا تو مسلمان کے حرام خون کرنے پر دلیری کرے گا یا کوئی حق ساقط کرے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ضائع کر دے گا۔ اور اسی طرح اہل اصول و آئمہ علماء و محققین فرشتوں کی عصمت میں مختلف ہیں۔

فصل ۲۲

(فرشتوں کی عصمت کے بارہ میں بحث)

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ملائکہ مومن بزرگ ہیں اور آئمہ مسلمین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ان میں سے جو رسول ہیں وہ عصمت میں نبیوں کے حکم میں ہیں۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے برابر ہیں۔ اور وہ انبیاء اور ان کے تبلیغ کے حقوق میں ان انبیاء علیہم السلام کی طرح۔ جو اپنی امت کی طرف تبلیغ کرتے ہیں۔ ان میں سے جو رسول نہیں۔ ان میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ تو ان سب کے تمام گناہوں سے عصمت کی طرف گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف حجت لاتا ہے۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۹)

ترجمہ :۔ جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

اور خدا کے اس قول سے حجت لاتے ہیں۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (پ ۲۳ ع ۹)

ترجمہ :۔ اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے اور بے شک ہم پر پھیلائے حکم کے منتظر ہیں اور بے شک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

اور خدا کے اس قول سے۔

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ

(پ ۱۷ ع ۲)

ترجمہ :۔ اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ

تھکیں۔ رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

اور خدا کے اس قول سے۔

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ (پ ۹ ع ۱۴)

ترجمہ :۔ بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور خدا کے اس قول سے کرام بررۃ وہ بزرگ نیکوکار ہیں۔ وَلَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اور اس کو سوائے پاک لوگوں کے اور کوئی نہیں چھوتا۔

اور اس قسم کی دیگر سمعی دلائل۔ اور ایک گروہ ادھر گیا ہے کہ یہ خاص ان میں سے مرسلین و مقربین کی خصوصیت ہے۔ جن کو ان کے اعلیٰ مراتب سے اہل اخبار و تفاسیر نے ذکر کیا ہے۔ جن کا ہم انشاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے۔ اس میں ہم پسندیدہ وجہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ اور صواب یہ ہے کہ ان کی عصمت ہے۔ اور ان کے اعلیٰ مقام ان سب باتوں سے جو ان کے مدارج کو کم کردے پاک ہے۔

میں نے اپنے بعض مشائخ کو دیکھا ہے کہ جس نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ فقیہ شخص کو ان کی عصمت میں کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام کرنے کے وہی فائدے ہیں۔ جو کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بیان میں ہم نے ذکر کیے ہیں۔ ہاں اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال کے فائدے علیحدہ ہیں۔ جن کو یہاں پر ہم ساقط کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے ان سب کا معصوم ہونا واجب نہیں سمجھا۔ ان کی دلیل ہاروت و ماروت کا قصہ ہے۔ جن کو اہل اخبار نے بیان کیا ہے۔ مفسرین نے نقل کیا ہے۔ حضرت علیؓ و ابن عباسؓ نے ان قصہ اور ان کی آزمائش کو بیان کیا ہے۔

سو تم کو خدا عزت دے۔ جان لو یہ اخبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں نہیں ہے مگر شارح ملا علی قاریؒ نے ثابت کیا ہے کہ اس حدیث کے بہت سے طریق ہیں۔ جو مجموعہ قابل صحت ہے اور کہا ہے کہ ان فرشتوں کے بحالت بشری مبتلا ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ علیٰ ہذا شارح نسیم الریاضؒ نے

سیوطیؒ نے اس کے طریق ہیں سے اوپر بتلائے ہیں' اور نہ یہ واقعہ قیاس سے لیا گیا ہے۔ اور جو کچھ قرآن میں ہے اس کے مطلب میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اور جو کچھ اس بارہ میں بعض نے کہا ہے۔ اکثر سلف نے اس کا انکار کیا ہے۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔

اور یہ اخبار کتب یہود سے لئے گئے ہیں۔ اور یہ ان کا افترا ہے۔ اور یہ قصہ بڑی برائی پر مشتمل ہے دیکھو ہم ان باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ کہ جو ان اشکال سے پردہ اٹھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اول تو ہاروت و ماروت میں اختلاف ہے کہ آیا وہ فرشتے تھے یا انسان اور کیا یہاں فرشتے مراد ہیں یا نہیں۔ اور کیا قراءت مَلَکَیْنِ دو فرشتے کی ہے یا مَلِکَیْنِ ہے یعنی دو بادشاہ۔ اور کیا مَآاُنْزِلَ اور مَایُعَلِّمَانِ میں مانافیہ ہے یا موجب اکثر مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو فرشتوں سے امتحان کیا۔ کہ جادو سیکھتے ہیں یا نہیں۔ اور بیان کر دیا کہ عمل جادو کفر ہے۔ جو اس کو سیکھے گا کافر ہو جائے گا۔ جو چھوڑ دے گا ایماندار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے فرماتا ہے کہ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ہم تو فتنہ اور آزمائش ہیں تو کافر مت بن' اور ان لوگوں کو سکھانا ڈرانے کی تعلیم ہے۔ یعنی جو شخص ان کے پاس سیکھنے کو آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ ایسا مت کرو۔ کیونکہ یہ مرد و عورت میں تفریق کر دیتا ہے۔ اور اس کا خیال نہ کرو۔ کیونکہ یہ جادو ہے اور کافر مت بنو۔

اب اس بنا پر دونوں فرشتوں کا فعل طاعت ہے۔ اور جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔ اس میں ان کا تصرف کرنا گناہ نہیں۔ اور اوروں کے لئے وہ آزمائش و فتنہ ہے۔

ابن وہب نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے۔ کہ ان کے پاس ہاروت و ماروت کا ذکر کیا گیا۔ اور یہ کہ وہ جادو سکھلاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم ان دونوں کو اس سے پاک سمجھتے ہیں۔ پھر بعض نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ تو خالد نے کہا کہ ان دونوں پر نہیں اتارا گیا۔ اب یہ خالد ہیں۔ جو باوجود اپنے علم اور بزرگی کے ان دونوں کو اس سحر کی تعلیم سے منزہ بتلاتے ہیں۔

جس کو دوسروں نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان دونوں کو حکم دیا گیا تھا۔ بشرطیکہ وہ اس

امر کو بیان کر دیں گے کہ یہ کفر ہے۔ اور خدا کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے۔
پھر ان دونوں کو بڑے گناہوں اور کفر سے جو ان اخبار میں مذکور ہے۔ کیسے پاک نہ
کرتے اور خالد کا یہ قول کہ ان پر اتارا نہیں گیا۔ اس سے ان کا ارادہ یہ ہے کہ ما
یہاں پر نافیہ ہے۔ اور یہی قول ابن عباس کا ہے۔

مکی کہتے ہیں کہ کلام کی تقدیر یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ اس
سے مقصود وہ جادو ہے۔ جس کو شیطانوں نے ان پر افترا کیا تھا۔ اور یہودی اس میں ان
کے تابع ہوئے تھے۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ اور نہیں اتارا گیا دو فرشتوں پر' مکی کہتے
ہیں کہ یہ دونوں جبرائیل و میکائیل ہیں۔ یہودیوں نے ان دونوں پر جادو کے لانے کا
دعویٰ کیا تھا۔ جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر دعویٰ کیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس
میں جھٹلایا (اور فرمایا) وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔
(یعنی) لیکن شیطانوں نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے ہاروت ماروت کے
بابل شہر میں (گویا قرات خالد میں یوں ترتیب ہے۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى
الْمَلَكَيْنِ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ)

بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں دو مرد تھے کہ جنہوں نے جادو سکھایا تھا۔

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاروت و ماروت بڑے سخت کافر بابل
کے ہیں۔ اور انہوں نے یہ پڑھا ہے۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلِكَيْنِ بہ کسر لام یعنی جو کچھ اتارا
گیا دو بادشاہوں پر۔ کاف کا کسرہ اور اس قرات پر ما ایجابیہ ہو گا۔

ایسا ہی عبدالرحمٰن بن ابزی کی قرات بہ کسر لام ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ دو
بادشاہوں سے یہاں مراد داؤد و سلیمان علیہما السلام ہیں۔ اور ما نافیہ ہو گا۔ جیسا کہ پہلے
گذر چکا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں بنی اسرائیل میں سے بادشاہ تھے جن کو خدا نے مسخ
کر دیا تھا۔ اس کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ اور قرات بکسر لام شاذ ہے۔

پس آیت کا مصداق ابو محمد مکی کی تقدیر پر عمدہ ہے۔ جو کہ ملائکہ کی تنزیہ بیان
کرتا ہے۔ اور ان سے پلیدی دور کرتا ہے۔ ان کو خوب پاکیزہ بناتا ہے۔ اور خدائے

تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ کہ بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ بیشک وہ پاک ہیں اور بزرگ نیکوکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس کے حکم میں نافرمانی نہیں کرتے۔

اور ملائکہ کے معصوم نہ ہونے میں جو قصہ ابلیس کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ اور ان میں رئیس تھا۔ جنت کے خازنوں اور محافظوں میں سے تھا آخر قصہ تک جس کو بیان کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اس کو ملائکہ میں سے مستثنیٰ کیا ہے اور یہ کہا ہے۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اور اس پر بھی اتفاق نہیں بلکہ اکثر لوگ اس کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ جنوں کا باپ ہے۔ یہی حسن بصری قتادہ ابن زیدؓ کا قول ہے۔

شہر بن جوشب کہتے ہیں کہ وہ ان جنوں میں سے تھا۔ کہ جب انہوں نے فساد کیا۔ تو فرشتوں نے ان کو زمین پر پھینک دیا۔ اور استثنا غیر جنس سے عرب کے کلام میں شائع اور جاری ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ان کو سوائے اتباع الظن کے اور کچھ علم نہیں۔

اور یہ بھی لوگوں نے روایت کی ہے کہ ملائکہ کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر وہ جلا دیئے گئے۔ اور ان کو حکم دیا گیا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ مگر ابلیس نے۔ سو یہ وہ اخبار ہیں کہ جن کی کچھ اصل نہیں۔ اور جن کو صحیح اخبار رد کرتی ہیں۔ اس لئے ان سے بحث نہ کی گئی۔ واللہ اعلم۔

دوسرا باب

اس بارہ میں کہ انبیاء علیہم السلام کو جو امور دنیویہ میں خصوصیت ہے اور ان پر انسانی عوارض جاری ہوتے ہیں۔

ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام اور رسول انسان ہیں۔ ان کا جسم اور ظاہر خاص انسانی ہیں۔ اس پر آفات و تغیرات و درد بیماریاں موت کے پیالے کا پینا جائز ہے۔ جیسا کہ اور انسانوں پر ہے۔ اور یہ سب باتیں ان میں نقصان کا باعث نہیں۔ کیونکہ کسی شے کو ناقص بہ نسبت اس کے کہتے ہیں۔ جو کہ اس سے کامل زیادہ اپنی نوع میں ہو۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اس دار دنیا کے لوگوں کی نسبت لکھ دیا ہے۔ کہ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ وہ اس میں زندہ رہیں گے اور اسی میں مریں گے اور اسی سے نکالے جائیں گے۔

اور تمام لوگوں کو تغیر کے مسلک پر پیدا کیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو گرمی سردی لگتی تھی۔ بھوک پیاس معلوم ہوتی تھی۔ غضب اور قلق لاحق ہوتا تھا۔ تھکان و رنج پہنچتا تھا۔ ضعف و بڑھاپا آپ کو ہوا۔ آپ گھوڑے پر سے گرے۔ جس سے آپ کا ایک پہلو زخمی ہوا۔ کفار نے آپ کو زخم پہنچایا۔ آپ کے دانت مبارک توڑے۔ آپ کو زہر پلائی گئی۔ آپ پر جادو کیا گیا۔ آپ نے دوا کی۔ پچھنے لگوائے۔ آپ نے منتر تعویذ کئے۔ (جو صحیح طریق سے تھے۔ پھر آپ نے اپنی موت (واجب) کو پورا کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اور امتحان و آزمائش کے گھر سے چھوٹ گئے۔ یہ سب انسانی علامات ہیں۔ جن سے خلاصی نہیں ہو سکتی۔

آپؐ کے سوائے اور انبیاء علیہم السلام کو اس سے بڑھ کر تکلیفیں پہنچیں ہیں۔ وہ قتل کئے گئے۔ آگ میں ڈالے گئے۔ آروں سے چیرے گئے۔ ان میں سے بعض ایسے ہوئے ہیں۔ کہ ان کو ان کی باتوں سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کو خدا نے محفوظ رکھا ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم غلبہ کفار کے بعد لوگوں سے بچائے گئے۔

اب اگر آپ کے رب نے ابن قمۂ کے ہاتھ کو جنگ احد کے دن نہ روکا۔ اور اہل طائف کی دعوت کے وقت دشمنوں کی آنکھوں سے نہ روکا۔ تو بلاشبہ غار ثور کی طرف نکلنے کے وقت قریش کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اور غورث کی تلوار کو آپ سے روک دیا۔ اور ابوجہل کو روک دیا۔ سراقہ کے گھوڑے کو روک لیا۔ اور اگر ابن عاصم کے جادو سے آپ نہ بچے تو آپ کو اس سے بچایا۔ اور جو اس سے بڑا ہے یعنی یہودیہ کی زہر سے۔ علی ہذا باقی انبیاء علیہم السلام بھی مبتلا ہوئے اور بچائے گئے۔ اور یہ اس کی پوری حکمت ہے تاکہ ان کا شرف ان مقامات میں ظاہر کرے۔ ان کا حال ظاہر کرے۔ اپنی بات پوری کرے۔ اس امتحان سے ان کی انسانیت کا امتحان کرے اور جو ان میں ضعیف العقل لوگ ہیں۔ ان کا شبہ ان کے بارہ میں دور کر دے۔ تاکہ ان عجائبات کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتے ہیں گمراہ نہ ہو جائیں جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔ تاکہ ان کے رنج اٹھانے میں ان کی تسلی ہو۔ ان کے رب کے نزدیک ان کے اجر بہت ہیں۔ خدا کا احسان ان پر پورا ہو۔

بعض محقق کہتے ہیں کہ اس قسم کے عوارضات و تغیرات مذکورہ ان کی اجسام انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔ جن سے انسان کا مقابلہ اور بنی آدم سے باہمی تکلیف کا اٹھانا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ جنس کی مشابہت ہے۔ لیکن ان کے باطن ان باتوں سے غالباً پاک اور معصوم ملاء اعلیٰ اور ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان سے بہت باتیں لیتے ہیں۔ ان سے وحی ان کو ملتی ہے۔ اور بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ میری آنکھیں سوتی ہیں۔ لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات گذارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔

اور فرمایا کہ لست انسی ولکن انسّٰی لیستن بی۔ میں بھولتا نہیں۔ لیکن بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ میری اقتدا کی جائے۔

پس آپ نے خبر دی۔ کہ آپ کا پوشیدہ اور باطن اور روح آپ کے جسم ظاہری کے برخلاف ہے۔ اور یہ کہ وہ آفات جو آپ کے ظاہر جسم پر آتی رہی ہیں۔ یعنی ضعف' بھوک' بیداری' نیند' آپ کے باطن پر کچھ اثر نہیں ڈالتیں۔ بخلاف اور انسانوں کے کہ ان کے باطن میں بھی اثر کرتی ہیں۔ کیونکہ اور لوگ جب سوتے ہیں۔ تو ان کی نیند ان کے جسم و دل کو گھیر لیتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند کی حالت میں دل حاضر رہتا تھا۔ جیسا کہ بیداری میں۔ حتیٰ کہ بعض آثار میں یہ آیا ہے کہ آپ نیند کی حالت میں بے وضو ہونے سے محفوظ رہتے تھے۔ کیونکہ آپ کا دل حاضر رہتا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور ایسے ہی دوسروں کا یہ حال ہے۔ کہ جب بھوکے ہوتے ہیں تو ان کا جسم ضعیف ہو جاتا ہے۔ ان کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ پھر بالکل ہی طاقت جاتی رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک یہ خبر دی ہے۔ کہ آپ کو یہ باتیں پیش نہیں آتیں۔ اور یہ کہ آپ ان کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات گذارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔ اور ایسا ہی میں کہتا ہوں۔ کہ آپ کے باطن پر یہ سب حالات یعنی درد۔ بیماری۔ جادو۔ غضب جاری نہیں ہوتے تھے۔ جس سے آپ پر خلل واقع ہو۔ آپ کی زبان اور اعضاء پر وہ باتیں جاری نہ ہوئیں۔ جو آپ کے لائق نہ تھیں جیسا کہ اور انسانوں پر آتی ہیں۔ جس کو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

فصل ا

اگر تم کہو کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا جیسا کہ حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو محمد عتابی نے اور میں نے اس کو سنائی۔ اس نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی حاتم بن محمدؒ نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوالحسن علی بن خلف نے کہا

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبید بن اسمٰعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو اسامہ نے ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کام کر لیا ہے حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ عورتوں کے پاس آئے ہیں۔ حالانکہ آپ نہ آئے ہوتے تھے۔ الحدیث۔

اور جب جادو شدہ پر کسی امر کا اشتباہ ہوتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں کیا حال ہے اور آپ پر یہ بات کیسے جائز ہے۔ آپ تو معصوم ہیں۔

سو جان لے خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے کہ یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے۔ اور اس میں بے دینوں نے طعن کیا ہے۔ اور اپنی بے وقوفی سے اس کی آڑ لی ہے۔ اور ایسی باتوں میں شرع میں شک ڈالتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شرع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر سے پاک کیا ہے کہ اس میں شک و شبہ ہو۔ اور جادو ایک مرض ہے جو اور امراض کی طرح آپ پر واقع ہو سکتا ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس سے آپ کی نبوت میں عیب آتا ہے۔ اور یہ جو آیا ہے کہ آپ کے خیال میں یہ آتا تھا کہ آپ نے یہ کام کیا ہے حالانکہ کیا نہیں ہوتا تھا۔ سو اس میں کوئی ایسا اعتراض نہیں۔ کہ آپ کی تبلیغ و شریعت پر پڑتا ہے یا آپ کے صدق میں عیب لگاتا ہو۔ کیونکہ دلیل اور اجماع آپ کے عصمت پر اس امر سے قائم ہے۔ اور یہ امور آپ کے دنیاوی امور میں طاری ہوتے تھے۔ جن کے لئے آپ نہیں بھیجے گئے تھے اور نہ ان کی وجہ سے آپ کو فضیلت دی گئی تھی۔ بلکہ ان امور میں اور انسانوں کی طرح آپ پر آفات آتی تھیں۔ پس اس میں کچھ خرابی نہیں کہ آپ کو ان امور کا خیال آتا تھا۔ جن کی حقیقت نہ ہو۔ پھر یہ امر آپ کے لئے واضح ہو جاتا تھا۔

اور یہ بھی ہے کہ اس فصل کی تفسیر حدیث کی دوسری روایت نے کر دی ہے کہ آپ کو یہ خیال آتا تھا کہ اپنی بیوی کے پاس آپ گئے حالانکہ گئے نہ ہوتے اور

سفیان نے بیشک کہا ہے کہ یہ قسم جادو میں سے سخت ہے۔ اور کسی حدیث میں نہیں آیا۔ کہ آپ سے اس بارہ میں ایک کوئی قول منقول نہیں بخلاف اس کے جو آپ نے خبر دی کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے۔ حالانکہ کیا نہ ہوتا۔ اور یہ صرف خطرات اور تخیلات ہوتے تھے۔

اور بعض علما کہتے ہیں۔ کہ حدیث سے مقصود یہ ہے کہ آپ ایک شے کا خیال کرتے تھے کہ میں نے وہ کام کیا ہے۔ حالانکہ نہیں کیا۔ لیکن یہ ایک تخیل تھا۔ نہ یہ کہ اس کی صحت کے معتقد تھے۔ پس آپ کے تمام اعتقادات درست تھے۔ اور اقوال صحیح تھے۔ یہ وہ جوابات ہیں جن کا میں اپنے آئمہ کی طرف سے اس حدیث کے بارہ میں واقف ہوا ہوں باوجودیکہ۔ ان کے کلام کا معنی ہم نے واضح کر دیا ہے۔ اور ان کے اشارات کا بیان زائد کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک وجہ کافی ہے۔

لیکن مجھ کو اس حدیث میں ایک اور تاویل معلوم ہوئی ہے جو ان گمراہوں کے اعتراضات سے بہت دور ہے۔ وہ نفس حدیث سے سمجھی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ عبدالرزاق نے یہ حدیث ابن المسیب اور عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے۔ اور ان دونوں سے مروی ہے کہ ابن زریق کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا۔ اور اس کو کنوئیں میں داخل کیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا یہ حال ہوا کہ) قریب تھے کہ اپنے دیکھنے کا انکار کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا۔ کہ انہوں نے یہ کیا ہے۔ پھر اس کو کنوئیں میں سے نکالا۔

اسی طرح واقدی سے مروی ہے عبدالرحمن بن کعب و عمر بن الحکم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال حضرت عائشہؓ کے قرب سے روکے گئے۔ پھراتنے میں کہ آپ سوئے تھے۔ دو فرشتے آپ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک تو آپ کے سر مبارک کی طرف بیٹھا اور دوسرا آپ کے پاؤں مبارک کی طرف الحدیث۔

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہؓ کے پاس جانے سے ایک سال تک خاص کر روکے گئے۔ حتیٰ کہ اپنی بینائی کا انکار کرنے لگے (یعنی بینائی

میں فرق آنے لگا)۔

اور محمد بن سعد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ پھر عورتوں اور کھانے پینے سے روکے گئے۔ تب آپ پر دو فرشتے اترے۔ اور قصہ بیان کیا۔

اب تم کو ان روایات کے مضمون سے معلوم ہو گیا۔ کہ جادو آپ کے ظاہر اعضاء پر واقع ہوا۔ نہ آپ کے دل اور اعتقاد و عقل پر اور یہ ان کا اثر آپ کی آنکھ۔ اور جسم پر ہوا۔ اور آپ کو عورتوں کے جماع کرنے سے روک دیا۔ آپ کے جسم کو ضعیف اور بیمار بنا دیا۔ آپ کے خیال میں جو ایک کام آتا تھا اس کا یہ معنی ہے کہ آپ بیوی کے پاس گئے ہیں۔ حالانکہ آپ گئے نہ ہوتے۔ یعنی آپ کی طبیعت میں خوشی اور گذشتہ عادت کے موافق عورتوں کے پاس آنے کی قدرت تھی۔ لیکن جب ان کے قریب جاتے تو آپ کو جادو کا اثر معلوم ہوتا تھا۔ جس سے جماع پر قادر نہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ جادو شدہ کو پکڑ ہوتی ہے۔ اور شاید اس قسم کے جادو کی طرف سفیانؓ نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ نہایت سخت قسم کا جادو ہے۔

اور دوسری روایت میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ آپ کے خیال میں ایک کام آتا تھا۔ کہ کیا ہے لیکن نہ کیا ہوتا۔ اس وجہ سے آپ کی آنکھوں میں خلل آگیا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ کہ آپ گمان کرتے تھے۔ کہ میں نے اپنی فلاں بیوی کو دیکھا ہے۔ یا کسی دوسرے کا فعل دیکھا ہے۔ حالانکہ فی الواقع جو آپ نے دیکھا تھا نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کی بصارت میں ضعف آگیا تھا۔ نہ یہ کہ آپ کی عقل میں فتور ہو گیا تھا۔ اور جب واقع ہے تو جو کچھ جادو اور اس کا اثر مذکور ہوا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کسی قسم کا شبہ وارد نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی لمحد کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔

فصل ۲

یہ حال تو آپ کے جسم مبارک کا تھا۔ لیکن دنیاوی امور کا حال سو اس میں ہم

پورے طور پر پہلے ڈھنگ پر اعتقاد" قولاً" عملاً" کلام کرتے ہیں۔ آپ کا دنیاوی امور پر اعتقاد کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ دنیاوی امور کو ایک طرز پر خیال کرتے جس کا خلاف ظاہر ہوتا یا اس کی نسبت آپ کو شک یا ظن ہوتا مگر امور شرعیہ کا یہ حال نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر سفیان بن العاص اور بہت سے راویوں نے سماع اور قرات کے طور پر ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالعباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد بن عرویہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن رومی نے اور عباس عنبری احمد مقری نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نضر بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عکرمہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالنجاشی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے رافع بن خدیج نے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ کھجوروں کو پیوند کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ انہوں نے پیوند چھوڑ دیا۔ لیکن اس سال پھل کم آیا۔ اور لوگوں نے اس کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں انسان ہوں۔ جو تم کو میں دین کی بابت حکم دوں وہ تو بجا لاؤ۔ اور جو تم کو میں اپنی رائے سے حکم دوں تو میں انسان ہی ہوں۔

اور انسؓ کی روایات میں ہے کہ تم اپنے دنیاوی امور کے زیادہ عالم ہو۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے یونہی ایک گمان کیا تھا۔ سو تم ظن کے بارہ میں مواخذہ نہ کرو۔

اور ابن عباسؓ کی حدیث میں جو کھجوروں اور انگوروں کے جانچنے کے بارہ میں ہے یہ ہے کہ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تو انسان ہی ہوں۔ اب جو تم کو اللہ کی طرف سے بتلاؤں وہ تو حق ہے اور جو میں اپنی طرف سے کہوں سو میں انسان ہوں۔ خطا کرتا ہوں۔ اور صواب بھی۔ اور یہ وہ واقعات ہیں کہ ہم نے آپ کی طرف سے جو امور دنیا میں فرمائے ہیں۔ بیان کئے ہیں۔ جو ظنی حالات ہیں نہ وہ کہ آپ نے شرع کے بارہ میں جو آپ نے مقرر فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے

اجتہاد سے فرمایا ہے۔

اور جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے کنوؤں سے دور جا کر اترے (جہاں پانی تھوڑا تھا) تو آپ سے حباب بن منذر نے عرض کیا۔ کہ کیا یہ وہ منزل ہے کہ جہاں پر خدائے تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے کہ یہاں سے ہم آگے نہ بڑھیں۔ یا یہ کہ آپ کی رائے اور لڑائی و مکر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ نہیں بلکہ رائے۔ لڑائی اور دھوکہ ہے۔ اس نے کہا کہ یہ منزل نہیں ہے آپ یہاں سے اٹھیں ہم قوم کے پانی سے قریب ہو جائیں۔ اور وہیں اتریں۔ پھر اس کے سوا باقی کنوؤں کو بند کر دیں۔ تاکہ ہم تو پئیں اور وہ نہ پئیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ تم نے عمدہ رائے کا اشارہ کیا۔ اور جو اس نے کہا تھا۔ وہی آپ نے کیا۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ان سے آپ معاملہ مشورہ کر لیا کریں۔

پس اس قسم کے امور دنیاوی تھے۔ جس میں علم دین کو کچھ دخل نہ تھا۔ نہ اس کے اعتقاد نہ اس کی تعلیم کو۔ سو آپ پر اس دنیاوی معاملہ میں جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ آپ پر جائز ہے۔ کیونکہ ان سب امور میں کوئی نقصان نہیں نہ کمی ہے۔ یہ سب امور تو صرف عادی ہیں۔ جن کو تجربہ کار سمجھتا ہے۔ اور اپنی ہمت و شغل نفس اس کی طرف لگاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خدائی معرفت کے ساتھ دل بھرا ہوا تھا۔ علوم شریعت سے آپ کا سینہ معمور تھا۔ امت کی دینی دنیوی ضروریات سے آپ کا دل مقید تھا۔ لیکن یہ بعض امور میں نادر اور شاذ طور پر واقع ہوتا تھا۔ اور خاص کر انہیں معاملات دنیاوی میں ہوتا تھا۔ کہ جس میں دنیا کی حفاظت اور اس کے فوائد میں موشگافی اور باریکی ہو۔ اور اکثر امور میں یہ واقعہ پیش نہ آتا تھا۔ جس سے غفلت اور ناواقفی پائی جائے۔ اور بالتواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے دنیاوی امور کی معرفت اور ان کی باریک مصلحتیں اور دنیا داروں کے فرقوں پر حکومت کرنا اس طرح منقول ہے کہ انسان میں ایسا ہونا معجزہ ہے۔ جس کو ہم نے اس کتاب کے باب

المعجزات میں پہلے بیان کر دیا ہے۔

فصل ۳

بشری احکام اور ان کے مقدمات میں جو آپ کے ہاتھ پر جاری ہوتے تھے اور حق کو باطل سے تمیز کرنے صحیح اور غلط کے علم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد کا یہی طریق تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ یَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَهٗ عَلٰی نَحْوِ مِمَّا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ اَخِیْهِ بِشَیْءٍ فَلَا یَاْخُذْ مِنْهُ شَیْئًا فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ:۔ میں تو بیشک انسان ہوں۔ اور تم مجھ سے جھگڑتے ہو شاید تم میں سے کوئی اپنی حجت میں ہشیار زیادہ ہو۔ پھر اس کے لئے جیسا کہ سنوں فیصلہ کر دوں۔ اور جس کے لئے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو اس کو اس میں سے کچھ کھانا نہ چاہئے۔ کیونکہ میں اس کو آگ کا ٹکڑہ دیتا ہوں۔

حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن کثیر نے کہا۔ خبر دی ہم کو سفیان نے ہشام بن عروہ سے وہ اس کے باپ سے وہ زینب بنت ام سلمہ سے وہ ام سلمہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ الحدیث

اور زہری کی روایت میں عروہ سے ہے کہ شاید تم میں سے کوئی زیادہ بولنے والا ہو۔ اور میں اس کو سچا گمان کر لوں۔ اور اس کے لئے فیصلہ کروں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر حال پر احکام جاری فرمایا کرتے تھے۔ اور غالب ظن پر گواہ کی گواہی۔ قسم کھانے والے کی قسم زیادہ مشابہ حق کی رعایت۔ چمڑے کے برتنوں اور ان کی بندش کی پہچان سے حکم لگا دیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ خدائی حکمت کا بھی اس میں یہی تقاضا تھا۔ کیونکہ اگر اللہ تعالی چاہتا۔ تو آپ کو بندوں کی باطنی باتوں اور آپ کی امت کے دلوں کے چھپے ہوئے امور پر اطلاع دے دیتا جس سے

آپ صرف اپنے علم و یقین سے حکم لگا دیا کرتے تھے۔ اقرار اور گواہی یا قسم یا شبہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپ کی امت کو آپ کی اتباع اور اقتدا کا آپ کے افعال و احوال آپ کے فیصلوں اور آپ کے طریقہ میں حکم دیا تھا۔ اور اودھر یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے علم سے خاص کر دیتا۔ اور آپ کو اس میں ترجیح دے دیتا۔ تو امت کے لئے آپ کی اتباع کی کوئی سبیل نہ رہتی۔ اور شریعت میں آپ کے کسی فیصلہ پر کسی کو حجت نہ رہتی۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ جس پر آپ کو اس مقدمہ میں اطلاع دی گئی تھی۔ کیونکہ آپ نے اس میں وہ پوشیدہ حکم لگا دیا۔ جو خدائے تعالیٰ نے آپ کو ان کے مافی الضمیر سے اطلاع دی تھی۔ اور یہ وہ بات ہے کہ جس کو امت نہیں جان سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام کو ان کے ظاہر حالات پر کہ جس میں آپ اور آپ کے سوا دوسرے لوگ برابر ہیں جاری کر دیا۔ تاکہ آپ کے مقدمات کی یقین اور آپ کے احکام کے اجرا میں امت کو پوری اتباع حاصل ہو۔ اور وہ آپ کی سنت کے علم و یقین سے جو کچھ ہو کریں۔ کیونکہ آپ کے فعل کا بیان آپ کے قول کی نسبت زیادہ واضح ہے۔ لفظی احتمال اور تاویل کرنے والے کی تاویل سے بالاتر ہے۔ اور آپ کا ظاہر پر حکم لگانا بیان میں زیادہ روشن اور احکام کے وجوہ زیادہ واضح تخالف و جھگڑوں کے اسباب میں زیادہ مفید تھا۔ اور یہ بھی تھا کہ ان سب معاملات میں امت کے حکام لوگ پیروی کیا کریں۔ اور جو آپ سے منقول ہوا۔ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ شریعت کا قانون منضبط ہو۔ آپ سے وہ علم غیب کا چھپایا جائے کہ جس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ عالم غیب مختص ہے۔ اور وہ اپنے غیب پر سوائے کسی رسول کے اور کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اور اس کو اس میں سے جس قدر چاہتا ہے سکھاتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے اسے خاص کرتا ہے۔ اس میں آپ کی نبوت میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ اور آپ کی عصمت کا کڑا نہیں ٹوٹتا۔

فصل ۴

آپ کے وہ دنیاوی اقوال جو آپ نے اپنے اور دوسروں کے احوال میں بیان کئے

ہیں۔ اور آپ آئندہ کریں گے یا پہلے کر چکے ہیں۔

سو پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان میں خلاف ہر طرح اور ہر وجہ سے محال ہے عمداً ہو یا سہواً صحت میں ہو یا مرض میں خوشی میں ہو یا غضب میں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معصوم ہیں۔ یہ تو ان اقوال میں ہے کہ جن کا طریقہ محض خبر ہے۔ جس میں صدق و کذب داخل ہوتا ہے۔ لیکن وہ اشارات کہ جن کا ظاہر ان کے باطن کے خلاف ہے۔ سو دنیوی امور میں ان کا صادر ہونا جائز ہے۔ خاص کر مصلحت کے قصد سے جیسا کہ لڑائیوں میں توریہ فرماتے اور واقعہ کو چھپاتے تھے۔ تاکہ دشمن اپنے بچاؤ کا سامان نہ کر لے۔

اور جیسا کہ آپ کی خوش طبعی کی نسبت منقول ہے۔ کہ امت کے خوش آنے کو اور مومنین صحابہ کے دلوں کے بہلانے کو کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ اور جیسا آپ نے ایک عورت سے اس کے خاوند کی نسبت یہ فرمایا۔ کہ کیا وہ وہی ہے کہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ اور یہ سب سچ ہے۔ کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہے۔ اور ہر انسان کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اِنِّیْ لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا میں بلاشبہ خوش طبعی تو کرتا ہوں۔ لیکن سچ ہی بولتا ہوں' یہ سب خبر کے بارہ میں ہے۔

لیکن خبر کے سوا دوسری باتوں میں جن کی صورت امر اور نہی کے امور دنیاوی میں ہے۔ سو اس میں بھی جھوٹ جائز نہیں۔ اور آپ پر یہ بھی جائز نہیں کہ کسی چیز کا حکم دیں یا کسی سے منع فرمائیں اور دل میں اس کے خلاف ہو۔

اور بلاشبہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَاکَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ خَائِنَةُ الْاَعْیُنِ نبی کو جائز نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے۔ پس کیوں کر آپ کے دل میں خیانت ہوتی۔

اگر تم کہو کہ زید رضی اللہ عنہ کے قصہ میں خدائے تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنے کہ۔

إِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ۝ (پ ۲۲ ع ۲)

ترجمہ:۔ اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے اسے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا۔

سو جان لے خدا تم کو معزز کرے۔ اور اسی ظاہر لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی کی نسبت کچھ شک نہ کر۔ کہ آپ نے زید کو روکنے کا حکم دیا۔ اور دل سے آپ اس کی طلاق کے خواہاں تھے۔ جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور زیادہ صحیح وہ بات ہے۔ جس کو اہل تفسیر نے علی بن حسینؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ بات جتلائی۔ کہ بی بی زینب عنقریب آپ کی بیوی ہونے والی ہے۔ اور جب زید نے اس کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اپنی بیوی کو روکے رکھ۔ اور خدا سے ڈر (یعنی اس کی نسبت تکبر کی بات مت کر۔ اور بلا سبب طلاق نہ دے) اور اس سے آپ نے یہ امر چھپائے رکھا۔ جو خدائے تعالیٰ نے آپ کو جتلا دیا تھا۔ کہ تم عنقریب اس سے نکاح کرو گے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا کہ زید اس کو طلاق دے گا۔ اور آپ اس سے نکاح کریں گے۔

اسی طرح عمرو بن فائد نے زہری سے روایت کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور آپ کو بتلایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بی بی زینب بنت جحش کا آپ سے نکاح کر دے گا۔ پس یہ بات تھی۔ جو آپ نے دل میں چھپائی

تھی۔ اور اس بات کو مفسرین کا قول اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بعد کہ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا کہ اللہ تعالیٰ کا امر ہو کر رہے گا۔ یعنی آپ کو ضرور ہے کہ اس سے نکاح کریں، صحیح کرتا ہے۔ اور اس بات کو یہ بات واضح کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کو بی بی زینبؓ کے ساتھ صرف آپ کا نکاح کرنا اس کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جو کچھ آپ نے چھپایا ہے وہ وہی معاملہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتلایا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول اس قصہ میں یہ ہے۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۝ (پ ۲۲ ع ۲)

ترجمہ:۔ نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔

پس یہ اس پر دلیل ہے۔ کہ اس معاملہ میں آپ پر کچھ حرج نہ تھا۔

طبریؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں تھا۔ کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر میں کہ آپ کو حلال کر دیا ہو گنہگار کرے۔ جس فعل کو اس کے پہلے رسول کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ان کو وہ امر حلال تھا۔

اور اگر اس روایت کے موافق ہوتا جس کو حدیث قتادہ نے بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی محبت ہو گئی تھی۔ اور آپ کو خوش معلوم ہوئی تھی۔ اور آپ چاہتے تھے کہ زید طلاق دے دے۔ سو اس روایت میں بڑا حرج ہے۔ اور یہ وہ بات ہے کہ آپ کے لائق نہیں۔ کہ آپ اس طرف آنکھیں بڑھائیں۔ جس سے آپ کو ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی دنیا کی خوبصورتیاں اور بالضرور یہ حسد کی وجہ سے ہوتا۔ جو برا ہے۔ جس کو متقی لوگ پسند نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کریں (معاذاللہ)

قشیریؒ کہتے ہیں کہ یہ بات اس کے کہنے والے کی طرف سے ایک بڑی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور فضیلت کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہے اور یہ کیسے

کہا جاتا ہے۔ کہ اس کو آپ نے دیکھا اور اچھی معلوم ہوئی۔ حالانکہ وہ آپ کی پھپھی کی بیٹی تھی۔ ہمیشہ آپ اس کو دیکھتے تھے۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی' دیکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتیں پردہ نہ کرتی تھیں۔ (کیونکہ پردہ کی آیت بعد میں نازل ہوئی تھی) اور آپ ہی نے اس کا نکاح زید سے کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی زید سے طلاق دینے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے نکاح کر دینے میں یہ حکمت تھی۔ کہ متبنکی کی حرمت کو (جو عام لوگوں میں مشہور تھی) دور کر دے۔ جیسا کہ فرمایا۔ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ یعنی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

اور فرمایا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ یعنی تاکہ مومنین پر اپنے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔

اور اسی طرح ابن فورک سے مروی ہے۔ ابو اللیث ثمرقندی کہتے ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں کیا فائدہ تھا۔ کہ زید کو اس کے روکنے کا حکم دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ فائدہ تھا۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جتلا دیا تھا۔ کہ وہ آپ کی بیوی ہے (جو آئندہ ہو گی) تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طلاق دینے سے روکا۔ کیونکہ ان دونوں میں محبت نہ تھی۔ اور آپ نے اس بات کو دل میں چھپائے رکھا۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا تھا۔ اور جب زید نے اس کو طلاق دے دی۔ تو آپ لوگوں سے ڈرے کہ وہ کہیں گے۔ آپ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں۔ پھر خدا نے آپ کو اس سے نکاح کرنے کا حکم دیا۔ کہ ایسی بات امت کے لئے مباح ہو جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ تاکہ مومنین پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ نے زید کو روکنے کا اس لئے حکم دیا۔ کہ شہوت کو روکیں اور نفس کو اس کی شہوت سے دفع کریں۔ اور یہ توجیہ جب ہے کہ آپ پر ہم اس کو جائز رکھیں۔ کہ آپ نے اس کو دفعتاً" جو دیکھا تو پسند کیا اور اس قدر کہنے کا کوئی

انکار نہیں۔ کیونکہ ابن آدم میں طبعاً" حسن کو دیکھ کر خوش ہونا رکھا ہوا ہے۔ اور دفعتاً" نظر کا پڑ جانا معاف ہے۔ پھر نفس کو اس سے روکا اور زید کو اس کے روکنے کا حکم دیا۔

اور انکار ان زیادتیوں پر ہے جو قصہ میں ہیں۔ معتبر اور بہتر وہ روایت ہے جس کو ہم نے علی بن حسینؓ سے بیان کیا ہے۔ اور سمرقندی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہی قول ابن عطا کا ہے۔ اسی کو قاضی قشیری نے پسند کیا ہے۔ اسی پر ابوبکر فورک نے اعتبار کیا ہے۔ اور کہا کہ محققین اور مفسرین کے نزدیک یہی معنے صحیح ہے۔

ابن فورک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نفاق کے برتاؤ اور مافی الضمیر کے خلاف کے اظہار سے مبرا اور پاک ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک صاف کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وہ بات جو خدا نے فرض کر دی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔

اور جس نے اس امر کا گمان کیا۔ تو اس نے خطا کی اور خشیت کا معنی یہاں خوف کے نہیں۔ اس کے معنے حیا کرنے کے ہیں۔ کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ اور آپ کا شرم کرنا منافقین و یہود کی گڑبڑ اور مسلمانوں پر ان کے شور مچانے سے تھا۔ کہ بیٹوں کی بیویوں سے نکاح منع کرنے کے بعد خود بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ جیسا کہ انہوں نے آخر شور مچایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر عتاب کیا۔ اور ان کی طرف توجہ کرنے سے اس بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلال کر دیا تھا۔ پاک کیا۔ یعنی آپ منافقین کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ جیسا کہ سورۂ تحریم میں اپنی بیویوں کی مرضی کی رعایت کرنے میں عتاب کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ جو چیز خدا نے آپ کو حلال کر دی ہے اس کو کیوں حرام کرتے ہو۔ بیویوں کی رضامندی کے لئے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا بیان فرماتا ہے۔ تَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ

تخشاہ لوگوں سے شرماتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے شرمانا زیادہ مناسب ہے۔
حسنؓ اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بالفرض) کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ کیونکہ اس میں آپ پر عتاب ہے۔ اور جس کو آپ نے چھپایا تھا اس کا اظہار ہے۔

فصل ۵

اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں تمام حالات میں عصمت تو بیشک ثابت ہو چکی اور اس میں کوئی خلاف و اضطراب عمداً" سہواً" صحت' مرض' قصد اور خوش طبعی' خوشی' غضب کے حالات میں جائز نہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کے کیا معنی ہیں۔ جو اس حدیث میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو الولید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اور ابو الہیثم اور ابو اسحٰق نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے علی بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے کہا خبر دی ہم کو معمر نے زہری سے وہ عبید اللہ بن عبداللہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا وقت ہوا۔ تو گھر میں چند آدمی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ هَلُمُّوا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهٗ آؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں تاکہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو۔

بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کا غلبہ ہے۔ الحدیث
اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس کاغذ لاؤ۔ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔
پھر صحابہؓ جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ کو کیا ہوا۔ کیا آپ (خدانخواست) بہکی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کرو۔ اور سمجھ لو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ

دو۔ کیونکہ جس حال میں کہ میں ہوں وہ بہتر ہے۔

اور اس کے بعض طریق میں ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان ہوتا ہے؟

اور ایک روایت میں (بلفظ ماضی ہجر) ہے کہ ہذیان ہوا ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے۔ اہجر یعنی کیا ہذیان ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے اہجرا"۔ یعنی کیا ان کو ہذیان ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت درد ہے۔ اور ہمارے پاس کتاب اللہ ہے وہ ہم کو کافی ہے۔ اور زیادہ شور ہونے لگا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ گھر والوں نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض تو کہتے تھے کہ کاتب کو بلاؤ۔ کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیں۔ اور بعض وہ کہتے تھے جو عمرؓ کہتے تھے۔

ہمارے آئمہ نے اس حدیث کے بارہ میں کہا ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم امراض اور اس کے عوارض سے مثلاً" سخت درد ہونے اور غشی وغیرہ سے جو آپ کے جسم میں عارض ہوتے تھے۔ معصوم نہ تھے۔ لیکن اس امر سے معصوم تھے۔ کہ اس درمیان میں آپ سے کوئی بات سرزد ہو۔ کہ جس سے آپ کے معجزہ میں طعن آوے۔ اور شریعت میں فساد لازم آئے۔ جیسے ہذیان اور خلل کلام اس بنا پر جس نے حدیث کی روایت بلفظ ہجر صیغہ ماضی کی ہے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں کہ آپ کو ہذیان ہوا ہے۔ جب ہذیان ہو تو ہجر ہجرا" کہا کرتے ہیں۔ اور جب بری بات کوئی کرتا ہے۔ تو اہجر ہجرا" کہا کرتے ہیں۔ یعنی کیا وہ بیکار ہوا ہے۔ اور اہجر ہجرا" کا متعدی ہے۔ اور زیادہ صحیح اور بہتر روایت اہجر ہے۔ جو اس شخص پر انکار ہے جو کہتا تھا کہ نہ لکھو۔

ایسا ہی ہماری اس روایت میں ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ جو سب راوی گزشتہ زہری کی روایت میں بیان کرتے ہیں۔ اور محمد بن سلام کی حدیث میں جو ابن عینیہ سے ہے ایسا ہی ہے۔ اور اسی طرح اس کو اصیلی نے اپنے خط کے ساتھ اور دوسروں نے

ان ہی طریق سے بیان کی ہے۔ ایسا ہی ہم نے اس کو مسلم سے حدیث سفیان میں بیان کیا ہے۔ اس کے سوا اوروں سے بھی اور اس پر روایت ھجر کی الف استفہام کے حذف پر محمول ہو گی۔ اور تقدیر یہ ہو گی۔ اھجر یا ھجراور قائل کی وحشت کھانے پر محمول ہو گا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت درد اور آپ کے حال کے مشاہدہ سے کہ آپ نے کتاب کا ارادہ کیا۔ جس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کو حیرت طاری ہوئی۔ حتی کہ یہ قائل اس لفظ کو ضبط نہ کر سکا۔ اور کمال درد کے قائمقام لفظ ہذیان اس کے منہ سے نکل گیا۔ نہ یہ کہ اس کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ آپ کو (خدانخواستہ) ہذیان ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ کی حفاظت پر خوف نے ان کو برانگیختہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ خدا تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اسی قسم کا یہاں معاملہ ہے (کاش کہ آپ خاموش رہیں)۔

اور روایت اھجرا" کی جو کہ ابو اسحٰق مستملی کی صحیح بخاری میں ابن جبیر کی حدیث میں ابن عباسؓ سے قتیبہ کی روایت سے مروی ہے۔ سو ان لوگوں کی طرف راجع ہے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اختلاف کرنے والے تھے۔ اور ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اختلاف کرتے ہو۔ بحالیکہ تم آپ کے سامنے بری اور بے جا باتیں کرتے ہو۔ اور ھجر بہ ضم ھا کے معنے بری بات کے ہیں' حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب لانے کا حکم فرمایا تھا۔ تو صحابہؓ نے کیسے اختلاف کیا۔ اس کا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں استحباب و اباحت چھوڑ کر وجوب کا درجہ قرائن سے سمجھایا جلیا کرتا ہے۔ شاید کہ بعض صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قرائن سے سمجھ لیا ہو کہ یہ ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور بعض نے یہ سمجھا ہو۔ اور کہا کہ آپ سے سمجھ لو۔ اور جب انہوں نے اختلاف کیا۔ تو آپ اس امر سے رک گئے۔ کیونکہ یہ پختہ ارادہ نہ تھا۔ اور یہ بات بھی تھی کہ حضرت عمرؓ کی رائے کو انہوں نے پسند کیا۔

پھر ان علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس حکم سے رک جانا یا تو اس لئے تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف سے ایسے حال میں ڈر گئے کہ اس لکھانے میں آپ کو تکلیف ہو گی۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت درد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان امور سے ڈرے کہ جن سے لوگ عاجز ہو جائیں گے۔ اور مخالفت سے ان کو نقصان ہو گا۔ اور یہ مناسب سمجھا کہ ایسے امور میں امت کے لئے اجتہاد کی وسعت سوچ کر حکم لگانا صواب کی تلاش کرنا زیادہ آسان ہے۔ پھر مصیب اور مخطی کو اجر ملے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جان لیا تھا کہ شرع مقرر ہو چکی ہے اور دین مضبوط ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ آج میں نے تمہارے دین کو پورا کر دیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اُوْصِيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِيْ میں تم کو کتاب اللہ اور اپنی اولاد و اقارب کی وصیت کرتا ہوں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے۔ ان لوگوں کا رد ہے (العیاذ باللہ)۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ منافقوں اور بیمار دل والوں کے توسل سے ڈرتے تھے۔ کہ یہ کتاب خلوت میں لکھی جاتی۔ اور وہ اس میں طرح طرح کی باتیں بناتے۔ جیسے کہ رافضی لوگ وصیت وغیرہ کا دعوے کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر بطور مشورہ و اختیار کے تھا۔ کہ آیا صحابہؓ اس میں متفق ہوتے ہیں یا مختلف اور جب مختلف ہوئے تو اس کو چھوڑ دیا۔

اور ایک گروہ نے کہا ہے۔ کہ حدیث کا معنی یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب میں ان باتوں کا جواب دینے والے تھے۔ جن کا آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ نہ یہ کہ آپ نے شروع میں ان کا کوئی حکم دیا تھا۔ بلکہ صحابہؓ نے آپ سے کچھ طلب کیا تھا۔ سو ان کی خواہش کے مطابق جواب دیا تھا۔ اور دوسروں نے اس کو مکروہ جانا۔ جن

کے وہی وجوہ ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔

اس قصہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک لے چلو۔ اگر یہ معاملہ ہم میں ہوا تو ہم اس کو جان لیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس کو مکروہ سمجھا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ واللہ! میں نہ کروں گا۔ اور ان علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی دلیل لی ہے۔ کہ یہ فرمایا تھا۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس حال میں کہ میں ہوں۔ وہ بہتر ہے۔ یعنی جس حال میں کہ میں ہوں وہ حکم کے چھوڑ دینے اور کتاب اللہ کے ساتھ چھوڑ دینے اور اس سے کہ تم اپنے مطالبہ سے مجھے بلاتے ہو بہتر ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جو آپ سے طلب کیا گیا تھا۔ وہ آپ کے بعد امر خلافت اور اس کا متعین کرنا تھا۔

فصل ۶

اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس حدیث کی بھی کیا توجیہ ہے جس کو ہمیں فقیہ ابو محمد خشنی نے بیان کیا ہے۔ اور میں نے ان کے سامنے پڑھا ہے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی طبری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالغافر فارسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حجاج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے لیث نے سعید بن ابی سعید سے سالم سے جو کہ نصر لین کا مولی (غلام آزاد) ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ۔

اِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ یَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ وَاِنِّیْ قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَیْتُهٗ اَوْ سَبَبْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ کَفَّارَةً وَّ قُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو بشر ہی ہے۔ وہ ایسا ہی غصہ ہوتا ہے۔ جیسے اور لوگ اور میں نے تجھ سے عہد لیا ہے تو اس میں خداوندا ہرگز مجھ سے خلاف نہ

کیجیو۔ میں جس مومن کو تکلیف دوں گا یا گالی دوں یا اس کو درے ماروں تو اس کے لئے کفارہ اور قربت بنا دیجیو۔ جس سے وہ قیامت کے دن قریب ہو جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فَاَیُّمَا اَحَدٌ دَعَوْتُ عَلَیْهِ دَعْوَةً ۔ جس شخص کو میں بددعا دوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ لَیْسَ لَهَا بِاَهْلٍ وہ اس کے لائق نہ ہو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ۔

فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ سَبَبْتُهُ اَوْ لَعَنْتُهُ اَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ زَکٰوةً وَصَلٰوةً وَ رَحْمَةً

ترجمہ :۔ جس مسلمان کو میں گالی یا لعنت کروں یا درے ماروں تو اس کے لئے پاکیزگی اور رحمت کر دے۔

اور یہ کیسے صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص پر لعنت کریں جو اس کا مستحق نہ ہو یا غصہ میں ایسا آپ کریں حالانکہ آپ ان سب امور سے معصوم ہیں۔

سو جان لے خدائے تعالیٰ تیرے سینہ کو کھول دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اول تو یہ فرمانا کہ خداوندا اس کا اہل نہ تھا۔ یعنی تیرے نزدیک باطن میں اہل نہ تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ظاہر کا تھا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اور اس میں وہ حکمت بھی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے (کہ لوگ آپ کی اقتدا کریں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارنے یا ادب دینے کا اس کو گالی دے کر یا لعنت کر کے ظاہر حال پر حکم دے دیا۔ پھر بوجہ شفقت امت اور مومنین پر رحم کھانے کے جو خدا نے آپ کا خاص وصف بنایا ہوا تھا۔ اس ڈر سے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو اس کے بارہ میں قبول کرے گا۔ اس کے لئے دعا مانگی۔ کہ وہ دعا اور آپ کا فعل اس کے لئے رحمت بن جائے۔ اور یہی معنے آپ کے اس قول کا ہے کہ لیس لھا باھل وہ اس کے لائق نہ تھا۔ نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غضب اور تنگی سینہ سے اس پر برانگیختہ کیا تھا۔ کہ کسی غیر مستحق مسلمان کے ساتھ ایسا کریں۔ اور یہی معنے صحیح ہے۔

اور آپ کے اس قول سے کہ میں انسان کی طرح غصہ ہوتا ہوں۔ یہ نہیں سمجھا

جاتا کہ غضب نے آپ کو غیر واجبی چیز پر ہوانگیختہ کیا ہے بلکہ جائز ہے کہ اس سے یہ مقصود ہو کہ للمی غضب نے آپ کو لعنت یا گالی سے اس کو عذاب دینے پر ہوانگیختہ کیا تھا۔ یا وہ اس قسم میں سے تھا۔ کہ متحمل تھا۔ اور اس کا معاف کرنا جائز تھا یا آپ کو اس کا اختیار دیا گیا تھا۔ کہ اس میں عذاب کریں یا معاف کریں۔ اور یہ بھی احتمل ہے کہ یہ قائمقام ڈرانے اور امت کو کوف دلانے کے ہو کہ حدود اللہ سے تجاوز نہ ہو۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اور ایسا ہی کئی موقعوں پر بددعا کرنا بلاقصد و عمد ہو۔ بلکہ جیسے عرب کی عادت ہے ویسے فرمایا ہو۔ اور اس سے مراد قبول ہونا نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ آپ کا قول ہے' تیرا ہاتھ خاک آلودہ ہو۔ اور تیرے پیٹ کو خدا نہ بھرے۔ اور وردن سرمنڈی۔ وغیرہ آپ کی بددعائیں۔

اور آپ کی صفت میں دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان نہ تھے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ آپ گالی دیتے نہ فحش کلام تھے۔ نہ لعنت کرنے والے۔ اور ہم میں سے کسی کو عتاب کے وقت یہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کو کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ پس حدیث کو اس معنی پر حکم کیا جائے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی دعاؤں کے قبول ہونے سے ڈر گئے۔ اور اپنے رب سے عہد لیا۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ اس دعا کو اس شخص کے لئے جس کے حق میں کہی گئی ہے۔ رحمت و قربت بنادے۔ اور کبھی یہ فرمانا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جس پر دعا کی ہے۔ آپ ڈر گئے ہیں۔ اور اس سے محبت کی وجہ سے ہے کہ کہیں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعنت کرنے سے ڈر لاحق نہ ہوا ہو۔ اور آپ کی دعا نہ قبول ہو جائے۔ جو اس کو ناامیدی پر ہوانگیختہ کرے۔ اور کبھی آپ کا اپنے رب سے اس شخص کے لئے جس کو آپ حد ماریں یا گالی دیں سوال کرنا بجا اور صحیح ہوتا تھا کہ اس بددعا کو اس کے لئے کفارہ بنادے۔ جو اس کو صدمہ پہنچا ہے۔ اور اس کے جرم کو مٹا دے۔ اور یہ کہ آپ کا دنیا میں اس کو سزا دینا اس کی مغفرت اور معافی کا باعث ہو جائے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص ان جرائم کا

مرتکب ہو گا۔ اور اس کو دنیا میں سزا دی گئی۔ تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔
اگر تم کہو کہ زبیر کی حدیث کے کیا معنے ہیں۔ اور آپ کا اس کو جب کہ وہ انصاری کے ساتھ حرہ کی نالی میں جھگڑا تھا۔ یہ فرمانا کہ اے زبیر تو پانی پلا لے۔ یہاں تک کہ ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ تب آپ کو انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ بے شک وہ آپ کا پھپھی زاد بھائی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ اے زبیرؓ پلا لے یہاں تک کہ دیوار تک پہنچ جائے۔ تو جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک ہیں۔ کہ کسی مسلمان کو آپ سے اس واقع میں کوئی امر پہنچے۔ جس میں شک پیدا ہو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زبیر سے اپنے بعض حق پر کفایت کرنے کے لئے کہا کہ جس سے اعتدال اور صلح پائی جائے۔ لیکن جب اس سے دوسرا شخص (مخاصم) راضی نہ ہوا۔ اور جھگڑنے لگا۔ اور غیر واجبی بات کہنے لگا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو پورا حق دلا دیا۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کا یہ باب مقرر کیا ہے۔ کہ جب امام صلح کا اشارہ کرے اور دوسرا انکار کرے۔ تو اس پر پورا حکم لگائے۔ اور آخر حدیث میں امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو اس کا پورا حق دلایا۔ اور بیشک مسلمانوں نے اس حدیث کو اس جھگڑے میں اصل قرار دیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی آپ کے ہر حکم میں کرنی چاہئے۔ خواہ غصہ کی حالت میں ہو یا خوشی کی حالت میں اگرچہ آپ نے قاضی کو غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے کو منع کیا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حالتوں میں معصوم ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں غصہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنے نفس کے لئے نہ تھا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ اور ایسا ہی عکاشہ کی حدیث میں جو آپ نے عکاشہؓ سے کہا تھا۔ کہ تم مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ اور یہ عمداً نہیں کہا تھا۔ کہ غصہ نے آپ کو برانگیختہ کیا ہو۔ بلکہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ عکاشہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ حضورؐ نے مجھے چھڑی ماری تھی۔ یہ میں نہیں جانتا کہ عمداً ماری تھی یا آپ نے اونٹنی کے مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تھا۔ کہ اے عکاشہ تجھ کو میں خدا کی پناہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ کو عمدا" چھڑی مارے۔

اور ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے جو کہ اعرابی کے ساتھ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ تو قصاص لے لے۔تو اعرابی نے آپ سے عرض کیا۔ کہ بیشک میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک کوڑا مارا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے لٹک گیا تھا۔ آپ نے اس کو کئی بار منع فرمایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ تو اپنی مراد کو پالے گا۔ اور اس سے انکار کرتا تھا (اور چھوڑتا نہ تھا) تب آپؐ نے تیسری مرتبہ کے بعد اس کو مارا تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات اس شخص کے لئے ہے جو کہ آپ کے منع کرنے سے باز نہ آئے۔ صواب اور بہتر ہے اور ادب کا مقام ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رحم کیا۔ کیونکہ یہ آپ کا اپنا حق تھا۔ حتیٰ کہ اس سے معاف کر دیا۔

اور حدیث سواد بن عمرو کی۔ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے حال میں آیا۔ کہ خوشبو سے آلودہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ورس ہے ورس ہے (خوشبودار گھاس) اس کو اتار دے۔ اور مجھ کو ایک چھڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ میرے پیٹ پر ماری۔ جس نے مجھے دردناک کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قصاص چاہتا ہوں۔ تب آپ نے اپنا بدن مبارک میرے سامنے ظاہر کیا۔ اور آپ نے اس کو ایک بری بات پر جو دیکھا تھا مارا تھا۔ اور امید ہے کہ آپ نے اس مارنے سے صرف تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن جب اس سے اس کو درد محسوس ہوا۔ تو آپؐ نے اس سے قصاص لینے کو کہا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

فصل ۷

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی افعال کہ گناہوں اور مکروہات سے بچیں۔ سو ان کا حکم تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض میں سہو اور غلطی کا جواز

ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ سب امور نبوت میں قدح نہیں کرتے۔ بلکہ یہ باتیں شاذو نادر ہوئی ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عام افعال درستی اور صواب پر تھے۔ بلکہ ان میں سے اکثر یا کل عبادات کے قائمقام اور قرب الٰہی تھے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنے نفس کے لئے وہی چیز لیتے تھے جو کہ ضروری ہو۔ اور جس میں جسم کی بقیہ بدن کا قیام ہو۔ اور جس میں آپ کی ذات کی مصلحت ہو۔ جس سے اپنے رب کی عبادت کریں۔ شریعت کو قائم رکھیں' اپنی امت پر حکومت کریں' اور جو کچھ کہ آپ میں اور لوگوں کے درمیان ہو۔ پس اچھی بات کرتے تھے۔ یا بخشش تھی۔ جس سے آپ ان کو غنی کرتے تھے یا اچھا کلام تھا جو فرماتے تھے یا غیر سے سنتے تھے یا مخالفوں کی دلجوئی کرتے تھے یا دشمن کو جھڑکتے تھے یا حاسد کی مدارات کرتے تھے۔ اور یہ سب امور آپ کے عمدہ افعال کے ساتھ آپ کی عبادت کے پاک وظائف سے ملتے تھے۔ اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دنیاوی افعال میں اختلاف افعال کی وجہ سے (اوروں سے) اختلاف رکھتے ہیں۔ اور آئندہ امور کے لئے ان کے مناسب سامان تیار کرتے تھے۔ اپنے چلنے پھرنے میں قریب مقام کے لئے گدھے پر سوار ہوتے اور سفروں میں اونٹنی پر اور لڑائیوں میں خچر پر بھی سوار ہوتے تھے۔ جو آپ کے ثابت قدم رہنے کی دلیل تھی۔ اور گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے۔ اور اس کو خوف کے دن اور چلانے والے کی فریاد رسی کے لئے تیار رکھتے تھے۔ ایسا ہی دنیاوی امور اپنی امت کی مدد اور سیاست کے لئے کرتے تھے۔ اس کے خلاف کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ اس کا غیر اس سے بہتر ہوتا جیسا کہ اس کے لئے ایک کام چھوڑ دیتے۔ حالانکہ اس کا کرنا اس کے نہ کرنے سے بہتر ہوتا تھا۔ اور کبھی یہ بات دینی امور میں جس میں آپ کو دو وجہوں میں سے ایک وجہ کا اختیار دیا گیا تھا ہوتی تھی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ شریف سے کوہ احد کی طرف نکلنا حالانکہ آپ کی رائے تھی۔ کہ مدینہ میں پناہ لے کر رہا جائے۔ اور آپ کا منافقوں کے قتل کو چھوڑ دینا۔ حالانکہ ان کا حال یقیناً" معلوم تھا (لیکن) دوسروں کی تالیف قلوب اور مومنین کی ان سے قرابت کی وجہ سے اور اس

بات کو برا سمجھنے کی وجہ سے کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ قتل مناسب نہ سمجھا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ اور آپ نے بناء کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کے بناء کے موافق کرنا چھوڑ دیا۔ تاکہ قریش کے دلوں کی رعایت ہو۔ کہ وہ اس کا گرانا اور بدلانا بڑا گناہ جانتے تھے۔ اور آپ نے اس خیال سے کہ ان کے دل اس وجہ سے آپؐ سے نفرت نہ کر جائیں۔ اور کہیں ان کی پہلی عداوت میں جو دین اور اہل دین سے تھی تحریک نہ پیدا ہو۔ اور آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا جو حدیث صحیح میں ہے۔ کہ اگر تیری قوم کفر کے قریب نہ ہوتی۔ تو بالضرور میں خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی بنا پر پورا کر دیتا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کرتے تھے۔ پھر اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ کیونکہ اس کا غیر بہتر ہوتا تھا۔ جیسا کہ آپ کا بدر کے کنوؤں کے پانیوں سے ان پانیوں کی طرف چلے جانا کہ جو دشمن کے قریب سے زیادہ قریب تھے۔ یعنی پہلے آپ دور ڈیرہ کرنے لگے تھے۔ مگر حباب بن منذر کے کہنے سے قریب قریش چلے گئے' اور جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَاسُقْتُ الْهَدْیَ اگر میں پہلے اپنا کام کرتا جس کو میں نے پیچھے کیا ہے تو میں ہدی نہ بھیجتا۔

اور آپ کافر اور مسلم کے لئے اپنا چہرہ کشادہ فرماتے۔ اس امید پر کہ اس کی دلجوئی ہو جائے۔ جاہل کے لئے صبر فرماتے۔ اور فرماتے کہ وہ آدمی بہت برا ہے کہ لوگ اس کی شرارت کی وجہ سے اس سے ڈریں۔ اور ایسے لوگوں کو اپنا عمدہ مال دیتے تاکہ آپ کی شریعت و دین خدائی اس کو پیارا معلوم ہو۔

آپ اپنے مکان میں خادم کی طرح کام کرتے تھے۔ اور اپنی چادر اچھی طرح پہنے رہتے۔ تاکہ آپ کے بدن سے کوئی عضو ظاہر نہ ہو جائے۔ اور آپ کے اصحاب اور ہم نشینوں کے سروں پر گویا کہ پرندے ہوتے تھے۔ یعنی نہایت ادب سے مجلس میں بیٹھتے تھے۔ آپ اپنے ہم جلیسوں سے ان کے بڑوں کی باتیں کیا کرتے تھے۔ جن سے وہ تعجب کرتے تھے۔ جن باتوں سے وہ ہنستے تھے۔ آپ بھی ہنستے تھے۔ آپ کی خندہ

پیشانی اور عدل عام طور سب کو شامل تھا۔ آپ کو غضب گھبرا نہیں دیتا تھا۔ اور حق سے قصور وار نہ بناتا تھا۔ اپنے صحابہ سے کوئی بات دل میں نہ چھپاتے تھے۔ اور فرماتے کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرتی ہو۔

اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمانا جبکہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آنے والا تھا۔ کہ یہ برا شخص آیا ہے۔ اور جب وہ آپ کے سامنے آیا۔ تو آپ نے اس سے نرمی کی باتیں کیں۔ اور اس کے ساتھ ہنسے اور جب وہ باہر نکل گیا۔ تو میں نے آپ سے اس کی بابت پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ آدمی بہت برا ہے۔ جس سے لوگ اس کی برائی کی وجہ سے ڈرتے ہوں۔ اور (یہ سوال پیدا ہوتا ہے) کیونکہ یہ امر جائز تھا کہ اس کی بابت آپ خلاف باطن کے ایک امر ظاہر فرمائیں۔ اور اس کے پیچھے جو کچھ فرمایا فرمائیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اس کے دل کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ تاکہ اس کا ایمان قائم رہے۔ اور اس کے سبب سے اس کے پیرو اسلام میں داخل ہوں۔ اور اپنے کو اس جیسا دیکھے۔ تو اس وجہ سے اسلام کی طرف کھنچ آئے۔ اور اس قسم کی بات اسی وجہ سے فرماتے تھے۔ کہ دنیا کی مدارات سے دنیاوی سیاست کی حد کی طرف نکل جائے۔ (یعنی لوگ اس برتاؤ سے مسلمان ہو جائیں)۔ اور کبھی ان کو اللہ کا بہت سامان دے کر خوش کیا کرتے تھے۔ پس نرم باتوں کا کیا کہنا۔

صفوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھ کو مال دیا۔ حالانکہ مخلوق میں سے آپ مجھ کو زیادہ دشمن تھے۔ آپ برابر دیتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ مجھ کو تمام مخلوق سے پیارے معلوم ہونے لگے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارہ میں یہ فرمانا کہ یہ برا شخص ہے۔ عیب نہیں۔ اس شخص کو جو اس کے حال سے جاہل ہے۔ اس کا حال جتلانا ہے۔ تاکہ اس کے حال سے ڈرے۔ اور اس سے احتراز کرے۔ اس کی طرف پورا بھروسہ نہ کرے۔ خاص کر جب کہ وہ سردار اور متبوع ہے۔ اور اس قسم کا اظہار جبکہ ضرورت اور دفع ضرر کے لئے ہو۔ تو عیب نہیں ہوا کرتا۔ یہ جائز ہوا کرتا ہے۔ بلکہ بعض

اوقات تو واجب ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ محدثین کی راویوں کی تخریج میں اور گواہوں کو پاک صاف بنانے والوں اور جرح کرنے والوں کا حال ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ اس مشکل حدیث بریرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنے ہیں۔ جو کہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا۔ جبکہ بی بیؓ نے آپ کو خبر دی تھی۔ کہ بریرہ کے مالک اس کو بیچنے سے انکار کرتے ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ ولاء ان کو ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ اس کو خرید لے۔ اور ان کے لئے شرط ولا کی کر لے۔ تب بی بیؓ نے اس کو خرید لیا تھا۔ پھر آپ خطبہ پڑھتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے۔ کہ ایسی شرطیں لگا لیتے ہیں۔ جو کہ کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط کہ کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی کو حکم دیا۔ کہ ان کے لئے شرط کر لے اور اس پر انہوں نے اس کو بیچا تھا۔ اور یہ شرط نہ ہوتی تو واللہ اعلم وہ بی بیؓ کے پاس نہ بیچتے۔ جیسا کہ پہلے شرط کے انہوں نے نہ بیچا تھا۔ حتی کہ اس شرط کو ان سے مقرر کر لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل کر دیا۔ حالانکہ آپ نے کھوٹ اور دھوکا کو حرام فرمایا ہے۔

سو جان لے خدا تجھ کو مکرم کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امور سے پاک ہیں۔ جو کہ جاہل کے دل میں آتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم جاننے کے لئے ایک گروہ اہل علم نے اس زیادتی کا انکار کیا ہے۔ کہ تم ان سے ولاء کی شرط کر لو۔ کیونکہ یہ زیادتی حدیث کے اکثر طریقوں میں نہیں ہے۔ اور اس کے ہونے کے باوجود بھی کچھ اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ لھم کے معنی علیھم کے آتے ہیں (یعنی ان کے برخلاف شرط کر لے) اللہ تعالی فرماتا ہے أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ یعنی یہ لوگ ہیں جن پر لعنت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا یعنی اگر تم برائی کرو گے تو ان پر ہو گی۔ پس اس لحاظ سے یہ معنی ہوں گے۔ کہ ولاء کی ان کے برخلاف اپنے لئے شرط کر لے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا اور وعظ کرنا اس لئے ہو گا کہ انہوں نے پہلے اپنے لئے ولاء کی شرط کی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ ان کے لئے ولاء شرط کر لے امر کے معنے میں نہیں۔ بلکہ برابری اور خبر کے معنی پر ہے۔ کہ یہ شرط ان کو نفع نہ دے گی۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہلے بتا چکے۔ کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس گویا کہ آپ نے یہ فرمادیا کہ شرط کر یا نہ کر۔ کیونکہ یہ شرط مفید نہیں۔ اسی تاویل کی طرف داؤدی وغیرہ گئے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو جھڑکنا اور ملامت کرنا اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کو پہلے اس کا علم تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے قول کا معنی کہ ان کے لئے ولاء کی شرط کر لے یہ ہے کہ ان کو اس کا حکم ظاہر کر دے۔ اور ان کے سامنے آپ کی سنت بیان کر دے کہ ولاء اسی کے لئے ہوا کرتی ہے جو آزاد کر دے۔

پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے پہلی مخالفت کی وجہ سے جو اس میں آپ کی طرف سے ہوئی۔ جھڑکتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

اگر کہا جائے کہ یوسف علیہ السلام کے فعل کے کیا معنے ہیں جو انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا۔ جبکہ ایک برتن پینے والے (جو پھر نہ پینے کا بنایا گیا تھا جو کہ چاندی یا سونے کا تھا) کو اس کے کجاوہ میں رکھ دیا تھا۔ اور اس کو چوری کے نام سے پکڑ لیا تھا۔ اور جو کچھ اس بارہ میں اس کے بھائیوں پر واقع ہوا۔ اور اس کا یہ کہنا کہ تم ضرور چور ہو حالانکہ وہ چور نہ تھے۔

سو جان لے کہ خدا تجھ کو عزت دے۔ کہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (پ ۱۳ ع ۳)

ترجمہ۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

اور جب ایسا ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جو کچھ بھی ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو جتلا دیا۔ کہ بیشک میں تیرا بھائی ہوں۔ تم غم نہ کرو۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا موافقت اور رغبت سے اور یقینی انجام بخیر۔ اور اس سے برائی و ضرر دور کرنے کی وجہ سے ہوا۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ اے قافلہ والو۔ تم ضرور چور ہو۔ سو یہ قول یوسف علیہ السلام کا نہیں کہ اس کا جواب دینا لازمی ہو۔ جس سے شبہ دور ہو۔ اور شاید کہ اس کے قائل کے ساتھ اگر اچھی تاویل کی جائے خواہ وہ کوئی ہو۔ پھر اس نے یہ گمان کیا ہو گا کہ ظاہری حال میں تم چور ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بات اس لئے کہی کہ پہلے انہوں نے یوسف علیہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا تھا۔ اور اس کو بیچ ڈالا تھا۔ بعض نے کچھ اور سے بیان کئے ہیں۔

اور یہ لازم نہیں کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی نسبت وہ باتیں کہیں جو ان سے مروی نہیں کہ انہوں نے بالضرور کہی ہوں گی۔ حتیٰ کہ اس سے خلاصی طلب کی جائے۔ اور ان کے دوسروں کی لغزشوں کا عذر کرنا لازم نہیں۔ (یعنی غیر انبیاء کی طرف سے عذر ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں)۔

فصل ۸

اگر یوں کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر امراض آتے تھے۔ ان کی تکلیف ہوتی تھی۔ اور آپ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کا یہ حال تھا۔ اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلاو امتحان میں مبتلا کیا تھا۔ جیسے کہ ایوبؑ۔ یعقوبؑ۔ دانیالؑ۔ یحییٰؑ۔ زکریاؑ۔ عیسیٰؑ۔ ابراہیمؑ۔ یوسفؑ وغیرہم صلوات اللہ علیہم۔ حالانکہ یہ حضرات خدا کی مخلوق میں سے اس کے پسندیدہ اس کے دوست اس کے برگزیدہ تھے۔

سو جان لے۔ خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق نیک دے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال عدل اور اس کی تمام باتیں سچی ہیں۔ اس کے کلمات میں تبدل نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ جیسا کہ ان سے کہتا ہے۔ لننظر کیف تعملون تاکہ ہم

دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ تم کو آزمائیں کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے کہ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور اب تک ان لوگوں کو نہیں جانا۔ جو کہ تم میں سے جہاد کرتے ہیں۔ اور صابرین کو نہیں جانا اور البتہ ضرور ہم تم کو آزمائیں گے۔

پس خدا کا یہ امتحان لینا کہ طرح طرح کی تختیں دے کر ان کے مرتبے بڑھائے جائیں ان کے درجات بلند ہوں۔ اور ایسے اسباب پیدا ہوں۔ جو کہ صبر۔ رضا۔ شکر۔ تسلیم توکل۔ سپردگی۔ دعا۔ تضرع کے حالات ان سے ظاہر ہوں۔ ان کی بصیرتوں میں تاکید ہو کہ کسی مصیبت زدہ پر رحم ہو۔ کسی مبتلاء پر شفقت ہو۔ غیروں کو نصیحت ہو۔ دوسروں کو وعظ ہو۔ تاکہ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ بلاء میں اقتداء کریں۔ اور جو مصیبتیں ان پر آئیں۔ ان کو تسلی رہے۔ صبر میں ان کی پیروی کریں۔ اور ان کی وہ لغزشیں جو ان سے ہوئی تھیں یا وہ غفلتیں جو پہلے ہو چکی ہیں مٹ جائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو پاک مہذب ہو کر ملیں۔ ان کا اجر کامل تر اور ان کا ثواب زیادہ تر اور بڑا ہو۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسین صیرفی اور ابو الفضل خیرون نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی بغدادی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی سنجی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے عاصم بن بہدلہ سے وہ مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ سے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون لوگ بلا میں زیادہ مبتلا ہیں۔ فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام پھر ان کے بعد جو ان سے زیادہ مشابہ ہیں۔ پھر جو ان کے زیادہ مشابہ ہیں۔ مراد یہ کہ اپنے دین کے موافق آزمایا جاتا ہے۔ بندہ پر برابر بلاء آتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کو ایسے حال پر چھوڑتی ہے کہ زمین پر چلتا ہے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ۔ (پ ۴ ع ۶)

ترجمہ۔ اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیشہ مومن پر بلاء اس کی ذات اور اولاد و مال میں آتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا سے جاملتا ہے بحالیکہ اس پر کوئی قصور نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ بہتری کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے لئے دنیا میں سزا کی جلدی کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ بندہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے گناہ کے باعث اس سے مصیبتیں روک لیتا ہے۔ تاکہ ان کو قیامت کے دن پالیوے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو بلاء میں ڈالتا ہے تاکہ اس کی عاجزی سنے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا کا زیادہ مکرم بندہ ہو۔ اس کی بلاء بھی زیادہ سخت ہوتی ہے۔ تاکہ اس کی فضیلت ظاہر ہو۔ وہ ثواب کا مستحق ہو جاوے۔ جیسا کہ لقمان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا اے میرے فرزند سونا اور چاندی آگ کے ساتھ آزمائی جاتی ہیں۔ اور مومن بلاء کے ساتھ آزمایا جاتا ہے۔

اور بیشک بیان کیا گیا ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے ساتھ مبتلاء کئے گئے۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ انہوں نے اپنی نماز میں بوجہ محبت اس کی طرف توجہ کی تھی۔ اور یوسف علیہ السلام سوتے تھے۔

بعض کہتے ہیں۔ بلکہ ایک دن وہ اور اس کے فرزند یوسف علیہ السلام بکروٹے بھنے ہوئے کے گوشت پر جمع ہوئے تھے۔ اور وہ دونوں ہنستے تھے۔ ان کا ایک پڑوسی یتیم تھا۔ اس نے گوشت کی خوشبو سونگھی۔ اور اس کی خواہش کی۔ وہ رو پڑا۔ اور اس کی دادی بڑھیا بھی اس کے رونے سے رو پڑی۔ اور دونوں میں ایک دیوار کا فرق تھا۔ لیکن یعقوبؑ اور ان کے فرزند یوسفؑ کو اس کا علم نہ ہوا۔ تب یعقوب علیہ السلام

رونے کے ساتھ سزا دیئے گئے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے غم سے روتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھیں غم کے مارے بھر گئیں۔ اور سفید ہو گئیں۔ اور جب اس بات کو معلوم کر لیا۔ تو اپنی باقی زندگی میں منادی کو حکم دے دیا کہ وہ اس کی چھت پر پکارا کرے۔ دیکھو جو شخص کھانے والا ہو وہ آل یعقوبؑ کے ساتھ آکر کھا لے۔ اور یوسف علیہ السلام اس تکلیف کے ساتھ سزا دیئے گئے۔ جس کا خدائے تعالیٰ نے بیان کیا ہے (قید وغیرہ)۔

لیثؒ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایوب علیہ السلام کی بلاء کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی بستی والوں کے ساتھ ان کے بادشاہ کے پاس گئے۔ لوگوں نے اس سے اس کے ظلم کے بارہ میں کلام کیا۔ اور اس سے سخت کلامی کی۔ مگر ایوب علیہ السلام نے اس سے اپنی کھیتی کے خوف سے نرمی کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو بلاء کے ساتھ سزا دی۔

اور سلیمان علیہ السلام کو اس لئے تکلیف و محنت ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ ان کی نیت میں تھا۔ کہ ان کے سسرال کی طرف حق ہے یا ان کے گھر میں گناہ ہوتا تھا۔ جن کا ان کو علم نہ تھا (اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور یہی فائدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مرض اور درد رہا کرتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درد دیکھا ہے اور کسی کو نہیں دیکھا۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کو بڑا سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مجھ کو تمہارے دو مردوں کے بخار کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ اس لئے کہ آپ کو دوہرا اجر ملے۔ فرمایا۔ کہ ہاں یہی بات ہے۔

اور ابو سعیدؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا کہ واللہ مجھے طاقت نہیں۔ کہ آپ کے بدن مبارک پر ہاتھ رکھوں۔ کیونکہ آپ کو سخت بخار ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ہیں۔ ہم کو دوگنی چوگنی بلاء آتی رہتی ہے۔

بیشک بعض نبیؑ جوؤں میں مبتلاء کیے گئے۔ حتی کہ اس کو قتل کر ڈالا۔ اور بیشک بعض نبی بھوک میں مبتلا ہوئے۔ اور بے شک یہ گروہ بلا سے ایسا ہی خوش ہوتے تھے۔ جیسے کہ آرام سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بڑی جزاء بڑی بلاء کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ ان کو مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو راضی ہوا اس کے لئے رضا اور جو غصے ہوا اس کے لئے غصہ ہے۔

اور بیشک مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ جو شخص برائی کرے گا وہ بدلہ دیا جائے گا کہ مسلمان دنیا کی مصیبتوں سے بدلہ دیا جاتا ہے۔ پس وہ اس کے لئے کفارہ بن جاتی ہیں۔ یہ حضرت عائشہؓ اور ابی اور مجاہد سے روایت کی گئی ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس پر مصیبت بھیجتا ہے۔

اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ مسلمان کو خواہ کوئی مصیبت پہنچے۔ خدا اس کو اس کے لئے کفارہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کانٹا اس کو چبھے۔

اور ابی سعید کی روایت میں ہے۔ کہ جس مومن کو کوئی تکلیف اور وہم۔ فکر۔ ایذا۔ غم۔ حتی کہ کوئی کانٹا اس کو چبھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ جس مسلم کو تکلیف پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے یوں جھاڑ دیتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

ایک اور حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے جسموں کے امراض اور ان پر دردوں کی شدت کے ہونے میں ان کی موت کے وقت رکھی ہے تاکہ ان کے قوی ضعیف ہو جائیں۔ اور قبض کے وقت روح کا نکلنا آسان ہو۔ نزع کی موت اور سکرات کی شدت بوجہ تقدم مرض و ضعف جسم و نفس ان پر آسان ہو جائے۔ بخلاف ناگہانی موت کے۔

اور اس کے جلد لینے کے جیسا کہ مردوں کا حال سختی اور نرمی اور مشکل اور سہولت میں دیکھا جاتا ہے۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی مثال کھیتی کے تنہ کی سی ہے۔ اس کو ہوا اس طرح پلٹاتی رہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے۔ کہ جس طرف سے اس پر ہوا آتی ہے۔ اسی طرف اس کو پلٹا دیتی ہے۔ اور جب وہ بند ہو جاتی ہے۔ تو برابر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی مومن ہے کہ بلاء کے ساتھ پلٹتا رہتا ہے۔ اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے۔ جو کہ ٹھوس کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا اس کو اکھیڑ پھینکتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن مصیبت زدہ بلا اور امراض میں رہتا ہے۔ وہ خدا کی تقدیروں میں پلٹا کھانے میں راضی رہتا ہے۔ اس کے لئے فرمانبردار رہتا ہے۔ اس کی رضامندی سے نرم دل رہتا ہے۔ غصہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ کھیتی کے تنہ کا ہواؤں کا فرمانبردار ہونا جس طرف وہ لے جائیں پلٹ جاتا ہے۔ اور جس طرف سے آئے ادھر ہی جھک جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ مومن سے بلاؤں کی ہواؤں کو دور کر دیتا ہے۔ تو وہ برابر صحیح ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کھیتی کا تنہ خدا کی ہواؤں کے سکون کے وقت برابر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے رب کے شکر اور اس کی نعمت کی معرفت کی طرف بلاء کے دور ہونے سے لوٹتا ہے۔ اس کی رحمت و ثواب کا منتظر رہتا ہے۔ اور جب اس کا یہ طریق ہو تو اس پر مرض موت اور اس کا آنا اور جان کا نکلنا مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ درد اٹھانے کی اس سے پہلے اس کی عادت ہوتی ہے۔ اور جانتا ہے کہ اس میں اجر ہے۔ مرض یا اس کی سختی کے پے در پے آنے سے اپنے نفس کو مصیبتوں اور ضعف کا عادی بنا لیتا ہے۔ اور کافر اس کے برخلاف ہے۔ اکثر حالات میں تندرست رہتا ہے۔ اپنے جسم کی صحت سے نفع حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ درخت صنوبر ٹھوس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کو موت کے وقت میں اس کے دھوکہ پر اکھیڑ پھینکتا ہے اور اس کو ناگاہ بغیر نرمی و مہربانی کے پکڑ لیتا ہے۔

اس کی موت حسرت و تکلیف نزع کے لحاظ سے بہت سخت ہوتی ہے۔ باوجودیکہ اس کا نفس قوی اور جسم صحیح ہوتا ہے۔ اس کو درد سخت اور عذاب ہوتا ہے۔ اور البتہ عذاب آخرت نہایت سخت ہوتا ہے جیسا کہ صنوبر کا اکھاڑا جانا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ پس ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا۔ بحالیکہ وہ نہ جانتے تھے۔

اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کی عادت اپنے دشمنوں کے بارہ میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ (پ ۲۰ ع ۱۴)

ترجمہ۔ تو ان میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

پس ان سب کو اتفاقی موت کے ساتھ سرکشی اور غفلت کی حالت میں مار ڈالا۔ اور صبح کے وقت بغیر تیاری کے اچانک ان کو پکڑ لیا۔

اسی لئے سلف سے مذکور ہے کہ وہ اچانک موت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور سلف سے ابراہیم نخعی کی حدیث میں ہے کہ سلف اس گرفت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ جیسے کہ غضب کا پکڑنا ہو۔ یعنی ناگہانی موت کو برا سمجھا کرتے تھے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ بیماریاں موت کی ڈرانے والی ہیں۔ اور جس قدر بیماریاں سخت ہوں گی موت کے آنے کا خوف بھی زیادہ ہو گا۔ پس جس کو یہ امراض ہوں گے وہ مستعد ہو جائے گا۔ اور یہ جان لے گا۔ کہ اب اپنے رب کے ملنے کا وقت آگیا ہے۔ دار دنیا سے اعراض کرنے لگتا ہے۔ جس میں کثرت سے رنج و غم میں اس کا دل آخرت کے ساتھ معلق ہو جائے گا۔ اور پھر اس چیز سے کہ جس کے مواخذہ کا خوف ہو نکل جاتا ہے۔ خواہ وہ خدا کی جانب سے ہو یا بندوں کی طرف سے اہل حقوق کے

حق ادا کرتا ہے۔ اور جس مال متروکہ میں وصیت کا محتاج ہوتا ہے۔ جس امر میں کہ عہد کرنا چاہتا ہے۔ غور و فکر کرتا ہے۔

اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف شدہ ہیں۔ کہ آپ نے مرض موت میں جس شخص کا حق آپ پر تھا مال یا حق بدن تھا نکلنا چاہا۔ اور اپنے نفس اور مال سے قصاص لینا چاہا۔ اپنے قصاص کی قدرت دی جیسا کہ فضل کی حدیث اور حدیث وفات میں وارد ہوا ہے۔ اور اپنے بعد ثقلین کے لئے وصیت کی (یعنی) کتاب اللہ اور اپنی آل کی اور انصار اور ان کی گٹھری کی۔ اور آپ نے کتاب لکھنے کو منگوائی۔ تاکہ آپ کی امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو جائے۔ یا تو خلافت کے لئے تصریح کرنی تھی۔ یا اللہ تعالیٰ آپ کی مراد کو جانتا ہے۔ پھر آپ نے اس سے باز رہنے کو افضل اور بہتر جانا۔

ایسا ہی خدائے تعالیٰ کے مومن بندوں اور متقین اولیاء اللہ کی عادت ہے اور ان سب امور میں غالباً کفار محروم رکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے۔ تاکہ گناہ زیادہ کریں۔ اور تاکہ ان کو درجہ بدرجہ وہاں تک پہنچاتا ہے۔ جس کو وہ جانتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ (پ ۲۳ ع ۲)

ترجمہ:۔ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آئے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص نے بارہ میں جو دفعتاً" فوت ہو گیا تھا۔ سبحان اللہ فرمایا تھا (یعنی تعجب ہے) گویا کہ وہ اللہ کے غضب پر فوت ہوا ہے۔

محروم وہ شخص ہے جو کہ اپنی وصیت سے محروم ہے۔ اور فرمایا کہ ناگہانی موت مومن کے لئے راحت ہے۔ اور غضب سے مار ڈالنا کافر یا فاسق کے لئے ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مومن پر موت ایسے حال میں آتی ہے کہ وہ غالباً" مستعد اور اس کا منتظر

ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا کام آسان ہوتا ہے۔ کسی حال میں آجائے۔ وہ دنیا کی تکلیف وایذا سے چھوٹ کر راحت کی طرف آجاتا ہے۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ بعض لوگ راحت پانے والے ہیں اور رحمت دیئے جاتے ہیں (یعنی مسلمان لوگ)۔

اور کافر و فاجر کی موت ایسے وقت میں آتی ہے کہ وہ اس کے لئے مستعد اور تیار نہیں ہوتے۔ اور نہ ان کو کوئی ڈرانے والی باتیں پیش آتی ہیں۔ جو ان کو قلق میں ڈالیں۔

پس کافر کی موت اس پر سخت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی جدائی اس کو بہت ہی برا صدمہ پہنچاتی ہے۔ اس کو بہت ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

اور اسی مطلب کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو برا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو برا جانتا ہے۔

چوتھی قسم

اس شخص کے بارہ میں مختلف کلام جو آپ کی شان میں نقص نکالتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برا کہتا ہے۔

قاضی ابو الفضل خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے کہ پہلے کتاب وسنت و اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق واجب ہیں۔ اور جو آپ کی نسبت نیکی۔ توقیر۔ عظمت۔ اکرام ضروری ہے مذکور ہو چکا۔ اور اسی مقدار کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کو تکلیف دینا حرام کر دیا ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے۔ کہ جو مسلمان آپ کی شان میں نقصان بتلائے۔ اور آپ کو گالی دے۔ برا کہے۔

اس کو قتل کر دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

(پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ۔ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور کہا۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (پ ۱۰ ع ۱۴)

ترجمہ۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور فرمایا۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللّٰهِ عَظِيمًا (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ۔ تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اشارۃً طنز کرنا بھی حرام کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(پ ۱ ع ۴)

ترجمہ۔ اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیونکہ یہودی آپ کو کہا کرتے تھے۔ کہ اے محمدؐ راعنا یعنی ہماری طرف کان لگائیں۔ ہماری باتیں سنیں۔ اور اس سے ایک بات کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور ان کا مطلب اصلی رعونت ہوتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ان کی تشبیہ سے منع فرمایا۔ اور اس ذریعہ کو قطع کر دیا تاکہ اس کے سبب کافر و منافق آپ کو گالی دینے اور آپ سے استہزاء کرنے میں ذریعہ نہ بنائیں۔

بعض علماء کہتے ہیں۔ بلکہ اس میں لفظ کی مشارکت ہے۔ کیونکہ اس کلمہ کا یہود کے نزدیک یہ معنی ہے۔ اسمع ولا سمعت یعنی وہ سن کہ جو نہ سننے کے قابل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس میں قلت ادب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم توقیر و عدم تعظیم ہے۔ کیونکہ انصار کی لغت میں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ اگر تم ہماری رعایت کرو گے تو ہم بھی کریں گے۔ تب وہ اس سے منع کئے گئے۔ اس لئے کہ اس کا مضمون یہ ہے کہ وہ اسی وقت آپ کی رعایت کریں گے۔ جب آپ ان کی رعایت کریں گے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں واجب الرعایۃ ہیں۔

اور دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا۔۔ سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ میرا نام رکھ لو۔ لیکن میری کنیت نہ رکھو۔ اس میں آپ نے اپنے نفس کی حفاظت اور اپنی تکلیف کا بچاؤ فرمایا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جواب دیا تھا۔ جس نے یا ابا القاسم کہہ کر پکارا تھا۔ تو اس شخص نے آپ سے کہا۔ کہ میرا مطلب آپ سے نہیں۔ میں نے تو اس شخص کو بلایا ہے۔ تب آپ نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرما دیا۔ تاکہ آپ کو اس شخص کے جواب دینے کی تکلیف نہ ہو۔ جو آپ کو نہیں پکارتا (یعنی جیسا کہ اوپر ہوا کہ غیر کو پکارا اور آپ بول اٹھے)۔

اور منافق ہنسی کرنے والے اس کو آپ کی ایذاء اور حقارت کا ذریعہ بنایا کرتے تھے۔ اور آپ کو پکارا کرتے تھے۔ اور جب آپ متوجہ ہوتے۔ تو کہہ دیتے کہ ہم تو اس دوسرے کا ارادہ کرتے تھے۔ اس سے صرف آپ کے حق کی کسر شان و حقارت منظور تھی۔ جیسے کہ مسخری لوگ کیا کرتے تھے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے اپنی حفاظت کی۔

اور محققین علماء نے اس کی ممانعت کو آپ کی زندگی کی مدت پر محمول کیا ہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد اجازت دے دی ہے۔ کیونکہ وہ سبب جاتا رہا۔ اور اس حدیث میں علماء کے چند مذہب ہیں۔ یہ ان کے ذکر کا موقع نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ جمہور کا مذہب ہے۔ اور انشاء اللہ یہی صواب ہے۔ اور یہ بطریق تعظیم و

توقیر اور استحباب ہے۔ حرام نہیں ہے۔ اس لئے اپنے نام کے رکھنے کو منع نہیں فرمایا
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ (پ ۱۸ ع ۱۵)

ترجمہ۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو
پکارتا ہے۔

اور مسلمان آپ کو یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے ہی پکارا کرتے تھے۔ اور بعض
لوگ بعض حالات میں آپ کو ابو القاسم کنیت سے پکارا کرتے تھے۔

اور انس رضی اللہ عنہ نے بیشک وہ حدیث روایت کی ہے کہ جو آپ کے نام پر
نام رکھنے کی کراہت اور اس سے بچنے پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اس کی تعظیم نہ کی
جائے۔ اور فرمایا کہ تُسَمُّوْنَ اَوْلَادَكُمْ مُحَمَّدًا ثُمَّ تَلْعَنُوْنَهُمْ تم لوگ اپنی اولاد کا نام محمد
رکھتے ہو۔ اور پھر ان کو لعنت کرتے ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا کہ کسی
شخص کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مت رکھو اس کو ابو جعفر طبری نے بیان کیا
ہے۔ اور محمد بن سعدؓ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کی طرف دیکھا
جس کا نام محمدؐ تھا۔ اور ایک شخص اس کو گالی دے رہا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے کہ
اے محمد خدا تجھ کو ایسا کرے۔ تب حضرت عمرؓ نے اپنے برادر زادہ محمد بن زید بن
خطاب سے کہا کہ میں نہیں جائز سمجھتا کہ تمہارے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا
کہا جائے۔ واللہ جب تک میں زندہ ہوں۔ تمہارا نام محمد نہ پکارا جائے۔ اور اس کا نام
عبدالرحمن رکھ دیا۔ اور ارادہ کیا کہ اس وجہ سے منع کر دے کہ کسی شخص کا نام انبیاء
علیہم السلام کے نام پر ان کی عزت کے لئے رکھا جائے۔ اور ان ناموں کو بدل دیا۔ اور
کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام مت رکھو۔ پھر اس منع سے باز رہے۔

اور صواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کا اسم
اور آپ کی نسبت سب جائز ہے۔ کیونکہ صحابہؓ اس پر متفق ہیں۔ اور ان میں سے
ایک جماعت نے اپنے بیٹے کا نام محمدؐ اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دی تھی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ کہ مہدی کا یہی نام اور یہی کنیت ہو گی۔ یعنی محمد اور ابوالقاسم۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بعض بچوں کا یہ نام رکھا ہے۔ محمد بن طلحہ۔ محمد بن عمرو بن حزم۔ محمد بن ثابت بن قیس اور بہت سے لوگوں کا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَا ضَرَّ اَحَدَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ فِیْ بَيْتِهٖ مُحَمَّدٌ وَ مُحَمَّدَانِ وَثَلٰثَةٌ تم کو کچھ حرج نہیں کہ تمہارے گھر میں ایک محمدؐ دو محمد اور تین محمدؐ ہوں۔

اور میں نے اس قسم میں دو بابوں پر مفصل کلام کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کر دیا ہے۔

باب اول

(اس بیان میں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گالی یا نقصان اشارتاً صراحۃً دے)

جان لے خدا ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا کوئی عیب لگائے یا کوئی نقصان لگائے آپ کی ذات میں یا نسب میں یا دین میں یا اپنی کسی معیبت میں یا اشارتاً کرے یا آپ کو کسی چیز سے بطریق گالی تشبیہ دے یا آپ کو ناقص کہے یا آپ کی شان کو ہلکا سمجھے یا کوئی عیب لگائے یا کسی بات میں عیب لگائے۔ تو وہ آپ کو گالی دینے والا ہے۔ اس کے بارہ میں وہی حکم ہے جو گالی دینے والے کے لئے ہے۔ وہ قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے

اور اس باب کے کسی فصل کو اس مقصد میں ہم مستثنیٰ نہ کریں گے۔ اور ہم اس میں شک و تردد نہ کریں گے۔ یہ گالی صراحتاً ہو یا کنایتہً ہو اور ایسا ہی جو شخص (نعوذ باللہ) آپ پر لعنت کرے یا بددعا دے۔ یا کسی ضرر کی آپؐ کے لئے آرزو کرے یا

آپ کی طرف وہ شئے منسوب کرے جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو بطریق برائی یا عیب کے آپ کی طرف یعنی بیہودہ کلام کرے۔ برا کہے۔ بری بات بکے اور جھوٹ کہے یا آپ پر جو بلا اور سختی آتی رہی اس کی عار لائے یا آپ میں بعض عوارض انسانیہ جان کر علاوہ کی وجہ سے نقصان لگائے۔ اور اس کے عدم جواز اور اس کی حرمت پر تمام علماء اور آئمہ فتویٰ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر جہاں تک چلے جاؤ اجماع ہے۔

ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ عام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے وہ قتل کیا جائے۔ اور جن علماء نے یہ بات کہی ہے وہ مالک بن انسؒ لیث احمد اسحٰق ہیں۔ اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ یہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی ہے۔ ان سب کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ اور اسی طرح امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد اور سفیان ثوری و اہل کوفہ اوزاعی مسلمانوں کے بارہ میں کہتے ہیں۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ مرتد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ولید بن مسلم نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے اور طبری نے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں سے اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے۔ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کی یا آپ سے بری ہوا یا آپ کو جھٹلایا۔

اور سحنون اس شخص کے بارہ میں جس نے آپ کو گالی دی۔ کہا ہے کہ یہ ارتداد ہے۔ جیسے کہ زندیق لوگ اور اس بناء پر اس کی طلب توبہ اور تکفیر میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور کیا اس کا قتل کرنا اس کی حد ہے یا کفر ہے (یعنی جیسے مرتد کو قتل کرتے ہیں) جیسا کہ ہم اس کو عنقریب دوسرے باب میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

اور ہم اس کے خون کے مباح ہونے میں علماء زمانہ حال و علماء سلف امت کا اختلاف نہیں جانتے۔ بہت سے علماء نے اس کے قتل اور اس کی تکفیر پر اجماع ذکر کیا ہے۔ اور بعض ظاہریہ نے اور وہ ابو محمدؒ علی بن احمد فارسی ہے۔ آپ کے حقیر سمجھنے والے کی تکفیر میں اختلاف کا اشارہ کیا ہے۔ اور مشہور وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا

ہے۔

محمد بن سحنون کہتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا۔ آپ میں نقصان بیان کرنے والا کافر ہے۔ اور اس پر خدا کے عذاب کے ساتھ وعید جاری ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کا ہے۔ اور جو شخص اس کے کفراور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ابراہیم بن حسین بن خالد حنفیہ نے ایسے شخص کے بارہ میں حضرت خالد بن ولید کے واقعہ کو پیش کیا ہے کہ انہوں نے ملک بن نویرہ کو اس لئے قتل کیا تھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہا تھا۔ صاحبکم یعنی تمہارا صاحب۔

ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو اس کے قتل کے ضروری ہونے میں مخالفت نہیں جانتا تھا۔ جبکہ وہ مسلمان ہو۔

ابن القاسم نے امام مالکؒ سے کتاب ابن سحنون اور مبسوط حتبیہ میں کہا ہے۔ اور بیان کیا۔ اس کو مطرف نے امام ملکؒ سے کتاب ابن حبیب میں کہ جس مسلمان شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ قتل کیا جائے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ ابن قاسم نے عتبیہ میں کہا ہے کہ جس شخص نے آپ کو گالی دی یا برا کہا یا عیب لگایا یا ناقص کہا۔ تو بیشک وہ قتل کیا جائے۔ اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کا ہے۔ جیسے زندیق۔

اور بیشک اللہ تعالٰی نے آپ کی عزت اور آپ سے بھلائی کرنا فرض کر دیا ہے۔

اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے مروی ہے کہ جو مسلمان ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ اس کو قتل کیا جائے یا زندہ سولی دیا جائے۔ اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔ اور امام (سلطان) کا اختیار ہے کہ اس کو زندہ سولی دے یا اس کی گردن مار دے۔

ابو مصعب اور ابن ابی اویس کی روایت میں ہے۔ کہ ہم نے امام مالکؒ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا برا کہے یا عیب لگائے یا آپ کا نقصان بیان کرے۔ قتل کیا جائے مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ نہ

قبول کی جائے۔

اور امام محمد بن ابراہیم کی کتاب میں ہے کہ خبر دی ہم کو امام مالکؒ کے شاگردوں نے کہ بیشک امام مالکؒ نے فرمایا ہے۔ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور نبیؑ کو گالی دے۔ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

اصبغ کہتے ہیں کہ بہرحال قتل کیا جائے۔ اس کو چاہے چھپائے یا ظاہر کرے اور توبہ قبول نہ کی جائے۔ کیونکہ اس کی توبہ کا حال معلوم نہیں۔

اور عبداللہ بن عبدالحکم سے مروی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

اشہب سے اور اس نے مالکؒ سے روایت کی ہے۔ ابن مالک نے وہب سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر یا قمیض کی گھنڈی میلی ہے۔ اور اس سے اس کا ارادہ آپ پر عیب کا ہے۔ تو قتل کیا جائے۔

اور ہمارے بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ علماء کا اجماع ہے کہ جس نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبیؑ پر ویل یا برے امر کی بددعا کی۔ تو وہ بلا توبہ قتل کیا جائے۔

اور ابو الحسن قابسی نے اس شخص کے بارہ میں جس نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا کہ آپ حمال ہانڈی اور ابو طالب کے یتیم تھے۔ یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ اس کو قتل کیا جائے۔

ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا تھا کہ جس نے ایک قوم کو سنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کر رہی تھی کہ اچانک ایک بد صورت شخص ان کے پاس سے گزرا کہ جس کا چہرہ و رویش بری تھی۔ تو ان سے وہ (کمبخت) کہنے لگا کہ تم اس کی صفت سننا چاہتے ہو۔ تو اس کا حال اس شخص گزرنے والے کا سا ہے۔ اس کی شکل اور داڑھی میں یعنی (یعنی وہ بھی ایسے تھے) کہا کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ اور اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اس نے جھوٹ کہا۔ اور یہ بات سلیم الایمان کے دل سے نہیں نکلتی۔

احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا سیاہ رنگ تھا۔ اس کو قتل کیا جائے۔

اور ایک شخص کے بارہ میں جس کو یہ کہا گیا تھا کہ نہیں رسول اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم ہے۔ تو اس (کمبخت) نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ اور بری باتیں کہیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ اے خدا کے دشمن کیا بکتا ہے۔ پھر اس نے پہلے کلام سے بھی سخت بکا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھو کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ابن ابی سلیمان نے اس شخص کو جس نے اس سے پوچھا تھا۔ کہا کہ تم اس پر گواہی دو۔ اور میں تمہارا شریک ہوتا ہوں۔ ان کا ارادہ اس کے قتل میں شرکت اور ثواب کا تھا۔

حبیب بن الربیع کہتے ہیں۔ اس لئے کہ صاف لفظ میں اس کا تاویل کا دعویٰ کرنا مقبول نہیں۔ کیونکہ یہ حقارت ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کرتا۔ نہ توقیر کرتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ اس کا خون مباح ہو۔

ابو عبداللہ بن عتاب نے ایک عشار (عشر لینے والے) کے بارے میں قتل کا حکم دیا تھا۔ جس نے ایک مرد سے کہا تھا کہ ادا کر دے (جو تجھ سے مانگا گیا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کر۔ اور کہا کہ اگر میں نے مانگا ہے یا جہالت کی ہے۔ تو بیشک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہالت کی ہے اور مانگا ہے۔

اور اندلس کے فقہاء نے ابن حاتم متفقہ (تخریہ دعویہ فقہ کرنے والا) طلیطلی کے قتل اور سولی دینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس کے برخلاف یہ گواہی دی تھی۔ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو ہلکا سمجھا تھا۔ اور مناظرہ کے درمیان آپ کا نام یتیم اور حیدرہ (علیؓ) کا خسر کہا تھا۔ اس کا یہ گمان تھا کہ آپ کا زہد قصداً نہ تھا۔ اور اگر عمدہ چیزوں پر قدرت پاتے تو کھا لیتے۔ اس قسم کی اور خرافات بکی تھیں۔

اور قیروان کے فقہاء اور سحنون کے شاگردوں نے ابراہیم فزاری کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ وہ شاعری اور کئی فنون کا عالم تھا۔ وہ قاضی ابوالعباس بن طالب کی مجلس میں مناظرہ کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ پھر اس کی طرف سے بہت سے امور منکر اور برے جس میں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے استہزا کیا گیا تھا پیش کیے گئے۔ تب قاضی یحیٰی بن عمرو غیرہ فقہا نے اس کو بلایا۔ اور اس کے قتل کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا۔ پھر وہ چھری سے زخمی کیا گیا۔ اور اوندھا سولی پر لٹکایا گیا۔ پھر اتارا گیا۔ اور جلا دیا گیا۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ جب اس کی لکڑی اٹھائی گئی۔ اور اس سے ہاتھ دور ہو گئے۔ تو لکڑی چکر لگانے لگی۔ اور اس کو کعبہ سے پھرا دیا۔ اور سب کے لئے یہ نشان بن گئی۔ اور سب نے تکبیریں کہیں۔ اور کتا آیا۔ جس نے اس کا خون پی لیا۔ پھر یحیٰی بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کی۔ کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ لَا یَلِغُ الْکَلْبُ فِیْ دَمِ مُسْلِمٍ کتا مسلمان کا خون نہیں چاٹتا۔

اور قاضی ابو عبداللہ بن مرابط نے کہا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھاگ گئے تھے۔ تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔ کیونکہ یہ نقصان ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بالخصوص یہ امر جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ کو اپنے اوپر یقین تھا۔ کہ آپ کو خدا نے بچا لیا ہوا ہے۔

حبیب بن ربیع قروی کہتے ہیں کہ امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں کا یہ مذہب ہے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقص بیان کیا تو توبہ کے بغیر قتل کیا جائے۔

ابن عتاب کہتے ہیں کتاب و سنت اس امر کو واجب بتاتے ہیں۔ کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایذا اور نقصان کا اشارۃ" یا صراحۃ" قصد کرے اگرچہ تھوڑا ہو۔ تو اس کا قتل واجب ہے۔

اور یہ تمام باب اس قسم کا ہے کہ اس کو علماء نے گالی یا عیب شمار کیا ہے۔ اس کے قائل کا قتل واجب ہے۔ اس میں ان کے متقدمین و متاخرین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اگرچہ اس کے قتل کے حکم (اور کیفیت میں) اختلاف کیا ہے۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے (پہلے مجملا") اور بعد میں ہم بیان کریں گے (تفصیلا")

اور ایسا ہی میں اس شخص کا حکم بیان کرتا ہوں جو آپ کو حقیر جانے یا آپ کو

بکریوں کے چرانے یا سہو یا نسیان یا جادو میں یا آپ کو زخم پہنچا یا آپ کے بعض لشکر نے شکست کھائی۔ یا دشمن سے ایذا پائی یا آپ کا زمانہ سخت تھا یا آپ کا عورتوں کی طرف میلان تھا' عار دلائے۔ تو ان سب باتوں کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اس سے آپ کے نقصان کا ارادہ کرے تو وہ قتل کیا جائے۔ اور علماء کے مذاہب اس میں سے پہلے بیان کر دیئے گئے۔ اور جو اس پر دلالت کرتا ہے وہ بھی آتا ہے۔

فصل ا

ان دلائل کے بیان میں جو اس شخص کے قتل پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو لعنت کی ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں آپ کو تکلیف پہنچائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایذاء کو اپنی ایذاء کے ساتھ ملایا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو گالی دے اس کے قتل میں اختلاف نہیں۔ اور لعنت اس پر واجب ہوتی ہے جو کافر کہے۔ اور کافر کا حکم قتل کر ڈالنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

(پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ:۔ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور مومن کے قتل میں بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور دنیا میں لعنت کرنا قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا یعنی وہ ملعون ہیں۔ جہاں پائے جائیں قتل کیے جائیں۔

اور لڑنے والوں اور ان کے عذاب کے ذکر میں کہا ہے۔ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔

اور کبھی قتل کے معنے لعنت کے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ یعنی قتل کیے جائیں جھوٹے لوگ۔

اور فرمایا کہ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ یعنی خدا ان کو قتل کرے کہاں حق سے پھرے جاتے ہیں۔

یعنی خدا ان کو لعنت کرے اور اس لئے کہ ان دونوں کی ایذا اور مومنین کی ایذا میں قتل سے کم سزا ہے یعنی مارنا اور سزا دینا۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والے کی سزا اس سے سخت ہے۔ اور وہ قتل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ:۔ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نام اس شخص سے سلب کیا کہ جس نے اپنے سینہ میں آپ کے فیصلہ سے تنگی پائی اور اس کو نہ مانا۔ اور جس نے آپ میں عیب نکالا۔ تو اس نے اس حکم کو توڑا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور عمل کو کفر کے سوا کوئی چیز ضائع نہیں کرتی۔ اور کافر قتل کیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو آپ کو وہ تحفہ سلام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نہیں دیتا۔

پھر فرمایا کہ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اللہ تعالیٰ کا جہنم کافی ہے۔ اس میں پڑیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ اور ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ وہ تو کان ہے۔

پھر فرمایا۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور جو لوگ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے عذاب دردناک ہوگا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (پ ۱۰ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کہا ہے کفر کیا ہے۔

اور اجماع کا حال تو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اور آثار و احادیث کا یہ حال ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی شیخ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن غلبون نے شیخ ابی ذر ہروی سے بطور اجازت کے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن دار قطنی اور ابو عمر بن حیویہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن نوح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالعزیز بن محمد بن الحسن بن زبالہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر نے علی بن موسیٰ سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا (جعفر صادق) سے وہ محمد بن علی بن حسین سے وہ اپنے باپ سے وہ حسین بن علی سے وہ اپنے باپ (علیؓ) سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوهُ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَاضْرِبُوهُ جو شخص نبی کو گالی دے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔ اور جو میرے صحابی کو گالی دے اس کو مارو۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم دیا۔ اس کی نسبت آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتا

ہے۔ اور اس کی طرف اس شخص کو بھیجا کہ جس نے دھوکہ دے کر بدوں دعوت اسلام اس کو قتل کر دیا۔ بخلاف اور مشرکوں کے (کہ ان کو بدوں دعوت اسلام قتل کا حکم نہیں دیا) اور اس کی وجہ یہ فرمائی۔ کہ وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ اس کا خاص قتل کرنا شرک کے لئے نہ تھا بلکہ ایذا کے لئے تھا۔

اور ایسا ہی ابو رافع کا قتل' براء (ابن عازب) کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیا کرتا تھا۔ اور آپ کے برخلاف دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔

ایسا ہی آپ نے فتح مکہ کے دن ابن خطل اور اس کی دونوں لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ لونڈیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گانے میں گالیاں دیا کرتی تھیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کون شخص میرے دشمن سے مجھ کو کافی ہوتا ہے۔ تو خالدؓ نے کہا کہ میں کافی ہوں گا۔ تب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور انہوں نے اس کو قتل کیا۔

اور ایسا ہی کفار کی ایک جماعت کے قتل کا حکم دیا۔ جو آپ کو تکلیف دیتے تھے۔ اور گالی دیا کرتے تھے۔ جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط اور فتح سے پہلے اور بعد کفار کی ایک جماعت کے قتل کا تہیہ کیا ہو۔ سو وہ سب قتل کئے گئے۔ لیکن جو شخص قبل از گرفت جلد اسلام لے آیا۔ وہ بچ رہا۔

اور بزار نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عقبہ بن معیط نے پکارا کہ اے گروہ قریش کیا بات ہے۔ کہ میں تمہارے درمیان مقید ہو کر قتل کیا جاتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمہارے کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے سے۔

اور عبدالرزاق نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے گالی دی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے کون اس کو کافی ہو گا تو زبیرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ پھر وہ اس سے لڑے۔ اور اس کو زبیرؓ نے قتل کر دیا۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتی

تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دشمن سے کون کافی ہوتا ہے۔ تب اس کی طرف خالد بن ولیدؓ نکلے۔ اور اس کو قتل کر ڈالا۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا۔ تب حضرت علیؓ و زبیرؓ کو اس کی طرف بھیجا کہ اس کو قتل کر ڈالیں۔

اور ابن قانع نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور کہنے لگا۔ کہ یارسول اللہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ آپ کی نسبت بری بات کہتا ہے۔ میں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ تو یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق نہ گزری۔

اور مہاجر بن ابی امیہ کو جو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یمن پر امیر تھا یہ خبر پہنچی کہ ارتداد کے زمانہ میں وہاں پر ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گانے میں گالی دیتی ہے۔ تب اس نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اور اس کے اگلے دانت نکال دیئے۔ پھر اس کی خبر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی حد اور حدود کے مشابہ نہیں۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جو کہ بنی خطمہ کے قبیلہ میں سے تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ میرے لئے کون اس کو کافی ہو گا۔ تو اس کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں یارسول اللہ! وہ اٹھا اور اس نے اس کو قتل کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ تو فرمایا کہ اس میں دو بکریاں سینگ نہیں مارتیں (یعنی اس کا خون مباح ہے کچھ حرج نہیں ہوا) اور نہ اس میں کوئی فتنہ ہے۔ یہ ایک مثل فرمائی۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک اندھے کی ام ولدہ تھی۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتی تھی۔ وہ اس کو منع کیا کرتا تھا۔ لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے لگی۔ اور گالی دینے لگی۔ تب اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ تو آپ نے اس کا خون ضائع کر دیا۔

اور حدیث ابی برزہ اسلمی میں ہے کہ میں ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایک مسلمان پر وہ غصہ ہوئے۔ اور قاضی اسمٰعیل اور اکثر آئمہ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے۔ کہ اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ اور روایت کیا اس کو نسائی نے (ابوبرزہ سے) کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا ایسے حال میں کہ آپ ایک شخص پر غصہ ہو رہے تھے۔ اور اس نے ان کو جواب دیا۔ میں نے کہا۔ کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مجھ کو اجازت دیجئے۔ کہ میں اس کی گردن ماروں۔ آپ نے کہا بیٹھ جا کیونکہ یہ بات سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔

قاضی محمدؒ بن نصر نے کہا ہے کہ اس پر ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ پس آئمہ نے اس حدیث سے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرے۔ خواہ کسی قسم کا ہو یا تکلیف پہنچائے یا گالی دے تو اس کو قتل کر دینا چاہئے۔

اور ان دلائل میں سے ایک یہ دلیل ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کوفہ میں اپنے عامل (حاکم) کو جو کوفہ میں تھا بھا یکہ اس نے ان سے پوچھا تھا۔ کہ کیا ایسے شخص کو قتل کروں جو حضرت عمرؓ کو گالی دے۔ تو انہوں نے اس کو لکھا تھا کہ کسی مرد مسلمان کا گالی کے سبب قتل کرنا جائز نہیں۔ مگر اس شخص کا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ تو اس کا خون حلال ہے۔

ہارون رشید نے امام مالکؒ سے ایسے شخص کے بارہ میں پوچھا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ اور اس نے بیان کیا کہ فقہاء عراق نے اس کو حد (قذف) کا حکم دیا ہے۔ تب امام مالکؒ ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ اے امیرالمومنین جو امت کہ اپنے نبی کو گالی دے تو اس امت کا کیا ٹھکانا۔ جو شخص انبیاء علیہم السلام کو گالی دے اس کو قتل کر دینا چاہئے اور جو شخص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے حد مارنا چاہئے۔

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ اس حکایت میں ایسا ہی واقع ہوا ہے۔ جس کو بہت سے اصحاب مالک وغیرہ نے جو ان کی تعریفیں لکھی ہیں۔ اور ان کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ روایت کیا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ عراق کے کون سے فقہاء ہیں۔ جنھوں نے ہارون رشید کو وہ فتویٰ دیا ہے۔ جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ ہم نے عراقیوں کا مذہب اس کے قتل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ شاید وہ لوگ ایسے ہیں جو مشہور اہل علم نہیں ہوئے یا ان کے فتویٰ پر بھروسہ نہیں ہے یا اس کی نفسانی خواہش کا ادھر میلان ہو یا جو اس نے کہا ہے وہ گالی کے سوا اور کسی بات پر محمول ہو۔ پس میں اختلاف ہو گا کہ آیا وہ گالی ہے یا نہیں یا وہ رجوع کر گیا ہو گا۔ اور گالی سے توبہ کی ہو۔ پس اس نے امام مالک کو اصل واقعہ نہ بتلایا ہو۔ ورنہ حضورؐ کے گالی دینے کے قتل پر اجماع ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس کے قتل پر نظر اور قیاس سے یہ دلیل ہے۔ کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے۔ تو اس کے دل کی بیماری کی علامت اور اس کی دلی بات کفر کی دلیل ظاہر ہو گئی۔ اس لئے بہت سے علماء نے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ اور یہی روایت شامیوں کی امام مالکؒ اور اوزاعی سے ہے۔ اور سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ اور کوفیوں کا یہی قول ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دلیل اس کے کفر کی ہے۔ پس حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔ لیکن جبکہ وہ اس پر مصر ہو اس کو برا نہ جانے اور نہ اس سے باز رہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور اس کا قول یا تو صریح کفر ہے۔ جیسا کہ جھٹلانا۔ اور اس جیسا اور کوئی امر یا ہنسی اور برائی کی باتیں۔ پس ان امور کا اقرار کرنا۔ اور اس سے توبہ کا ترک کرنا اس سے حلال سمجھنے کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی کفر ہے۔ پس یہ کافر ہے۔ بلا خلاف اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے بارہ میں فرماتا ہے۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (پ ۱۰ ع ۱۵)

ترجمہ :۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کہا اور بے شک انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول تھا۔ کہ إِنْ كَانَ مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ حَقًّا فَنَحْنُ شَرٌّ

الحمیر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں حق ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔

بعض کہتے ہیں بلکہ ان کا یہ قول تھا کہ ہماری اور محمدؐ کی مثال اس شخص کے قول کی طرح ہے جو کہتا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کر وہ تجھے کھا جائے گا۔ اور بیشک اگر ہم مدینہ کو لوٹے۔ تو بالضرور جو ہم میں سے شریف ہیں۔ وہ ذلیلوں کو نکال دیں گے۔

بعض کہتے ہیں کہ ایسی ایسی باتوں کا قائل اگر ان کو چھپائے تو اس کا حکم زندیق کا ہے۔ وہ قتل کیا جائے۔ اور اس لئے کہ اس نے اپنے دین کو بدل دیا۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من غیر دینہ' فاضربوا عنقہ' جو شخص اپنے دین کو بدل دے اس کی گردن مارو۔

اور اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت امت سے بڑھ کر ہے۔ اور آپ کی امت میں سے کسی آزاد کو گالی دینے والا حد لگایا جاتا ہے۔ تو اس شخص کی قتل سزا ہو گی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ کیونکہ آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور دوسروں پر آپ کا مرتبہ زائد ہے۔

فصل ۲

اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو کیوں قتل نہ کیا۔ جس نے آپ کو السام علیکم کہا تھا۔ حالانکہ یہ بددعا ہے۔ (سام کے معنے موت کے ہیں) اور یہ آپ پر بددعا ہے۔ اور نہ دوسرے کو قتل کیا۔ جس نے آپ سے کہا تھا۔ کہ یہ ایسی تقسیم ہے۔ جس سے خدا کی رضامندی مطلوب نہیں ہے۔ اور بیشک اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی تھی۔ اور آپ نے فرمایا تھا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی۔ تو انہوں نے صبر کیا تھا۔ اور نہ ان منافقین کو قتل کیا۔ جو آپ کو اکثر اوقات تکلیف دیا کرتے تھے۔

سو جان لے کہ خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع اسلام میں لوگوں کو اپنی محبت دلاتے تھے۔ اور ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیرتے تھے۔ ایمان کو ان کی طرف محبوب بناتے تھے۔ ان سے مدارات کرتے تھے۔

اور اپنے اصحاب سے کہتے تھے کہ تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ نفرت کرنے والے۔ اور فرماتے تھے کہ آسانی کیا کرو۔ مشکل نہ ڈالا کرو۔ ان کو تسلی دو۔ اور نفرت نہ دلاؤ۔ اور یہ فرماتے تھے کہ لوگ یہ باتیں نہ کریں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین سے مدارات کیا کرتے تھے۔ ان سے اچھی طرح ملتے تھے۔ ان سے چشم پوشی کر جاتے تھے۔ ان کی تکلیفیں سہتے تھے۔ ان کے ظلم پر صبر کیا کرتے تھے۔ جو آج ہم کو ان کی طرف سے آپ پر صبر کرنا جائز نہیں۔ ان کو ان پر بخشش و عطا سے مہربانی کیا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کا حکم دیا تھا۔ اور فرمایا ہے کہ۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

(پ ۶ ع ۷)

ترجمہ :۔ اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر و بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (پ ۲۴ ع ۱۹)

ترجمہ :۔ اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

اور یہ اس لئے تھا۔ کہ اول اسلام میں لوگوں کی تالیف قلوب اور ایک کلمہ پر جمع ہونے کی ضرورت تھی۔ لیکن جب اسلام قرار پا چکا۔ اور مضبوط ہو گیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دینوں پر غالب کیا۔ تو جس پر قدرت پائی اور جس کا حال مشہور ہو گیا۔ اس کو قتل کر دیا۔ جیسے آپ کا فعل ابن خطل کے ساتھ اور فتح مکہ کے دن جن کے قتل کا حکم دیا ہے یا جس پر دھوکہ سے قابو پایا گیا۔ دھوکہ سے قتل کیا یہود وغیرہ کو یا غلبہ کے طور ان لوگوں پر قابو پایا جو آپ کو تکلیف دیتے تھے۔ جو ان میں سے نہیں تھے۔ جن کو اس سے پہلے آپ کی صحبت کی لڑی نے پرو لیا تھا۔ اور ان لوگوں میں

سے ہو گئے تھے۔ جنہوں نے آپ پر ایمان ظاہری کیا تھا۔ جیسے ابن اشرف۔ ابو رافع۔ نضر۔ عقبہ اور ایسا ہی ان کے سوا ایک جماعت کا خون ضائع کیا۔ جیسا کہ کعب بن زہیر ابن الزجری وغیرہ جو آپ کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو ڈال دیا یعنی مسلمان ہوئے۔ اور مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

منافقین کے دل پوشیدہ ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ظاہر ہے۔ اور اکثر یہ کلمات کہا کرتے تھے۔ تو خفیہ کہا کرتے تھے۔ اور اپنے جیسوں سے کہتے تھے۔ اور جب ان کی طرف سے بیان کئے جاتے تھے تو وہ قسمیں کھا کر انکار کر جاتے تھے۔ کہ ہم نے نہیں کہے۔ حالانکہ کفر کے کلمات کہے جاتے تھے۔ اور باوجود اس کے آپ ان کے اسلام کی طرف رجوع کرنے میں اور توبہ میں حرص کیا کرتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بری باتوں اور ظلموں پر صبر کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بڑے بڑے اور اولوالعزم پیغمبر صبر کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بہت باطن میں رجوع کر گئے جیسا کہ ظاہر میں رجوع کرتے تھے۔ ان کے باطن خالص ہو گئے۔ جیسے ظاہر میں۔ اخلاص کیا کرتے تھے اور اس کے بعد بہت لوگوں سے خدائے تعالیٰ نے نفع دیا۔ وہ دین کے وزیر بنے۔ حمایتی بنے۔ مدد گار بنے۔ جیسا کہ اس کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے۔ اور ہمارے آئمہ نے اس سوال کا یہی جواب دیا ہے۔ کہا ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان اقوال سے وہ قول نہ ثابت ہوا ہو جو کہ مرفوعاً (بلاواسطہ) آپ تک پہنچا ہو۔ اور اس کو صرف ایک ہی نے نقل کیا ہے۔ اور جو اس باب میں شہادت تک پہنچا ہو۔ اور اس کو صرف ایک ہی نے نقل کیا ہے۔ اور خون سوائے اس کے کہ دو عادل گواہ ہوں۔ مباح نہیں ہوا کرتا۔ اسی پر یہودی کا حکم سلام کے بارہ میں محمول ہے۔ اور بیشک وہ لوگ زبانوں کو موڑ کر کہا کرتے ——— صاف نہیں بولتے تھے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ کیسے اس پر حضرت عائشہؓ خبردار ہو گئیں۔ اور اگر یہ تصریح کے ساتھ ہوتا۔ تو صرف وہی اس سے مطلع نہ ہوتیں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کے فعل اور اسلام پر ان کے کم صدق پر اور اس میں ان کی خیانت پر خبردار کر دیا تھا۔ یہ ان کا اپنی زبانوں کو

مروڑنے اور دین میں طعن کی وجہ سے تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تم کو کوئی یہودی سلام کیا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے۔ السام علیکم تو تم وعلیکم کہہ دیا کرو۔

اور ایسا ہی ہمارے بعض بغدادی اصحاب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو باوجود علم کے قتل نہیں کیا۔ اور یہ بات احادیث میں نہیں آئی۔ کہ ان کے نفاق پر کوئی دلیل قائم تھی۔ اسی لئے ان کو چھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ معاملہ پوشیدہ اور باطن تھا۔ اور ان کا ظاہر تو اسلام اور ایمان تھا۔ اور اگر وہ لوگ اہل ذمہ میں سے عہد اور پڑوس کے ساتھ تھے۔ اور لوگوں کا اسلام کا زمانہ قریب تھا۔ تو اب تک خبیث اور پاک میں تمیز نہیں ہوئی تھی۔ اور عرب میں ان مذکورین میں سے ان لوگوں کا معاملہ جو نفاق سے متہم تھے ظاہر ہو چکا تھا۔ کہ وہ مومنین میں سے ہیں۔ اور جناب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور انصار دین ہیں کیونکہ ان کا ظاہر حال ایسا ہی تھا۔ اب اگر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نفاق کی وجہ سے اور جو باتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں۔ اور اس علم کی وجہ سے جو وہ دلوں میں چھپاتے تھے۔ ان کو قتل کر ڈالتے تو بالضرور نفرت کرنے والا وہ امر دل میں پاتا جو کہہ دیتا۔ اور بلاشبہ بے دین شک میں پڑ جاتا۔ دشمن جھوٹی باتیں بناتا۔ اور بہت لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام میں داخل ہونے سے ڈرتے۔ گمان کرنے والا گمان کرتا۔ اور دشمن ظالم خیال کرتا۔ کہ آپ کا قتل کرنا عداوت کی وجہ اور بدلہ لینے کے لئے تھا۔

اور بیشک جو مطلب میں نے لکھا ہے۔ وہی امام مالکؒ کی طرف منسوب دیکھا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ لوگ یہ باتیں نہ بنائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اور فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَهَانِيَ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهِمْ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع کر دیا ہے۔

اور یہ ان احکام ظاہری کے خلاف ہے جو ان پر جاری ہیں۔ یعنی زنا و قتل وغیرہ کے کیونکہ وہ تو ظاہر ہیں۔ اور ان کے علم میں سب لوگ برابر ہیں۔

اور بے شک محمد بن مواز نے کہا ہے کہ اگر منافق لوگ اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو بالضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قتل کر دیتے۔ ان کو قاضی ابوالحسن بن قصار نے کہا ہے۔

اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ ہے۔

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۔ مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ (پ ۲۲ ع ۵)

ترجمہ:۔ اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔

کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحالیکہ جب وہ نفاق ظاہر کریں گے۔

اور محمد بن سلمہ نے مبسوط میں زید بن اسلم سے بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالٰی کا جو یہ قول ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (پ ۱۰ ع ۱۶)

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

اس آیت کو پہلی آیت (عفو) نے منسوخ کر دیا ہے۔

اور ہمارے بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ شاید اس قول کا قائل کہ یہ وہ تقسیم ہے کہ جس سے اللہ تعالٰی کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ اور اس کا یہ قول کہ انصاف کرو۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر طعن و تہمت نہ سمجھا ہو۔ بلکہ اس کو ایک قسم کی رائے میں غلطی اور دنیا کے امور سے اور دنیا داروں کی مصلحت سمجھا ہو۔ اور اس کو گالی نہ سمجھا ہو۔ اور سمجھا ہو کہ یہ اس قسم کی ایذا ہے۔ کہ جس کو آپ معاف کر سکتے ہیں۔ اور اس پر صبر کر سکتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے

اس کو سزا نہ دی۔

اور ایسا ہی یہود کے بارہ میں کہا جاتا ہے جب انہوں نے کہا اسام علیکم کہ اس میں صریح گالی اور ایسی دعا نہیں۔ مگر وہی جو کہ ضروری ہے۔ یعنی موت جس کو تمام لوگ پائیں گے۔

بعض کہتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ تم اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اور سام اور سامہ کے معنے ملال کے ہیں۔ اور اس پر بددعا ہے جو کہ دین کو چھوڑ دے۔ اور صریح گالی نہیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کے ترجمہ میں یہ باب باندھا ہے۔ کہ یہ اس امر کا باب ہے کہ یہودی وغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارۃً گالی دے۔

ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ گالی کا اشارہ نہیں بلکہ ایذا کا اشارہ ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے کہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایذا اور گالی دونوں برابر ہیں۔

اور قاضی ابو محمدؒ بن نصر اس حدیث کا جواب وہ دیتے ہیں۔ جو پہلے گذر چکا ہے۔

پھر کہا کہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ کہ یہودی ذمی اور عہد والا تھا یا اہل حرب تھا۔ اور احتمالی امر کے لئے مقتضائے دلائل کو (کہ مطلقاً گالی دینا موجب قتل ہے) چھوڑا نہیں جاتا۔ اور ان سب میں بہتر اور ان وجوہ میں سے زیادہ ظاہر تالیف قلوب کا قصد اور دین میں مدارات ہے۔ کہ شاید وہ ایمان لے آئیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے حدیث تقسیم اور خوارج پر باب یہ باندھا ہے۔ باب اس بیان کا کہ خوارج کو تالیف کے لئے اور اس لئے کہ لوگ آپ سے نفرت نہ کریں۔ قتل نہ کرنا۔ اور پہلے ہم نے امام مالکؒ کی طرف سے یہی مطلب بیان کیا ہے۔ اور پہلے ہم نے اس کی تقریر کی ہے۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جادو کرنے اور زہر دینے پر صبر کیا ہے۔ اور وہ گالی سے بڑھ کر ہے۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔ اور آپ کو ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا جن کو ان میں سے معین کیا تھا۔ اور ان کو ان کے قلعوں سے نکالا۔ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور ان میں سے جن کو چاہا

جلاوطنی مقرر کر دی۔ ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا۔ ان کے گھروں کو ان کے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے خراب کر دیا۔ اور ان کو کھلم کھلا گالیاں دیں۔ اور کہا اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو۔ ان میں مسلمانوں کی تلواریں رکھیں۔ ان کو ان کے پڑوسیوں سے نکال دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کی زمینوں مکانوں۔ مالوں کا وارث بنا دیا۔ تاکہ خدا کا بول بالا اور کافروں کا بول نیچا ہو۔

اگر تم کہو کہ حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے نفس کے لئے جو آپ پر واقع ہو (کسی کی طرف سے) انتقام نہیں لیا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہتک ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیا ہے۔

سو جان لے کہ یہ حدیث اس کی مقتضی نہیں۔ کہ آپؐ نے اپنے گالی دینے والے یا ایذا دینے والے یا جھٹلانے والے سے انتقام نہیں لیا۔ کیونکہ بیشک یہ خدائے تعالیٰ کی ان عزتوں میں سے ہے۔ جس کا آپ نے انتقام لیا ہے۔ اور انہیں چیزوں پر انتقام نہیں لیا۔ کہ جن کا تعلق بے ادبی یا بدمعاملگی سے قول ہو یا فعل نفس اور مال کے ساتھ تھا۔ کہ جس سے اس کے قائل کا قصد ایذا کا نہیں تھا۔ لیکن وہ ان امور میں سے تھے کہ جن پر اعراب کے لوگ ظلم وجہل کے عادی تھے یا انسان اپنی بے وقوفی کا عادی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک اعرابی نے آپ کی چادر مبارک کھینچ لی تھی۔ حتیٰ کہ آپ کی گردن مبارک پر اثر پڑ گیا تھا۔ اور جیسا کہ دوسرے اعرابی کا آپ کے سامنے بلند آواز سے بولنا۔ اور جیسا کہ اعرابی کا اس گھوڑے کے خریدنے سے جو حضورؐ نے اس سے خریدا تھا انکار کر دیا تھا۔ اور اس میں خزیمہؓ نے گواہی دی تھی (کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اس سے خرید کیا ہے) آپؐ نے پوچھا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو۔ عرض کیا۔ چونکہ آپ ہمارے رسول سچے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ تب آپؐ نے اس کی ایک گواہی کو دو قرار دیا) اور جیسا کہ آپ کی دونوں بیبیوں کے اتفاق کرنے پر اور اس قسم کی باتوں میں آپ کا درگزر فرمانا بہتر تھا۔

اور بیشک ہمارے بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا حرام ہے۔ فعل مباح وغیرہ سے جائز نہیں ہے۔ لیکن اس کے سوا اور لوگوں کا یہ حال ہے

کہ ان کو فعل مباح سے ایذا دینا وہ بات ہے۔ کہ انسان کو ایسا فعل جائز ہے۔ اگرچہ غیر اس سے ایذا پائے۔ اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا عام فرمانا ہے کہ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ :۔ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا میں فرمایا ہے کہ بیشک وہ میرا ٹکڑا ہے جو بات اس کو تکلیف دیتی وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

دیکھو بیشک میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک شخص کے پاس جمع نہ ہوں گی۔ یا وہ اس قسم کی ایذا ہو کہ کافر سے پہنچے۔ اور پھر آپ کو اس کے اسلام کی امید ہوئی۔ جیسا کہ اس یہودی کو معاف فرما دینا جس نے آپ پر جادو کیا تھا۔ اور اس اعرابی کو معاف کرنا جس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور اس یہودیہ کو چھوڑ دینا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ اور کہا گیا کہ اس کو قتل کر دیا تھا۔ اور اسی قسم کی وہ تکلیف ہیں جو آپ کو اہل کتاب و منافقین سے پہنچی تھیں۔ اور ان سے آپ نے اس امید پر درگزر کی ہے کہ ان کو اور دوسروں کو اسلام کی الفت پیدا ہو۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے۔

فصل ۳

قاضی کہتا ہے۔ کہ پہلے اس شخص کے قتل کے بارہ میں کلام گذر چکا ہے۔ جو کہ قصداً" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی حقارت کرے۔ اور آپ کو عیب لگائے۔ کسی وجہ سے ہو ممکن ہو یا محال۔ پس یہ کھلی وجہ ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ اس کے ساتھ بیان اور روشنی ملتی ہے۔ وہ یہ کہ جس قائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بغیر گالی یا حقارت کے قصد و اعتقاد کے

کچھ کہا۔ لیکن اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کلمہ کفر کہا۔ لعنت یا گالی یا آپ کو جھٹلانا یا وہ باتیں آپ کی طرف منسوب کرنا جو آپ پر جائز نہیں یا ان امور کی نفی کرنا جو آپ کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہ سب باتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان دہ ہیں۔ جیسے کہ آپ کی طرف کبیرہ گناہ یا رسالت کی تبلیغ یا لوگوں میں کسی حکم کے بارہ میں مداہنت کو منسوب کرنا یا آپ کے مرتبہ یا آپ کے نسب یا کثرت علم یا زہد سے چشم پوشی کرنا یا ان امور کی تکذیب کرنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہو چکے ہیں۔ اور ان کی خبر متواتر آچکی ہے اور اس خبر کے رو کا قصد ہے۔ یا بے وقوفی کی باتیں کرے یا بڑی باتیں کرے۔ اور ایک قسم کی گالی آپ کی جناب میں کرے۔ اگرچہ بدلیل حال ظاہر ہو کہ اس نے عمداً برائی نہیں کی اور نہ گالی کا ارادہ کیا ہے۔ یا تو جہالت کی وجہ سے جس نے اس کو اس کہنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ یا اضطراب یا سکر کی وجہ سے جس نے اس کو اس طرف بے قرار کیا ہو یا کم پرواہ کی وجہ سے یا اپنی زبان کی کمی حافظہ و عجز سے یا کلام کی دلیری کی وجہ سے ہو۔ پس اس قسم کا حکم پہلی قسم کا ہے کہ قتل کیا جائے۔ بدوں توقف کے کیونکہ کوئی شخص کفر میں جہالت اور زبان کی لغزش یا اور امور کی وجہ سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے معذور نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ اس کی عقل اس کی فطرت میں سالم ہے۔ مگر وہ شخص کہ جبر کیا جائے۔ اور اس کا دل ایمان کے ساتھ اطمینان رکھتا ہو۔ اور یہی فتویٰ اندلیسوں نے ابن حاتم پر دیا ہے۔ جبکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زہد کی نفی کی تھی۔ جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اور محمد بن سحنون اس شخص کے بارہ میں کہا ہے جو کہ قیدی تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے ہاتھوں میں (یعنی ان کے سامنے اور ان کے گھروں میں) گالی دیتا تھا۔ قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ ان کا نصاری ہونا یا اس پر جبر کیا جانا معلوم ہو جائے۔

اور ابو محمد بن ابی زید سے منقول ہے کہ ایسی باتوں میں زبان کی لغزش کے عذر کا دعویٰ نہ سنا جائے گا۔

اور ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے بارہ میں کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکر کی حالت میں گالی دی تو قتل کیا جائے۔ کیونکہ اس پر یہ گمان ہے کہ وہ اس امر کا معتقد ہے۔ اور ہوش کی حالت میں یہی کہے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ حد ہے۔ اس کو سکر ساقط نہیں کرتا۔ جیسے قذف اور باقی حدود کیونکہ اس نے سکر کو خود اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص شراب کو یہ جان کر پیتا ہے۔ کہ اس سے عقل جاتی رہتی ہے۔ اور اس سے برے افعال پیدا ہوتے ہیں۔ تو وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جو قصداً یہ کام کرے۔ کیونکہ یہ کام اس کے باعث ہوا ہے (جو قتل کا باعث ہے) اس لئے ہم نے اس پر طلاق اور آزاد کرنے اور قصاص و حدود کو لازم کر دیا۔

اور اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اعتراض نہ کیا جائے۔ جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہی ہو۔ راوی کہتا ہے کہ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ وہ نشہ میں ہیں۔ اور آپ لوٹ آئے کیونکہ اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی۔ اور اس کے پینے میں گناہ نہ تھا۔ اور جو بات اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ معاف تھی۔ جیسا کہ نیند اور بے خوف (غیر مہلک) دوا پینے سے کوئی گناہ کی بات ظاہر ہو۔

فصل ۴

تیسری قسم یہ ہے کہ ان باتوں کے جھٹلانے کا قصد کرے جو آپ نے فرمائی ہیں۔ یا آپ لائے ہیں یا آپ کی نبوت یا رسالت یا آپ کے وجود کا انکار کرے یا اس سے منکر اور کافر ہو۔ پھر وہ اس قول سے دوسرے دین کی طرف جائے یا نہ جائے۔ وہ بالاجماع کافر ہے۔ اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ اگر وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے۔ اس کے طلب توبہ میں قوی اختلاف ہے۔ اور دوسرے قول کے موافق (کہ توبہ قبول کی جائے) اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ اگر اس نے کوئی نقصان کی بات جھوٹ وغیرہ کہا ہو۔ اور اگر اس نے اس بات کو چھپایا ہے۔ تو اس کا حکم زندیق کا

ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتی۔ جیسا کہ ہم اس کو عنقریب بیان کریں گے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزاری ظاہر کرے یا آپ کو جھٹلائے وہ مرتد ہے۔ اس کا خون حلال ہے۔ مگر یہ کہ اس سے رجوع کرے۔

اور امام ابن قاسم (شاگرد امام مالک) اس مسلمان کے بارہ میں جو یہ کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں یا رسول نہیں یا اس پر قرآن نازل نہیں ہوا۔ اور وہ تو ان کے اپنے اقوال ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے۔

اور کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے وجود کا انکار کرے اور مسلمان ہو۔ تو وہ مرتد کے قائم مقام ہے۔ اور ایسا ہی وہ شخص کہ آپ کی تکذیب کا اعلان کرے۔ وہ بھی مرتد کی طرح ہے۔ اس سے توبہ لی جائے گی۔ اور ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں کہا ہے کہ نبی بنتا ہے اور گمان کرتا ہے۔ کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور یہی سحنون نے کہا ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ کہ خواہ وہ اس طرف (لوگوں کو) پوشیدہ یا علانیہ بلائے۔ اصبغ کہتے ہیں کہ وہ مرتد کی طرح ہے۔ کیونکہ اس نے کتاب اللہ سے کفر کیا ہے۔ اور خدا پر جھوٹ باندھا ہے۔

اشہب اس یہودی کے بارہ میں کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یا گمان کیا کہ وہ لوگوں کی طرف رسول بھیجا گیا ہے یا کہا کہ تمہارے نبیؐ کے بعد اور نبی ہے۔ کہا ہے کہ اس سے توبہ لی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اس قول میں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں' جھٹلانے والا ہے۔ اور خدا پر اپنی رسالت و نبوت کے دعویٰ میں افترا کرنے والا ہے۔

محمد بن سحنون کہتے ہیں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حرف میں بھی جو خدا کی طرف سے آپ لائے شک کرے تو وہ کافر اور منکر ہے۔ اور کہا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے۔ تو اس کا حکم آئمہ دین کے نزدیک قتل ہے۔

احمد بن ابی سلیمان نے جو کہ سحنون کے شاگرد ہیں کہا ہے۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ فام نہ تھے۔ اور اسی طرح ابو عثمان حداد (آہن گر) نے کہا ہے کہ اگر وہ یہ کہے کہ وہ ڈاڑھی آنے سے پہلے فوت ہوئے یا مقام تاہرت میں سے (جو مغرب کے علاقہ میں شہر ہے) تھے نہ تہامہ (مکہ) سے تو قتل کیا جائے۔ کیونکہ بیشک یہ نفی ہے۔

حبیب بن ربیع کہتے ہیں۔ کہ آپ کی صفت اور آپ کے مقامات کی تبدیلی کفر ہے۔ اور اس کا ظاہر کرنے والا کافر ہے۔ اور اس میں توبہ لی جائے گی۔ اور اس کا چھپانے والا زندیق ہے۔ بدوں توبہ قتل کیا جائے گا۔

فصل ۵

چوتھی قسم یہ کہ مجمل کلام بولے اور ایسی مشکل بات کہے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کا غیر مراد ہو سکتا ہے۔ یہ مقصود میں تردد ہوتا ہے۔ اور مکروہ یا برائی سے بچی ہوئی ہو۔ سو یہاں محل تردد ہے۔ اور حیرت کا مقام اور مجتہدین کے خلاف کا گمان اور مقلدین کے بری الذمہ ہونے کا محل ہے۔ تاکہ جو شخص ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو۔ اور جو زندہ ہو وہ دلیل سے زندہ ہو۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو انہوں نے غلبہ دیا۔ اور آپ کی آبرو کی حمایت کی ہے۔ اور اس کے قتل پر دلیری کی ہے۔ اور بعض وہ ہیں کہ انہوں نے خون کی عزت کو بڑا سمجھا ہے۔ اور شبہ سے حد کو ساقط کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کی بات میں احتمال (دوسرے معنی کا) ہے۔ اور ہمارے اماموں نے ایسے شخص کے بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ کہ جس کو قرضدار نے غصہ دلایا۔ اور اس سے کہا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ۔ پھر اس کو طالب نے کہا کہ جو ان پر درود پڑھے۔ اس پر خدا رحمت نہ کرے۔ تب سحنون سے کہا گیا کہ کیا وہ شخص اس مرد کی طرح ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ یا ان فرشتوں کو گالی دی۔ جو کہ آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ جبکہ وہ اس حال پر ہے جو تو نے اس کے غصہ کا

بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس نے لوگوں کو گالی دی ہے۔ اور یہ سحنون کی بات کی طرح ہے۔ کیونکہ بیشک اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے میں غضب کی وجہ سے اس کو معذور نہیں سمجھا۔ لیکن جبکہ اس کے نزدیک کلام میں احتمال تھا۔ اور اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ نہ تھا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی پر دلالت کرے یا ملائکہ کو گالی دینے پر صلوات اللہ علیہم۔ اور نہ کوئی اس سے پہلے ایسا امر تھا۔ کہ اس پر اس کا کلام احتمال رکھتا ہو۔ بلکہ قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا مقصود ان کے سوائے اور لوگ ہیں۔ کیونکہ دوسرے شخص نے اس سے کہا تھا کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ۔ پس اس کی گالی اور اس کی بات اس شخص کے لئے سمجھی گئی ہے کہ جو آپ پر اس وقت درود پڑھتا ہے۔ اور یہ دوسرے امر کے لئے اس کے غصہ کے وقت ہوا ہے۔ یہی مطلب سحنون کے قول کا ہے۔ اور یہ اس کے دونوں شاگردوں (برقی اور اصبغ) کی دلیل کے موافق ہے۔

حارث بن مسکین قاضی وغیرہ ایسے شخص کے بارہ میں قتل کی طرف گئے ہیں۔

ابوالحسن قابسی نے ایسے شخص کے قتل میں توقف کیا ہے۔

جس نے یہ کہا تھا۔ کہ ہر ایک مالک سرائے دیوث ہوتا ہے۔ اگرچہ نبی مرسل ہو۔ تب اس نے اس کو زنجیروں میں قید کا حکم دیا۔ اور اس پر سختی کی۔ یہاں تک کہ اس کے تمام الفاظ سے کوئی گواہی اور دلیل اس کے مطلب پر سمجھی جائے۔ کہ کیا ارادۃ دیوثوں سے آج کل کے دیوث مراد ہیں۔ تو یہ امر معلوم ہے کہ ان میں کوئی نبی مرسل نہیں۔ پس اس کا امر آسان ہو گا۔

قابسی کہتے ہیں کہ اس کا ظاہری لفظ تو تمام متقدین و متاخرین دیوثوں کے لئے ہے۔ اور پہلے لوگوں میں انبیاء و رسول ہوتے رہے۔ کیونکہ جنہوں نے مال کمایا تھا۔ اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے خون لینے بدوں کھلے امر کے سبقت نہ کی جائے۔ اور جس کی طرف تاویلات ہو سکیں۔ اس میں خوب غور و فکر کرنا چاہئے۔ یہ اس کے کلام کا مطلب ہے۔

اور ابو محمد بن ابی زیدؒ سے اس شخص کے بارہ میں کہ جو کہتا ہے کہ عرب پر خدا

لعنت کرے۔ اور خدا بنی اسرائیل پر لعنت کرے۔ اور بنی آدم پر لعنت کرے۔ اور اس نے بیان کیا کہ میں انبیاء علیہم السلام کا ارادہ نہیں کیا۔ میرا ارادہ تو ان میں سے صرف ظالموں کا ہے۔ منقول ہے کہ حاکم کے اجتہاد کے مطابق اس کو سزا دی جائے۔

اور ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا ہے۔ جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ جس نے نشہ والی چیز کو حرام کیا ہے۔ اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کس نے حرام کیا ہے۔ اور اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے یہ کہا کہ اس حدیث کو لعنت کرے کہ شہری جنگلی کے پاس نہ بیچے۔ اور جو اس حدیث کو لایا اس پر لعنت ہے۔ یہ کہا ہے کہ اگر وہ جہالت اور احادیث کے نہ جاننے کی وجہ سے معذور ہے۔ تو اس کو سزا دی جائے۔ اور یہ اس لئے کہ اس نے بظاہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی گالی کا ارادہ نہیں کیا۔ اور صرف اس کو لعنت کی ہے کہ جس نے لوگوں میں سے اس کو حرام کہا ہے۔ اور یہ سحنون اور اس کے اصحاب سے فتویٰ کی طرح ہے۔ جو کہ پہلے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے۔

اور اس قسم کی باتیں جاہلوں کے کلام میں آجایا کرتی ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کو کہہ بیٹھتے ہیں کہ اے ہزار خنزیر کے بیٹے اور اے سو کتے کے بیٹے جو بیہودہ باتیں ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اس عدد میں اپنے باپ دادا میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو داخل کر لیتا ہے۔ اور شاید کہ بعض عدد آدم علیہ السلام تک منتہی ہو جاتا ہو۔ اب اس سے جھڑکنا ضروری ہے۔ جو قائل کی جہالت ہو۔ اس کو ظاہر کر دے۔ اور اس کو پورا ادب سکھایا جائے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے باپ دادا میں جو انبیاء علیہم السلام ہیں ان کو جان کر گالی دی ہے تو ضرور قتل کیا جائے۔

اور کبھی اس قسم کی بابت بھی سخت گیری کی ہے۔ کہ اگر کسی ہاشمی مرد کو کوئی کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بنی ہاشم پر لعنت کرے۔ اور کہے کہ میرا مقصود ان میں سے ظالموں کا ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی شخص کو اس کے باپ دادا کے بارہ میں بری بات کہے یا آپ کی نسل یا آپ کی اولاد کو جان بوجھ کر کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے۔ ایسی دونوں صورتوں میں کوئی ایسا قرینہ نہیں کہ اس کے باپ دادا کو

خاص کرے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے نکال دے جن کو گالی دی ہے۔

اور بیشک میں نے ابو موسیٰ بن مناسی کو دیکھا کہ اس نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے ایک شخص کو کہا تھا۔ کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام تک لعنت کرے یہ کہا ہے کہ اس سے یہ بات ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

قاضی خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے کہ ہمارے مشائخ اس شخص کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ جس نے اپنے کسی گواہ کی نسبت جو اس کے خلاف گواہی دی ہو۔ پھر اس کو کہا ہو۔ کہ تو مجھے تہمت لگاتا ہے۔ تو دوسرا اس سے کہے کہ انبیاء تہمت لگائے گئے۔ تیرا کیا حال ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے شیخ ابو اسحٰق ابن جعفر اس کے قتل کو واجب کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا ظاہری نفس برا ہے۔ اور قاضی ابو محمد بن منصور اس کے قتل میں توقف کرتے تھے۔ اور اس میں قاضی قرطبہ ابو عبداللہ بن الحاج نے اس قسم کا فتویٰ دیا ہے۔ اور قاضی ابو محمد نے اس کے قید کرنے میں سختی کی ہے۔ اور اس کو دیر تک قید رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پھر اس کے بعد' اس سے قسم لی۔ کہ جو کچھ اس کے خلاف کیا گیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی گواہی میں ضعف واقع ہوا ہے جو اس کے برخلاف گواہی دیتے ہیں۔ پھر اس کو چھوڑ دیا۔

اور میں اپنے شیخ قاضی ابو عبداللہ بن عیسیٰ کی خدمت میں ان کی قضا کے عہدے کے دنوں میں حاضر تھا۔ کہ ان کے پاس ایک شخص ایسا لایا گیا۔ کہ اس نے ایک شخص کو جس کا نام محمدؐ تھا بیہودہ بات کہی تھی۔ پھر اس نے ایک کتے کا ارادہ کیا۔ اور اس کو اپنے پاؤں سے مارا اور کہا کہ اے محمدؐ کھڑا ہو۔ پھر اس مرد نے اس کہنے سے انکار کیا۔

اور اس کے برخلاف لوگوں کی ایک جماعت نے گواہی دی۔ تو اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے حال کی نسبت دریافت کیا۔ اور کیا وہ ایسے شخص کی صحبت میں رہا ہے جس کے دین میں شک ہو۔ پھر جب کوئی بات نہ پائی۔ کہ اس کے اعتقاد کے شکوک کو قوی کرے۔ تو اس کو کوڑے مارے۔ اور چھوڑ دیا۔

فصل ۶

پانچویں قسم یہ ہے کہ نقص کا ارادہ نہ ہو اور نہ عیب و گالی کا بیان کرے۔ لیکن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اوصاف کے ذکر کا پتہ لگتا ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ان حالات کو جو آپ پر دنیا میں جائز ہیں۔ بطور شاہد و ضرب المثل پیش کرے۔ اور اپنے اور غیر کے لئے بطور حجت یا اس سے تشبیہ دینے کے لئے ذکر کرے یا کسی ظلم کے وقت جو اس کو پہنچا ہو یا کوئی نقصان پہنچا ہو۔ جس کی اطاعت نہ کی جائے۔ یہ بطریق تحقیق ہو (کہ اس سے ہدایت حاصل ہو) بلکہ یہ مقصد ہو کہ اس سے اپنی یا غیر کی بلندی ہو یا بطریق تمثیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت منظور نہ ہو یا ہنسی کے طور ہو یا نادرا" کہے یا عیب کے لئے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ اگر مجھ میں برائی کی جاتی ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کی گئی ہے۔ اور اگر میں جھٹلایا گیا ہوں۔ تو انبیاءؑ بھی جھٹلائے گئے ہیں۔ اور اگر میں نے گناہ کیا ہے۔ تو انہوں نے بھی گناہ کیا ہے یا یہ کہ میں کیا لوگوں کی زبانوں سے بچوں گا۔ حالانکہ ان سے انبیاء اللہ اور اس کے رسول نہیں بچے یا یہ کہ میں نے صبر کیا جیسے کہ بڑے درجہ والوں (رسولوں) نے صبر کیا یا جیسے ایوبؑ کا صبر تھا یا بیشک نبی اللہ نے اپنے دشمنوں سے صبر کیا۔ اور میرے صبر سے بڑھ کر اس نے برداشت کی ہے۔ اور جیسے متنبی کا یہ قول ہے۔

أَنَا فِي أُمَّةٍ تَدَارَكَهَا اللّٰهُ غَرِيبٌ كَصَالِحٍ فِي ثَمُودِ

(یعنی میں اس امت میں جس کا خدا تدارک کرے ایسا مسافر ہوں جیسے قوم ثمود میں صالحؑ علیہ السلام ہیں)۔

اسی قسم کے ان شاعروں کے اشعار جو کلام میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور بے پرواہی و سستی کرتے ہیں جیسے معری کا یہ شعر۔

كُنْتُ مُوسٰى وَافَتْهُ بِنْتُ شُعَيْبٍ غَيْرَ أَنْ لَيْسَ فِيكُمَا مِنْ فَقِيرِ

یعنی تو موسیٰ تھا جس کے پاس شعیبؑ کی لڑکی آئی ہے مگر یہ بات ہے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔ دوسرا مصرعہ سخت ہے اور وہ عیب و حقارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے اور دوسرے کو آپ پر فضیلت دی گئی ہے۔ اور اسی طرح اس کا یہ قول بھی۔

لَوْلَا انْقِطَاعُ الْوَحْیِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ قُلْنَا مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِیْهِ بَدِیْلٌ
هُوَ مِثْلُهٗ فِی الْفَضْلِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَاْتِهٖ بِرِسَالَةٍ جِبْرِیْلُ

یعنی اگر بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی منقطع نہ ہوتی تو ہم کہتے کہ محمدؐ اپنے باپ کا بدل ہے۔ اب اس فصل کے دوسرے بیت کا پہلا مصرعہ سخت ہے۔ کیونکہ اس نے غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فضیلت میں نبی کے ساتھ فضیلت دی اور عجز (یعنی اس کے دوسرے مصرعہ) کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس فضیلت نے ممدوح کو ناقص کر دیا۔ اور دوم یہ کہ اس سے اس کو مستغنی کر دیا۔ اور یہ زیادہ سخت ہے۔

اور اسی قسم کا ایک اور شاعر کا یہ قول ہے۔

وَاِذَا مَا رُفِعَتْ رَایَاتُهٗ صَفَّقَتْ بَیْنَ جَنَاحَیْ جِبْرِیْلَ

(یعنی اور جبکہ اس کے جھنڈے بلند ہوتے ہیں تو وہ جبرئیل کے دونوں پروں میں حرکت کرتے ہیں)

اور ہمارے ہمعصروں میں سے ایک شاعر کا یہ قول ہے۔

فَرَّ مِنَ الْخُلْدِ وَاسْتَجَارَ بِنَا فَصَبَّرَ اللّٰهُ قَلْبَ رِضْوَانٍ

(یعنی بہشت سے بھاگا اور ہم سے پناہ مانگی۔ پس اللہ تعالیٰ رضوان کے دل کو صبر دے)

اور جیسے حسان مصیصی کا شعر ہے جو کہ اندلس کے شاعروں میں سے ہے۔ محمد بن عباد مشہور معتمد اور اس کے وزیر ابی بکر بن زیدون کے بارہ میں کہتا ہے۔

كَاَنَّ اَبَابَكْرٍ اَبُوْبَكْرِ الرِّضَا وَحَسَّانُ حَسَّانٌ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ

(یعنی گویا کہ تیرا وزیر ابوبکر (بن زیدون) ابوبکر رضا صدیق ہے اور حسان (مصیصی شاعر خود) حسان (بن ثابت) ہے اور تو محمدؐ ہے)

اس قسم کے اور اشعار اور ہم نے ایسے اشعار زیادہ باوجودیکہ ہم ان کو گران سمجھتے ہیں اس لئے درج کئے ہیں۔ کہ لوگ ایسے شعروں کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور اکثر لوگ اس تنگ دروازہ میں داخل ہونے سے سستی کرتے ہیں۔ اور اس گھڑی کے

بوجھ کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس میں کس قدر بھاری گناہ ہے۔ اور اس میں ایسا کلام کر جاتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس میں کس قدر بھاری گناہ ہے۔ اور اس میں ایسا کلام کر جاتے ہیں۔ کہ ان کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ خاص کر شعرا لوگ اور ان میں سے بڑے سخت کلام کہنے والے اور تیز رو ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان معری ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے کلام ہلکاپن اور نقصان کی حد سے نکل کر صریح کفر تک پہنچ گئے ہیں۔

ہم نے اس کا جواب دیا ہے۔ اور ہماری غرض اس فصل میں کلام کرنے کی ہے۔ جس کی ہم نے مثالیں دی ہیں۔ کیونکہ یہ سب اگرچہ کسی گالی پر مشتمل نہیں۔ اور ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی طرف نقصان منسوب کیا گیا ہے۔ اور میری مراد معری کے دو بیتوں کے آخری دونو مصرعہ نہیں (یہ جملہ معترضہ ہے) اور نہ اس کے قائل نے حقارت و نقصان کا قصد کیا ہے۔ لیکن نبوت کی توقیر نہیں کی۔ اور نہ رسالت کی تعظیم کی اور نہ برگزیدگی رسالت نہ کرامت کے قرب کی عزت کی۔ یہاں تک کہ ان شاعروں نے اپنے صلہ لینے میں (ممدوح کو) جن کے ساتھ چاہا (خواہ وہ نبی و ملائکہ ہوں) تشبیہ دے دی یا تکلیف کی وجہ سے اس مصیبت کو دور کرنا چاہا۔ یا ایک تمثیل دے دی۔ جس سے اس کی مجلس خوش ہو جائے یا اپنے ممدوح کی تعریف میں اس لئے مبالغہ کرے کہ اپنا کلام عمدہ ہو جاوے۔ اور تمثیل بھی ایسے شخص کے ساتھ دے کہ جس کا خدائے تعالیٰ نے مرتبہ بڑھایا ہے۔ اس کے قدر کو شرف دیا ہے۔ اس کی عزت اور اس سے احسان کرنے کو لازم کر دیا ہے اس کے سامنے اونچی بولتے بلند آواز کرنے کو منع فرما دیا ہے۔ پس ایسا شخص اس لائق ہے کہ اگر اس کا قتل معاف کیا جائے۔ تو اس کو ضرور ادب دیا جائے۔ اور قید میں رکھا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ اس کا کلام کتنا برا ہے وہ ایسے کلام کا عادی ہے یا کبھی کبھی بکتا ہے یا اس کے کلام کا قرینہ کیا ہے۔ یا اپنے کہے پر نادم ہوتا ہے۔ پس ہر حال کے مناسب سخت سزا دی جائے گی۔ متقدمین ایسے شخص پر جو ایسی باتیں کیا کرتا تھا۔ برابر انکار کیا کرتے تھے۔ اور ہارون رشید نے بلاشبہ ابو نواس شاعر پر اس کے اس شعر میں انکار کیا۔

فَاِنْ یَکُ بَاقِیْ سِحْرِ فِرْعَوْنَ فِیْکُمْ فَاِنَّ عَصَیٰ مُوْسٰی بِکَفِّ خَصِیْبِ

یعنی اگر تم میں فرعون کے جادو کا بقیہ موجود ہے۔ تو بیشک موسیٰ علیہ السلام کا عصا خصیب (غلام ہاروں رشید جس کو مصر کا حاکم بنا بھیجا تھا۔ اور ابو نواس اس کی تعریف کرتا ہے) کے ہاتھ میں ہے۔

اور یہ کہا کہ اے گندی عورت کے بیٹے تم موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ہنسی کرتے ہو۔ اور اپنے لشکر سے راتوں رات اس کے نکل دینے کا حکم دیا۔

اور کسی نے ذکر کیا ہے کہ ابو نواس پر اور بھی مواخذہ کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس کو کافر کہا گیا ہے یا قریب کفر جو اس نے محمد امین کے بارہ میں کہا ہے۔ اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جب اس نے یہ کہا ہے۔

تَنَازَعَ الْاَحْمَدَانِ الشِّبْهَ فَاشْتَبَهَا

خَلْقًا وَخُلْقًا کَمَا قُدَّ الشِّرَاکَانِ

یعنی دونوں احمدوں نے مشابہت میں تنازعہ کیا۔ پس وہ دونوں خلق اور خلق میں مشتبہ ہو گئے۔ جیسے کہ دو تسمے (ایک چمڑے سے) کاٹے جائیں۔

یہ بہت بری تشبیہ ہے کہاں محمد امین خلیفہ اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اس پر اس شعر میں بھی انکار کیا گیا ہے۔

کَیْفَ لَا یُدْنِیْکَ مِنْ اَمَلٍ مَنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ نَفَرِهٖ

یعنی وہ شخص کہ جس کا رسول اللہ قرابتی ہے۔ تیری امید کو کیسے قریب نہ کرے گا۔ کیونکہ رسولؐ اور آپ کی تعظیم اور عالی مقام کا یہ حق ہے کہ آپ کی طرف کوئی چیز نسبت کی جائے لیکن آپ کو کسی سے منسوب نہ کیا جائے۔

پس اس قسم کی مثالوں کا حکم وہی ہے جو اس بارہ میں ہم اپنے امام مذہب امام مالک بن انس اور ان کے شاگردوں سے فتویٰ پہلے مفصل بیان کر چکے ہیں۔

نوادر میں ابن ابی مریم کی روایت سے ہم ایسے شخص کے بارہ میں کہ اس نے کسی مرد کو فقیری کی عار دلائی۔ تو اس نے کہا کہ تو مجھے فقر کے ساتھ عار دلاتا ہے۔

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریوڑ چرایا ہے۔ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس نے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بے موقعہ کیا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اس کو سزا دی جائے۔ اور فرمایا کہ گنہگاروں کو یہ مناسب نہیں۔ کہ جب ان پر عتاب کیا جائے۔ تو وہ یوں کہیں کہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے گناہ کئے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص سے کہا کہ ہمارے لئے ایک ایسا کاتب تلاش کر کہ جس کا باپ عربی ہو۔ تو کاتب نے اس سے کہا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ کا باپ کافر تھا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ تم نے یہ مثل دی تو کبھی میری کتابت نہ کیجیو۔

اور سحنون نے اس امر کو مکروہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب کے وقت درود شریف پڑھا جاوے۔ مگر بطریق ثواب و طلب اجر کے پڑھے۔ تو مضائقہ نہیں۔ جس میں آپ کی توقیر و تعظیم کا پاس رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔

اور قابسی سے ایسے شخص کی بابت پوچھا گیا۔ تو اس نے ایک بری شکل والے سے کہا کہ اس کا چہرہ گویا نکیر کا چہرہ ہے (منکر نکیر فرشتوں کا نام ہے) اور ترش رو شخص کی نسبت کہا کہ گویا اس کا چہرہ مالک غضب ناک کا چہرہ ہے (مالک داروغہ دوزخ ہے) تب اس نے جواب دیا۔ کہ اس کا اس سے کیا ارادہ ہے۔ اور نکیر تو قبر کے ان دو فرشتوں میں سے ایک ہے جو آزمانے والے ہیں۔ سو اس کا اس سے کیا ارادہ ہے۔ کیا اس کو اس کے دیکھنے سے خوف طاری ہوا یا اس کی بدصورتوں کو دیکھ کر اس کو مکروہ سمجھا۔ اگر یہ بات ہے تو سخت ہے کیونکہ قائم مقام حقارت و ذلت کے ہے۔ اور یہ زیادہ سزا کی بات ہے۔ اور اس میں صراحتاً" فرشتے کو گالی دینا نہیں۔ گالی تو صرف مخاطب پر پڑتی ہے۔ اور کمینوں' بیوقوفوں کو کوڑے لگانا قید کرنا ادب ہے۔ لیکن مالک داروغہ دوزخ کا ذکر کرنے والا سو بلاشبہ اس شخص نے ظلم کیا۔ کہ دوسرے شخص کی ترش روئی کے حال پر انکار کے وقت مالک کا ذکر کیا۔ مگر وہاں اس ترش رو کے لئے کہے کہ جس کو حکومت حاصل ہے۔ اور اس کی ترش روئی سے ڈرے۔ پھر کہنے والا اس لئے برائی کے طور پر اس کے فعل اور ظلم کے التزام پر مالک کی صفت سے تشبیہ

دے۔ اور یہ کہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مالک کا سا غضب کرتا ہے۔ پھر یہ بات ہلکی ہو جائے گی۔ اور اس کو ایسے شخص پر گرفت نہ کرنی چاہئے۔ اور اگر ترش رو پر اس کی ترش روئی کی تعریف کرے۔ اور مالک کی صفت سے حجت لائے تو یہ بہت سخت بات ہو گی۔ اس پر اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اس میں فرشتے کی برائی نہیں۔ اور اگر برائی کا قصد کیا ہے تو اس کو قتل کیا جائے۔

ابوالحسنؒ نے بھی ایسے جوان کے بارہ میں جو نیکی کے ساتھ مشہور تھا۔ اور جس نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تو چپ کر۔ کیونکہ تو ان پڑھ ہے۔ تب جوان نے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی نہ تھے۔ سو اس کی بات کو برا جانا۔ اور لوگوں نے اس کو کفر کی نسبت کی۔ جوان اس بات سے جو اس نے کہی تھی ڈر گیا۔ اور اس پر ندامت ظاہر کی۔ تب ابوالحسنؒ نے کہا کہ اس کو کافر کہنا تو خطا ہے۔ لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے ساتھ دلیل لانے میں خطا کار ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا تو آپ کا معجزہ تھا۔ اور اس کا امی ہونا نقص کی بات اور جہالت ہے۔ اور اس کی یہ جہالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت سے دلیل لاتا ہے۔ لیکن اس نے توبہ اور استغفار کی ہے۔ اور گناہوں کا اقرار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لایا ہے تو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اس کی بات حد قتل تک نہیں پہنچتی۔ اور اس کو سزا نہ دی جائے۔ کیونکہ اس کے فاعل کو اس پر شرمندہ ہونا اس سزا سے روکنے کو ضروری کر دیتا ہے۔ اور یہ مسئلہ اسی مسئلہ کے قائمقام ہے کہ جس میں اندلس کے ایک قاضی نے ہمارے شیخ قاضی ابا محمدؒ منصورؒ سے ایک شخص کے بارہ میں پوچھا تھا۔ کہ جس کو دوسرے نے کسی بات میں عیب لگایا تھا۔ تو اس نے کہا تھا۔ کہ تو میرا بیان کرتا ہے اور مجھے عیب لگاتا ہے۔ کہ میں انسان ہوں۔ حالانکہ تمام لوگوں میں نقص ہوا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ سو اس نے فتویٰ دیا۔ کہ اس کو دیر تک جیل خانہ میں رکھا جائے۔ اور سزا دی جائے۔ کیونکہ اس نے گالی کا ارادہ کیا۔ اور اندلس کے بعض فقہا اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔

فصل ۷

چھٹی قسم یہ کہ قائل اس کو غیر سے حکایت کرے۔ اور دوسرے سے اس کو نقل کرے۔ سو اس کی صورت حکایت اور قرینہ کلام میں دیکھا جائے گا۔ اور اس اختلاف سے اس کا حکم چار وجوہ پر ہو گا۔ وجوب۔ استحباب۔ کراہت۔ حرمت۔ اگر اس نے اس کی شہادت اور قائل کی شہرت اور اس پر انکار اور اس کی بات کی خبر دینے اس سے نفرت کرنے اور اس کی جرح کے لئے خبر دی ہے۔ تو یہ امر ہے کہ اس کی بات مانی جائے۔ اور اس کے کہنے والے کی تعریف کی جائے۔

اسی طرح اگر وہ کسی کتاب یا کسی مجلس میں بطریق رد اور اس کے قائل پر نقص اور اس سے جو فتویٰ لازم آتا ہے بیان کرے۔ تو یہ امر اس سے واجبی ہو گا۔ اور بعض وہ صورت ہے۔ کہ وہ بیان کرنے والے اور حکایت شدہ کے حال کی وجہ سے مستحب ہے۔ اگر اس کا قائل وہ شخص ہے کہ وہ اس امر کے درپے ہوا ہے۔ کہ اس سے علم یا روایت حدیث لی جائے۔ یا اس کے حکم یا شہادت یا فتویٰ پر جو لوگوں کے حقوق پر دیتا ہے۔ تو اس کے سننے والے پر واجب ہے کہ جو اس سے سنا جائے اس کو مشہور کیا جائے۔ لوگوں کو اس سے نفرت دلائی جائے۔ جو اس نے کہا ہے۔ اس پر گواہی دی جائے۔ اور جن آئمہ مسلمین کو یہ بات پہنچے ان پر واجب ہے کہ اس پر انکار کریں۔ اس کے کفر کا اظہار کریں۔ اور اس کی بات کی خرابی بیان کریں۔ تاکہ مسلمانوں سے اس کا نقصان منقطع ہو۔ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا ہو۔

ایسا ہی اگر اس شخص سے یہ باتیں ظاہر ہوں جو کہ عام لوگوں کو وعظ کرتا ہے یا بچوں کو پڑھاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کی یہ عادت ہو۔ اور جس کے دل میں یہ خباثت ہو۔ تو اس سے اس امر سے بےخوف نہیں رہا جاتا۔ کہ ان کے دلوں میں ایسی باتیں ڈال دے گا۔ پس ان لوگوں کی خباثت مشہور کرنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شریعت کے حق کے لئے نہایت تاکید ہے۔ اور اگر لکھنے والا اس طریق پر نہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا قائم رکھنا واجب ہے۔ آپ کی عزت و آبرو کی حمایت ضروری ہے۔ اور تکلف و ایذا پر آپ کی مدد کرنا بحالت زندگی و موت ہر مومن پر

واجب ہے۔ لیکن جب اس کام کو کرنے کے لئے وہ شخص کھڑا ہو جائے۔ کہ جس کے سبب حق ظاہر ہو۔ اور جھگڑے اس سے فیصل ہوں۔ اور حکومت اس کی ظاہر ہو۔ تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے (کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے) ہاں اس پر کثرت سے گواہی دینے اور اس سے ڈرانے میں مدد دینے کا استحباب باقی رہتا ہے۔ اور حدیث میں جو شخص متہم ہو۔ اس کے حال کے بیان پر تو سلف کا اجماع ہے۔ پس ایسے شخص کی خباثت کے اظہار کا تو کیا کہنا (اس کا تو ضرور چاہئے)۔

اور ابو محمد بن ابی زید سے ایسے گواہ کی نسبت پوچھا گیا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ایسی باتیں سنے۔ کیا اس کو جائز ہے کہ اس کی گواہی پر حکم جاری ہو جائے گا۔ تو گواہی دے۔ اور ایسا ہی اگر یہ جان لے کہ حاکم اس کی گواہی پر قتل کو جائز نہیں رکھتا۔ اور توبہ لینے اور سزا کو جائز کہتا ہے۔ تاہم گواہی دے۔ اور اس کو یہ امر لازم۔ اور ان دونوں مقصدوں کے سوا اس کے قول کی حکایت کرنے کو میں اس باب میں مباح میں داخل نہیں سمجھتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کی ہنسی و خوش طبعی کرنا اور زبان پر آپ کی برائی کا ذکر کرنا نہ خود بیان کرنا نہ کسی کی طرف سے نقل کرنا بلاغرض شرعی کے کسی کے لئے مباح نہیں ہے۔ ہاں گذشتہ اغراض وجوب و استحباب کے درمیان ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ۔ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضور کی رسالت پر افترا کرنے والوں کی حکایت اپنی کتاب میں بطور انکار کے روایت کی ہیں۔ ان کے کفر سے ڈرایا ہے۔ اس پر عذاب کا وعدہ دیا ہے۔ ان پر رد کیا ہے۔ جو ہم پر کتاب یعنی قرآن مجید میں پڑھا ہے۔

ایسا ہی اس کی مثالیں احادیث صحیحہ میں گذشتہ وجوہ کے طور پر آئی ہیں۔ سلف و خلف اور آئمہ ہدایت کا اس پر اجماع ہے۔ کہ کافروں اور ملحدوں کی باتیں اپنی کتابوں اور مجلسوں میں بیان کرنی چاہئیں۔ تاکہ لوگوں پر اظہار کریں۔ اور ان کے شبہات کو رد کریں۔ اور اگر امام احمد حنبلؒ نے فرقہ جہمیہ اور ان لوگوں پر کہ جو مخلوق کے ہونے یا عمل مخلوق انسان کے یا مخلوق قدیم کا انکار کیا ہے' اور یہ اقسام ان کی حکایت کے لئے جائز ہیں۔ لیکن ان باتوں کا اس کے سوا ذکر کرنا یعنی آپ کی گالی آپ کے منصب

رسالت پر عیب کی حکایت اور کہانیوں اور خوش کلامی کے طور پر جیسے لوگ چھوٹی موٹی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اور بیہودہ ہنسا کرتے ہیں۔ اور بیوقوفوں کا عجیب و غریب باتیں کرنا۔ قیل و قال میں لگے رہنا۔ اور بیہودہ باتیں کرتے رہنا یہ سب منع ہے۔ اور بعض تو سخت ہی منع ہیں۔ اور ان کا عذاب زیادہ ہے۔ اب جو اس کو بلاقصد بیان کرے یا جو حکایت کرتا ہے۔ تو اس کو معلوم نہیں کہ یہ کس قدر سخت ہے یا اس کی عادت نہیں یا اس قدر وہ برا کلام نہیں کہ برائی تک پہنچے۔ اور اس کی حکایت کرنے والے پر اس کی عمدگی اور درستی ظاہر نہیں ہوئی۔ تو اس کو اس سے جھڑکا جائے گا۔ اور دوبارہ بیان کرنے سے منع کیا جائے گا۔ اور اگر اس کو تھوڑی سزا کے ساتھ درست کیا جائے۔ تو وہ اس کا مستحق ہے۔ اور اگر اس کا لفظ ایسا برا ہے۔ جو کہ حد برائی تک پہنچا ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے امام مالکؒ سے اس شخص کی نسبت پوچھا کہ جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ تو امامؒ نے فرمایا کہ وہ کافر ہے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔ اس نے کہا کہ میں نے دوسرے سے حکایت کی ہے۔ تب امام مالکؒ نے کہا کہ ہم نے تو تم سے سنا ہے۔ اور یہ امام مالکؒ کی طرف سے جھڑک اور سختی کے طور پر ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امامؒ نے اس پر قتل کا حکم جاری نہیں کیا۔ اور اگر یہ حکایت بیان کرنے والا اپنی حکایت میں اس بات میں متہم ہوا ہے کہ اس نے خود بنائی ہے۔ اور غیر کی طرف نسبت کرتا ہے یا یہ اس کی عادت ہے یا اس سے اس امر کی خوبی ظاہر ہوئی ہے یا ایسی باتوں کا فریفتہ ہے یا اس کو ہلکا سمجھتا ہے یا ایسی باتیں یاد رکھتا ہے۔ اور ان کو تلاش کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجو اور گالی کے اشعار کو روایت کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کا حکم وہی ہے جو کہ خود گالی دینے والے کا ہے۔ وہ اپنی بات سے پکڑا جائے گا۔ اور اس کو غیر کی طرف نسبت کرنا کوئی مفید نہ ہوگا۔ پس اس کو جلد قتل کیا جائے۔ اور اس کو ہاویہ کی طرف جو اس کی ماں ہے جلد پہنچایا جائے۔

اور بے شک ابو عبید قاسم بن سلام نے ایسے شخص کے بارہ میں کہ جس نے چند

اشعار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں یاد کر لئے ہوں کہا ہے کہ یہ کفر ہے۔

اور ایک عالم نے اجماع کے بارہ میں جو رسالہ تالیف کیا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی روایت کرنا لکھنا پڑھنا اور اس کو سنائے بغیر چھوڑ دینا حرام ہے۔

اللہ تعالٰی ہمارے اسلاف پر جو کہ متقی تھے اور اپنے دین کی حفاظت کرتے تھے رحم کرے کہ بلاشبہ انہوں نے لڑائی اور تاریخ کی احادیث میں جو اس قسم کی روایات تھیں ان کو چھوڑ دیا۔ اور ان کی روایات نہیں کی۔ مگر بہت ہی تھوڑی جو بری نہ تھیں۔ پہلے اقسام کے طور پر ذکر کیا ہے تاکہ اس کے قائل کی سزا دکھلائیں۔ اور یہ کہ آپ پر افترا کرنے والے کو اللہ تعالٰی نے اس کے گناہ میں پکڑ لیا۔ یہ ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ ہیں۔ کہ انہوں نے عرب کے ہجو کے ان اشعار کی ان کتابوں میں تلاش کی جن کی شہادت کی طرف مجبور ہوئے تھے۔ تو وہاں پر انہوں نے ہجو شدہ کے نام کو اس کے اسم کے وزن سے کنایہ کیا ہے۔ اور اپنے دین کی حفاظت کی ہے کہ کسی کی برائی میں جو اس کی روایت یا پھسلانے سے کرتا ہے۔ شرکت سے محفوظ رہے۔ پس یہ بات کیسے ہو کہ جس سے سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو تک نوبت پہنچے۔

فصل ۸

ساتویں قسم یہ ہے کہ وہ باتیں ذکر کرے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بولنا جائز ہے یا اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ اور جو کچھ آپ پر بشری امور واقع ہیں۔ اور ان کی نسبت آپ کی طرف ممکن ہو یا ان امور کا ذکر کرے کہ جس سے آپ آزمائے گئے۔ اور اللہ تعالٰی کی ذات میں دشمنوں کی تکلیفوں اور ایذا سے صبر کیا تھا۔ اور آپ کے ابتدائی حالات و عادات اور جو کچھ آپ کو زمانہ کی تکلیفیں پہنچیں اور زندگی کی تکالیف آپ پر گذری تھیں بیان کرے۔ یہ سب امور بطور روایات اور علمی مذاکرہ او. ان باتوں کے جاننے کے لئے ہو۔ جس سے انبیاء علیہم الصوت کی عصمت پائی جائے۔

اور جو باتیں ان پر جائز تھیں۔

سو یہ قسم ایسی ہے کہ ان چھبیسوں قسموں سے خارج ہے۔ کیونکہ اس میں نہ عیب ہے نہ نقصان ہے نہ اہانت ہے نہ حقارت نہ ظاہر لفظ میں نہ بولنے والے کے قصد میں۔ لیکن ضرور ہے کہ اس میں اہل علم اور سمجھ دار طالب علموں کے ساتھ کلام کرے۔ جو اس کے مقاصد کو سمجھیں۔ اور اس کے فوائد کی تحقیق کریں۔ اور ان امور سے ان کو بچایا جائے۔ جو کہ نہ سمجھتے ہوں۔ یا ان سے فتنہ کا خوف ہو۔ کیونکہ بلاشبہ بعض سلف نے عورتوں کو سورۂ یوسف پڑھانی مکروہ سمجھی۔ کیونکہ اس میں ایسے قصے ہیں۔ اور ان کی سمجھ ضعیف ہے۔ ان کی عقلیں اور ادراک ناقص ہے۔

اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے خبر دی ہے کہ میں نے شروع میں ریوڑ چرایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَی الْغَنَمَ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے ریوڑ نہ چرایا ہو۔

اور ہم کو اس کی خبر موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دی ہے۔ اور اس میں کہ جس کے لئے اس طرح ذکر کرے۔ کوئی نقصان نہیں بخلاف اس شخص کے کہ اس کو اہانت و تحقیر کے طور پر ذکر کرے۔ بلکہ یہ تمام عرب کی عادت تھی۔ ہاں اس میں انبیاء علیہم السلام کی نسبت حکمت بالغہ ہے۔ اور ان کو درجہ بدرجہ بزرگی تک پہنچاتا ہے۔ اور ان کو عادت ڈلواتا ہے۔ کہ اپنی امت پر اسی طرح حکومت کریں۔ کیونکہ ان کی ازل سے اور خدا کے علم سے بزرگی لکھی جا چکی ہے۔

علیٰ ہذا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے یتیم اور عیالدار ہونے کو بطریق احسان ذکر کیا ہے۔ اور آپ کی بزرگی کی تعریف کی ہے۔ اب کوئی ذکر کرنے والا ان کو آپ کی تعریف اور آپ کے ابتدائی حالات کے بیان کرنے اور اس پر تعجب ظاہر کرنے کے لئے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ پر کیا کیا بڑی عنایت فرمائی ہے۔ اور احسان کیا ہے ذکر کرے۔ تو اس میں کچھ نقص نہیں۔ بلکہ اس میں آپ کی نبوت اور صحیح دعویٰ پر دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بعد عرب کے سرداروں اور بڑے دشمنوں پر آہستہ آہستہ غالب کر دیا۔ آپ کی حکومت کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ ان کو مغلوب

بنا دیا۔ ان کے خزانوں کی کنجیوں پر آپ کا قبضہ کر دیا۔ اور ان کے سوا دوسرے ملک آپ کو دے دیئے۔ اور ان پر خدا نے آپ کو غالب کر دیا۔ آپ کو خود مدد دی۔ اور آپ کا مومنین کو مددگار بنا دیا۔ ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔ آپ کو فرشتوں سے جو کہ نشانوں والے تھے مدد دی۔ اور اگر آپ کسی بادشاہ کے فرزند ہوتے یا آپ پہلے لشکر والوں میں سے ہوتے۔ تو بلاشبہ اکثر جاہل لوگ یہ گمان کرتے کہ یہی امر ان کے غلبہ کا باعث اور ان کی بلندی کی وجہ ہے۔

اسی لئے ہرقل بادشاہ نے جبکہ ابو سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پوچھا۔ کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے (اس نے نفی میں جواب دیا) تو پھر کہا کہ اگر اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوتا تو ضرور ہم کہتے کہ یہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے باپ کا ملک چاہتا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ آپ کے صفات میں یتیم ہونا۔ اور کتب سابقہ اور پہلی امتوں میں آپ کی یہ بھی ایک علامت مذکور ہے۔ ایسا ہی آپ کا ذکر کتاب ارمیا میں ہے۔ اور ابن ابی نیرن نے عبدالمطلب سے اور بحیرہ نے ابو طالب سے ایسا ہی ذکر کیا تھا۔ علیٰ ہذا جب آپ کی امتی کے ساتھ تعریف کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ تو یہ آپ کی تعریف ہے۔ اور آپ کی فضیلت ہے۔ جو آپ میں ثابت ہے۔ اور آپ کے معجزہ کی بناء و مضبوطی ہے۔ اس لئے کہ آپ کا بڑا معجزہ قرآن عظیم میں سے صرف یہ ہے کہ علم جزئیہ و کلیہ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ وہ علم بھی ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے۔ اور زیادہ دیے گئے۔ جیسا کہ ہم نے پہلی قسم میں بیان کیا ہے۔ اور ایسے علوم کا ایسے شخص میں پایا جانا۔ جو کہ ان پڑھ ہو۔ جس نے نہ لکھا ہو نہ درس دیا ہو نہ کسی سے تعلیم پائی ہو۔ موجب تعجب ہو ہے۔

عبرت کا مقام انسان کے لئے معجزہ ہے۔ اور اس میں کچھ نقصان نہیں۔ کیونکہ نوشت و خواند سے معرفت و علم مقصود ہے۔ اور لکھنا پڑھنا اس کا آلہ اور واسطہ ہے۔ جس سے وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔ اور فی نفسہا مقصود نہیں ہے۔ اور جب ثمرہ و مقصود حاصل ہو جائے تو واسطہ اور سبب سے غنا ہوتی ہے۔ اور دوسروں میں ان پڑھ

ہونا نقصان ہے۔ کیونکہ وہ جہالت کا سبب اور کند ذہنی کی دلیل ہے۔ پس وہ خدا پاک ہے جس نے آپ کے معاملہ کو دوسروں کے معاملہ سے جدا کر دیا ہے۔ اور آپ کی شرافت میں دوسروں کا نقصان رکھا ہے۔ اور آپ کی زندگی میں آپ کے دشمنوں کی ہلاکت رکھی۔ دیکھو کہ آپؐ کے دل کا چاک کرنا اور اس میں سے ان کی پھٹکی نکالنا آپ کی پوری زندگی اور آپ کی ذات کی پوری قوت اور دل کا ثبوت تھا۔ اور یہ بات دوسروں میں ہلاکت کی انتہا ہے۔ ان کی موت و فنا کا تیقن ہے۔

اسی طرح اور امور کا حال سمجھ لو۔ مثلاً جو آپ کے اخبار و حالات ہیں آپ کا دنیا میں کم حصہ لینا۔ آپ کا لباس۔ کھانا۔ سواری۔ تواضع۔ اپنے کاموں کا خود کرنا۔ گھر کی خدمت کرنا۔ دنیا کی رغبت نہ کرنا۔ زہد اختیار کرنا۔ دنیا کی چھوٹی بڑی چیزوں میں برابری کرنا۔ کیونکہ یہ سب کچھ جلدی فانی ہونے والی ہیں۔ اور ان کے حالات جلد بدلنے والے ہیں۔ یہ سب امور آپ کے فضائل و شرافت میں سے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اب جو شخص ان کو ان موقعوں پر ذکر کرے۔ اور اس کے مطلوب کا قصد کرے تو بہتر ہو گا۔ اور جو ان امور کو اور طرح بیان کرے۔ اور اس سے اس کا برا قصد معلوم ہو۔ تو وہ ان فصلوں سے جا ملے گا۔ جن کا ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

ایسا ہی جو آپ کے اور باقی انبیاء علیہم السلام کے اخبار احادیث میں آئے ہیں۔ جن کے ظاہر الفاظ میں اشکال ہے۔ اور وہ ایسی باتوں کے مقتضی ہیں۔ کہ ان کے حال کے لائق نہیں۔ اور تاویل کے محتاج ہیں۔ ان میں احتمال رہتا ہے۔ تو ان میں صحیح حدیث کے علاوہ اور احادیث کا بیان کرنا ضروری نہیں۔ اور ان میں سے وہی روایات کی جائیں۔ جو کہ معلوم اور ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام مالکؒ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے ایسی حدیثوں کی روایت کرنے کو جو تشبیہ اور مشکل معنے کے وہم پیدا کرنے والی ہیں۔ مکروہ کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ لوگوں کو ایسی احادیث سنانے کو کونسی چیز بلاتی ہے۔ تو ان سے کہا گیا کہ ابن عجلان یہ احادیث بیان کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ وہ فقہا میں سے نہ تھے۔ اور کاش لوگ ایسی احادیث کے ترک میں امام مالکؒ کے موافق ہوتے۔ اور اس کے نہ ذکر کرنے

میں ان کی مدد کرتے۔ کیونکہ ان کے ماتحت عمل نہیں۔ یعنی عملی احادیث نہیں جو مفید ہوں (بلکہ عقائد کے متعلق ہیں۔ جن کے مجملاً" ماننے سے کفایت ہوتی ہے)

اور سلف کی ایک جماعت بلکہ ان سب سے منقول ہے۔ کہ وہ اس کلام کو مکروہ سمجھا کرتے تھے کہ جس پر عمل نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی ایک جماعت کے سامنے یہ احادیث بیان کی ہیں۔ جو کہ کلام عرب کا معنی سمجھتے تھے۔ وہ کلام کی حقیقت مجاز۔ استعارہ۔ بلاغت۔ ایجاز میں تصرف کیا کرتے تھے۔ اور ان کے حق میں یہ کلام مشکل نہ ہوتا تھا۔ پھر وہ لوگ آگئے۔ کہ جن پر عجمیت غالب تھی (یعنی باہر کے لوگ تھے) اور ان پر جہالت اور امی ہونے کا دخل تھا۔ وہ عرب کے مقاصد میں سے صرف ظاہری الفاظ کو سمجھا کرتے تھے۔ اور اس کے اشارات کی تحقیق تک جن کی غرض ایجاز (اختصار) رمز۔ بلاغت۔ اشارہ ہے نہ پہنچتے تھے۔ پھر وہ ان کی تاویل کرنے یا ان کے ظاہری معانی پر عمل کرنے میں مختلف و متفرق ہو گئے۔ ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لائے اور بعض منکر ہو گئے۔ لیکن ان میں سے وہ احادیث جو صحیح نہیں ضرور ہے کہ ان میں سے کسی کا ذکر نہ کیا جائے۔ نہ تو خدا تعالیٰ کے بارہ میں نہ اس کے انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں نہ وہ حدیثیں بیان کی جائیں۔ اور نہ ان کے معنے بہ تکلف بیان کئے جائیں۔ بہتر ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور نہ ان میں مشغول ہونا چاہئے۔ مگر ہاں اس طرح کہ ان کو یوں بیان کیا جائے۔ کہ ان کے راوی ضعیف ہیں۔ ان کے اسناد واہی ہیں۔ اور بلاشبہ مشائخ احادیث نے ابوبکر بن فورک پر اس کی کتاب مشکل الحدیث پر انکار کیا ہے۔ جو انہوں نے ان احادیث ضعیفہ موضوعہ پر کلام کیا ہے۔ جن کی نہ کوئی اصل ہے یا وہ اہل کتاب سے منقول ہیں۔ جو کہ حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اس کو ان احادیث کا چھوڑ دینا کافی تھا۔ اور اسی قدر کافی تھا۔ کہ ان کے ضعف پر خبردار کر دیتے۔ کیونکہ مشکل حدیث پر کلام کرنے کا یہ مقصود ہوا کرتا ہے۔ کہ اس کا اشتباہ جاتا رہے۔ اور اس کو اصل سے اکھیڑ دینا اشتباہ کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ اور نفس کو زیادہ تشفی ہوتی ہے۔

فصل ۹

ایسے شخص پر کہ ان امور میں کلام کرتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز ہیں اور جو ناجائز ہیں۔ اور اس شخص پر کہ جو آپ کے حالات کا بیان کرنے والا ہے جن کو ہم اس سے پہلے فصل میں بطریق یاد و تعلیم بیان کر چکے ہیں۔ یہ واجب ہے کہ وہ اپنے کلام میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے۔ آپ کے حالات بیان کرے۔ آپ کی واجبی توقیر و عظمت کا التزام کرے۔ اپنی زبان کے حالات کا خیال رکھے۔ اس کو مہمل نہ چھوڑے۔ آپ کے ذکر کے وقت ادب کی علامات اس پر ظاہر ہوں۔ اور جب آپ کی سختیوں کا جو آپ نے برداشت کی ہیں ذکر کرے۔ تو اس پر شفقت اور قلق اور آپ کے دشمن پر غصہ طاری ہو۔ اور اس بات کو دوست رکھے کہ اگر قدرت ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائے۔ اگر ممکن ہو تو آپ کو مدد دے۔ اور جب عصمت کے بارہ میں شروع ہو۔ اور آپ کے اعمال و اقوال میں کلام کرے۔ تو اچھے الفاظ و ادب عبارت کو تلاش کرے۔ جہاں تک ہو سکے برے الفاظ سے بچے۔ اور قبیح عبارت کو چھوڑے۔ جیسے جہل و کذب و معصیت کے الفاظ۔ اور جب آپ کے اقوال میں کلام کرے۔ تو یوں کہے کیا آپ پر قول و اخبار میں خلاف جائز ہے بخلاف اس کے کہ آپ سے سہو یا غلطی سے واقع ہو۔ اور اسی قسم کی عبارت لائے۔ اور جھوٹ کے لفظ سے تو بالکل پرہیز کرے۔ اور جب آپ کے علم میں کلام کرے۔ تو یوں کہے کہ کیا جائز ہے کہ آپ صرف اسی کو جانتے ہیں کہ جو آپ کو سکھلایا گیا ہو۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے پاس بعض باتوں کا علم نہ ہو۔ حتیٰ کہ آپ کی طرف وحی کی جائے۔ اور جہل کا لفظ نہ کہے۔ کیونکہ یہ لفظ برا ہے۔ اور جب آپ کے افعال میں کلام کرے تو کہے۔ کہ کیا آپ سے بعض حکموں اور ممنوع چیزوں کی مخالفت اور صغیرہ گناہوں کا واقع ہونا جائز ہے۔ پس اس قسم کے الفاظ اس قول کی نسبت کہ یوں کہے کہ آپ کا گناہ کرنا نافرمانی جائز ہے۔ کیا آپ ایسے گناہ کرتے تھے۔ بہت بہتر اور زیادہ ادب کا کلام ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر ہے۔

اور میں نے بعض حکما کو دیکھا ہے۔ کہ وہ اس امر سے محفوظ نہیں رہے۔ اور اس سے یہ بات بری سمجھی گئی ہے۔ اور اس میں اس کی عبادت کو میں بہتر نہیں سمجھتا اور میں نے بعض ناانصافوں کو پایا ہے۔ کہ وہ ایسے عالم پر افترا کرتا ہے۔ اور وہ بات اس پر لگاتا ہے جو اس نے نہیں کی۔ اس وجہ سے کہ اس نے عبارت میں حفظ مراتب کا خیال نہیں کیا۔ اور اس پر وہ طعن و تشنیع کرتا ہے۔ جس کا وہ انکار کرتا ہے۔ اور اس کے قائل کو کافر کہتا ہے (مطلب یہ کہ عبارت میں ادب تو چاہئے۔ لیکن زبردستی قائل کی نیت کے جو خلاف کافر کہہ دینا زیادتی اور ظلم ہے) اور جب اس طرح کی باتیں لوگوں کے درمیان ان کے آداب و حسن معاشرت و خطابات میں مستعمل ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے بارہ میں ان کا استعمال بڑا ضروری ہے۔ اور اس کے التزام کی زیادہ تاکید ہے۔ پس عبارتی خوبی کسی شے کو برا بناتی ہے یا اچھا بناتی ہے۔ اور اس کا لکھنا اور درست کرنا کسی امر کو بڑا بناتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان من البیان لسحرا" بیشک بعض بیان تو جادو ہوتا ہے۔

لیکن وہ باتیں کہ بطریق نفی یا آپ کو اس سے پاک سمجھنے کے لئے لایا ہو۔ تو اس عبارت کے لانے اور تصریح کرنے کا مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ یوں کہے کہ آپ پر کسی قسم کا جھوٹ کہنا۔ اور آپ سے کسی طرح سے کبیرہ گناہوں کا صدور اور کسی حال میں آپ کا حکم میں ظلم کرنا بالکل جائز نہیں۔ لیکن باوجود اس کے آپ کی توقیر۔ عظمت۔ عزت کا ظہور۔ جبکہ آپ کا صرف ذکر کیا جائے واجب ہے۔ چہ جائیکہ ایسی باتوں کے ذکر کے وقت اور بلاشبہ سلف کا یہ حال تھا۔ کہ ان پر صرف آپ کے ذکر کے وقت سخت حالات ظاہر ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے دوسری قسم میں بیان کئے ہیں۔

اور بعض سلف قرآن شریف کی آیات پڑھتے وقت جن میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کا اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو خدا کی آیات کے منکر ہیں اور اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اس کا التزام کیا کرتے تھے۔ پس ایسے وقت ان آیات کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ کہ جس سے اپنے رب کی تعظیم۔ اس کا جلال۔ کافروں کے سبب سے ڈر ظاہر ہو۔

دوسرا باب

اس شخص کے حکم و عذاب کے بارہ میں کہ جو آپ کو گالی دیتا ہے آپ کا عیب بیان کرتا ہے۔ آپ کو تکلیف دیتا ہے اور اس کی توبہ و وراثت کا ذکر

فصل ا

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گالی اور تکلیف ہے۔ اور ہم نے علماء کا اجماع ایسے شخص کے قتل پر ذکر کیا ہے کہ جو ایسی باتیں بکے اور کہے۔ اور امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولی دے۔ اور اس پر ہم نے دلائل بیان کئے ہیں۔

اب جان لے کہ امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں اور سلف و جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اس کو بطور حد کے قتل کیا جائے نہ بطور کفر کے۔ اگر اس سے توبہ کا اظہار ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ اس پر اصرار کرے تو کافر ہو گا) اس لئے ان کے نزدیک اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس کی توبہ نفع نہ دے گی۔ نہ اس کا رجوع مفید ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس قول میں اس کا حکم زندیق کا اور اس شخص کا ہے جو کہ کفر کو دل میں رکھے۔ اور خواہ اس کی توبہ اس قول کے موافق اس پر قدرت اور گواہی کے بعد ہو یا وہ اپنی طرف سے توبہ کرتا ہوا آئے۔ کیونکہ یہ واجبی حد ہے جیسی اور حدود ہیں۔

شیخ ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ جب وہ گالی کا اقرار کرے۔ اور اس سے توبہ کر جائے۔ تو توبہ کا اظہار کرے تو گالی کے باعث اس کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ یہی اس کی سزا ہے۔ اور ابو محمدؒ بن ابی زید بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ لیکن اس میں اور خدائے تعالیٰ میں اس کی توبہ نفع دے گی۔

ابن سحنون کہتے ہیں کہ جس نے موحدین میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی پھر اس نے اس سے توبہ کی۔ تو اس کی توبہ اس کے قتل کو دور نہ کرے گی۔ اور

ایسا ہی زندیق کے بارہ میں اختلاف کیا گیا ہے۔ جبکہ توبہ کر کے آئے۔

قاضی ابوالحسن بن قصار کے اس میں دو قول ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے مشائخ میں سے بعض تو کہتے ہیں۔ کہ اس کے اقرار کے ساتھ اس کو میں قتل کر ڈالوں گا۔ کیونکہ وہ قادر تھا کہ اپنے آپ کو چھپائے۔ لیکن جب اس نے اقرار کر لیا تو ہم نے گمان کیا کہ وہ اپنے حال کے ظاہر ہونے سے ڈر گیا۔ اس لئے اس نے اظہار کی جلدی کی۔

اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ کیونکہ میں اس کی صحت پر اس کے آنے سے استدلال کرتا ہوں۔ گویا ہم اس کے باطن پر واقف ہو گئے۔ بخلاف اس شخص کے کہ جس کو دلیل نے مقید کر دیا ہے۔ قاضی ابوالفضل کہتے ہیں کہ یہ قول اصبغ کا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گالی دینے والے کا مسئلہ بڑا سخت ہے۔ اس میں اصل گذشتہ پر خلاف متصور نہیں۔ کیونکہ یہ حق ہے۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اور آپ کی امت کا حق بھی آپ کے باعث ہے۔ اس کو توبہ ساقط نہیں کرتی۔ جیسا کہ باقی لوگوں کے حقوق ہیں۔

اور جب زندیق اپنے پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے۔ تو امام مالکؒ اور لیث و اسحٰقؒ و احمدؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قبول کی جائے گی۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے۔

ابن المنذر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس سے توبہ لی جائے گی۔

محمد بن سحنون کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے سے کوئی مسلمان توبہ کرے۔ تو اس سے قتل دور نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نہیں گیا۔ اور اس نے ایک ایسا ہی کام کیا ہے۔ کہ جس کی حد ہمارے نزدیک قتل ہے۔ اس میں کسی کے لئے معافی نہیں ہے۔ جیسے زندیق۔ کیونکہ وہ ایک ظاہر امر سے دوسرے ظاہر کی طرف منتقل نہیں ہوا۔

اور قاضی ابو محمدؒ بن نصر اس کی توبہ کے ساقط الاعتبار ہونے پر یہ دلیل بیان کرتے

ہیں۔ کہ اس میں اور اس شخص میں جو کہ خدائے تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔ اور مشہور قول میں اس سے توبہ لی جائے یہ فرق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں۔ اور انسان ایک جنس ہے۔ کہ جس کو نقصان پیش آتا ہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ نبوت کے ساتھ عزت دے۔ اور اللہ تعالیٰ تو تمام عیبوں سے قطعاً" پاک ہے۔ وہ ایسی جنس نہیں کہ جس کو اپنی جنس کے ساتھ نقصان لاحق ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی ارتداد کی طرح نہیں۔ جس میں توبہ مقبول ہوتی ہو۔ کیونکہ ارتداد کا ایسا معنی ہے کہ جس کے ساتھ مرتد تنہا ہے۔ اس میں کسی اور آدمی کا حق نہیں۔ اس لئے اس کی توبہ قبول کی گئی۔ اور جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو اس میں آدمی کا حق متعلق ہو گیا۔ اور وہ اس مرتد کی طرح ہو گیا۔ جو کہ مرتد ہونے کے وقت کسی کو قتل کر ڈالے۔ یا کسی پاک دامن کو زنا کی گالی نکالے۔ کیونکہ بلاشبہ اس کی توبہ اس سے قتل اور قذف کی حد کو ساقط نہیں کرتی۔

اور یہ بھی ہے۔ کہ مرتد کی توبہ جب قبول کی جاتی ہے۔ تو اس کے گناہوں زنا و چوری وغیرہ کو ساقط نہیں کرتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اس معنی کو کہ آپ کی عزت کی بڑائی اور اس سے نقصان کو دور کرنے کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے اس کو توبہ ساقط نہیں کرتی۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ وہ اس بات کا اس لئے ارادہ کرتا ہے۔ کہ اس کی گالی ایسے لفظ سے نہیں کہ کفر کا مقتضی ہو۔ لیکن معنے عیب و خفت کے ہے یا اس لئے کہ اس کی توبہ اور اس کے رجوع کے اظہار سے اس کفر کا نام ظاہر میں جاتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس پر گالی کا حکم باقی رہتا ہے۔

ابو عمران قابسی کہتے ہیں۔ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ پھر اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی۔ کیونکہ بلاشبہ گالی آدمیوں کے حقوق میں سے ہے۔ جو مرتد سے ساقط نہیں ہوتے۔ اور ہمارے ان مشائخ کا کلام اس قول پر مبنی ہے۔ کہ اس کو بطور حد کے قتل کیا جائے گا۔

نہ بطور کفر کے۔ اور یہ تفصیل کا محتاج ہے۔

لیکن ولید بن مسلم کی روایت پر جو امام مالکؒ اور ان لوگوں سے ہے جو ان کے موافق ہیں۔ جن کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کے اکثر اہل علم قائل ہوئے ہیں۔ سو بیشک انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ یہ ارتداد ہے۔ ان سب نے کہا ہے۔ کہ اس سے توبہ لی جائے گی۔ اگر وہ توبہ کر گیا۔ تو اس کو سزا دی جائے گی۔ اور اگر انکار کرے تو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کو اس وجہ میں مطلقاً مرتد کا حکم کیا جائے گا۔ اور درجہ اول زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور ہم اس میں مفصل کلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس شخص نے اس کو ارتداد نہیں کہا۔ تو وہ اس میں قتل کو حد کے طور پر واجب کہتا ہے۔ اور اس کو ہم دو فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ یا تو وہ اس امر کا انکار کرتا ہے کہ جس پر اس کی گواہی دی گئی ہے۔ یا اس سے پھرنے اور توبہ کا اظہار کرتا ہے۔ تب ہم اس کو حد کے طور پر قتل کریں گے۔ کیونکہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کلمہ کفر اور آپ کی اس عزت کی جو خدائے تعالیٰ نے آپ کے حق میں کی ہے حقارت ثابت ہو چکی ہے۔ اور ہم نے اس کی میراث وغیرہ میں زندیق کا حکم جاری کیا ہے۔ جبکہ اس پر ظاہر ہو جائے۔ اور وہ انکار کرے یا توبہ کرے۔ اگر یوں کہا جائے کہ تم اس پر کفر کیونکر ثابت کرتے ہو۔ بحالیکہ اس پر کلمہ کفر کی گواہی دی گئی ہے۔ اور اس پر کفر کا حکم جاری نہیں کرتے۔ کہ اس سے توبہ وغیرہ طلب کی جائے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اگرچہ ہم قتل کرنے میں اس پر کافر کا حکم ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس پر ہم کو یقین نہیں۔ کیونکہ وہ توحید و نبوت کا اقرار کرتا ہے۔ اور جو اس پر گواہی دی گئی ہے۔ اس کا انکار کرتا ہے یا اس کا یہ گمان ہے۔ کہ یہ اس سے خطا ہو گئی ہے۔ اور گناہ ہوا ہے۔ اور یہ کہ وہ اس سے باز رہتا ہے۔ اس پر شرمندہ ہے۔ اور یہ کوئی منع نہیں۔ کہ بعض اشخاص پر کفر کے بعض احکام ثابت کئے جائیں۔ اگرچہ اس کی خصوصیات ثابت نہ ہوں جیسے کہ تارک نماز کا قتل۔ لیکن جس کی نسبت یہ علم ہو جائے کہ اس نے آپ کو اعتقاداً حلال جان کر گالی دی ہے۔ تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ علیٰ ہذا اس کی گالی دل میں

دینا کفر ہے۔ جیسے کہ آپ کو جھوٹا یا کافر کہے۔ پس یہ باتیں ایسی ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اس کو قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اس سے توبہ کرے۔ کیونکہ بلاشبہ ہم اس کی توبہ قبول نہ کریں گے۔ اور اس کو توبہ کے بعد بطور حد کے قتل کریں گے۔ کیونکہ وہ گالی دے چکا ہے۔ اور پہلے کفر کر چکا ہے۔ اس کے بعد اس کا معاملہ اللہ تعالٰی کے ساتھ ہے۔ جو اس کی صحت توبہ پر مطلع ہے۔ اس کے دل کا عالم ہے۔ اور علیٰ ہذا وہ شخص ہے جو کہ توبہ کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور جو اس پر گواہی دی گئی ہے۔ اس کا وہ اقرار کرتا ہے۔ اس پر پختہ ہے۔ سو وہ اپنی بات سے کافر ہے۔ اور اس کو حلال جاننے کی وجہ سے اللہ تعالٰی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک حرمت کرتا ہے۔ اس کو بلاخلاف کافر جان کر قتل کیا جائے گا۔ پس اسی تفصیل پر علماء کے کلام کو سمجھ۔ ان کی مختلف عبارات کو ان کے حجت لانے میں محمول سمجھ۔ ان کے اختلافات کو ورثہ وغیرہ میں ایسی ترتیب پر جاری کر۔ کہ ان کے مطالب تم کو واضح ہو جائیں۔ انشاء اللہ تعالٰی۔

فصل ۲

جب ہم نے کہا کہ اس سے توبہ لی جائے۔ کہ وہ صحیح ثابت ہو۔ تو اس میں وہی اختلاف ہے کہ جو مرتد کی توبہ میں اختلاف ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور سلف نے اس کے وجوب و کیفیت مدت میں اختلاف کیا ہے۔ جمہور اہل علم ادھر گئے ہیں۔ کہ مرتد سے توبہ لی جائے۔ اور ابن قصار نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول توبہ لینے میں بہت اچھا ہے۔ ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ اور یہی قول حضرت عثمان و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور یہی عطاء بن ابی رباح نخعی ثوری مالک اور ان کے شاگرد اور اوزاعی شافعی احمد اسحٰق اور اصحاب رائے (رحمۃ اللہ علیہم) کہتے ہیں۔

اور طاؤس عبید بن عمیر حسن بصری رحمہم اللہ ایک روایت میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اسی کو عبدالعزیز بن ابی سلمہ کہتے ہیں۔ اور اس کو معاذؓ سے

اور سحنون نے معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کا انکار کیا ہے۔ اس کو طحاویؒ نے ابو یوسفؒ سے بیان کیا ہے۔ اور یہی اہل ظاہر کا قول ہے۔ یہ سب کہتے ہیں کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ مفید ہو گی۔ لیکن اس کا قتل موقوف نہ ہو گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنے دین کو بدل ڈالے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔

اور عطاء سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ اسلام میں پیدا ہوا تھا۔ تو اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اور غیر اسلامی سے یعنی اس سے کہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اور بعد میں اسلام میں داخل ہوا۔ توبہ لی جائے۔

اور عطاء سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ اسلام میں پیدا ہوا تھا۔ تو اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اور اسلامی سے یعنی اس سے کہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اور بعد میں اسلام میں داخل ہوا۔ توبہ لی جائے۔

اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ مرتد مرد اور عورت اس میں برابر ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے اور اس کو لونڈی بنایا جائے۔ یہی عطا قتادہؒ وہ کہتے ہیں۔

اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عورتوں کو مرتد ہونے سے قتل نہ کیا جائے۔ اور یہی ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ آزاد غلام مذکور مؤنث اس میں برابر ہیں۔

توبہ کی مدت جمہور کے نزدیک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اس سے تین دن تک توبہ نہ لی جائے۔ ان دنوں تک اس کو قید رکھا جائے۔ اور اس میں حضرت عمرؓ سے اختلاف ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا ایک قول ہے۔ اور یہی احمد و اسحٰق کا قول ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے پسند کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ انتظار بدون تاخیر کے نہیں ہوا کرتا۔ لیکن اس پر جمہور نہیں ہیں۔

شیخ ابو محمد بن ابی زید کہتے ہیں۔ کہ تاخیر سے تین دن کا ارادہ کرتے ہیں۔

امام مالکؒ کہتے ہیں۔ کہ میں مرتد کے بارہ میں جس پر عمل کرتا ہوں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ اس کو تین دن قید رکھا ہے۔ اور ہر دن اس پر توبہ

پیش کی جائے۔ اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

ابوالحسن قصار" کہتے ہیں کہ تین دن کی تاخیر میں امام مالک" سے دو روایت ہیں۔ کیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے۔ اصحاب رائے نے تین دن تک اس سے توبہ لینا اور تاخیر کرنا اچھا کہا ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت سے توبہ لی۔ اس نے توبہ نہ کی۔ تو اس کو قتل کر دیا۔

اور امام شافعی رحمتہ اللہ نے ایک دفعہ توبہ کرنے کو کہا ہے۔ اور کہا کہ اگر توبہ نہ کرے۔ تو اسی جگہ قتل کیا جائے۔ اس کو مزنی نے اچھا سمجھا ہے۔

زہری" کہتے ہیں کہ اس کو اسلام کی دعوت تین مرتبہ دی جائے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو قتل کیا جائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو ماہ تک اس سے توبہ لی جائے۔ اور نخعی" کہتے ہیں کہ ہمیشہ اس سے توبہ لی جائے۔ اور اسی کو سفیان ثوری" نے لیا ہے۔ جب تک کہ اس کی توبہ کی امید کی جائے۔

اور ابن قصار" نے ابو حنیفہ" سے روایت کی ہے کہ اس کو تین دن تک تین دفعہ توبہ کرائی جائے یا تین جمعہ تک ہر جمعہ کو ایک دفعہ۔

اور امام محمد" کی کتاب میں ابوالقاسم سے مروی ہے کہ مرتد کو اسلام کی طرف تین دفعہ بلایا جائے۔ پھر وہ انکار کرے تو اس کی گردن ماری جائے۔ اور اس میں اختلاف ہے۔ کہ توبہ کے دنوں میں اس کو جھڑکا جائے یا اس پر سختی کی جائے تاکہ توبہ کرے یا نہ کی جائے۔

امام مالک" کہتے ہیں۔ کہ مجھے توبہ لینے میں اس کو درد پہنچانا اور پیاسا رکھنا معلوم نہیں۔ اور کھانا وہ دیا جائے جو اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

اور اصبغ کہتے ہیں کہ توبہ کے دنوں میں اس کو قتل کا ڈر سنایا جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے۔

اور ابوالحسن طابشی کی کتاب میں ہے کہ ان دنوں میں اس کو وعظ سنایا جائے۔ اور

جنت کا ذکر کیا جائے۔ دوزخ سے ڈرایا جائے۔

اصبغ کہتے ہیں۔ کہ جس قید خانہ میں اس کو قید کیا جائے خواہ اور لوگوں کے ساتھ مقید رکھا جائے یا اکیلا۔ اور مضبوط باندھا جائے برابر ہے۔ اور اس کا مال جبکہ اس امر کا خوف ہے کہ وہ مسلمانوں پر تلف کر دے گا۔ موقوف رکھا جائے۔ اسی سے اس کو کھلایا اور پلایا جائے۔ اور ایسا ہی اس کو برابر توبہ دی جائے۔ جتنی دفعہ رجوع کرے اور مرتد ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشبہ بنہاں سے جو چار دفعہ مرتد ہو گیا تھا۔ توبہ لی۔ یہی امام شافعیؒ و احمدؒ کا قول ہے۔

ابن وہب امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جتنی دفعہ وہ اسلام سے پھرے برابر اس سے توبہ لی جائے۔ یہی امام شافعیؒ و احمد کا قول ہے۔ اور اس کو ابن القاسم نے کہا ہے۔

اسحق کہتے ہیں۔ کہ چوتھی دفعہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور اصحاب رائے کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ چوتھی دفعہ توبہ نہ کرے۔ تو اس کو بدوں توبہ قتل کیا جائے۔ اور اگر توبہ کرے تو اس کو دردناک مارا جائے۔ اور قید خانہ سے جب تک اس پر توبہ کا اثر عجز نہ ہو نکالا نہ جائے۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ ہم کسی کو نہیں جانتے۔ کہ جس نے مرتد کو پہلی دفعہ ہی جب وہ مرتد ہوا ہو سزا دی ہو۔ یہی مذہب امام شافعیؒ و ابو حنیفہؒ کوفی کا ہے۔

فصل ۳

(یہ اس کا حکم ہے کہ جس پر یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ جس کا ثبوت اقرار یا سچے گواہوں سے ہوا ہو۔ جن پر کوئی طعن نہ ہوا ہو) لیکن وہ شخص جس پر یہ بات ثابت نہ ہوئی ہو۔ بلکہ ایک شخص نے یا غیر معتبر لوگوں نے گواہی دی ہو۔ یا اس کا قول ثابت تو ہوا ہے۔ لیکن اس میں احتمال ہے۔ کہ وہ صاف طور پر نہیں۔ اور ایسا ہی اگر اس نے توبہ کر لی۔ اس قول کے موافق جو اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ تو ایسے شخص سے

قتل موقوف ہو گا۔ اور اس پر امام کا اجتہاد جاری ہو گا۔ جو ان امور کے لحاظ کے مطابق ہو گا۔ اس کی شہرت کیسی ہے۔ اس پر گواہی زبردست ہے یا ضعیف۔ اس سے اکثر دفعہ یہ بات سنی گئی ہے۔ کیا اس کی ظاہری حالت یہ ہے کہ وہ دین میں متہم ہے۔ کیا وہ بے وقوفی اور مسخرہ پن میں مشہور ہے۔ اب جس کا معاملہ زبردست ہو اس کو سخت سزا دے گا۔ یعنی سنگین قید خانہ زنجیروں میں سخت جکڑ دینا جہاں تک اس کی طاقت کی انتہا ہے۔ اتنا ہے کہ ضرورت کے لئے کھڑے ہونے کو نہ روکے۔ اس کو نماز کے قیام سے نہ بٹھا دے۔ اور یہی ہر اس شخص کا حکم ہے کہ جس پر قتل واجب ہے۔ لیکن اس کے قتل کو دوسرے معنے کے لحاظ سے موقوف رکھائے۔ جو کہ اس کو ضروری بناتا ہے۔ اور اس کے معاملہ میں تاخیر کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مشکل اور مانع ہے۔ جس کو اس کا حال متقاضی ہے۔ سزا میں سختی کے حالات اس کے حال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جایا کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ ولید نے امام مالکؒ و اوزاعی سے روایت کی ہے۔ کہ یہ ارتداد ہے۔ اور جب توبہ کرے تو سزا دی جائے۔

اور کتاب منیبہ اور کتاب محمدؒ میں اشہب کی روایت سے امام مالکؒ کی یہ روایت ہے۔ کہ جب مرتد توبہ کرے۔ تو اس پر سزا نہیں ہے۔ اس کو سحنون نے کہا ہے۔

اور ابو عبداللہ بن عتاب نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اور اس پر دو گواہوں نے گواہی دی۔ ان دونوں میں سے ایک عادل گواہ تھا۔ یہ فتویٰ دیا تھا۔ کہ اس کو سزا دی جائے جو دردناک ہو۔ اور رنج دہ ہو۔ اور لمبی قید ہو۔ حتیٰ کہ اپنی توبہ ظاہر کرے۔ قابسی نے اسی طرح کہا ہے۔

اور جس شخص کا آخری معاملہ قتل ہو۔ پھر کوئی مانع آجائے۔ جو اس کے قتل میں اشکال پیدا کر دے۔ تو اس کو قید سے چھوڑنا نہ چاہئے۔ بلکہ دیر تک قید میں رکھنا چاہئے۔ اگرچہ اس کی اتنی مدت ہو کہ وہ اس مدت تک نہ ٹھہر سکے۔ اور اس پر زنجیر اس قدر ڈالے جائیں کہ وہ اٹھا سکے۔ اور اسی طرح اس شخص کے بارہ میں اس نے کہا ہے کہ جس کا معاملہ مشکل ہو جائے۔ تو اس کو زنجیروں میں سخت باندھا جائے۔ اور اس کو قید خانہ کی سنگین سزا دی جائے۔ یہاں تک کہ اس کا حال معلوم ہو جائے۔ کہ

اس پر کیا واجب ہے (سزا یا قتل یا چھوڑ دینا)

اور دوسرے ایسے مسائل ہیں۔ اسی طرح کہا ہے۔ اور سوائے کھلی بات کے خون نہیں کئے جاتے۔ اور بے وقوفوں کے لئے کوڑوں اور قید خانہ کی سزا ہوتی ہے۔ اور سخت سزا دی جایا کرتی ہے۔ اور جس پر دو گواہوں کے سوا اور کوئی گواہ ثابت نہ ہو۔ اور مجرم نے ان دونوں کی عداوت ثابت کر دی یا ایسی جرح کی کہ جس سے ان دونوں کی گواہی ساقط ہو جائے۔ اور یہ بات ان دونوں کے سوا اور کسی سے نہیں سنی گئی۔ تو ایسے شخص کا معاملہ خفیف ہے۔ کیونکہ اس سے یہ حکم ساقط ہو جائے گا۔ اور گویا کہ اس پر ایسے شخص کی نسبت کہ وہ اس کا لائق ہو گواہی نہیں دی گئی۔ مگر اس صورت میں کہ وہ مجرم اس کے لائق ہے۔ اور گواہ مشہور ہوں۔ پھر ان دونوں کی گواہی کو عداوت کی وجہ سے ساقط کرتا ہے۔ سو اگرچہ ان دونوں کی گواہی سے اس پر حکم جاری نہ ہو گا۔ لیکن ان کی سچائی یہ بدظنی دور نہ کرے گی۔ اور حاکم کے لئے اس کی سزا دینے میں اجتہاد کا موقعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رہنمائی کا مالک ہے۔

فصل ۴

یہ تو مسلمان کا حکم ہے۔ لیکن ذمی جب آپ کی گالی کی تصریح کرے یا اشارہ کرے یا آپ کی عزت کو ہلکا سمجھے یا اس وجہ کے بغیر جس سے وہ کافر ہے۔ آپ کی تعریف کرے۔ تو ہمارے نزدیک اس کے قتل میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر وہ مسلمان نہیں ہوا۔ کیونکہ ہم نے اس کو ذمہ یا عہد اس پر نہیں دیا۔ یہی قول جمہور علماء کا ہے۔ مگر ابو حنیفہؒ و ثوریؒ اور ان دونوں کے مقلد کوفہ والے یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ جو اس پر شرک ہے۔ وہی بہت بڑا ہے۔ لیکن اس کو سزا دی جائے۔ اور تعزیر لگائی جائے۔

ہمارے بعض اساتذہ نے اس کے قتل پر اس آیت سے دلیل لی ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (پ ۱۰ ع ۸)

ترجمہ :۔ اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔

اور اس سے بھی دلیل لائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اشرف وغیرہ کو قتل کیا تھا۔ اور اس لئے ہم نے ان کو عہد و ذمہ اس پر نہیں دیا۔ اور یہ ہمیں جائز نہیں کہ ان کے ساتھ ایسا کریں۔ اور پھر جبکہ وہ کام کریں کہ جس کا ان کو عہد و ذمہ نہیں دیا گیا۔ تو بلاشبہ انہوں نے ذمہ کو توڑ ڈالا۔ اور وہ کفار اہل حرب بن گئے۔ کہ وہ کفر کی وجہ سے قتل کئے جائیں گے۔

اور یہ بھی ہے۔ کہ ان کا ذمہ ان سے حدود و اسلام کو ساقط نہیں کرتا۔ یعنی مسلمانوں کے مالوں کی چوری میں ہاتھ کاٹنا۔ اور ان میں سے جس کو قتل کریں ان کو قتل کر ڈالنا۔ اگرچہ یہ ان کے نزدیک حلال ہو۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے میں ان کو قتل کیا جائے گا۔ اور ہمارے اصحاب کے ظاہر اقوال ایسے بھی آئے ہیں۔ کہ اس کے خلاف ہیں۔ جبکہ ذمی اس وجہ کو بیان کرے۔ جس وجہ سے وہ کافر ہے۔ تم عنقریب اس پر ابن القاسم اور ابن سحنون کے کلام سے اس کے بعد واقف ہو گے۔

ابو المصعب نے اس میں اپنے اصحاب سے جو مدنی ہیں اختلاف کیا ہے۔ جبکہ آپ کو گالی دے۔ اور پھر اسلام لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا اسلام اس قتل کو ساقط کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے پہلے کفریات کو باطل کر دیتا ہے۔ بخلاف مسلمان کے جبکہ آپ کو گالی دے۔ پھر توبہ کرے۔ کیونکہ ہم یقیناً" کافر کے باطن کو جانتے ہیں کہ وہ آپ سے بغض رکھتا ہے۔ اور دل سے آپ کا عیب کرتا ہے۔ لیکن ہم نے اس کو ظاہر کرنے سے منع کر دیا ہے۔ پس اس نے صرف یہی امر زیادہ کیا ہے۔ کہ حکم کے برخلاف اس کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور عہد کو توڑا ہے۔ اور جب وہ اپنے پہلے دین سے لوٹ کر اسلام کی طرف آگیا۔ تو اس کی پہلی باتیں ساقط ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (پ ۹ ع ۱۹)

ترجمہ :۔ تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا۔

اور مسلمان اس کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کے باطن سے اس کے ظاہر کا گمان کیا تھا۔ اور اس وقت اس کے برخلاف ظاہر ہوا ہے۔ پس اس کے بعد اس کا رجوع قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ہم کو اس کے باطن پر اطمینان نہیں۔ جبکہ اس کی باطنی باتیں ظاہر ہو گئیں۔ اور جو اس پر احکام ثابت ہیں۔ وہ اس پر باقی ہیں۔ ان کو کسی چیز نے ساقط نہیں کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ ذمی گالی دینے والے کا اسلام اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے جو اس پر واجب ہے۔ کیونکہ اس نے آپ کی عزت کو توڑا ہے۔ اور اس نے آپ کو عیب لگانے کا قصد کیا ہے۔ پس اس کا اسلام کی طرف رجوع کرنا ایسے امر کے ساتھ نہیں ہوا کہ قتل کو ساقط کر دے جیسا کہ اس پر مسلمانوں کے حقوق اسلام سے پہلے واجب تھے۔ یعنی قتل اور قذف (یعنی قصاص اور حد قذف) اور جب ہم مسلمانوں کی توبہ نہیں قبول کرتے (جبکہ وہ حضور کو گالی دے بلکہ قتل کرتے ہیں) تو کافر کی توبہ بطریق اولیٰ اقتل ہے۔ (مگر اس پر شارح نے اعتراض کیا ہے)

امام مالکؒ نے کتاب ابن حبیب اور مبسوط میں اور ابن القاسم ابن ماجشون ابن عبدالحکم اصبغ نے اس شخص کے بارہ میں کہ جو اہل ذمہ میں سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی انبیاء علیہم السلام کو گالی دے۔ کہا ہے کہ قتل کر دیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اس کو ابن القاسم نے عتبیہ میں کہا ہے۔ اور یہ محمدؒ اور ابن سحنون کے نزدیک ہے۔ سحنون اور اصبغ کہتے ہیں کہ یہ نہ کہا جائے کہ تو مسلمان ہو جا۔ اور نہ یہ کہے کہ تو اسلام نہ لا۔ لیکن اگر وہ مسلمان ہو گیا۔ تو یہ اس کی توبہ ہے۔

اور کتاب محمدؒ میں ہے۔ کہ ہم کو اصحاب مالکؒ نے خبر دی۔ کہ امام مالکؒ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا کسی اور نبیؑ کو مسلمان ہو یا کافر۔ قتل کیا جائے۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اور امام مالکؒ سے ہم

کو روایت پہنچی ہے مگر یہ کہ کافر مسلمان ہو جائے۔

اور ابن وہب نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک راہب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ تو ابن عمرؓ نے کہا کہ تم نے اس کو کیوں قتل نہ کیا۔

اور عیسٰی نے ابن قاسم سے اس ذمی کے بارہ میں کہ جس نے یہ کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف رسول ہو کر نہیں آئے۔ وہ تو تمہاری طرف ہی بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارا نبی تو موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ اور اس قسم کی باتیں کرے۔ یہ روایت کی ہے کہ اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے کفر پر ثابت رکھا ہے (کہ ان پر جزیہ لگا دیا ہے) لیکن اگر اس نے گالی دی پھر کہا کہ وہ نبی نہیں یا رسول نہیں یا ان پر قرآن نازل نہیں ہوا۔ اور وہ تو ان کی بناوٹی باتیں ہیں یا اس قسم کی اور باتیں کہے۔ تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

ابن القاسم کہتے ہیں جبکہ نصرانی نے یہ کہا کہ ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ تمہارا دین گدھوں کا دین ہے۔ اور اس قسم کی بکواس کی۔ یا مؤذن کو سنا کہ وہ کہتا ہے۔ اشهد ان محمداً رسول الله۔ پھر اس نے کہا کہ ایسا ہی تم کو خدائے تعالیٰ دیتا ہے۔ پس اس میں سزا دردناک ہے۔ اور لمبی قید ہے کہا۔ لیکن اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی گالی دی جو مشہور ہے۔ تو بیشک اس کو قتل کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔ اس کو امام مالکؒ نے کئی دفعہ کہا ہے۔ اور یہ نہیں کہا کہ اس سے توبہ لی جائے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک اس کے قول کا محل یہ ہے۔ کہ اگر وہ خوشی سے مسلمان ہو گیا۔ سلیمان بن سالم کے سوالات میں جو ابن سحنون سے کیے تھے ایک سوال یہ تھا کہ یہودی نے مؤذن سے جبکہ وہ تشہد کہے اگر یہ کہا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ اس کو سخت سزا دردناک دی جائے۔ اور دیر تک قید رکھا جائے۔

اور نوادر میں سحنون کی روایت امام مالکؒ سے ہے۔ کہ جس یہود یا نصرانی نے بغیر اس وجہ کے کہ جس سے وہ کافر بنے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو گالی دی تو اس کی گردن

اڑائی جائے۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

محمدؒ بن سحنون کہتے ہیں کہ یوں کہا جائے کہ تم نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے سے کیوں قتل کیا۔ حالانکہ اس کے دین میں آپ کو گالی دینا اور آپ کو جھٹلانا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ہم نے ان کو اس بات کا عہد نہیں دیا۔ اور نہ اس کا کہ وہ ہم کو قتل کر ڈالیں۔ ہمارے مال چھین لیں اور جب اس نے ہم میں سے کسی کو قتل کر ڈالا تو ہم اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ اگرچہ اس کے دین میں ہمارا قتل حلال ہے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ظاہر ہو جائے (تو اس کو قتل کر ڈالیں گے)

سحنون کہتے ہیں کہ جس طرح اگر اہل حرب ہم کو اس شرط پر جزیہ دیں۔ کہ وہ آپ کی گالی پر ثابت رہیں گے۔ تو ہم کو یہ شرط کرنا کسی قول کے مطابق جائز نہیں۔ ایسا ہی ان میں سے جو شخص آپ کو گالی دے کر نقض عہد کرے (تو جائز نہیں) اور ہم کو اس کا خون کرنا حلال ہے۔ اور جیسا کہ گالی دینے والے کا اسلام اس کو قتل سے نہیں بچاتا۔ ایسا ہی اس کا ذمی ہونا نہیں بچاتا۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے جو کچھ ابن سحنون نے اپنی اور اپنے باپ کی طرف سے ذکر کیا ہے۔ ابن القاسم کے قول کے مخالف ہے۔ کہ اس نے اس امر میں کہ وہ کافر ہیں۔ ان سے سزا کی تخفیف کی ہے۔ پس اس کو سوچ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان روایتوں کے برخلاف ہے جو کہ مدینہ والوں سے مروی ہیں۔

ابو مصعب زہری نے کہا ہے کہ میرے پاس ایک نصرانی لایا گیا۔ تو اس نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے۔ کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پسند کیا ہے۔ پھر میرے سامنے اس کے بارہ میں اختلاف پیدا ہوا (مگر) میں نے اس کو اتنا مارا کہ قتل کر ڈالا یا (وہ مارنے کے بعد) ایک دن رات زندہ رہا۔ میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو پاؤں سے کھینچے اور کوڑے پر ڈال دے۔ پھر اس کو کتے کھا گئے۔

اور ابو مصعب سے ایک نصرانی کی نسبت پوچھا گیا۔ کہ اس نے یہ کہا تھا کہ عیسیٰؑ نے محمدؐ کو پیدا کیا۔ تو جواب دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

ابن القاسم نے کہا کہ ہم نے امام مالکؒ سے ایک نصرانی کی نسبت جو کہ مصر میں ہے اس پر یہ گواہی دی گئی ہے۔ کہ وہ یہ کہتا ہے کہ محمد مسکین تم کو خبر دیتا ہے۔ کہ وہ جنت میں ہو گا۔ اس کا کیا حال ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو فائدہ نہ پہنچا سکے۔ کیونکہ کتے اس کی پنڈلیوں کو کھاتے تھے۔ اگر وہ اس کو قتل کر ڈالتے۔ تو لوگ اس سے راحت پاتے۔ (اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ مِنْ كَلِمَاتِهِ الْخَبِيْثَةِ لَعَنَهُ اللّٰهُ) امام مالک نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس کی گردن اڑائی جائے (میرے نزدیک ایسے خبیث کو طرح طرح کے عذاب سے قتل کیا جائے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو اس بارہ میں کوئی کلام نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر میں نے خیال کیا۔ کہ اس میں میں خاموش نہیں رہ سکتا۔

ابن کنانہ مبسوط میں کہتے ہیں۔ جو یہودی یا نصرانی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ تو میں حاکم کو یہ مناسب رائے دیتا ہوں۔ کہ اس کو آگ میں جلا دے۔ اور اگر چاہے تو قتل کر ڈالے۔ پھر اس کے جسم کو جلا دے۔ اور اگر چاہے تو اس کو زندہ جلا دے۔ جبکہ آپ کی گالی میں مبالغہ کرے۔

اور بیشک مصر سے امام مالکؒ کی طرف لکھا گیا۔ اور ابن القاسم کا پہلا مسئلہ ذکر کیا جو گذر چکا ہے۔ تو ابن القاسم نے کہا کہ محمدؒ کو امام مالکؒ نے حکم دیا۔ اور میں نے لکھ دیا۔ کہ اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس کی گردن ماری جائے۔ میں نے لکھ کر پھر کہا یا ابا عبداللہ آپ لکھیں۔ کہ پھر اس کو آگ میں جلایا جائے۔ تو انہوں نے فرمایا وہ اس لائق ہے اور بہت ہی لائق ہے۔ تب میں نے ان کے سامنے یہ لکھ دیا۔ تو انہوں نے اس کا انکار نہ کیا۔ اور نہ اس پر عیب لگایا۔ اور وہی فتویٰ بھیجا گیا۔ اور اس کو قتل کر دیا گیا اور جلایا گیا (الحمد اللہ علیٰ ذالک)

اور عبیداللہ بن یحییٰ اور ابن لبابہ نے ہمارے اندلسی متقدمین اصحاب کی جماعت میں اس نصرانیہ عورت کے قتل کے بارہ میں فتویٰ دیا تھا۔ جس نے کہ پکار کر خدا کی ربوبیت اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹے ہونے سے انکار کر دیا تھا (اس میں ایک خبط ہے) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلایا تھا۔ اور یہ کہا تھا۔ کہ اسلام قبول کرے تو

اس سے قتل معاف کیا جائے گا۔ اور متاخرین میں سے بہت سے علماء نے یہی کہا ہے جن میں سے قابسی اور ابن کاتب ہیں۔

اور ابوالقاسم بن جلاب نے اپنی کتاب میں کہا ہے۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے گا۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی۔

قاضی ابو محمدؒ نے اس ذمی کے بارہ میں کہ آپ کو گالی دے پھر اسلام لائے۔ دو روایتیں بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسلام کے لانے سے اس سے حد ساقط کی جائے۔ اور (دوسری روایت یہ ہے) کہا ابن سحنون نے کہ حد قذف وغیرہ بندوں کے حقوق میں سے ہے۔ ذمی کا اسلام حد کو ساقط نہیں کرتا۔ اس سے صرف حقوق اللہ ساقط ہوتے ہیں۔ اور حد قذف تو بندوں کا حق ہے۔ خواہ یہ حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو یا اور کسی کا۔ پس اس نے ذمی پر جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ پھر اسلام لے آئے۔ حدقذف کو واجب کہا ہے۔ لیکن یہ غور کی بات ہے۔ کہ اس پر کیا چیز واجب ہے۔ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس پر حدقذف واجب ہے۔ اور وہ قتل ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اوروں سے بڑھ کر ہے یا یہ کہ اس کے اسلام کی وجہ سے قتل تو ساقط ہے۔ لیکن اس کو اسی درے لگائے جائیں اس کو سوچو۔

فصل ۵

اس شخص کی میراث کے بارہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ اور اس کے غسل اور اس پر نماز کا حکم۔

علماء کا اس شخص کی میراث میں اختلاف ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔ سحنون اس طرف گئے ہیں کہ اس کی میراث مسلمانوں کو دی جائے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے۔ جو کہ زندیق کے کفر کے مشابہ ہے۔

اور اصبغ نے کہا ہے کہ اس کی میراث اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گی۔ اگر وہ

اس کو چھپاتا تھا۔ اور اگر وہ ظاہر کرتا تھا تو بھی اس کی میراث مسلمانوں کو ملے گی۔ اور ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے توبہ نہ لی جائے گی۔

ابوالحسن قابسی کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ قتل کیا جائے گا بحالیکہ وہ گواہی کا منکر تھا جو اس کے برخلاف دی گئی ہے۔ پس اس کی میراث میں حکم اس بنا پر ہے کہ جو اس کے اقرار سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اس کے وارثوں کے لئے۔ اور قتل ایک حد ہے جو اس پر ثابت ہے۔ اس کو میراث سے کچھ تعلق نہیں۔ علیٰ ہذا۔ اگر وہ گالی دینے کا اقرار کرے اور توبہ کو ظاہر کرے۔ تو ضرور قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ وہی اس کی حد ہے۔ اور اس کی میراث اور باقی اس کے احکام میں اسلام کا حکم ہے۔ اور اگر گالی کا اقرار کرے اور اس پر اصرار کرے اور توبہ سے انکار کرے اور اس پر وہ قتل کیا جائے تو کافر ہو گا۔ اس کی میراث مسلمانوں کو ملے گی نہ اس کو غسل دیا جائے گا۔ اور اس کے جسم کو مٹی میں یوں دفن کیا جائے گا کہ جس طرح کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

شیخ ابوالحسنؒ کا قول پکارنے والے اصرار کرنے والے میں ظاہر ہے۔ جس میں اختلاف ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ کافر مرتد ہے جس نے توبہ نہیں کی اور اس سے باز رہا۔ اور یہ اصبغ کے قول کی طرح ہے علیٰ ہذا۔

کتاب سحنون میں اس زندیق کے بارہ میں ہے کہ جو اپنے قول پر اصرار کرتا رہا ہو۔ اور اسی طرح ابن القاسم کا متیبہ میں قول ہے۔ اور امام مالکؒ کے اصحاب کی ایک جماعت کا قول کتاب ابن حبیب میں اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے اپنے کفر کا اعلان کیا ہے۔ ایسا ہی ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ اس کے مسلمان اس کے مال کے وارث نہ ہوں گے۔ اور نہ وہ بے دین لوگ جن کی طرف وہ مرتد ہوا ہے۔ اس کی وصیتیں اور آزاد کرنا جائز نہیں۔ اس کو اصبغ نے کہا ہے اس پر اس کو قتل کیا جائے۔ یا وہ مر جائے۔

ابو محمد زید کہتے ہیں کہ صرف اس زندیق کی میراث میں اختلاف ہے کہ جو توبہ کو ظاہر کرے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ لیکن وہ شخص جو سرکش ہو تو اس میں

کوئی اختلاف نہیں۔ کہ اس کا ورثہ اس کے وارثوں کو نہ دیا جائے گا۔

اور ابو محمدؒ نے اس شخص کے بارہ میں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی نکالی ہو۔ پھر وہ مر گیا ہو۔ اور اصبغ نے ابن القاسم سے کتاب ابن حبیب میں اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا یا ایسے دین کا اعلان کیا کہ جس سے اسلام کو چھوڑ دے۔ تو بلاشبہ اس کی میراث مسلمانوں کو ملے گی۔ اور امام مالکؒ کے قول کے موافق ربیعہ امام شافعیؒ۔ ابو ثور۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے۔ کہ مرتد کی میراث مسلمانوں کو ملے گی۔ اور امام احمدؒ سے اس میں اختلاف ہے۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ اور ابن مسعود ابن المسیب حسن شعبی عمر بن عبدالعزیز حکم اوزاعی۔ لیث۔ اسحٰق۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ اس کے ورثا اس کے وارث ہوں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس مال میں ہے کہ اس نے مرتد ہونے سے پہلے کمایا تھا۔ اور جو مال اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا تھا وہ مسلمانوں کو ملے گا۔ اور ابوالحسنؒ کی تفصیل اپنے باقی جواب میں عمدہ اور ظاہر ہے۔ اور یہ اصبغ کی رائے کے موافق ہے۔ اور سحنون کے قول کے مخالف۔ اور ان دونوں کا اختلاف امام مالکؒ کے دونوں قولوں کے مطابق زندیق کی میراث میں ہے۔ پس کبھی تو اس کے مسلمان وارثوں کو وارث بناتا ہے خواہ اس کے برخلاف گواہی قائم ہوئی ہو۔ اور اس نے اس کا انکار کیا ہے۔ خواہ اس کا اقرار کیا ہے۔ اور توبہ ظاہر کی ہے۔ اس کو اصبغ و محمد بن مسلمہ اور اس کے بہت سے شاگردوں نے کہا ہے کیونکہ وہ اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔ اور گالی کا انکار کرتا ہے یا توبہ کرتا ہے۔ اس کا حکم ان منافقوں کا سا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔

اور ابن نافع نے اس سے کتاب حبیب اور کتاب محمدؒ میں روایت کی ہے کہ اس کی میراث مسلمانوں کی جماعت کو ملے گی۔ کیونکہ اس کا مال اس کے خون کے تابع ہے۔ اور ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت اس کی قائل ہوئی ہے اور اس کو اشہب اور عبدالملک محمد سحنون نے کہا ہے۔ ابن قاسم حبیب میں اس طرف گیا ہے کہ اگر وہ اپنی اس گواہی کا جو اس پر پڑی گئی ہے اقرار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے (اور اس کی توبہ قبول

نہ ہو) پھر قتل کیا جائے۔ تو اس کا ورثہ وارثوں کو نہ ملے گا۔ اور اگر اقرار نہ کیا۔ حتیٰ کہ مرگیا یا قتل کیا گیا تو اس کا ورثہ تقسیم ہو گا۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہر اس شخص کا حال ہے۔ کہ جو کفر کو چھپائے کیونکہ اسلام کی وراثت کی طرح وراثت پاتے ہیں۔

ابوالقاسم بن کاتب سے ایسے نصرانی کی بابت پوچھا گیا۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے۔ پھر اس کو قتل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے مال کے وہ لوگ وارث ہیں جو اس کے اہل دین ہیں یا مسلمانوں کو دیا جائے گا تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا ورثہ مسلمانوں کو دیا جائے گا۔ اور یہ میراث کے طور پر نہیں۔ اس لئے کہ دو مذہب والوں میں میراث نہیں ہوتی۔ لیکن اس لئے کہ یہ مال ان کے غنیمت میں سے ہے۔ کیونکہ اس نے عہد کو توڑ ڈالا ہے۔ اور اس کے قول کا یہ مطلب اور اختصار ہے۔

تیسرا باب

اس شخص کے حکم کے بارہ میں جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور اس کی کتابوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہارؓ اور آپ کی بیویوںؓ اور آپؐ کے اصحابؓ کو گالی دے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والا کافر ہے۔ اور اس کا خون حلال ہے۔ اور اس سے توبہ لینے میں اختلاف ہے۔

ابن القاسم نے مبسوط میں کہا ہے اور کتاب ابن سحنون و محمدؒ میں ہے اور ابن القاسم نے امام مالکؒ سے کتاب اسحٰق بن یحییٰ میں اس کو روایت کیا ہے۔ کہ جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے۔ مگر یہ کہ وہ خدا پر افترا کے طور پر کسی دین کی طرف پھر جائے۔ جس کو اس نے مان لیا ہے اور ظاہر کیا ہے۔ تب اس سے توبہ لی جائے۔ اور اگر اس کو ظاہر نہ کرے تو توبہ نہ لی جائے۔ اور مبسوط میں مطرف اور عبدالملکؒ نے اسی طرح کہا ہے۔

اور مخزومی محمد بن مسلمہ ابن ابی حازم نے کہا ہے۔ کہ مسلمان گالی کے سبب جب تک اس سے توبہ لی جائے۔ قتل نہ کیا جائے۔ علیٰ ہذا یہودی و نصرانی کا حال ہے۔ اگر وہ کر لیں۔ تو ان کی توبہ قبول ہو گی۔ اگر توبہ نہ کریں تو قتل کیے جائیں گے۔ اور توبہ لینی ضروری ہے۔ اور یہ سب ارتداد کی طرح ہے۔ اس کو قاضی ابن نصر نے امام مالکؒ کے مذہب سے بیان کیا ہے۔

ابو محمد بن زید نے ایک فتویٰ دیا ہے۔ جو ان سے ایسے شخص کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس نے ایک مرد کو لعنت کی اور اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) لعنت کی۔ اور پھر کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ شیطان کو لعنت کروں۔ لیکن میری زبان پھسل گئی۔ ابو محمدؒ نے یہ کہا۔ کہ اس کو اس کے ظاہر الفاظ کفر پر قتل کیا جائے۔ اس کا عذر نہ سنا جائے۔ لیکن اس میں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وہ معذور ہو گا (بشرط صدق) قرطبہ کے فقہا ہارون بن حبیب کے مسئلہ کے بارہ میں مختلف ہوئے۔ وہ عبدالملک فقیہ کا بھائی تھا۔ وہ

بد خلق اور تنگ دل اور بڑا بے صبر تھا۔ اس پر اس کے برخلاف کئی شہادتیں گذری تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس نے ایک مرض سے صحت پانے کے بعد کہا۔ کہ میں اس بیماری میں اس حد تک پہنچ گیا تھا۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو قتل کر ڈالتا۔ تو میں اس تمامی بیماری کا مستحق نہ ہوتا۔ پس ابراہیم بن حسین بن خالد نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

اور اس بات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو رو ظلم کی نسبت ہے اور اس میں اشارہ بھی تصریح کی طرح ہے۔ اور اس کے بھائی عبدالملک بن حبیب اور ابراہیم بن حسین بن عاصم اور سعید بن سلیمان قاضی نے اس کے قتل کی معافی کا فتویٰ دیا۔ لیکن قاضی نے اس پر مناسب سمجھا۔ کہ اس کو قید سخت میں ڈالا جائے۔ اور سخت سزا دی جائے۔ کیونکہ اس کے کلام میں احتمال ہے۔ اور شکایت کی طرف پھیر سکتے ہیں۔

اب جو شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے سے توبہ لی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف کفر اور ارتداد ہے۔ اس کے ساتھ غیر اللہ کا حق متعلق نہیں ہوا۔ پس یہ اس کے مشابہ ہے کہ کفر کا قصد ہے۔ بغیر اس کے کہ خدائے تعالیٰ کو گالی دے۔ اور اس کا دوسرے دینوں کی طرف جانے کا قصد ہے۔ جو کہ اسلام کے مخالف ہیں۔ اور ترک طلب توبہ کی وجہ یہ ہے کہ جب اس سے گالی کا اظہار اسلام کے بعد پہلی ہی نکلی ہے۔ تو ہم نے اس کو متہم سمجھا۔ اور گمان کیا کہ اس کی زبان جب ہی گالی بولی ہے کہ وہ اس کا معتقد تھا۔ کیونکہ اس میں کوئی تساہل نہیں کیا کرتا۔ پس اس کا حکم زندیق کا حکم ہے۔ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ اور جب ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھر گیا۔ اور گالی کو ارتداد کے طور پر ظاہر کیا تو اس نے جتلایا۔ کہ میں نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی۔ بخلاف پہلے شخص کے کہ وہ اسلام کا پابند ہے۔ اور اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ جس سے اکثر علماء کے مشہور مذہب کے موافق توبہ لی جائے گی۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس کے فصول میں خلاف کا ذکر کر دیا ہے۔

فصل ا

اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں منسوب کرتا ہے کہ جو اس کو لائق نہیں۔ وہ گالی و ارتداد کے طریق کی ہیں۔ نہ ان میں کفر کا قصد ہے۔ لیکن بطریق تاویل و اجتہاد و خطا کے ہیں۔ جو کہ خواہش نفسانی اور بدعت کی طرف لے جاتی ہیں۔ یعنی تشبیہ یا کسی عضو سے موصوف کرنا یا کسی صفت کمال کی نفی کرنا۔ سو یہ وہ امر ہے۔ کہ جس کے قائل نہ معتقد کے کفر میں سلف و خلف کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور اس کے شاگردوں کا اس میں اختلاف ہے۔ اور جب وہ اپنا ایک الگ گروہ بنالیں۔ تو ان کے قتل میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اس میں بھی اختلاف نہیں۔ کہ ان سے توبہ لی جائے۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں تو بہتر ورنہ قتل کئے جائیں۔ اور صرف اس شخص میں ہی اختلاف ہے۔ جو کہ ان میں سے اکیلا ہے۔ پس اکثر قول امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا یہ ہے کہ ان کو نہ کافر کہا جائے نہ قتل کیا جائے۔ ان کو سخت سزا دی جائے۔ اور دیر تک قید رکھا جائے۔ یہاں تک کہ ان کو رجوع ظاہر ہو۔ ان کی توبہ معلوم ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ (یہ شخص صبیغ بن شریک قرآن کے مشکل متشابہ آیات کے درپے رہتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سزا دی تھی۔ اور لوگوں کو اس کے میل جول سے منع کر دیا تھا۔ ۱۲ کذا فی الشرح)۔ اور یہی قول محمد بن مواز کا خوارج اور عبدالملک بن ماجشون کے بارہ میں ہے۔ اور تمام اہل ہوا کے بارہ میں یہی قول سحنون کا ہے۔ اور موطا میں امام مالکؒ کے قول کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ جس کو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز اور ان کے دادا و چچا سے قدریہ کے بارہ میں ان کے قول روایت کئے ہیں۔ کہ ان سے توبہ کریں تو بہتر ورنہ قتل کئے جائیں۔

اور عیسیٰ بن قاسم نے اہل ہوا کے بارہ میں یعنی اباضیہ و قدریہ وغیرہ میں جو کہ اہل سنت و الجماعت کے مخالف اور اہل بدعت ہیں۔ کتاب اللہ کی تاویل کر کے تحریف کرتے ہیں۔ کہا ہے کہ ان سے توبہ لی جائے۔ اس امر کو وہ ظاہر کریں یا چھپائیں۔ اگر وہ توبہ کریں تو بہتر ورنہ قتل کئے جائیں۔ (تاویلوں سے توبہ لی جائے ورنہ قتل کئے

جائیں) اور ان کی میراث ان کے وارثوں کے لئے ہو گی۔ اور اسی پر عمر بن عبدالعزیز نے عمل کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن القاسم نے بھی کتاب محمدؒ میں اہل قدر وغیرہ کے بارہ میں کہا ہے۔ کہا کہ ان کی توبہ اس طرح لی جائے۔ کہ ان سے یوں کہا جائے۔ تم ان باتوں کو چھوڑ دو۔ جس پر تم ہو۔

اسی طرح مبسوط میں اباضیہ و قدریہ و تمام بدعتیوں کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کو اس لئے قتل کیا گیا ہے کہ ان کی رائے بری ہے۔ اور اسی پر عمر بن عبدالعزیز نے عمل کیا ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ کہ جس نے یہ کہا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بات نہیں کی۔ اس سے توبہ لی جائے۔ اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

اور ابن حبیب وغیرہ ہمارے اصحاب ان کو اور ان جیسوں کو یعنی خوارج قدریہ مرجیہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور سحنون سے بھی اسی طرح اس شخص کے بارہ میں مروی ہے۔ جس نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ بیشک وہ کافر ہے۔ امام مالکؒ سے اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔

ابو مسر مروان بن محمد طاہریؒ نے شامیوں کی روایت میں تو مطلقاً ان کو کافر کہا ہے۔ اور ان سے قدری شخص کو لڑکی نکاح کر دینے کے بارہ میں مشورہ لیا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اس سے نکاح مت کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ۔ یعنی بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے۔

اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ سب اہل ہوا و بدعت کافر ہیں۔

اور امام مالکؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی شے کی تعریف کی ہاتھ کی یا سمع کی یا آنکھ کی۔ تو اس کا وہی عضو قطع کیا جائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس سے تشبیہ دی۔ (حالانکہ وہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ہے)۔

اور امام نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔

اور ابن نافع کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ اس کو درے لگائیں اور مارا جائے۔ اور قید کیا جائے۔ حتیٰ کہ توبہ کرے۔

اور بشر بن بکر تینسی کی امام مالکؒ سے یہ روایت ہے کہ اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس کو توبہ قبول نہ کی جائے۔

قاضی ابو عبداللہ برنکانی قاضی ابو عبداللہ تستری عراقی آئمہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا جواب مختلف ہے۔ جو شخص عالم ہے اور لوگوں کو اس طرف بلانے والا ہے۔ اس کو قتل کیا جائے۔ اور اسی اختلاف کی بنا پر اس کا قول ان کے پیچھے نماز لوٹانے میں (یعنی اگر پڑھی جائے۔ تو آیا پھر لوٹائیں یا نہیں) مختلف ہے۔

ابن المنذر نے امام شافعیؒ سے بیان کیا ہے۔ کہ قدری سے توبہ لی جائے۔ اور اکثر سلف کے اقوال ان کی تکفیر میں ہیں۔

اور ان آئمہ میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے۔ لیث ابن عیینہ۔ ابن لہیعہ ہیں۔ اور ان سے یہ بات اس شخص کے بارہ میں مروی ہے۔ کہ جس نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ اس کو ابن المبارک سے اور اودی۔ (منسوب بہ قبیلہ اود جس کا نام عثمان بن الحکم تھا۔ کذافی الشرح)۔ وکیع۔ حفص بن غیاث۔ ابو اسحٰق۔ فزاری۔ ھشیم علی بن عاصم وغیرہ نے کہا ہے۔ اور یہی قول اکثر محدثین و فقہاء و متکلمین کا ان کے خوارج و قدریہ و گمراہ اہل ہوا اور بدعتی تاویلیوں کے بارہ میں ہے۔ یہی قول احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ ایسا ہی ان لوگوں کے بارہ میں کہا ہے کہ ان اصول میں توقف یا شک کرتے ہیں (پہلے کو واقفہ اور دوسرے کو شاک کہتے ہیں)۔

اور وہ لوگ جن سے دوسرا مطلب مروی ہے۔ کہ ان کی تکفیر نہ کی جائے یہ ہیں۔ علی بن ابی طالبؓ۔ ابن عمر۔ حسن بصری رضی اللہ عنہم۔ اور یہی رائے ایک جماعت فقہاء اہل نظر اور متکلمین کی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین نے اہل حرورا (خارجی) اور قدریہ کے مردوں کا ورثہ ان کے وارثوں کو دلایا تھا۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا تھا۔ اور ان پر اسلام کے احکام جاری کئے تھے۔

قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے قدریہ اور سب بدعتیوں کے بارہ میں جو

یہ کہا ہے کہ ان سے توبہ لی جائے ورنہ قتل کئے جائیں۔ اس لئے کہا ہے کہ وہ زمین میں فساد کرتے ہیں۔ جیسا کہ باغیوں کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ اگر بادشاہ کی رائے ہو۔ تو ان کو قتل کر ڈالے۔ اگرچہ وہ کسی کو قتل نہ کریں۔ اور باغی کا فساد تو مالوں اور دنیا کی ضروریات میں ہے۔ اگرچہ کبھی امر دین میں بھی ہوتا ہے۔ یعنی حج اور جہاد کے راستہ میں اور بدعتیوں کا بڑا فساد دین میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دنیا کے معاملہ میں اس طرح ہوتا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں میں عداوت پھیلاتے ہیں۔

فصل ۲

(متاولین کے کافر بنانے میں محقق بات)

ہم نے سلف کے مذہب بیان کئے ہیں۔ جنہوں نے ان لوگوں کو کافر کہا ہے۔ جو بدعتی اہل نفسانیت اور تاویلیہ ہیں۔ جو ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ وہ ان کو کفر تک پہنچادے۔ اور اس کے قائل کو اگر علم ہو جائے۔ تو وہ ایسی بات نہ کہے جو اس کو کفر تک لے جائے۔ اور ان کے اختلاف کی وجہ سے فقہا و متکلمین اس بارہ میں مختلف ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو تکفیر کو صواب کہا ہے۔ جس کے جمہور سلف قائل ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے ان کو نکالنا نہیں چاہتے۔ اور یہی قول اکثر فقہا و متکلمین کا ہے یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ فاسق گنہگار گمراہ ہیں۔ ہم ان کو مسلمان کا ورثہ دلاتے ہیں۔ ان کے لئے مسلمانوں کے احکام جاری کرتے ہیں۔ اس لئے سحنون کہتے ہیں کہ جو ان کے پیچھے نماز پڑھ لے اس پر اس کا اعادہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہی قول امام مالکؒ کے شاگردوں کا ہے۔ (ان میں سے) مغیرہ ابن کسانہ اشہب ہیں۔ سحنون کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ اور اس کا گناہ اس کو اسلام سے نہیں نکالتا۔ اور دوسرے لوگ اس میں متردد ہیں۔ اور تکفیر و اسلام کے قول میں توقف کرتے ہیں۔

اور امام مالکؒ کے اس میں دو قول مختلف ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اس کو دوبارہ لوٹانے میں وہ توقف کرتے ہیں۔ اسی طرف قاضی ابوبکر امام اہل تحقیق

د حق گئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ مسئلہ مشکل ہے۔ کیونکہ قوم نے لفظ کی تصریح نہیں کی اور انہوں نے ایک ایسی بات تو ضرور کہہ دی ہے۔ کہ جو کفر تک لے جاتی ہے۔ اور اس مسئلہ میں اس کا قول اپنے امام مالکؒ کے قول کی طرح متردد ہے۔ یہاں تک کہ قاضی مذکور نے اپنے قول میں یہ کہا ہے۔ کہ ان لوگوں کی رائے میں کہ جنہوں نے ان کو تاویلی کافر کہا ہے۔ ان کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں۔ اور نہ ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔ ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔ ان کے ورثہ میں اسی طرح اختلاف ہے۔ جیسے مرتد کی میراث میں۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم ان کی میراث ان کے مسلمان وارثوں کو دلاتے ہیں۔ اور ان کو ہم مسلمان کا وارث نہیں بناتے۔ اور قاضی کا اکثر میلان اس کے انجام کی وجہ سے ترک کفر کی طرف ہے۔

اور اسی طرح اس میں اس کے شیخ ابو الحسن اشعری کا قول ہے۔ اس کا اکثر قول یہ ہے کہ تکفیر نہ کی جائے۔ اور یہ کہ کفر تو ایک ہی خصلت ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی جہالت ہو۔ اور ایک دفعہ کہا کہ جس نے اس امر کا اعتقاد کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے یا مسیح ہے یا اس شخص کو جو اس کو راستہ میں ملے کہے کہ وہ خدا ہے۔ وہ عارف نہیں (بلکہ جاہل ہے) وہ کافر ہے۔

اسی طرح ابو لمعالی رحمتہ اللہ نے اپنے ان جوابوں میں کہ جو ابو محمد عبدالحق کو دیئے تھے گئے ہیں۔ اس نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ تو انہوں نے یہ عذر کیا تھا کہ اس (تکفیر و عدم تکفیر) میں سخت غلطی ہو جاتی ہے۔

اور محققین نے کہا ہے کہ اہل تاویل کی تکفیر سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ نمازیوں موحدوں کے خون کو حلال کر دینا خطرناک امر ہے۔ اور ہزار کافر کے ترک میں خطا کر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ ایک مسلمان کا خون بہایا جائے۔ اور بیشک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب لوگوں نے شہادت کا کلمہ پڑھ لیا۔ تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیا۔ مگر ان کے حق کے باعث (ان کو قتل کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ پس شہادت کے ساتھ ان کا بچاؤ یقینی ہے۔ اور یہ حکم دفع نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کا خلاف مباح ہو سکتا ہے۔ مگر اسی صورت میں کہ کوئی قطعی

دلیل ہو۔ اور شرع و قیاس سے کوئی اس کا قاطع نہیں۔ اور باب تکفیر میں جو احادیث کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہ تاویل طلب ہیں۔ اب جو بعض احادیث میں قدریہ کے کفر کی تصریح آئی ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ اسلام میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔ اور رافضیوں کو مشرک فرمانا ان پر لعنت کرنی اور ایسا ہی خوارج وغیرہ اہل ہوا کے بارہ میں جو آیا ہے۔ سو ان سے تکفیر کرنے والے حجت لاتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ بلاشبہ یہی الفاظ کافروں کے سوا اوروں میں (یعنی گنہگار مسلمانوں میں) آئے ہیں۔ بطریق مبالغہ و زجر کے (حالانکہ وہ کافر نہیں) اور یہ کفر کفر سے کم درجہ کا ہے۔ اور یہ شرک شرک سے کم درجہ کا ہے۔

اور اسی طرح والدین اور خاوند کی نافرمانی اور جھوٹ اور بہت سے گناہوں کے بارہ میں آیا ہے۔ اور جبکہ دونوں امروں کا احتمال ہے۔ تو ان میں سے ایک پر بدوں قطعی دلیل کے یقین نہیں ہو سکتا۔ اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ خارجی بہت برے لوگ ہیں۔ اور یہ صفت کفار کی ہے۔ اور فرمایا کہ آسمان کے نیچے یہ برا گروہ ہے۔ وہ شخص خوش ہے جو ان کو قتل کرے یا اس کو وہ لوگ قتل کریں۔ اور فرمایا کہ جب تم ان کو پاؤ تو قتل کر ڈالو جیسے عاد کا قتل ہوا تھا۔ اور اس سے وہ شخص دلیل لیتا ہے جو ان کو کافر کہتا ہے۔

دوسرا اس کو یہ جواب دیتا ہے کہ ان کو قتل کر دینے کا صرف اس لئے حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے برخلاف لڑنے کو نکلے تھے۔ ان سے باغی ہوئے تھے۔ اور اس کی دلیل اسی حدیث میں ہے کہ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے۔ پس ان کا یہاں پر قتل کرنا ایک حد ہے نہ کفر اور عاد کا ذکر بھی قتل و حلال کی تشبیہ کے لئے نہ مقتول کے لئے اور جس شخص کے قتل کا حکم دیا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کے کفر کا بھی حکم دیا جائے۔ اور اس کے معارض حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اسی حدیث میں کہ آپ مجھ کو اجازت دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس کی گردن ماروں۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ شاید یہ نمازی ہو۔ پھر اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حجت لائیں۔ یقرؤن القرآن لا یجاوز حنا جرهم وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان

کے گلے سے نہ اترے گا۔

اور ایسا ہی آپ کا فرمان کہ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّہْمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ اِلَیْہِ حَتّٰی یَعُوْدَ السَّہْمُ عَلٰی فُوْقِہٖ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کہ تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف نہ لوٹیں گے۔ یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ۔ جس طرح تیر گوبر اور خون سے نکل جاتا ہے۔

یہ سب اس کی دلیل ہے۔ کہ اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسروں نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا معنی کہ ان کے گلوں سے قرآن نہ اترے گا یہ ہے کہ اپنے دلوں سے اس کے معنی نہ سمجھیں گے۔ اور اس کے لئے ان کے سینے نہ کھلیں گے۔ اور ان کے اعضاء اس کے عامل نہ ہوں گے۔ اور ان سے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ساتھ معارضہ کرتے ہیں۔ اور جھگڑا کیا جائے گا۔ تیر کے بارہ میں (یعنی اس پر خون یا گوبر ہے یا نہیں) اور یہ اس کے حال میں شک ظاہر کرتا ہے۔

اور اگر ابو سعید خدری کے قول سے حجت لائیں جو اس حدیث میں ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ یَخْرُجُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اس امت میں نکلیں گے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ اس امت سے نکلیں گے۔ اور ابو سعید نے اس لفظ کی تصحیح کی ہے۔ اور اس کو ضبط کیا ہے۔

تو دوسروں نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ امت میں کہنا اس کی تصریح کا متقاضی نہیں۔ کہ وہ امت سے نہیں بخلاف لفظ من کے کہ وہ بعض کے لئے اور ان کی امت میں سے ہونے کے لئے آتا ہے۔

اس کے علاوہ ابوذرؓ۔ علیؓ۔ ابو امامہؓ وغیرہم سے اس حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ یَخْرُجُ مِنْ اُمَّتِیْ وَسَیَکُوْنُ مِنْ اُمَّتِیْ میری امت میں سے اور عنقریب میری امت میں سے نکلیں گے۔ اور یہ اس کی تصریح ہے کہ وہ امت میں سے ہوں گے۔ اور معانی

کے حروف مشترک ہوتے ہیں۔ پس لفظ فی سے ان کی امت سے نکلنے کا۔ اور لفظ من سے اس میں داخل کرنے کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

لیکن ابو سعید رضی اللہ عنہ نے جو اس لفظ سے تنبیہ کا ارادہ کیا بہت اچھا کیا۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم فقہ اور معانی کی تحقیق۔ استنباط و تہذیب الفاظ و روایت کے احتیاط میں وسیع علم رکھتے تھے۔ یہ مذہب اہل السنۃ کے معروف و مشہور ہیں۔ ان کے سوا اور فرقوں (شیعوں معتزلہ وغیرہ) کے اقوال اس میں بہت ہیں۔ لیکن مضطرب رکیک ہیں۔ ان میں سے صواب کے زیادہ قریب محمد بن بشیب کا قول ہے کہ اللہ کا کفر اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔ اور اس کے فعل میں ظلم کہتا ہے۔ اس کی خبر کو جھوٹی کہتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور جس نے کسی شے کو قدیم ثابت کیا جو اللہ نہیں ہے وہ بھی کافر ہے۔

اور بعض متکلمین کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے کہ اصل کو پہچانتا ہے۔ اور اس پر بنا کرتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ہے وہ بھی کافر ہے۔ اور اگر وہ اس باب میں سے نہیں۔ تو وہ فاسق ہے مگر یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو۔ کہ جو اصول نہیں پہچانتے۔ اب وہ خطاکار ہے کافر نہیں۔

اور عبید اللہ بن حسن عنبری اس طرف گئے ہیں کہ اصول دین میں مجتہدین کے اقوال صواب پر ہیں۔ جن کی تاویل ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس بارہ میں امت کے تمام فرقوں سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا تمام اس پر متفق ہیں۔ کہ اصول دین میں حق ایک ہے۔ اور خطاکار اس میں گنہگار۔ عاصی۔ فاسق ہے۔ اور صرف اس کی تکفیر میں اختلاف ہے۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے عبید اللہ کے قول کی طرح داؤد اصبہانی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک قوم نے ان دونوں (داؤد عنبری) سے بیان کیا ہے۔ کہ ان دونوں نے یہ بات ہر شخص کے بارہ میں کہی ہے کہ جس کے حال سے اللہ تعالیٰ نے طلب حق میں اس کی وسعت معلوم کر لی ہے۔ وہ ہمارے مذہب میں سے ہو یا غیر کے مذہب میں سے۔ اور کہا ہے کہ اسی طرح جاحظ اور ثمامہ کا قول اس امر میں ہے کہ بہت سے

عوام اور عورتیں اور بے وقوف لوگ اور یہود و نصاریٰ کے مقلدین وغیرہم پر خدا کی حجت نہیں۔ کیونکہ ان کی طبیعتیں ایسی نہیں۔ کہ جن سے وہ استدلال کر سکیں۔
اور امام غزالیؒ بھی اسی روش کے قریب کتاب تفرقہ میں گئے ہیں (لیکن شارحؒ نے اس کی تردید کر دی ہے۔ اور امام غزالیؒ کی اس سے برات ثابت کی ہے) اور ان سب امور کا قائل کافر ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے۔ کہ جو شخص نصاریٰ و یہود میں سے کسی کو کافر نہیں کہتا۔ اور یا جو شخص مسلمانوں کے دین کو چھوڑتا ہے یا ان سب کی تکفیر میں توقف یا شک کرتا ہے کافر ہے۔
قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ شریعت و اجماع ان کے کفر پر متفق ہیں۔ اور جو شخص اس میں توقف کرتا ہے۔ اس نے نص اور آیات کو جھٹلایا یا اس میں شک کیا اور اس میں تکذیب یا شک کافر ہی سے ہوتا ہے۔

فصل ۳

اس بیان میں کہ اقوال کفر کون سے ہیں۔ اور جن میں توقف ہوتا ہے یا اختلاف ہوتا ہے۔ اور جو کفر نہیں۔
جان لے کہ اس فصل کی تحقیق اور اس میں شبہ کے دور کرنے کا محل شرع ہے۔ اس میں عقل کی مجال نہیں۔ اس میں فرق واضح یہ ہے۔ کہ جو کلام ایسا ہے کہ صاف طور پر ربوبیت یا وحدانیت کی نفی کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت یا اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کی تصریح کرے۔ تو وہ کفر ہے۔ جیسے دہریوں کے اقوال اور تمام وہ فرقے کہ دو معبودوں کو مانتے ہیں۔ جیسے دیصانیہ (دیصانیہ ایک مجوسی تھا جو کہ نور کو حی اور ظلمت کو میت کہتا تھا)۔ مانویہ (جو مانی حکیم طبع ہیں۔ وہ نور کو خالق خیر اور ظلمت کو خالق شر کہتا تھا۔ اور نبوت کا مدعی تھا) اور ان کے مشابہ جو کہ صابئین و نصاریٰ و مجوس ہیں۔ اور وہ لوگ کہ بتوں یا فرشتوں یا شیطانوں یا آفتاب یا ستاروں یا آگ یا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی وجہ سے مشرک ہیں۔ یعنی مشرکین عرب اہل ہند و چین و سوڈان وغیرہم جو کسی کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ علیٰ ہذا قرامطہ۔

اصحاب حلول تناسخ یعنی باطنیہ۔ طیارہ (یہ رافضیوں کا فرقہ ہے جو جعفر طیار کی اولاد کی طرف منسوب ہے جس کا نام عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار ہے)۔ روافض اور جناحیہ۔ بیانیہ۔ غرابیہ۔ اسی طرح وہ لوگ کہ جو خدا کی معبودیت اور وحدانیت کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ زندہ نہیں یا قدیم نہیں۔ اور وہ محدث ہے یا اس کی شکل ہے یا اس امر کا مدعی ہو کہ اس کے لئے لڑکا ہے یا بیوی یا والدہ یا کسی شے سے وہ پیدا ہوا ہے یا اس سے حادث ہوا ہے یا اس کے ساتھ ازل میں کوئی شے قدیم ہے جو اس کے غیر سے یا یہاں اس کے سوا کوئی اور صانع یا مدبر ہے۔ پس یہ سب کفر ہے۔ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جیسا کہ الٰہی فلاسفروں اور منجموں اور طبیعین کا قول ہے۔ علیٰ ہذا وہ شخص جو کہ اس امر کا مدعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھتا ہوں یا اس کی طرف چڑھتا ہوں یا کلام کرتا ہوں یا وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض متصوفہ اور باطنیہ اور نصاریٰ اور قرامطہ کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہم ان کے کفر پر یقین کرتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے یا باقی رہے گا یا بعض فلاسفہ اور دہریہ کے مذہب پر اس میں شک کرتا ہے۔ یا تناسخ ارواح کا قائل ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہمیشہ اشخاص میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی پاکیزگی و خباثت کے موافق ان کو عذاب ہوتا ہے اور نعمت ملتی رہتی ہے۔

ایسا ہی وہ شخص جو کہ خدا کی معبودیت و وحدانیت کا تو اقرار کرتا ہے۔ لیکن نبوت کا عموماً یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا خصوصاً یا اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا صاف بیان کیا ہے۔ اور وہ اس کو جانتا بھی ہے۔ تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ جیسا کہ براہمہ اور اکثر یہود اور اروسیہ۔ نصاریٰ اور غرابیہ روافض میں سے جن کا یہ گمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ اور جیسے معطلہ۔ قرامطہ۔ اسماعیلیہ۔ عنبریہ روافض سے اور عبیدیہ شیعوں سے اگرچہ ان فرقوں میں سے بعض کفر میں دوسروں کے ساتھ جو ان سے پہلے ہیں۔ شریک ہیں۔

علیٰ ہذا وہ شخص جو کہ وحدانیت کا معتقد ہے۔ اور عام نبوت کو اور ہمارے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام پر جو لائے ہیں۔ جھوٹ جائز رکھتا ہے۔ اور اس میں اپنے زعم میں مصلحت کا مدعی ہے یا نہیں ہے۔ وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ جیسا کہ فلاسفر اور بعض باطنیہ اور روافض اور غالی متصوفہ (شارح رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بعض متصوفہ اس کا موہم ہے۔ بظاہر اور وہ تاویل کے قائل ہے۔ اجل مشائخ اس سے بری ہیں۔ اور جو ان سے منقول ہے یا تو کسی ملحد نے ان کی طرف منسوب کیا ہے یا ان کی بعض اصطلاحیں ہیں۔ جن کو ان کا اہل پہچانتا ہے۔ ہمارا ان میں یہی اعتقاد ہے)۔ اصحاب اباحت۔ کیونکہ ان کا گمان ہے کہ ظاہر شریعت اور اکثر وہ اخبار جن کو رسولؐ لائے ہیں گزشتہ اور آئندہ کی باتیں جو امور آخرت و حشر و قیامت جنت و دوزخ کی ہیں۔ سو اس طرح پر نہیں۔ جن کو ان کے الفاظ متقاضی ہیں یا سمجھی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو مصلحت کے لئے ان الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ کیونکہ رسولوں کو ممکن نہ تھا کہ اصل حقیقت کا اظہار کرتے۔ اس لئے کہ ان کے فہم ناقص تھے۔ پس ان کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ شریعتیں باطل ہوں۔ اور امرونہی معطل رہیں۔ رسولوں کو جھٹلایا جائے۔ اور جو شک وہ لائے ہیں۔ اس میں شک پیدا ہو۔

ایسا ہی اس شخص کا حال ہے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی تبلیغ میں رسالت اور جو کچھ آپ نے خبر دی ہے۔ اس میں عمداً" جھوٹ کی نسبت کرے۔ یا اس کے صدق میں شک کرے یا آپ کو گالی دے۔ یا یوں کہے کہ آپؐ نے احکام نہیں پہنچائے یا آپ سے ہنسی کرے یا کسی نبی کے ساتھ یا ان پر عیب لگائے یا ان کو پہنچائے یا کسی نبی کو قتل کرے یا لڑے سو وہ بالاجماع کافر ہے۔

ایسا ہی ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں۔ جو بعض قدماء کا مذہب رکھتا ہے کہ حیوانوں کے ہر ایک جنس میں نذیر یا نبی ہے۔ یعنی بندروں۔ خنزیروں۔ چوپاؤں۔ کیڑوں وغیرہ میں۔ اور خدائے تعالیٰ کے اس قول سے حجت لاتا ہے۔ وان من امة الا خلافیھا نذیر یعنی کوئی امت ایسی نہیں مگر اس میں کوئی نذیر آیا ہے۔ کیونکہ یہ دلیل اس طرف پہنچاتی ہے۔ کہ اس جنس کے انبیاء کو ان کی بری صفات سے موصوف کیا جائے۔ اور اس میں

اس بڑے شریف منصب پر عیب لگتا ہے۔ باوجودیکہ اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور اس کا قائل جھوٹا ہے۔

ایسا ہی ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں۔ کہ اصول صحیحہ گزشتہ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہے۔ لیکن کہتا ہے کہ آپ کالے رنگ کے تھے۔ یا ریش آنے سے آپ پہلے فوت ہو گئے یا آپ وہ نہیں جو کہ مکہ معظمہ اور حجاز میں پیدا ہوئے تھے۔ یا آپ قریشی نہیں۔ کیونکہ آپ کی وہ تعریف کرنا جو آپ کی صفات معلومہ کے غیر ہے۔ آپ کی نفی کرنا اور آپ کو جھٹلانا ہے۔

علیٰ ہذا وہ شخص کافر ہے جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (آپ کے زمانہ میں) کسی اور نبوت کا مدعی ہے۔ یا آپ کے بعد جیسا کہ یہود میں سے فرقہ عیسویہ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ آپ کی رسالت خاص عرب کی طرف ہے۔

اور جیسے خرمیہ کہتے ہیں۔ کہ رسول متواتر آتے رہیں گے۔

اور جیسے اکثر رافضی جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علیؓ رسالت میں شریک ہیں۔ اور آپ کے بعد بھی علیٰ ہذا ہر امام ان کے نزدیک نبوت و حجت میں آپ کا قائم مقام نبوت و حجۃ میں ہے۔ جیسے ان میں سے بزیعیہ بنانیہ جو کہ بزیع اور بیان کو نبی تک پہنچنا جائز سمجھتا ہے۔ جیسے فلاسفہ اور غالی متصوفہ۔

علیٰ ہذا وہ شخص جو ان میں سے دعویٰ کرے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے یا یہ کہ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہوں۔ اور جنت میں داخل ہوتا ہوں۔ اس کے پھل کھاتا ہوں۔ اور حورعین سے معانقہ کرتا ہوں۔ پس یہ سب کے سب کفار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں۔ کیونکہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر معنے پر محمول ہے۔ اور مفہوم و مقصود اس کا یہی ہے۔ اس میں نہ تاویل ہے نہ تخصیص ہے۔ پس ان تمام گروہ کے کفر میں کوئی شک نہیں قطعاً" اجماعاً"۔ شرعاً"۔

علیٰ ہذا اس شخص کے کفر پر اجماع ہے۔ جو کہ نص کتاب کو دفع کرتا ہے یا کسی

حدیث کی تخصیص کرتا ہے۔ جس کی نقل پر یقین ہے۔ اور وہ بالاجماع اپنے ظاہری معنے پر محمول ہے۔ جیسا کہ رجم کے باطل کر دینے سے خوارج کو کافر کہا گیا ہے۔ اور اسی لئے ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے دین کے سوا کسی اور دین کی معتقد کو کافر نہیں کہتا یا ان میں توقف کرتا ہے یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے یا ان کے مذہب کو صحیح کہتا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا معتقد ہے۔ اور اسلام کے سوا اور مذہب کو باطل کہتا ہے (لیکن باوجود اس کے الوہیت و توحید کے منکر کو کافر نہیں کہتا۔ جیسے جاحظ کا مذہب ہے) سو وہ کافر ہے کیونکہ وہ اس کے خلاف ظاہر کرتا ہے۔

اور ایسا ہی ہم اس شخص کی تکفیر پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ جو ایسی بات کہی کہ جس سے تمام امت کی گمراہی اور تمام صحابہ کی تکفیر تک نوبت پہنچے۔ جیسے رافضیوں میں سے کمیلیہ کا قول ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ امت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقدم نہ کیا۔ اور یہ گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ آگے بڑھے اور نہ اپنا حق تقدیم طلب کیا۔ پس یہ گروہ کئی وجہ سے کافر ہے۔ کیونکہ انہوں نے تمام شریعت کو باطل کیا۔ جبکہ شریعت کی نقل منقطع ہو گئی۔ اس لئے کہ اس کے ناقل ان کے گمان میں کافر ہیں۔

اور اسی طرف واللہ اعلم امام مالکؒ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اس شخص کے قتل کا اشارہ کیا ہے۔ جو کہ صحابہؓ کو کافر کہتا ہے۔ پھر وہ اور درجہ سے بھی کافر ہوئے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد خلافت کیا تھا۔ اور آپ جانتے تھے کہ آپ کے بعد وہ انکار خلافت کریں گے۔ یہ سب ان کا گمان (باطل ہے)۔ لعنۃ اللہ علیہم۔

اور ایسا ہی ہم ایسے فعل سے تکفیر کرتے ہیں۔ کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کہ وہ کافر کے سوا اور کسی سے صادر نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا فاعل اس فعل کے

کرنے کے ساتھ اپنے اسلام کی تصریح کرتا ہو۔ جیسا کہ بت۔ آفتاب۔ چاند۔ صلیب آگ کی طرف سجدہ کرنا اور یہود و نصاری کے گرجوں کی طرف ان کے ساتھ مل کر دوڑ کر جانا اور ان کی شکل و لباس کو اختیار کرنا۔ جیسے زنار باندھنا۔ اور سروں کا بیچ میں سے منڈانا۔ اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ افعال کافر ہی سے پائے جاتے ہیں۔ اور یہ افعال کفر کی علامت ہے۔ اگرچہ ان کے کرنے والا اسلام کی تصریح کرے۔

علیٰ ہذا اس شخص کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کہ جو قتل یا شراب یا زنا کو جو خدا نے حرام کہا ہے' حلال جانے۔ اور اس کو ان کے حرام ہونے کا علم بھی ہے۔ جیسا کہ اصحاب اباحت قرامطہ اور بعض غالی صوفیہ۔

اور ایسا ہی ہم اس شخص کے کفر پر یقین رکھتے ہیں کہ شرع کے قواعد اور اس امر کو جو یقیناً" متواتر نقل سے پہنچایا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اور اس پر لگاتار اجماع چلا آیا ہے۔ جھٹلاتا اور رد کرتا ہے۔ جیسا کہ کوئی پنجگانہ نماز اور ان کی تعداد رکعات و سجود کا انکار کرے۔ اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی کتاب میں مطلق نماز کو فرض کیا ہے۔ اور ان کے پانچ ہونے اور اس طریق اور اس شرائط پر ہونے کو میں نہیں جانتا۔ کیونکہ اس بارہ میں قرآن میں نص جلی نہیں۔ اور رسول اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث اس میں آئی ہے۔ وہ خبر واحد ہے۔

ایسا ہی اس شخص کی تکفیر پر اجماع ہے۔ جو بعض خارجی کہتے ہیں۔ کہ نمازوں کے دو طرفوں میں ہے۔ اور باطنیہ کی تکفیر پر بھی اجماع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیشک فرائض ان مردوں کے نام ہیں کہ جن کے لئے حکومت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور خبائث اور محرمات ان مردوں کے نام ہیں کہ جن کو ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور بعض متصوفہ کا یہ قول (بھی کفر ہے) کہ عبادت اور لمبے مجاہدے سے جبکہ ان کے نفوس صاف ہو جائیں۔ تو ان کو ان کے ساقط کر دینے تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان کے لئے ہر ایک چیز مباح کر دیتے ہیں۔ ان سے تمام شریعت کی ذمہ واریاں اٹھ جاتی ہیں۔

علی ہذا اگر کوئی منکر مکہ معظمہ یا بیت اللہ اور مسجد حرام یا طریق حج کا انکار کرے یا
کہے کہ حج قرآن میں فرض ہے۔ اور قبلہ کی طرف توجہ ہونا بھی فرض ہے۔ لیکن ا
سکا اس مشہور ہیئت پر ہونا اور یہ کہ یہی جگہ مکہ اور بیت اللہ اور مسجد حرام ہے۔ میں نہیں
جانتا کہ آیا یہی وہ مقام ہیں یا اس کے سوا کوئی اور ہیں۔ اور شائد کہ ناقلین نے جو یہ
نقل کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفسیر کی ہے غلطی کھائی ہو۔ اور وہم
کیا ہو۔ پس یہ اور اس قسم کی باتیں وہ ہیں کہ جس کی تکفیر میں کوئی شک نہیں۔ اگر وہ
ان لوگوں میں سے ہے کہ جن پر یہ گمان ہے۔ کہ وہ اس کو جانتا ہے۔ اور ان میں
سے ہے کہ جو مسلمانوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ اس کی صحبت دیر
تک رہی ہے۔ مگر ہاں جبکہ وہ ابھی تازہ اسلام لایا ہے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ
تمہارا طریق یہ ہے کہ جس امر کو تو ابھی نہیں جانتا۔ عام مسلمانوں سے دریافت کرلے
کہ ان میں تو کسی میں خلاف نہ پائے گا کہ وہ گروہ در گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تک یہی کہتے آئے ہیں۔ کہ یہ امور اسی طرح ہیں جیسے تم کو سنائے گئے ہیں۔ اور
یہ مقام وہی مکہ اور بیت اللہ ہے کہ جس میں وہ کعبہ اور قبلہ ہے کہ جس کی طرف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان نماز پڑھتے آئے ہیں۔ اور اس کی طرف حج
کرتے رہے ہیں۔ اس کا طواف کرتے رہے ہیں۔ اور یہ افعال ہی عبادت حج کی صفت
ہیں۔ اور یہی مقصود ہے۔ اور یہی افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیے
ہیں۔ اور یہی نمازیں مذکورہ کے حالات ہیں۔ کہ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقصود کی یہی شرح کی ہے۔ اس کے حدود بیان کیے ہیں۔ پس
تیرے لئے بھی یہی علم ہونا چاہئے جیسا کہ مسلمانوں کو ہے۔ اور اس کے بعد تو اس
میں شک نہ کر اور بحث اور مسلمانوں سے صحبت رکھنے کے بعد جو شخص اس میں شک
کرے یا انکار کرے۔ تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔ اور اس کا یہ قول کہ میں نہیں جانتا قابل
عذر نہ ہو گا۔ اس میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ بلکہ بظاہر وہ جھوٹ پر پردہ ڈالتا
ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ جانتا ہو۔

اور یہ بھی ہے۔ کہ جب وہ تمام امت پر ان کے منقولات میں جو اس بارہ میں

کرتے ہیں۔ وہم اور غلط کو جائز رکھتا ہے۔ اور ان سب کا اتفاق ہے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقصود کی یہی تفسیر ہے۔ تو اس نے تمام شریعت میں شک کو دخل دیا۔ کیونکہ وہی اس کے اور قرآن کے ناقل ہیں۔ اور دین کی رسی ایک دم کھل جائے گی۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے۔ وہ کافر ہے۔

علیٰ ہذا جو شخص قرآن کا منکر ہے یا اس میں سے کسی حرف کا منکر ہے یا کچھ اس کو بدلتا ہے یا اس میں زیادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ باطنیہ اور اسمعیلیہ کرتے ہیں۔ یا گمان کرتا ہے۔ کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجت نہیں ہے۔ یا اس میں حجت و معجزہ نہیں۔ جیسے کہ قول ہشام فوطی اور معمر صیمری کا کہ قرآن اللہ تعالیٰ پر دلالت نہیں کرتا۔ اور نہ اس میں اس کے رسول کے لئے حجت ہے نہ یہ ثواب عتاب اور کسی حکم پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ دونوں اس کہنے سے بلاشبہ کافر ہیں۔

علیٰ ہذا ہم ان دونو کو ان کے اس انکار سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں یا یہ کہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں خدائے تعالیٰ پر کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ اس میں وہ اجماع اور نقل متواتر کے مخالف ہیں۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ ان سب امور سے آپ حجت لیا کرتے تھے۔ اور قرآن اس کی تصریح کرتا ہے۔

علیٰ ہذا جو شخص اس چیز کا انکار کرے۔ جس میں قرآن نے تصریح کی ہے۔ اور پھر اس کو یہ علم بھی ہے۔ کہ اسی قرآن میں سے ہے جو کہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور مسلمانوں کے قرآنوں میں ہے۔ اور وہ اس سے جاہل نہیں۔ اور نہ اس کا اسلام قریب ہے۔ اور اپنے انکار کی حجت یہ لاتا ہے کہ یا اس کی نزدیک نقل قرآن صحیح نہیں اور نہ اس کو اس کا علم پہنچا ہے یا اس کے ناقل پر وہم جائز رکھتا ہے۔ پس ہم اس کو دونوں طریق گزشتہ سے کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتا ہے۔ لیکن وہ اپنے دعوی کو چھپاتا ہے۔

علیٰ ہذا جو شخص جنت یا دوزخ یا حشر یا حساب یا قیامت کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے بالاجماع کیونکہ اس پر نص ہے۔ اور امت کا اس کی نقل کی صحت پر متواتراً اجماع

ہے۔

علیٰ ہذا وہ بھی کافر ہے۔ جو ان سب کو مانتا تو ہے۔ لیکن کہتا ہے کہ جنت و دوزخ حشر و نشر ثواب و عتاب سے ایک معنے مراد ہے۔ جو ظاہر معانی الفاظ کے سوا ہے۔ اور وہ لذات روحانیہ اور معانی باطنیہ ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ اور فلاسفہ و باطنیہ و بعض متصوفہ کا قول ہے۔ ان کا یہ گمان ہے کہ قیامت کا معنی موت یا صرف فنا اور افلاک کی ہیئت کا ٹوٹ جانا اور عالم کی حل کی ترکیب ہے۔ جیسا کہ بعض فلاسفہ کہتے ہیں۔

علیٰ ہذا ہم ان غالی رافضیوں کو کافر کہتے ہیں۔ جن کا یہ قول ہے کہ امام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ لیکن جو شخص ان متواتر اخبار اور مشہور شہروں کا منکر ہے کہ جس سے شریعت کے ابطال تک نوبت نہیں پہنچتی۔ اور نہ کوئی دین کے قاعدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جیسے جنگ تبوک یا جنگ موتہ یا وجود ابوبکرؓ و عمرؓ یا قتل عثمانؓ سے یا خلاف علیؓ سے انکار جو کہ نقل سے ضروری ہو چکا ہے۔ اور اس کے انکار میں شریعت کا انکار نہیں۔ تو اس انکار سے اور اس کے علم کے انکار سے اس کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس میں۔ ستی اور جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بات نہیں۔ جیسے ہشام اور عباد کا واقعہ جمل (جس میں حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ ہوئی تھی) اور جنگ علیؓ سے جو کہ مخالفین سے ہوا تھا' انکار کرنا۔ پس اس نے ناقلین پر تہمت لگا کر اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو وہمی بتایا ہے۔ تو ہم اس کو کافر کہیں گے۔ کیونکہ یہ بات ابطال شریعت تک پہنچتی ہے۔

لیکن جس نے کہ صرف اجماع کا انکار کیا ہے کہ جس کا طریق شارع سے نقل متواتر نہیں۔ تو اکثر متکلمین فقہا اور مناظرین اس باب میں کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ جو کہ ایسے صحیح اجماع کا منکر ہے۔ کہ اجماع کے شروط جامع ہے اور عام طور پر متفق علیہ ہے۔ ان کی دلیل خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۔

ترجمہ۔ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا

اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (پ ۵ ع ۱۴)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ۔ یعنی جس شخص نے (مسلمانوں کی) جماعت سے ایک بالشت بھر مخالفت کی تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالی۔

اور جو شخص اجماع کا مخالف ہو اس کی تکفیر پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور دوسرے علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس شخص کی تکفیر کے یقینی ہونے میں ہم توقف کرتے ہیں کہ جو ایسے اجماع کا مخالف ہے۔ کہ جس کے نقل کرنے میں علماء ہی خاص ہیں۔

اور دوسرے ادھر گئے ہیں کہ اس شخص کی تکفیر میں توقف ہے جو ایسے اجماع کا منکر ہے کہ جو قیاس سے حاصل ہے۔ جیسے نظام کی تکفیر کے بارہ جو کہ اجماع کا منکر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اس قول سے اجماع سلف کا مخالف ہے۔ اور اجماع کا خارق ہے۔ اس لئے کہ سلف اجماع سے حجت لایا کرتے تھے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک معتبر قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کفر یہ ہے کہ اس کے وجود سے جاہل ہو۔ اور اس پر ایمان یہ ہے کہ اس کے وجود کا علم ہو۔ اور یہ کوئی شخص قول اور رائے سے کافر نہیں کہا جاتا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہو۔ پھر اگر وہ اس قول یا فعل کا انکار کرتا ہے۔ جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کی ہے۔ یا مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ امور سوائے کافر کے نہیں پائے جاتے۔ یا اس پر کوئی دلیل قائم ہے۔ تو وہ بیشک کافر ہے۔ نہ اس لئے کہ اس نے کہا ہے یا کیا ہے۔ لیکن اس لئے کہ کفر اس کے قریب ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے بارے میں کفر تین امور میں سے ایک کے ساتھ ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہے۔ دوم یہ کہ کوئی کام کرے یا ایسی بات کہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے یا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ بات کافر کے سوا نہیں ہوتی۔ جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا۔ اور گرجوں کی طرف ان لوگوں کے ساتھ زنار پہن کر ان کی عیدوں میں جانا۔ یا یہ قول یا یہ فعل ایسا ہو کہ اس کے ساتھ خدا کا علم

نہ ہو۔ تو یہ دونوں قسمیں اگرچہ اللہ تعالیٰ سے جہل نہیں۔ لیکن وہ اس امر کی علامت ہیں۔ کہ اس کا قائل کافر اور ایمان سے خارج ہے۔

اور جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ سے کسی صفت کی نفی کی یا جان بوجھ کر انکار کیا جیسے کہ اس کا یہ قول کہ خدا نہ عالم ہے نہ قادر ہے نہ مرید ہے نہ متکلم ہے۔ اور ایسی صفات کا انکار کیا جو کہ صفات کمال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ضروری ہیں۔ تو ہمارے آئمہ نے ایسے شخص کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جو خدائے تعالیٰ سے صفت کی نفی کرے یا اس کو اس سے خالی جانے۔

اسی پر سحنونؒ کا قول محمول ہے۔ کہ جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ وہ کافر ہے۔ حالانکہ وہ تاویلوں کو کافر نہیں کہتے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ لیکن جو شخص کہ ان صفات میں سے کسی صفت سے جاہل ہے تو یہاں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے۔ اور یہ بات ابو جعفر طبری وغیرہ سے منقول ہے۔

ابو الحسن اشعریؒ نے بھی ایک دفعہ یہی کہا تھا۔ اور ایک گروہ اس طرف ہے۔ کہ یہ جہالت اس کو ایمان کے نام سے خارج نہیں کرے گی۔ اور اس کی طرف اشعریؒ نے رجوع کیا ہے۔ اشعری کہتے ہیں کہ اس نے اس امر کا پختہ اعتقاد نہیں کیا کہ جس کے ثواب پر یقین ہو۔ اور اس کو دین اور شرع جانتا ہو۔ اور وہی شخص کافر ہو گا۔

جو اس امر کا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی بات حق ہے۔ یہ لوگ حدیث (کنیزک) سوداء سے حجت لاتے ہیں۔ اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے توحید طلب کی تھی نہ کچھ اور۔ اور اس حدیث سے جس میں ایک قائل نے کہا تھا۔ کہ بیشک اگر خدا نے مجھ پر تنگی عذاب کی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ شاید میں خدا سے غائب ہو جاؤں۔ (یہ اس حدیث میں ہے۔ کہ ایک شخص نے عذاب کے خوف سے اپنے مرنے کے وقت بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میرے مردہ کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں ڈال دینا) پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

اور آئمہ دین نے کہا ہے۔ کہ اکثر لوگوں سے صفات الٰہی کے بارہ میں بحث کی

جائے اور دریافت کیا جائے۔ تو ان میں سے جاننے والے تھوڑے نکلیں گے۔ اور دوسروں نے اسی حدیث کے چند جواب دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قدر کے معنی قدر کے ہیں۔ یعنی اندازہ لگانے کے ہیں۔ اور اس کا شک اس میں نہیں تھا۔ کہ خدائے تعالیٰ زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ بلکہ صرف بعثت اور حشر میں تھا۔ کہ جس کو شرع کے سوا نہیں معلوم کر سکتے۔ اور شاید کہ ان کے نزدیک کوئی ایسی شرع نہ آئی ہو۔ کہ جس پر یقین کیا جائے۔ پس اس میں اس وقت شک کرنا کفر ہو گا۔ لیکن جس میں شرع وارد نہ ہو۔ تو وہ بعثت عقول کی تجویز سے ہے۔ یا قدر بہ معنی تنگی کے ہو اور جو کچھ اس نے اپنے ساتھ کیا۔ وہ اپنی اہانت اور گناہوں کے غصہ کی وجہ سے تھا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ جو اس نے کہا تھا وہ اس کلام کو سمجھا نہ تھا۔ اور نہ اس نے اپنا ضبط رکھا تھا۔ کیونکہ اس پر اضطراب غالب تھا۔ جو اس کی عقل کو لے گیا۔ اس لئے اس سے مواخذہ نہ کیا گیا۔

اور بعض کہتے کہ یہ فترۃ کے زمانہ کی بات تھی (جس میں کہ انقطاع رسالت ہو۔ جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان زمانہ گزرا ہے) اور جہاں کہ صرف توحید نفع دیتی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں۔ بلکہ یہ عرب کے اس مجازی کلام میں سے ہے۔ جس کی صورت شک کی ہے۔ اور اس کا معنی تحقیق ہے۔ جس کو تجاہل عارفانہ کہتے ہیں۔ اور اس کے لئے ان کے کلام میں مثالیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شاید وہ نصیحت حاصل کرے۔ یا ڈرے۔ وَإِنَّآ أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ اور بیشک ہم یا خاص تم لوگ ہدایت پر ہو یا کھلی گمراہی میں ہیں۔ (پ ۲۲ ع ۹)

لیکن جس نے وصف کو ثابت کیا۔ اور صفت کی نفی کی (یعنی وصف ذاتی کو ثابت کیا۔ اور صفت قائم بالذات کی نفی کی) اور کہا کہ میں یہ کہتا ہوں۔ وہ عالم تو ہے لیکن اس کو علم نہیں۔ اور متکلم ہے لیکن کلام نہیں کرتا۔ ایسا ہی تمام صفات میں ہے۔ جو معتزلہ کا مذہب ہے۔ پس جس (سنی) نے تمام اس انجام کو خیال کیا ہے۔ جس طرف اس (معتزلی) کا قول اس کو لے جاتا ہے اور اس کی طرف اس کا مذہب لے کھینچتا ہے

(یعنی صفت کی نفی سے وصف لازمی ہے) تو وہ اس کو کافر کہتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے علم کی نفی کی۔ تو عالم کے وصف کی بھی نفی ہو گئی۔ کیونکہ عالم کے ساتھ اس کو موصوف کرتے ہیں۔ کہ جس کو علم ہو۔ اب گویا کہ معتزلہ نے اس بات کی صراحت کی ہے۔ جس طرف ان کا قول اس کے نزدیک لئے جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے نزدیک اہل تاویل کے سارے فرقے ہیں۔ یعنی مشبہ۔ قدریہ وغیرہم۔ اور جو شخص ان کو ان کے انجام قول کی وجہ سے مواخذہ نہیں کرتا اور نہ ان کو موجب مذہب لازم کرتا ہے۔ وہ ان کو کافر نہیں کہتا۔ وہ کہتا ہے۔ اس لئے کہ بیشک وہ لوگ جو اس پر مطلع کئے جائیں۔ تو کہہ دیں گے۔ کہ ہم نہیں کہتے کہ وہ عالم نہیں۔ اور ہم اس قول کے انجام کی نفی کرتے ہیں۔ جو تم ہم کو لازم کر دیتے ہو۔ ہم اور تم اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا قول اس کی طرف ہمارے اصل کے مطابق نہیں لوٹتا۔ اور ان دونوں ماخذوں کے موافق لوگ اہل تاویل کے کافر کہنے میں مختلف ہیں۔

اور جب تم نے سمجھ لیا۔ تو تم کو واضح ہوا ہو گا کہ اس میں لوگوں کے اختلاف کا موجب کیا ہے۔ اور صواب یہ ہے کہ ان کی تکفیر چھوڑی جائے۔ اور اس امر سے اعراض کیا جائے۔ کہ ان کا خاتمہ نقصان پر ہو۔ ان کے قصائص اور وراثت' نکاح' دیتوں' اور جنازے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے اور تمام معاملات میں ان پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے۔ لیکن ان پر سختی کی جائے گی۔ ان کو ادب دیا جائے گا۔ اور سخت جھڑک کی جائے گی۔ ان کو چھوڑا جائے گا۔ تاکہ وہ اپنی بدعت سے رجوع کریں۔ اور یہ عادات ان کے بارہ میں پہلے لوگوں کی تھی۔ اور زمانہ صحابہ و تابعین میں ایسے قدریہ و خارجی معتزلی گزرے ہیں۔ کہ جو یہ باتیں کہتے تھے۔ انہوں نے ان کی قبریں علیحدہ نہ کی تھیں۔ نہ ان کی میراث منع کی تھی۔ لیکن ان کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کو مارا کرتے تھے۔ اور وطن سے نکال دیتے تھے۔ اور قتل بھی کر دیتے تھے۔ (امام کی رائے کے موافق) اور جس قدر ان کے حالات ہوا کرتے تھے۔ اسی قدر ان کو سزا دیتے تھے۔ کیونکہ ان محققین و اہل السنتہ کے نزدیک جو ان کے کفر کے قائل

نہیں وہ فاسق۔ گمراہ۔ نافرمان۔ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں۔ اور بعض اس رائے کے برخلاف ہیں۔ (جو ان کے کفر کے قائل ہیں) اور اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ لیکن وعدوعید۔ رویت۔ مخلوق۔ خلق۔ افعال۔ بقاء اعراض و تولد (معتزلہ ان حالات کو کہ ایک فعل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ تولد کہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ کی حرکت سے کنجی کا ہلنا) وغیرہ مسائل وقیقہ کا یہ حال ہے کہ ان میں تاویل کرنے والوں کی تکفیر نہ کرنی زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی مسئلہ کی جہالت اللہ تعالیٰ سے جہل نہیں ہے۔ اور نہ مسلمانوں نے ایسے لوگوں کے کفر پر کہ جو ایسی باتوں سے جاہل ہیں۔ اجماع کیا ہے۔ اور اس سے پہلی فصل میں ہم اس میں کلام کر چکے ہیں۔ اور اس میں خلاف کی وہ صورت خدا کی مدد سے بیان کر چکے ہیں۔ جو ہم کو اس کے دوبارہ لانے سے غنی بناتی ہے۔

فصل ۴

یہ حکم اس مسلمان کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔ اور ذمی کا یہ حال ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس ذمی کے بارہ میں روایت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حرمت کے درپے ہوا۔ اسی دین کے برخلاف جس پر وہ ہے۔ اور اس میں حجت کرنے لگا۔ تب ابن عمرؓ اس پر تلوار لے کر نکلے۔ پھر اس کو تلاش کیا تو وہ بھاگ گیا۔

اور امام مالکؒ نے کتاب ابن حبیب اور مبسوط میں اور ابن قاسم نے مبسوط اور کتاب محمدؒ اور ابن سحنون میں کہا ہے۔ کہ جو یہودی اور نصاری اللہ تعالیٰ کو بغیر اس وجہ کے جس سے وہ کافر ہے گالی دے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔ مبسوط میں کہا ہے کہ خوشی سے مسلمان ہو جائے۔

اصبغ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جس وجہ سے وہ کافر ہیں وہ ان کا دین ہے اور اسی پر

کہ وہ خدا کے لئے بیوی اور شریک و فرزند کے مدعی رہیں۔ ان سے عہد لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے سوا اور جھوٹ و گالی کا ان سے عہد نہیں لیا گیا۔ پس وہ عہد شکنی ہے۔

ابن القاسم کتاب محمدؒ میں لکھتے ہیں کہ جس شخص نے غیر اہل اسلام میں سے اللہ تعالیٰ کو بغیر اس وجہ کے جو اس کی کتاب میں مذکور ہے گالی دے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

اور مخزومی مبسوط میں اور محمد بن مسلمہ اور ابن ابی حازم کہتے ہیں۔ کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ اس سے توبہ لی جائے۔ مسلمان ہو یا کافر۔ پھر اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

اور مطرف و عبدالملک بھی امام مالکؒ کے قول کی طرح کہتے ہیں۔

ابو محمد بن ابی زید کہتے ہیں۔ جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر اس وجہ کے کہ جس سے وہ کافر ہے گالی دے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

اور بے شک ہم نے ابن جلاب کا قول پہلے نقل کیا ہے۔ اور ہم نے عبید اللہ ابن لبابہ اور اندلس کے شیوخ کا نصرانیہ کے بارہ میں قول نقل کیا ہے اور ان کا فتویٰ اس کے بارہ میں قتل کا تھا۔ کیونکہ اس نے اسی وجہ سے گالی دی تھی۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کافرہ تھی۔ اور اس پر انکا اجماع ہے اور یہ اس دوسرے قول کی طرح ہے۔ جو اس شخص کی نسبت ہے۔ جس نے ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے کہ وہ کافر ہے گالی دی ہو۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ہم نے ان سے اس امر پر عہد لیا ہے۔ کہ وہ ہمارے سامنے اپنے کسی کفر کو ظاہر نہ کریں اور یہ کہ ہم کو اس امر سے کچھ بھی نہ سنائیں۔ اور جب اس میں سے کوئی بات کریں تو یہ ان کی عہد شکنی ہو گی۔

اور علماء نے اس ذمی کے بارہ میں جبکہ وہ زندیق بن جائے اختلاف کیا ہے۔ امام مالکؒ۔ مطرف بن عبدالحکم۔ اصبغ کہتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ ایک کفر سے دوسرے کفر کی طرف چلا گیا ہے۔

اور عبدالملک بن ماجشون کہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ وہ ایسا دین ہے۔ کہ جس پر کوئی (مسلمان) قرار نہیں پاتا۔ اور نہ اس پر جزیہ لیا جاتا ہے۔
ابن حبیب کہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے سوا کسی اور نے یہ بات کہی ہو۔

فصل ۵

یہ اس شخص کا حکم ہے کہ صاف طور پر گالی دے۔ اور وہ شے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرے۔ جو اس کے جلال و الوہیت کے لائق نہیں۔ لیکن وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور خدائی یا رسالت کا دعوی کرتا ہے یا کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ اور نہ وہ میرا رب ہے یا کہتا ہے کہ میرا رب کوئی نہیں۔ یا ایسی باتیں جو عقل میں نہیں آسکتیں۔ نشہ یا جنون کی حالت میں کرتا ہے۔ تو اس قائل و مدعی کے کفر میں اس کی عقل کی سلامتی کے باوجود کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ لیکن قول مشہور میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اس کی توبہ مفید ہو گی۔ اس کو قتل سے بچائے گی۔ لیکن وہ بڑے عذاب و سزا سے نہ بچے گا۔ اس کی سخت سزا تخفیف نہ ہو گی۔ تاکہ اور لوگوں کو ایسی باتوں سے تنبیہ و زجر ہو۔ اور خود اس کو تنبیہ ہو۔ کہ پھر یہ کام نہ کرے۔ کیونکہ یہ کفر ہے یا جہالت۔ مگر جس سے بار بار یہ باتیں صادر ہوں اور معلوم ہو جائے کہ وہ اس کو ہلکا سمجھتا ہے۔ جو کہتا ہے۔ تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس کی بد باطنی ہے اور اس میں نشہ والے کا حکم بھی ہوش والے کا حکم ہے۔ لیکن دیوانہ اور پاگل کا یہ حال ہے کہ جو کچھ اپنے بالکل دیوانگی اور بے تمیزی میں کہا ہے۔ اس میں تو مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ لیکن جو کچھ تمیز کی حالت میں کیا ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ عقل نہ تھی۔ اور تکلیف اس سے ساقط تھی۔ اور اس کو اس پر سزا دی جائے گی۔ تاکہ وہ آئندہ اس سے باز رہے۔ جیسا کہ اس کو اور برے کاموں پر سزا دی جاتی ہے۔ اس کو برابر سزا دیجائے گی۔ حتیٰ کہ اس سے باز رہے۔
جیسا کہ جانور کو اس کی بری عادت پر سزا دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ سیدھا ہو جائے۔
بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ نے اس شخص کو کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کو خدا کہہ دیا تھا (وہ نصیر آپ کا غلام آزاد شدہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی تھے) جلا دیا تھا۔

اور بلاشبہ عبدالملک بن مروان نے حارث بن متنبی (جھوٹے نبی) کو قتل کیا۔ اور سولی پر چڑھا دیا تھا (اور کسی نے اس کا انکار نہیں تھا)۔

اور یہ کام بہت سے خلفا اور بادشاہوں نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔ اور اس وقت کے علماء نے ان کے اس فعل کی سزا پر اتفاق کیا تھا۔ اور اس پر بھی ان کا اجماع ہے۔ کہ جو ان کے کفر میں مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔

بغداد کے فقہا مالکیہ اور اس کے قاضی القضاۃ ابو عمر مالکی حلاج رحمہ اللہ (منصور حلاجؒ کی نسبت شریعت ظاہری کے موافق فتویٰ دیا گیا تھا۔ ورنہ وہ صوفی تھے محققین ان کو عارف مانتے ہیں شارح نے اور دیگر مصنفین نے حضرت غوث الاعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ حلاج کا پاؤں پھسل گیا تھا۔ اس زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کے ہاتھ کو پکڑتا۔ اگر میں اس وقت ہوتا تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان کی لغزش تھی۔ اور وہ مقام جمع میں آکر رک گئے۔ ان کے ہمعصر شیخ شبلی وغیرہ بھی ان کو عارف مانتے ہیں لیکن مجبور تھے) کے قتل و سولی پر متفق ہوئے تھے۔ کیونکہ اس نے خدائی دعویٰ کیا تھا۔ اور حلول کا قائل ہوا تھا۔ اور اناالحق کہا تھا۔ باوجودیکہ ظاہر شریعت سے اس کا تمسک تھا۔ علماء نے اس کی توبہ قبول نہ کی۔

علیٰ ہذا انہوں نے ابن ابی العزاقیر کے بارہ میں حکم دیا۔ وہ بھی حلاج کے مذہب پر اس کے بعد تھا۔ راضی باللہ کے زمانہ میں اور بغداد کے قاضی القضاۃ اس وقت ابوالحسین بن ابی عمر مالکی تھے۔

اور ابن عبدالحکم مبسوط میں کہتے ہیں کہ جو نبوت کا دعویٰ کرے قتل کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اس امر کا انکار کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق یا اس کا رب نہیں ہے یا کہے کہ میرا کوئی رب نہیں وہ مرتد ہے۔

اور ابن القاسم ابن حبیب کی کتاب میں اور محمد حبیہ میں اس شخص کے بارہ میں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا کہتے ہیں کہ اس سے توبہ لی جائے۔ اس دعویٰ کو وہ چھپائے

یا ظاہر کرے۔ وہ مرتد کی طرح ہے۔ اور اس کو سحنون وغیرہ نے کہا ہے۔
اور اشہب نے اس یہودی کے بارہ میں یہی کہا تھا۔ کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور یہ کہا کہ میں تمہاری طرف رسول ہوں۔ اگر وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ تو اس سے توبہ لی جائے۔ پھر اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کیا جائے۔
اور ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے اپنے پیدا کرنے والے کو لعنت کی۔ اور دعویٰ کیا کہ اس کی زبان پھسل گئی تھی۔ اور میرا ارادہ شیطان کی لعنت کا ہے۔ کہا ہے کہ اس کے کفر کے باعث قتل کیا جائے۔ اور اس کا عذر نہ سنا جائے۔ اور یہ حکم اس دوسرے قول کے موافق ہے۔ اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔
اور ابوالحسن قابسی نے اس نشئی کے بارہ میں کہ جس نے یہ کہا کہ میں خدا ہوں' میں خدا ہوں۔ یہ کہا ہے۔ کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو سزا دی جائے۔ اگر پھر ایسی بات کہے۔ تو اس سے زندیق کا سا برتاؤ کیا جائے۔ کیونکہ یہ کھیلنے والوں کا کفر ہے۔ (جو کہ شریعت سے استہزا کرتے ہیں)۔

فصل ۶

لیکن جس شخص نے نکمی بات اور رکیک لفظ کہے اور وہ لوگوں میں سے ہے۔ کہ جن کا کلام ضبط نہیں کیا جاتا۔ اس کا کلام مہمل ہوتا ہے۔ جس میں رب العزت کی اور مولیٰ کے جلال کی خفت پائی جائے۔ یا بعض شے کی تمثیل ایسی شے کے ساتھ دے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملکوت (اوپر کی جماعت اعلیٰ) میں عظمت دی ہو۔ یا کلام مخلوق سے وہ بات کی ہو۔ جو کہ خالق کے حق کے سوا اور کسی کے لئے لائق نہ ہو۔ لیکن کفر اور خفت کا ارادہ نہ ہو۔ اور نہ عمداً" الحاد کے لئے کہا ہو۔ اب اگر یہ بات اس سے مکرر ہوئی ہو۔ اور اس سے مشہور ہو چکی ہو۔ تو یہ اس کی دلیل ہے۔ کہ وہ اپنے دین میں کھیل کرتا ہے۔ اور اپنے رب کی عزت ہلکا سمجھتا ہے۔ اور اس کی عزت و کبریائی کی تعظیم کرنے سے جاہل ہے۔ یہ بلاشبہ کفر ہے۔ علیٰ ہذا اگر وہ ایسی

باتیں کرتا ہے کہ جو خفت اور پروردگار کی شان میں نقص کی موجب ہیں۔

اور بیشک ابن حبیب۔ اصبغ بن خلیل نے جو قرطبہ کے فقہا ہیں۔ اس شخص کے قتل کا فتوی دیا تھا۔ جو کہ عجب (امیر قرطبہ عبدالرحمٰن اموی کی بیوی کا نام ہے) کا برادر زادہ مشہور تھا۔ وہ ایک دن باہر نکلا۔ اور اس کو بارش نے پکڑا تو کہنے لگا۔ موزہ دوز نکلا ہے۔ کہ اپنے چمڑوں کو چھینٹا دیتا ہے۔ اور قرطبہ میں بعض فقہا یہ تھے۔ ابو زید ثمانیہ کے رہنے والے۔ اور عبد الاعلیٰ بن وہب۔ ابان بن عیسیٰ انہوں نے اس کے قتل میں توقف کیا اور کہا کہ یہ بیہودہ بات ہے۔ اس کو سزا دینا کافی ہے۔

اور اسی طرح وہاں کے قاضی موسیٰ بن زیاد نے فتوی دیا۔ تب ابن حبیب نے کہا کہ اس کا خون میری گردن پر کیا۔ اس رب کو گالی دی جائے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ پھر اس کی حمایت نہ کی جائے۔ اس وقت برے بندے ہیں۔ ہم اس کی عبادت کرنے والے نہ ہوئے۔ اور رونے لگا۔ اس مجلس کی باتیں وہاں کے امیر عبدالرحمٰن بن حکم اموی تک پہنچائی گئیں۔ اور عجب اس شخص کی جس کا قصور مطلوب تھا پھپھی تھی۔ اس کو فقہاء کا اختلاف بتلایا گیا۔ تب امیر کا حکم ابن حبیب اور اس کے ہمراہی (اصبغ بن خلیل) کے فتوی کے موافق اس شخص کی گرفتاری کے لئے صادر ہوا۔ اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ دونوں فقیہوں کے سامنے وہ قتل کیا گیا۔ اور سولی دیا گیا۔ اور قاضی کو اس تہمت سے کہ اس نے اس معاملہ میں مداہنت اور رعایت کی ہے۔ معزول کر دیا گیا۔ اور باقی فقہاء کو جھڑک دیا۔ اور گالیاں دیں۔ لیکن وہ شخص کہ اس سے یہ برائی ایک دفعہ ہوئی یا ناگاہ اور کبھی ہوئی۔ جب تک اس میں کسی قسم کی اہانت و عیب نہ ہو۔ اس کے معنے کی قباحت اور قائل کا حال اور اس کے باعث کی تشریح معلوم کی جائے۔ تو پھر اس کو اس عمل کے موافق سزا دی جائے۔

ابن القاسم سے ایک شخص کی بابت پوچھا گیا۔ جس نے ایک شخص کا نام لے کر پکارا تھا۔ اس نے جواب دیا لبیک اللھم لبیک تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ جاہل ہے یا اس نے بیوقوفی کے طور پر کہا ہے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں۔ اس کی بات کی تشریح یہ ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے

گا۔ اور جاہل کو جھڑکا جائے گا۔ اور تعلیم دی جائے گی۔ اور بیوقوف کو سزا دی جائے گی۔ اور اگر اس نے اس طرح کہا ہے کہ اس کو اپنے رب کا قائم مقام بنایا ہے۔ تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ یہ اس کے کلام کا تقاضا ہے۔

اور بیشک بہت سے بیوقوف شاعروں نے اس میں زیادتی کی ہے۔ اور اس بارہ میں متہم ہوئے ہیں۔ اس بڑی عزت کو انہوں نے ہلکا سمجھا ہے۔ اور ایسے اشعار کہتے ہیں۔ کہ جن سے ہم کتاب اور زبان اور قلموں کو بچاتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے ان مسائل کی تصریح کا قصد کیا ہے۔ جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ تو ہم کوئی شعر ایسا نقل نہ کرتے۔ کہ جس کا ذکر ہم پر گراں معلوم ہوتا ہے۔ جس کو ہم نے فصول میں بیان کیا ہے۔ لیکن وہ اشعار جو اس بارہ میں جاہلوں اور زبان کی غلطیوں کی وجہ سے وارد ہوئے ہیں یہ ہیں۔ جیسے بعض جنگلیوں کا یہ شعر ہے۔

اے بندوں کے رب کیا ہوا ہم کو اور کیا ہوا تم کو تو ہم کو پانی پلایا کرتا تھا اب تم کو کیا ہوا۔ ہم پر بارش اتار تیرا باپ نہ ہو (نعوذ باللہ) اس قسم کی جاہلوں اور ان لوگوں کی باتیں ہیں۔ کہ جن کو شریعت کی تادیب کا تازیانہ درست نہ کر دے۔ (ثقاف اصل میں تیر کے سیدھا کرنے کو کہتے ہیں جو کہ آگ وغیرہ سے کیا جائے۔ مراد تازیانہ مطلقاً" ہے)

اور یہ باتیں صرف ایسے جاہلوں سے صادر ہوتی ہیں۔ کہ جن کو تعلیم دینا اور جھڑکنا اور ان سے سختی سے پیش آنا لازمی ہے۔ تاکہ دوبارہ یہ کلام نہ کریں۔

ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں۔ کہ یہ دلیری کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے۔

اور بیشک ہم نے عون بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ تم اپنے رب کی عظمت کا خیال رکھو۔ کہ اس کا نام ہر ایک شے میں لیتے ہو۔ حتیٰ کہ یہ کہنے لگو۔ اللہ تعالیٰ کتے کو رسوا کرے۔ اور اس کو قتل کرے وغیرہ وغیرہ (جس سے حقیر اشیاء کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے)۔

اور ہم نے اپنے بعض مشائخ کو پایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم ذکر کرتے

تھے۔ مگر ایسی صورت میں کہ اس کے ساتھ اس کی اطاعت (یعنی امور دینیہ) کا ذکر ہو۔ اور بعض مشائخ کسی کو یونہی کہا کرتے تھے۔ کہ تجھ کو جزائے خیر دی جائے۔ اور یہ بہت کم کہتے تھے۔ جزاک اللہ خیرا"۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم منظور تھی۔ کہ غیر تقرب الٰہی کے وقت اس کا نام نہ لیا جائے۔

اور ہم کو ایک معتبر ثقہ نے کہا ہے۔ کہ امام ابوبکر شاشی اہل کلام پر یہ عیب لگاتے تھے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں زیاد چھان بین کرتے ہیں۔ اس کی صفات کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال ملحوظ رہے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ اہل کلام اللہ تعالیٰ عزوجل کو بمنزلہ رمال کے بناتے ہیں۔ یعنی جس طرح رمال کو استعمال کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس میں بحث کرتے رہتے ہیں)۔

اور اس باب میں جو کلام کیا گیا ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گالی دینے والے باب میں قائم مقام میں ان وجوہ کے موافق لایا گیا ہے۔ جن کی ہم نے تفصیل بیان کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

فصل ۷

اور اس شخص کا حکم کہ جو باقی تمام انبیاء علیہم السلام اور اس کے ملائکہ کو گالی دے۔ اور ان کی اہانت کرے یا ان کو ان کے لائے ہوئے احکام میں جھٹلائے یا ان کا انکار کرے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرح ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا

ترجمہ۔ وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ (پ ۶ ع ۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ۔

ترجمہ۔ یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ (پ ۱ ع ۱۶)

اور فرمایا کہ۔

كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ

ترجمہ۔ سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ (پ ۳ ع ۸)

امام مالکؒ کتاب ابن حبیب اور محمدؒ میں کہتے ہیں۔ اور ابن القاسم ابن الماجشون ابن عبدالحکیم۔ اصبغ سحنون اس شخص کے بارہ میں کہتے ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کو یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔

اور سحنون نے ابن القاسم سے روایت کی ہے کہ جو یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کو بغیر اس وجہ کے کہ جس کے لئے وہ کافر کے جاتے ہیں گالی دے۔ تو اس کی گردن مارو۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

اور پہلے اس اصل میں خلاف بیان ہو چکا ہے۔ اور قرطبہ کے قاضی سعید بن سلیمان اپنے بعض جوابوں میں کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گالیاں دے۔ اس کو قتل کیا جائے۔

اور سحنون کہتے ہیں کہ جو کسی فرشتے کو گالی دے تو اس کی سزا قتل ہے۔

اور نوادر میں امام مالکؓ سے اس شخص کے بارہ میں مروی ہے جو یہ کہتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام وحی میں بھول گئے۔ اور نبی تو علی بنؓ ابیطالبؓ تھے۔ اس سے توبہ

لی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

اور اسی طرح سحنون سے مروی ہے۔ اور یہ قول رافضیوں میں سے فرقہ غرابیہ کا ہے۔ یہ نام ان کا اس لئے رکھا گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ کے ساتھ ایسے مشابہ تھے۔ جیسا کہ ایک کوا دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔ استغفر اللہ

اور ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد اپنے اصل کے مطابق کہتے ہیں۔ کہ جس نے کسی نبی کو جھٹلایا یا ان میں سے کسی کو عیب لگایا۔ تو وہ مرتد ہے۔

اور ابو الحسن قابسی اس شخص کے بارے میں کہتا ہے۔ جس نے کہ دوسرے سے کہا گویا کہ وہ چہرہ مالک غضبناک کا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے اس فرشتہ کی مذمت کا قصد کیا ہے۔ تو اس کا قتل کیا جائے۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں کہ یہ سب اس شخص کے بارہ میں ہیں کہ ان میں اس طرح جو ہم نے کہا ہے۔ تمام فرشتوں اور نبیوں میں کلام کرتا ہے یا کسی خاص میں جس کی ہم نے تحقیق کی۔ فرشتے ہوں یا نبی جن کو پروردگار نے اپنی کتاب میں صاف طور پر بیان کیا ہے یا ہم کو اس کا علم خبر متواتر اور مشہور متفق علیہ ہے جس پر قطعی اجماع ہو چکا ہوا ہے۔ جیسے کہ جبرئیلؑ۔ میکائیلؑ مالک اور جنت و دوزخ کے خزانچی اور زبانیہ اور حاملان عرش جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ کہ وہ فرشتے ہیں۔ اور جن پیغمبروں کا نام آچکا ہے۔ اور جیسے عزرائیل۔ اسرافیل۔ رضوان اور حفظہ "کراماً" کاتبین اور منکر نکیر فرشتے جن کی خبر کے قبول کرنے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ لیکن وہ فرشتے یا نبی ہیں کہ جن کی تعیین پر اخبار ثابت نہیں ہوئے۔ اور نہ اس پر اجماع ہے کہ وہ فرشتے یا نبی ہیں۔ جیسے ہاروت ماروت کا فرشتوں میں ہونا اور خضر و لقمان۔ ذی القرنین اور مریم آسیہ خالد بن سلمان کہ جن کی نسبت آیا ہے۔ کہ وہ اہل فارس کی طرف نبی تھے۔ اور زردشت کہ جس کی نسبت مجوس اور مورخ نبوت کے مدعی ہیں۔ سو ان لوگوں کو گالی دینے میں اور ان کے انکار کرنے میں وہ حکم نہیں جو پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان کے لئے یہ عزت و حرمت ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن ان کو ان کی تنقیص شان اور تکلیف

دینے کی وجہ سے جھڑکا جائے گا۔ اور جیسا کلام ہو گا۔ اس کے موافق ان کو سزا دی جائے گی۔ خاص کر اس کے بارہ میں کہ جس کی صدیقیت اور بزرگی ان میں سے معلوم ہو چکی ہے۔ اگرچہ اس کی نبوت معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی نبوت کا انکار یا ان دوسرے ملائکہ کا انکار سو اس کا یہ حال ہے۔ اگر وہ کہنے والا اہل علم ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس امر میں علما کا اختلاف ہے۔ اور اگر عام لوگوں میں سے ہے تو اس کو اس امر میں خوض کرنے کی وجہ سے جھڑکا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے گا تو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ان عوام کا ایسے امر میں کلام کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور سلف نے تو اہل علم کو بھی ایسے امر میں کلام کرنے کو منع کیا ہے کہ جس میں کوئی عمل مکروہ سمجھا ہے۔ چہ جائے کہ عام لوگ ہوں۔

فصل ۸

اس امر کو جان لے کہ جو شخص قرآن شریف یا مصحف کی یا اس میں سے کسی حصہ کی توہین کرے یا ان دونوں کو گالی دے یا اس کا انکار کرے یا کسی حرف کا یا کسی آیت کا انکار کرے یا اس کو جھٹلائے یا اس کے کسی حصہ کو یا اس کے کسی حکم یا جزو کو جھٹلائے۔ جس سے اس کی تصریح کی گئی ہے یا جس کی اس نے نفی کی ہے اس کو ثابت کرے یا جس کو اس نے ثابت کیا ہے اس کی نفی کرے۔ وہ اس کو جانتا ہے یا اس میں کچھ شک کرتا ہے۔ تو وہ بالاجماع اہل علم کے نزدیک کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ

ترجمہ۔ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں اور نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ہم سے حدیث بیان کی فقیہ ابو الولید ہشام بن احمد رحمہ اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبدالبر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن ورسہ نے کہا حدیث بیان کی ہم

سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن حنبل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عمرو نے وہ ابی سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ المراء فی القرآن کفر قرآن میں مراء کفر ہے۔ مراء کی تاویل شک اور جدال کے معنے سے کی گئی ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جس مسلمان نے کتاب اللہ میں سے کسی آیت کا انکار کیا۔ تو بیشک اس کی گردن مارنا حلال ہے۔ علیٰ ہذا اگر توارت و انجیل اور خدا کی اتاری ہوئی کتابوں کا انکار کرے یا کفر کرے یا ان کو لعنت کرے یا گالی دے یا ان کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ وہ قرآن جو زمین کے تمام اطراف میں پڑھا جاتا ہے۔ اور مصحف جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کا اول الحمد للہ رب العلمین ہے۔ اور آخر قل اعوذ برب الناس ہے۔ بیشک یہ سب کلام اللہ ہے۔ اور اس کی وحی ہے۔ جو کہ اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔ اور اس میں جو کچھ ہے حق ہے۔ اور یہ کہ جو شخص اس میں سے قصداً" ایک حرف کم کرے یا اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف بدلے یا اس میں کوئی حرف زیادہ کرے۔ جس پر وہ مصحف شامل نہیں۔ اور اس پر اجماع ہو چکا ہے یا اس پر اجماع ہے۔ کہ وہ قرآن میں سے نہیں۔ اور یہ سب کچھ جان کر کرتا ہے۔ تو بیشک وہ کافر ہے۔ اسی لئے امام مالکؒ نے اس شخص کا قتل تجویز کیا ہے۔

جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دیتا ہے۔ اور بہتان باندھتا ہے۔ کیونکہ اس نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔ اور جو قرآن کی مخالفت کرے وہ قتل کیا جائے۔ یعنی اس لئے کہ وہ قران کی تکذیب کرتا ہے۔

اور ابن القاسمؒ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کی۔ قتل کیا جائے۔ اس کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا ہے۔

اور محمد بن سحنون اس شخص کے بارہ میں کہتے ہیں۔ کہ جو یہ کہے کہ موذتان

(سورہ قل اعوذ برب الفلق الخ و قل اعوذ برب الناس) قرآن میں سے نہیں۔ اس کی گردن ماری جائے۔ مگر یہ کہ توبہ کرے۔

ایسا ہی ہر وہ شخص کہ اس کے ایک حرف کو جھٹلائے۔ کہا کہ ایسا ہی ہے۔

اگر کسی گواہ نے کسی پر یہ گواہی دی۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام نہیں کیا۔ اور دوسرے نے اس پر گواہی دی۔ کہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل نہیں بنایا۔ کیونکہ یہ دونوں اس پر متفق ہوئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا۔

اور ابو عثمان حداد کہتے ہیں۔ تمام وہ لوگ کہ توحید کی طرف منسوب ہیں۔ یعنی موحد ہیں۔ اس پر متفق ہیں۔ کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار کفر ہے۔

اور ابو العالیہ کا یہ حال تھا۔ کہ جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ تو اس کو یوں نہ کہتے تھے۔ کہ ایسا نہیں جیسا تم پڑھتے ہو۔ اور کہتے کہ میں تو اس طرح پڑھتا ہوں۔ پس یہ بات ابراہیم (نخعی یا تیمی) کو پہنچی۔ تو انہوں نے کہا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اس نے یہ بات سن لی ہے کہ جس نے قرآن کے کسی حرف کا انکار کیا تو وہ اس سبب سے کافر ہو گیا۔

اور عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے۔ تو اس نے سب کا انکار کیا۔ اور جو اس کو جھٹلائے تو وہ اس کا کافر ہوا اور وہ اللہ کا کافر ہوا۔

قابسی سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا۔ جو ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ پھر اس کے لئے اس نے تورات کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تورات کو لعنت کرے۔ اور اس پر ایک نے گواہی دی۔ پھر دوسرے نے گواہی۔ کہ اس نے اس سے اس جھگڑے کا حال پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے یہود کی تورات کو لعنت کی ہے۔ تب ابو الحسن نے کہا۔ کہ ایک گواہ قتل کا موجب نہیں۔ اور دوسرے نے امر کو ایسی صفت کے ساتھ معلق کیا جو تاویل کا احتمال رکھتی ہے۔ اس لئے کہ شاید وہ یہود کو کسی کتاب پر خدا کی طرف سے ہو عامل نہیں خیال کرتا۔ کیونکہ وہ تبدیلی و تحریف

کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر دو گواہ صرف تورات کی لعنت پر متفق ہو جائیں۔ تو بیشک تاویل تنگ ہو جائے۔ اور بیشک بغداد کے مع ابن مجاہد (مشہور قاری) کے اس پر متفق ہوئے تھے۔ کہ ابن شنبوذ قاری سے جو کہ وہاں کے قاریوں کے اماموں میں سے ایک امام تھے۔ اور وہاں رہتے تھے۔ توبہ لیں۔ کیونکہ اس نے ایک قرات شاذہ حروف کی پڑھی تھی۔ جو کہ قرآن میں سے نہیں ہے۔ اور سب نے اس سے عہد لیا تھا۔ کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ اور توبہ کرے۔

ایک کاغذ لکھا گیا تھا۔ کہ جس میں اس نے اپنی گواہی وزیر ابو علی بن مقلہ کی مجلس میں لکھ دی تھی۔ ۳۲۳ ہجری میں اور ان میں سے جنہوں نے اس بات کا فتویٰ دیا تھا ابوبکر ابہری وغیرہ نے اور ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کو سزا دینے کا فتویٰ دیا تھا کہ جس نے لڑکے سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے تجھے پڑھایا ہے اور جو کچھ اس نے تجھے پڑھایا ہے لعنت کرے اس نے کہا کہ میرا ارادہ اس کی بے ادبی کا تھا۔ (یعنی وہ پڑھنے میں بے ادبی کرتا ہے اور قرآن کے برا کہنے کا ارادہ نہ تھا۔

فصل ۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ اور صحابہؓ کو گالی دینا۔ اور ان کا عیب نکالنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن صیرفی اور ابو الفضل عدل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ترمذی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم۔ سے محمد بن یحییٰ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبیدہ بن ابی رائطہ نے عبدالرحمان بن زیاد سے وہ عبداللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذ و ھم عرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم

فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَ مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ

ترجمہ:۔ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ڈرتے رہو۔ میرے بعد ان کو نشانہ (ملامت) نہ بنانا۔ پس جو شخص ان کو دوست سمجھے گا تو وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست سمجھے گا۔ اور جو ان کو دشمن سمجھے گا۔ تو میری دشمنی کی وجہ سے ان کو دشمن سمجھے گا۔ اور جو ان کو تکلیف دے گا۔ وہ مجھے تکلیف دے گا۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو تکلیف دے گا۔ عنقریب وہ اس کو پکڑے گا۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَایَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ۔

ترجمہ:۔ میرے صحابہ کو گالی نہ دینا۔ جو شخص ان کو گالی دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بندگی اور فدیہ (یا فرض) قبول نہ کرے گا۔

اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهٗ یَجِیْئُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَتُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَلَا تَنَاکَحُوْهُمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَاِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ

ترجمہ:۔ میرے اصحاب کو گالی مت دو۔ اور بے شک آخر زمانہ میں ایک قوم ہو گی۔ جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی۔ پس تم ان کا نہ جنازہ پڑھو۔ اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ نہ ان سے نکاح کرو۔ اور نہ ان کے ساتھ بیٹھو۔ اگر وہ بیمار ہوں۔ تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاضْرِبُوْهُ جو شخص میرے اصحاب کو گالی دے۔ اس کو مارو۔

اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتلایا۔ کہ ان کو گالی دینا۔ ان کو تکلیف دینا آپ کو ایذا دینا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حرام ہے۔ پس آپؐ نے

فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں مجھے تکلیف مت دو۔ جو ان کو تکلیف دے گا۔ بیشک اس نے مجھے تکلیف دی۔

اور فرمایا کہ لَا تُؤْذُوْنِیْ فِیْ عَائِشَۃَ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارہ میں مجھے تکلیف مت دو۔

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں فرمایا۔ فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُؤْذِیْنِیْ مَا آذَاھَا۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جو امر اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔

اور علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کا مشہور مذہب اس میں اجتہاد ہے۔ اور اس کو دردناک سزا دینا ہے۔

اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے اور جو آپؐ کے اصحابؓ کو گالی دے اس کو سزا دی جائے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دے۔ ابوبکرؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ یا معاویہؓ یا عمرو بن العاصؓ کو اور یہ کہے کہ یہ گمراہ اور کافر تھے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ اور اگر بغیر اس کے جیسے اور لوگ گالی دیا کرتے ہیں۔ گالی دے۔ تو اس کو سخت سزا دی جائے۔

اور ابن حبیب کہتے ہیں کہ جو شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت دشمن سمجھے۔ اور ان سے بیزاری ظاہر کرے۔ اس کو سخت سزا دی جائے۔ اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ دشمنی رکھے۔ اس پر سزا بہت سخت ہے۔ اور مکرر اس کو مارا جائے۔ اور دیر تک قید خانہ میں رکھا جائے۔ حتیٰ کہ مرجائے۔ اور قتل تک نوبت بجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کے نہیں ہے۔

سحنون نے کہا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو کافر کہے۔ علیؓ یا عثمانؓ یا ان کے سوا کسی اور کو اس کو سخت مارا جائے۔

ابو محمد بن ابی زید نے سحنون سے اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے۔ کہ جو ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ کو کہتا ہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے۔ اور جو ان کے سوا اور صحابہؓ کو اس قسم کی گالی دیتا ہے۔ تو اس کو سخت سزا دی جائے۔

امام مالک سے مروی ہے کہ جو شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے۔ اس کو درے لگائے جائیں۔ اور جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ اس کو قتل کیوں کیا جائے۔ جواب دیا کہ جو ان کو گالی دے۔ اس نے قرآن کی مخالفت کی۔

ابن شعبان نے ان سے روایت کی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی بات پھر کبھی نہ کہو۔ اگر تم مومن ہو۔ (پ ۱۸ ع ۸) اب جو شخص ایسی بات کہے گا۔ تو بلاشبہ کافر ہے۔

ابو الحسن صقلی نے بیان کیا ہے۔ قاضی ابوبکر بن طیب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب قرآن میں اس امر کا ذکر کرتا ہے۔ جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو خود پاک بتلاتا ہے جیسا کہ اس کا یہ قول کہ مشرکین کہتے ہیں۔ کہ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا۔ سبحانہ' رحمٰن نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ وہ پاک ہے۔

اور بہت سی آیات میں آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کا ذکر کیا ہے جو منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا تھا۔

وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ قُلْتُمْ مَّا یَکُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَکَلَّمَ بِھٰذَا سُبْحٰنَکَ

ترجمہ۔ کیوں ایسا نہ کیا۔ جب تم نے سنا تھا۔ کہہ دیتے ہم کو یہ جائز نہیں کہ ایسی بات کہیں تو پاک ہے۔ (پ ۱۸ ع ۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کی برائی سے بیزاری ظاہر کرنے میں اپنے آپ کو پاک کہا۔ جیسا کہ اپنے آپ کو برائی سے بیزاری کر کے پاک کہا ہے۔

اور یہ امام مالکؒ کے قول کی گواہی ہے۔ کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیتے ہیں۔ اس کا معنی واللہ اعلم یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے گالی دینے کو ایسا ہی برا سمجھا ہے جیسا کہ اپنی گالی کو۔ اور ان کا گالی دینا تو اس کے نبیؐ کو گالی دینا ہے۔ اور اپنے نبیؐ کی گالی و تکلیف کو اپنی تکلیف کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے تکلیف دینے والے کا حکم تو قتل تھا۔ اب اس کے نبی

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایذا دینے والے کا حکم بھی ایسا ہی ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک شخص نے کوفہ میں گالی دی۔ اور موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے کہا کہ کس نے یہ کلام سنا تھا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا۔ کہ میں نے سنا تھا۔ تب اس کو اسی درے مارے گئے۔ اور اس کا سر منڈایا گیا۔ اور حجاموں کے سپرد کیا گیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی تھی۔ (یعنی عہد کر لیا تھا نذر شرعی مقصود نہیں) کیونکہ اس نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ پس آپ سے اس بارہ میں کلام کی گئی۔ تو کہا مجھ کو چھوڑ دو کہ میں اس کی زبان کاٹ ڈالوں۔ تاکہ وہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے۔

اور ابوذر ہروی نے یہ روایت کی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اعرابی لایا گیا۔ جو کہ انصار کی ہجو کرتا تھا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر وہ صحابی نہ ہوتا تو میں تمہاری طرف سے اس کو کافی ہوتا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کا عیب بیان کرے۔ تو اس کو مال غنیمت میں کوئی حق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اور فرمایا۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

ترجمہ۔ ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔ (پ ۲۸ ع ۴)

پھر فرمایا۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ

حَاجَۃً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ:۔ اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا۔ تو وہی کامیاب ہیں۔ پ ۲۸ ع ۴)

پھر فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ جَآؤُ مِنْۢ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ:۔ اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ ۲۸ ع ۴)

پس جو ان کو عیب لگائے۔ اس کا مسلمانوں کے مال غنیمت میں کوئی حق نہیں۔

اور کتاب ابن شعبان میں ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی کو کہے کہ وہ زانیہ کا بیٹا ہے حالانکہ اس کی والدہ مسلمان ہے۔ تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اس کو دو حدیں لگائی جائیں گی۔ ایک حد اس کی اور ایک اس کی والدہ کی۔

اور میں اس کو ایک جماعت کو ایک کلمہ کے ساتھ گالی دینے والے کی طرف نہیں بناتا۔ کیونکہ صحابی کی اوروں پر فضیلت ہے۔ اور اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاجْلِدُوْہُ جو شخص میرے اصحاب کو گالی دے۔ تو اس کو مارو۔ ابن شعبان کہتے ہیں کہ جس شخص نے ان میں سے کسی کی ماں کو جو کافرہ تھی گالی دی تو اس کو بھی مفتری کی حد ماری جائے گی۔ اس لئے کہ وہ اس کی گالی ہے پھر اگر اس صحابی کا کوئی لڑکا زندہ ہے۔ تو وہ اس پر قائم ہو گا۔ جو اس کے لئے واجب ہے۔ (یعنی باپ کی طرف سے وہ بدلہ لے گا) ورنہ وہ شخص کہ مسلمانوں کا قائم مقام

ہے۔ بدلہ لے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حقوق غیر صحابہ کی طرح نہیں (یعنی غیر صحابہ کے حقوق کے ذمہ دار ان کے وارث ہی ہوں گے۔ مسلمانوں کا حاکم نہ بنے گا) کیونکہ ان صحابہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے عزت اور توقیر ہے۔ اور اگر اس کو بادشاہ اسلام سن لیوے یا خبر ہو تو وہ اس انتقام کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی کو گالی دے۔ تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ اس وجہ سے کہ آپ کی بیوی کو گالی دی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اور صحابہ کی طرح ہیں۔ اس کو مفتری کی حد ماری جائے۔ کہا کہ میں پہلی بات کا قائل ہوں۔

اور ابو مصعب نے امام مالکؒ سے اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے۔ کہ جو اس شخص کو گالی دیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی طرف منسوب ہے۔ تو اس کو دردناک مار پڑنی چاہئے۔ اور مشہور کیا جائے۔ اور دیر تک قید رکھا جائے۔ حتیٰ کہ اس کی توبہ ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی خفت ہے۔

ابو المطرف شعبی فقیہ مالقہ نے ایک شخص کے بارہ میں کہ جس نے عورت کو رات کے وقت قسم دینے پر انکار کیا تھا (یعنی قاضی پر انکار کیا تھا) اور کہا تھا کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ کی بیٹی بھی ہوتی۔ تو اس کو بھی دن کے وقت قسم دی جاتی۔

اور بعض فقہاء نے اس کے قول کو صواب قرار دیا تھا۔ اور ابوالمطرف نے کہا کہ اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی نسبت ایسی بات کہی ہے۔ کہ جس پر ضرب سخت اور دیر تک قید میں رہنا ضروری ہے۔ اور جس فقیہ نے اس کے قول کو درست کہا ہے وہ فاسق کہلانے کا زیادہ مستحق ہے نہ فقیہ کہلانے کا۔ اور اس بارہ میں اس کو مشہور کرنا چاہئے۔ اور اس کو جھڑکا جائے۔ اس کا فتویٰ قبول نہ کیا جائے نہ اس کی گواہی لی جائے۔ اور یہ اس میں جرح ثابت ہے۔ اور اس سے اللہ کے لئے بغض رکھا جائے۔

اور ابو عمران نے اس شخص کے بارہ میں جو یہ کہتا ہے (کہ اگر مجھ پر ابوبکر صدیق رضی اللہ گواہی دیں) کہا ہے کہ اگر اس کا یہ ارادہ ہے کہ اس کی شہادت کے لئے ایسے حکم میں ایک گواہ جائز نہیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر اس کے سوا اس کا اور ارادہ ہے۔ تو اس کو اتنا مارنا چاہئے۔ کہ اس کو موت تک پہنچادے۔ اور علماء نے روایتاً" بیان کیا ہے۔

خاتمہ

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے۔ یہ سب سے آخری قول ہے۔ اور وہ غرض جس کا ہم نے قصد کیا تھا پوری ہو گئی۔ وہ شرط جو ہم نے کی تھی پوری ہو گئی۔ جس کی نسبت میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس کی ہر ایک قسم ارادت مند کے لئے کافی ہے۔ اور ہر باب میں اس کی حاجت کی طرف راستہ اور مخرج ہے۔ میں نے بلاشبہ اس میں وہ نکتے ظاہر کئے ہیں۔ جو عجیب و غریب ہیں۔ تحقیق کے گھاٹوں میں سے میں نے وہ پانی پیا ہے کہ اس سے پہلے اکثر تصانیف میں ان کے لئے کوئی محل نہیں ذکر کیا گیا۔ میں نے اس میں کئی فصلیں رکھیں۔ اور میں اس امر کو دوست رکھتا تھا۔ کہ کاش میں ایسے شخص کو پاؤں۔ کہ جس نے مجھ سے پہلے اس میں کلام کیا ہو یا ایسا مشہور ہو کہ جو اپنی کتاب سے مجھے فائدہ پہنچائے۔ یا اس کے منہ سے سنوں۔ جو کہ میں جو اس سے روایت کروں وہ مجھے اس سے کافی ہو جائے۔ جس کو میں اوروں کے سامنے پیش کروں۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی عاجزی ہے۔ اور اس کا بڑا احسان ہے کہ وہ اس کو اپنی رضامندی کے لئے قبول فرمائے۔ اور جو اس میں بناوٹ و سجاوٹ کا دخل ہوا ہے۔ اس کو معاف کر دے۔ اپنی بڑی بخشش و معافی سے یہ امور بخش دے۔ اس لئے کہ ہم نے جو کچھ اس میں ذکر کیا ہے۔ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی وحی کے امین کی بزرگی ہے۔ ہم نے اس میں اپنی آنکھوں کو آپ کے فضائل کی تلاش میں بیدار کر رکھا ہے۔ ہم نے اس میں اپنی طبیعت کو مشغول رکھا ہے۔ آپ کے خصائص اور مسائل ظاہر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو اپنی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچائے۔ کیونکہ ہم نے آپ کی شریف عزت کی حمایت کی ہے۔ وہ ہم کو ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کو اس کے حوض سے جبکہ دین کے بدلنے والے دور کئے جائیں گے۔ دور نہ کیا جائے گا۔ اس کتاب کو ہمارے لئے۔ اور اس شخص کے لئے جو اس کتاب کے لکھنے کا اہتمام کرے۔ اور اس کو یاد کرے ایک وسیلہ بنا دے۔ کہ ہم کو طریق مطلوب تک اپنے اسباب سے پہنچا دے۔ اور ایک ذخیرہ بنا دے کہ جس کو ہم ایسے دن حاضر پالیں۔ کہ جس دن ہر ایک شخص عمل خیر کو موجود پائے گا۔ جس کے سبب ہم اس کی رضا اور بڑا ثواب حاصل کریں۔ وہ ہم کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص جماعت سے مخصوص کر دے۔ اور ہم کو قیامت کے دن پہلی جماعت اور آپ کے اہل شفاعت کے دائیں دروازہ والوں میں سے اٹھائے۔

اور ہم اس کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے ایک کتاب کے جمع کرنے کی ہدایت دی۔ اور جن حقائق کو ہم نے اس میں درج کیا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے الہام کیا۔ اور باطنی آنکھیں کھول دیں۔ اور سمجھا دیا۔ ہم اس سے اس بات سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہ ہماری ایسی دعا ہو جو سنی نہ جائے۔ اور ایسا علم ہو کہ جو نفع نہ دے۔ اور ایسا عمل ہو کہ جو اوپر کو نہ چڑھے۔ وہی سخی ہے۔ کہ اس کا امیدوار ناکام نہیں ہوتا۔ جس کو وہ رسوا کرے اس کو مدد نہیں دی جاتی۔ وہ طالبین کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ اور مفسدین کے عمل کو سنوارتا نہیں۔ وہی ہم کو کافی ہے۔ اور اچھا وکیل۔ اور اس کا درود ہمارے سردار ہمارے نبی محمد خاتم النبیین پر اور اس کی آل و اصحاب تمام پر ہو اور بہت بہت سلام ہو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

الحمد للہ و احسانہ

کہ ترجمہ کتاب مستطاب الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصنفہ عالم ربانی و فاضل حقانی امام زمان خود حضرت قاضی ابو الفضل عیاض رحمتہ اللہ علیہ کہ جس کا شہرہ فضل و کمال زمین سے آسمان اور عرش سے فرش تک پھیلا ہوا

ہے۔ جس کا گھر میں ہونا موجب ہزار ہزار برکت و فیضان الٰہی کا باعث ہے۔ آج بتاریخ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ ہجری مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۱۳ء ختم ہوا۔ جس طرح مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے لئے دعا مانگی ہے۔ خداوند کریم اس مترجم ہیچکارہ عالم کو بھی اس زمرہ میں داخل کرے۔ اور اس ترجمہ کو مقبول فرمائے۔ آمین۔ وانا راجی رحمۃ رب القوی احمد علی عفاعنہ الولی بٹالوی پروفیسر عربی و دینیات اسلامیہ کالج لاہور وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيْعِنَا خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

تمام شد

مولف
حضرت امام عبد الرحمن ابن جوزی
مترجم
علامہ محمد اشرف سیالوی